یعنی

ساقی نامه های متقدّمین و متاخّرین (تا سنه ۱۰۲۸ھ)

مع تراجم آنها

تالیف

ملّا عبد النّبی فخر الزّمانی قزوینی

باعتناء

محمّد شفیع ایم۔اے

معلّم عربی در کلیّهٔ پنجاب لاهور

وبسعی میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز پبلشرز انار کلی لاهور

در مطبع کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاهور و باهتمام بابو گوراندتہ مل کپور طبع شد

سنه ۱۹۲۶ء

فہرست

دیباجہ

تذکرۂ میخانہ اور اُسکا مؤلّف

یُونتو فارسی میں شعرا کے بہت سے تذکرے لکھے گئے - لیکن تذکرۂ میخانہ کو چند ایسی خصوصیتیں حاصل ہیں جو شاید اس شان کے ساتھ اور کسی تذکرہ میں نہیں ملتیں - تاہم اس تذکرہ اور اس کے مؤلف کو عشر عشیر اس شہرت کا حاصل نہیں ہوا جسکا وہ مستحق ہے ایتھے[1] کو اسکا نام بھی معلوم نہ تھا - یورپ اور ہندوستان کے خزائن مخطوطات کی جسقدر فہرستیں نظر سے گذری ہیں - ان میں سے کسی میں میخانہ کا ذکر تک بھی نہیں آیا - بجز اسکے کہ ریونگ کی فہرست (صہ ۳۷) میں دیوان عرفی کے ایک نسخہ میں "حوال عرفی شیرازی از میخانۂ عشاق عبدالنبی" نقل ہوا ہے - کسی تذکرے یا تاریخ میں کتاب یا اسکے مؤلف کا ذکر نہیں ملا - بجز تاریخ محمد شاہی عرف نادرالزمانی کے جس میں چند سطور میں اجمال کے ساتھ مؤلف کا ذکر آیا ہے اور اسکے ساقی نامہ کے دو شعر بھی نقل ہوئے ہیں - (دیکھو حواشی صہ ۹۵)

لہ ایتھے نے گرونڈرس میں ۱۵ تذکروں اور تاریخوں وغیرہ کے متعلق کوائف بیان کئے ہیں - جن میں شعراء کے حالات درج ہیں ؛

ہوکر اسنے درویشی اختیار کر لی - آخر سنہ ۱۰۰۱ھ میں قزوین میں طاعون سے مرگیا -
عبدالنبی کا نانا فخرالزمان جو خواجہ عبداللہ انصاری کی اولاد سے تھا فاضل
اور موزون طبع شخص تھا اور قزوین کی قضا اس سے متعلق تھی[۱] -

عبدالنبی قزوین ہی میں سن تمیز کو پہنچا - شروع سے اسکو شعرگوئی کا
شوق تھا اور وہ اکثر شعرا کی صحبت میں رہتا تھا - اس زمانہ میں وہ عزتی تخلص کرتا تھا
شعر کیطرح اسکو قصہ دانی کا شوق بھی بہت تھا - اور حافظہ اسنے ایسا قوی پایا تھا کہ قصۂ حمزہ
کو ایکدفعہ سنکر یاد کرلیا - ۱۹[۲] برس کی عمر میں وہ مشہد زیارت کے لئے آیا - اور ایک
ماہ وہاں ٹھہرا رہا - ہندوستان کے آنے جانے والوں نے اس ملک
کی اسقدر تعریف کی کہ اسکو مشتاق بنا دیا[۳] - چنانچہ اواخر سنہ ۱۰۱۷ھ میں
قندہار کی راہ سے وہ بیمار و نزار لاہور پہنچا (دیکھو میخانہ صفحہ ۵۳۹ س ۱۱) اور
چار مہینے وہاں ٹھہر کر سنہ ۱۰۱۸ھ میں آگرہ پہنچا[۴] - اسکا قرابت دار میرزا
نظامی اندنوں واقعہ نویس درگاہ تھا - بظاہر اسنے مولف کو اپنا
قصہ خواں مقرر کیا اور قصہ گوئی کی مشق کی وجہ سے اسکو اس فن میں بہت مہارت
پیدا ہوگئی ؎

سنہ ۱۰۲۲ھ میں اپنے ایک ہموطن کے توسط سے مؤلف نے اجمیر میں
مہابت خاں کے بیٹے میرزا امان اللہ کی ملازمت اختیار کی - اور چونکہ

---

[۱] مولف اپنے نانا کی وجہ سے اپنے تئیں فخرالزمانی لکھتا ہے [۲] اس حساب
سے مؤلف کی پیدائش سنہ ۹۹۸ھ کے لگ بھگ ہوگی [۳] جہانگیر کے جلوس کو ابھی
قریباً تین ہی سال ہوئے تھے - اس نئے دور نے کیا کیا امیدیں ہندوستان کے اندر
اور باہر پیدا نہ کر دی ہونگی [۴] میخانہ صفحہ ۴۲ و صفحہ ۵۷۵ س ۱۵ ؎

البتہ خدا جزائے خیر دے مولانا شبلی مرحوم کو کہ انہوں نے غالباً سب سے پہلے شعر العجم کی پہلی جلد میں میخانہ کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی اور خواجہ حافظ اور طالب آملی کا ترجمہ لکھتے وقت اس سے مدد بھی لی[1]۔ شعر العجم کے توسط سے ہی مرحوم پروفیسر براؤن نے میخانہ کے بعض مضامین پر اطلاع حاصل کی ۔

نظر بدیں حالات نامناسب نہ ہوگا کہ مؤلف میخانہ اور میخانہ کی نسبت جو حالات معلوم ہو سکے ہیں۔ کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیے جائیں ۔

ملّا عبدالنبی مؤلفِ میخانہ کے سوانح حیات

مؤلف نے اپنا حال میخانہ کے مرتبۂ دوم کے آخر میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور کتاب میں اور بھی بعض مقامات پر اپنے حالات کی طرف اشارہ کیا ہے (دیکھو فہرست اوّل بذیل عبدالنبی) چنانچہ مؤلف کے ان اقوال کی بنا پر اس کی زندگی کے اہم واقعات درج ذیل ہوتے ہیں :-

ملّا عبدالنبی قزوین میں پیدا ہوا - اسکا باپ خلف بیگ قزوین میں تجارت کرتا تھا - اور صوفی مشرب آدمی تھا - حج کرکے واپس آیا تو تارک الدنیا

---

[1] معلوم نہیں ہو سکا کہ مولانا نے میخانہ کا مکمل نسخہ کہاں دیکھا تھا۔ بعض عبارتیں جو انہوں نے نقل کی ہیں۔ وہ آ و تا سے جو آگے مذکور ہیں مختلف ہیں - اس سے گمان گذرتا ہے کہ کم سے کم ایک اور نسخہ میخانہ کا مکمل یا نامکمل ہندوستان میں موجود ہے ۔

برادر عبداللہ خان فیروز جنگ کی ملازمت کا موقعہ ملا[1]۔ عبدالنبی پر خان موصوف نے اسقدر احسان کئے کہ اُسنے میخانہ کو اسکے نام پر ختم کرنا لازم سمجھا۔ اس نے اپنا ساقی نامہ بھی پٹنہ میں سردار خان ہی کے نام پر مکمل کیا۔ ساقی نامہ میں وہ نبی تخلص کرتا ہے۔

۱۰۲۹ھ میں بھی وہ ابھی پٹنہ ہی میں مقیم تھا اور اسی جگہ کے قیام کے دوران میں اسکے گھر میں آگ لگی۔ اور اسکے بعض کاغذات بھی جل[2] گئے۔ اسی سن میں وہ آگرے میں بھی آیا ہے۔ جیسا کہ اسکی کتاب نوادر الحکایات سے معلوم ہوتا ہے۔ اسکے بعد کے حالات کسی اور ماخذ سے نہیں ملتے۔ بجز اسکے کہ ۱۰۴۱ھ میں وہ ابھی زندہ تھا اور اسی سن میں اسنے نوادر الحکایات کا دیباچہ لکھا۔ (فہرست ریو ص۱۰۴۱) اپنے ساقی نامہ میں اسنے ایران واپس جانے کی آرزو بہت جوش و خروش سے بیان کی ہے۔ لیکن معلوم نہ ہو سکا کہ یہ آرزو اس کی پوری ہوئی یا نہیں۔

مؤلف کی تاریخ وفات بھی کسی ماخذ میں نہیں ملی۔

ملا عبدالنبی کی قصہ دانی اور شاعری

ملا عبدالنبی کی زندگی کا مختصر خاکہ جو اوپر درج ہوا[3]۔ اس سے ظاہر

---

[1] دیکھو میخانہ ص۳ سطر آخر [2] ایضاً ص۵۲۹ و ص۵۶۷ [3] مؤلف نے اپنے مذہب کا صراحتہً کہیں ذکر نہیں کیا۔ مگر گمان ہوتا ہے کہ وہ شاید مذہب امامیہ رکھتا تھا۔ اسکا آغازِ جوانی میں مشہد مقدس کی زیارت کو آنا نیز اسکے ساقی نامہ کے بہت سے اشعار جو حضرت

میرزا[1] کو شعر گوئی کا شوق تھا۔ مؤلف کو بھی دوبارہ شوق شعر گوئی کا پیدا ہوا۔ چونکہ میرزا نے اسکو اپنا کتاب دار مقرر کیا تھا۔ اس لئے مطالعہ کا بھی اسکو خوب موقعہ ملنے لگا۔ اسی زمانہ میں اسنے کتب نظم و نثر سے انتخاب کرکے تین کتابوں کا خاکہ تیار کیا۔ جن کی تفصیل آگے آتی ہے۔

وہ اسی شغل میں تھا کہ ایک رسوا کرنے والی بیماری میں مبتلا ہوا اور بدنامی کے ڈر سے رخصتِ ولایت حاصل کرکے اپنی ناتمام تصانیف کو ہمراہ لے کر فقیروں کے لباس میں لاہور کو روانہ ہوا۔ یہ وسط ۱۰۲۴ھ کا ذکر ہوگا۔ ابتدائے ۱۰۲۵ھ میں وہ لاہور پہنچا۔ لاہور میں ان دنوں طاعون کا زور تھا۔ اسلئے وہ فوراً کشمیر کو روانہ ہوا۔ کیونکہ اس کا عزیز میرزا نظامی ان ایام میں وہاں کا بخشی اور دیوان تھا۔ قیام کشمیر کے زمانہ میں اُسنے اپنی کتاب دستور الفصحا کے مسودے کو کتاب کی صورت دی۔ اواخر ۱۰۲۷ھ میں قریباً دو برس کشمیر میں رہنے کے بعد وہ میرزا نظامی کے ساتھ مانڈو آیا۔ اور ایک ماہ وہاں ٹھہرا۔ میرزا کو مانڈو سے دیوانِ صوبہ بہار بنا کر بھیجا گیا۔ اور مولف اسکے ہمراہ وہاں گیا اور ۱۰۲۸ھ میں پٹنہ پہنچ کر[2] وہ بظاہر کچھ عرصہ تک میرزا کے پاس مقیم رہا ۱۰۲۹ھ میں وہ پٹنہ ہی میں تھا۔ کہ اسکو سردار خان[3] خواجہ یادگار

---

[1] امان اللہ امانی صاحب دیوان ہے اور اسکا دیوان یورپ کے بعض مشہور کتابخانوں میں موجود ہے
[2] دیکھو میخانہ صفحہ ۵۰۵ س ۹ [3] یہ خطاب خواجہ کو ۱۰۲۳ھ میں ملا (ترجمہ توزک ۱: ۲۴۷) جہانگیر نے لکھاہے کہ ۲ خورداد ۱۰۲۹ھ کو خلعت اور ایک ہاتھی اور ایک گھوڑا سردار خان کو عنایت ہوا اور سرکار [illegible] جو صوبہ بہار و بنگال میں ہے جاگیر میں ملی۔ اور وہ رخصت ہوا (ترجمہ توزک ۲: ۱۸۹)

ہے۔ اور اسکی منظومات بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں، گو ان منظومات کے تلف ہو جانے کی وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ ان کے دیوان کی صورت میں جمع کرنے کی نوبت نہ آئی۔ کم ازکم خود مؤلف نے کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ کہ اس کا دیوان مرتب ہوا ؛

ملا عبدالنبی کی تصنیف و تالیف کردہ کتابیں

مولف کی زندگی کا نہایت اہم حصہ غالباً میرزا امان اللہ کی کتابداری سے شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ علاوہ اسکے کہ اسکا شعر گوئی کا شوق میرزا کی صحبت میں جو خود صاحب دیوان شاعر تھا۔ دوبارہ چمک اٹھا۔ اسکو کتاب بینی کا بے نظیر موقعہ ملا۔ اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ اسنے اس موقعہ سے خوب فائدہ اٹھایا۔ انہی دنوں میں تصنیف و تالیف کا شوق اسنے پیدا کیا۔ اس کی صحیح قوتِ فیصلہ نے اسکو جلد بتا دیا کہ شعر کے ذریعہ شہرت حاصل کرنا اسکے لئے متعذر ہے اور صرف "اخبار ارباب دولت" اور "اذکار اصحاب طبیعت" اور ان کے کلام کے ذریعہ ہی اسکے لئے شہرت پانا ممکن ہے۔ چنانچہ اس نے ذیل کی تین کتابوں کا نقش اول انہی دنوں میں تیار کیا۔

(۱) دستور الفصحا۔ یہ کتاب اسکے اپنے فن یعنی قصہ گوئی سے تعلق رکھتی تھی۔ اس میں اسنے قصہ حمزہ اور اس کے آداب پر قصہ خوانوں

لہ صفحہ ۸۴ س ۱۲ پر مؤلف اپنے تئیں "این لب تشنۂ وادی مطالعہ" کہتا ہے ؛

ہے کہ اسکو باقاعدہ تعلیم پانے کا موقعہ زیادہ نہ ملا ہوگا - وہ ابھی لڑکا
ہی سا تھا - کہ ہندوستان کو روانہ ہوا - اور یہاں پہنچکر ملازمت کی
پابندیوں میں پھنس گیا - لیکن اسنے ہم کو یہ بتایا ہے کہ شروع ہی
سے اسکا حافظہ غیر معمولی طور پر قوی تھا - اسی لئے قصہ دانی میں
دسترس پیدا کرکے اسنے ہندوستان کا رخ کیا - اور اسی ملک میں بظاہر قصہ
گوئی کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیا - اوپر ذکر آچکا ہے کہ علاوہ قصہ دانی
کے مؤلف کو شعر کا بھی بچپن ہی سے شوق تھا - میخانہ میں اسنے اپنا
ساقی نامہ قریباً دو سو شعر کا درج کیا ہے - اور اسی کتاب میں اور بھی
کہیں کہیں اپنے بیس پچیس شعر نقل کئے ہیں (دیکھو فہرست اول
صفحہ ۶۰۸) ان کے علاوہ وہ کہتا ہے کہ ۱۰۲۸ھ تک وہ ۱۵۰۰ شعر اور
بھی کہہ چکا ہے - مگر سوائے ان اشعار کے جو میخانہ میں اسکی اپنی
کوشش سے محفوظ ہو گئے - اور کسی جگہ اس کے اشعار مجھے نظر
نہیں آئے - گو یہ سچ ہے کہ وہ بحیثیت مجموعی ایک معمولی صاف
گو شاعر ہے - لیکن کسی نامعلوم وجہ سے عبد النبی اور اس کی تالیفات
و تصنیفات عموماً معرض خفا میں رہی ہیں - جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) علیؑ اور امام رضاؑ کی تعریف میں ہیں - (دیکھو صفحہ ۵۱۹ بعد) اور بہت سے
قصے شاعروں کے حضرت علیؑ سے امداد پانے کے جو میخانہ میں جابجا آئے ہیں (مثلاً صفحہ ۴۳
س ۱۱ اور صفحہ ۸۲ پر پیشینگوئیاں) (نیز دیکھو صفحہ ۱۳۱ ب) اس گمان کی تائید کرتی ہیں - لیکن بظاہر مولف تعصب مذہبی کا قایل نہیں
ہے - جیسا کہ صفحہ ۱۳۲ س ۱۸ پر اسکے انداز بیان سے مترشح ہوتا ہے ؛

(حاشیہ صفحہ ۹) ۱؎ صفحہ ۵۲۲ س ۱۸ پر وہ ممدوح کو کہتا ہے ؎

فلک قدرتا اندرین خاکدان ٭ تو سرور نژادی و من قصہ خوان

پہلے توجہ کی اسلئے کہ اسکے اہل زمانہ کو ساقی ناموں کی طرف بہت رغبت تھی (میخانہ ص۵ س ۱۶)، چنانچہ غالباً ۱۰۲۳ھ یا ۱۰۲۴ھ میں جبکہ وہ اجمیر میں مقیم تھا وہ اس کتاب کی تالیف کی طرف متوجہ ہوا (دیکھو ص۶ س ۳)۔ ایک مہینے کے اندر پندرہ ساقی نامے مع احوال شعرا اسنے مرتب کر لئے، ابھی اور ساقی نامہ وہ تلاش ہی کر رہا تھا کہ ایک خطرناک بیماری نے اسکو یک لخت کشمیر جانے پر مجبور کر دیا۔

کشمیر میں بظاہر فراہمی مواد کا کام جاری رہا چنانچہ ۱۰۲۸ھ میں وہاں سے پٹنہ پہنچکر اسنے جسقدر مواد پانچ سالوں میں جمع کیا تھا اسکو دو مرتبوں میں ترتیب دیا۔ اور غالباً اسی سن میں اسنے کتاب کو پٹنہ ہی میں مکمل بھی کر دیا جیسا کہ تاریخ اتمام کتاب (ص۵۷۹) سے نیز اس امر سے معلوم ہوتا ہے کہ سال حال یا 'لغایہ' کے ساتھ مولف نے عموماً ۱۰۲۸ کا ذکر کیا ہے[1]۔ لیکن ۱۰۲۱ھ میں مصنف نے کتاب میں دو ساقی نامے اور بڑھا دئے۔ (دیکھو ص۴۶۴ س ۳، نیز دیکھو ص۵۵۹ س ۱۳) اور بظاہر اور مقامات پر بھی کتاب میں تبدیلیاں کیں مثلاً ص۵۰۲ س ۱۳ پر (نسخہ آ میں[2]) وہ کہتا ہے کہ آجکل ۱۰۲۹ھ ہے۔ دوسرے نسخہ میں یہاں ۱۰۲۸ھ ہے۔

مؤلف نے اس کتاب کو جسے وہ 'حاصل عمر' کے نام سے یاد کرتا ہے "مجموعہ اخبار" اور "بیاض سخن" بنانا چاہا ہے (ص۵۷۹)

---

[1] مثلاً دیکھو ص۳۶۹ س ۶، ص۴۲۶ س ۱۵، ص۴۴۱ س ۸، ص۵۶۶ س ۱۷، نیز دیکھو ص۵۵۱ س ۹ و ص۵۴۹ حاشیہ ۶، [2] دیکھو صفحہ ش

کے لئے دستور العمل بنایا ہے[1] یہ معلوم ہے کہ اکبر کو داستان امیر حمزہ کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ اسی شوق کے پورا کرنے کے لئے اسنے ایک شاندار البم تیار کرایا[2]۔ عبدالنبی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد جہانگیری میں بھی امرا کو خاصہ شغف اس داستان کے سننے سے تھا۔ دستور الفصحا کے کسی نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

(۲) **نوادر الحکایات یا بحر النوادر** - اس میں مولف نے "حکایات شیریں اور نقل ہائے رنگین" جمع کیں۔ اس کتاب کی تکمیل بظاہر ۱۰۴۱ کے قریب ہوئی۔ برٹش میوزیم میں اسکی ایک جلد ہے (دیکھو ریو صفحہ ۱۰۰۱ ب)۔ اسکے دیباچہ میں ہو کہ پوری کتاب ۵ جلدوں میں تھی۔

(۳) میخانہ جسمیں اسنے متقدمین و متاخرین کے ساقی نامے مع شعرا کے حالات کے درج کئے۔

اب ہم آخر الذکر کتا کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں:۔

میخانہ

مولف نے اپنی مجوزہ کتابوں میں سے میخانہ کی تکمیل کی طرف سب سے

---

[1] میخانہ صفحہ ۵۰۹ پر مؤلف نے اپنی کتاب دستور الفصحا کے اتمام کی تاریخ "دستور بانجام رسیدہ" دی ہے۔ جس سے ۱۰۴۶ بر آمد ہوتا ہے۔ مگر بظاہر قرینۂ عبارت کا تقاضا یہ کہ اتمام دستور ۱۰۲۵ھ یا ۱۰۲۶ھ کا واقعہ ہے۔ اسکے علاوہ ۱۰۲۹ اور ۱۰۴۶ کے درمیان کی اور کسی تاریخ کا ذکر میخانہ میں نہیں ہو اور نسخہ مآثر میں بھی جو ۱۰۲۹ میں نقل ہوا یہ مادہ اسی طرح درج ہے۔ اسلئے بظاہر اس مادۂ تاریخ میں کسی طرح کی غلطی ہے۔

[2] دیکھو اورینٹل کالج میگزین بابت ماہ نومبر ۱۹۲۵ھ و فروری ۱۹۲۶ھ۔

ملا ہے۔

مرتبہ سوم میں پچیس شاعر مذکور ہیں۔ جن میں اکثر سے (شاید سب سے) مؤلف خود ملا ہے اور جنہوں نے بقول مولف (صفحہ ۵۲۴) تالیف کتاب کے وقت تک ساقی نامہ نہ کہے تھے۔ لیکن حقیقۃ میں تین شاعر انہیں سے ایسے ہیں جنکے ساقی ناموں کا اسنے خود ذکر کیا ہے[1]۔ اسکے سوا اور بھی بعض آثار ضعف تالیف کے اس مرتبے میں نمایاں ہیں۔ مثلاً مولف کہتا ہے کہ اس مرتبہ کے شعرا سے اسکی ملاقات ہوئی۔ لیکن چار شاعر (یعنی نظیری۔ قدسی۔ نظر بیگ تمشہ اور باقیا) جنکے ترجمے رامپور کے نسخہ میں مرتبۂ سوم میں درج ہیں۔ ان میں سے سوائے باقیا کے اور کسی سے مؤلف کی ملاقات مذکور نہیں ہے۔ اس مرتبہ میں جن شعرا کا ذکر آیا انمیں سے تالیفِ کتاب کے وقت بیس زندہ تھے اور پانچ[2] فوت ہو چکے تھے دوسرے اور تیسرے مرتبہ میں تراجم کی ترتیب میں کوئی خاص بات مدنظر نہیں ہے ؎

میخانہ کی امتیازی خصوصیتیں

۱۔ مؤلف نے شعرا کے حالات اور تذکروں کی نسبت عموماً زیادہ تفصیل سے دئے ہیں۔ اکثر شاعروں کے ترجموں میں اطلاعات ذیل کا بہم پہنچانا اسکے پیش نظر ہے:

شاعر کا نام و نسب و تخلص، اسکے آبا و اجداد کے متعلق اطلاعات، شاعر کی علمی قابلیت اور اسکے شعر کا مرتبہ۔ شاعر کی سیاحت، وہ کن کن

---

[1] دیکھو صفحہ ۵۴۹، صفحہ ۵۷۲، و صفحہ ۵۷۳
[2] یعنی نظیری۔ حیاتی گیلانی۔ حرفی۔ محوی اور رامی،

کل ۱۰۷ تراجم اسکی کتاب میں شامل ہیں - ان شعرا میں سے جنکے ترجمے اس کتاب میں ہیں - دس شاعر جلوس اکبری (یعنی ۹۶۳ھ) سے پہلے فوت ہو چکے تھے - اور ہندوستان کے ساتھ انکو کوئی علاقہ نہیں - مگر باقی ۶۱ شاعر وہ ہیں - جو اکبر یا جہانگیر یا دونو کے معاصر ہیں اور ان میں سے ۳۶ شاعر ایسے ہیں جو ہندوستان میں آئے اور انکو دربار اکبری یا جہانگیری یا امرای اکبری وجہانگیری یا سلاطین وامرای دکن سے علاقہ رہا اور ۱۱ ایسے ہیں جو ہندوستان کے باشندے تھے - آٹھ شاعر مؤلف کے وطن قزوین کے رہنے والے تھے - ان ۱۷ شعرا کو مؤلف نے تین مرتبوں میں بانٹا ہے -

مرتبہ اول میں ۲۶ شعرا ہیں جو ختم تالیف میخانہ کے وقت فوت ہو چکے تھے - سب سے اوّل نظامی گنجوی (المتوفی ۶۱۰ھ) ہے - اور سب سے آخر حکیم فغفور گیلانی جو بقول مؤلف ۱۰۲۹ھ میں فوت ہوا'

مولف نے ان شعرا کو انکے سنین وفات کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے - سوائے اسکے کہ پرتوی اسکے نزدیک امیدی کے بعد فوت ہوا مگر کتاب کی ترتیب میں وہ پہلے آ گیا ہے - لیکن بعض کے نزدیک پرتوی امیدی سے پہلے فوت ہوا - ان شعرا میں سے صرف شکیبی سے مولف خود ملا ہے -

مرتبہ دوم میں بیس شاعر مذکور ہیں - جنھوں نے ساقی نامہ کہے ہیں اور جو تالیف کتاب کے وقت ابھی زندہ تھے - انمیں سے اکثر سے مؤلف خود

۱؎ اسمیں میخانہ کے دونو معلوم نسخوں کے تراجم شامل ہیں - اسکی تفصیل آگے آتی ہے - اس تعداد میں میرزا جعفر آصف خان اور میر حیدر معمائی شامل نہیں جنکے تراجم مستقلاً نہیں لکھے گئے بلکہ دوسرے تراجم کی ذیل میں انکے کچھ حالات بیان ہوئے ہیں ۲؎ دیکھو صفحہ ۲۴۳ س ۱۰'

کیا ہے[1]۔ مگر اس کتاب اور اسکے مؤلف کا حال مجھکو معلوم نہیں ہو سکا۔
بعض عبارتوں کے توافق سے معلوم ہوتا ہے کہ تحفہ سامی مولفہ سام مرزا اور نفائس المآثر مولفہ علاء الدولہ قزوینی ملا کے سامنے ہیں (دیکھو میخانہ بذریعہ فہرست سوم)۔ اسی طرح تذکرۂ دولت شاہ جواہر الاسرار آذری۔ بہارستان اور نفحات الانس[3] بھی کہیں کہیں استعمال ہوئی ہیں۔

مولف نے دیوانوں کے دیباچوں سے بھی کام لیا ہے۔ مثلاً دیباچۂ دیوان عراقی (میخانہ ص ۲۹) دیباچۂ غرۃ الکمال (میخانہ ص ۶۱)۔ دیباچۂ دیوان حسین ثنائی (دیکھو میخانہ ص ۱۶۲ س ۱۰ مع حواشی متعلقہ بر ص ۱۰۱) اور دیباچۂ دیوان فیضی (میخانہ ص ۱۹۵ س ۸) سے، بعض جگہ اسنے شعرا کے کلام سے انکے اپنے اور معاصروں کے حالات لئے ہیں۔ مثلاً دیکھو بذیل اقدسی (ص ۱۸۷) و میرزا غازی (ص ۲۲۸) و صحیفی (ص ۲۴۵) وغیرہ وغیرہ، نیز دیکھو ص ۳۹۲ و ص ۴۲۱ وغیرہا من المواضع۔

شعرائے ذیل کے بعض حالات مولف نے صراحتہً ان سے تحقیق کرکے درج کئے ہیں۔

شکیبی (ص ۲۳۶ س ۱)۔ محمد صوفی (ص ۳۴۶ س ۱) نشاپور رازی (ص ۳۸ س ۱۳)۔ عارف ایگی (ص ۴۲۱ س ۱۰)۔

---

[1] آخری حوالہ امیدی کے حال میں ہے۔ دیکھو ص ۶۴ بذیل مخزن اخبار۔ مگر وہاں ص ۲۶۸ کا حوالہ غلطی سے درج ہوا ہے۔ وہ مخزن اخبار کی ذیل میں درج ہونا چاہیئے تھا [2] میخانہ ص ۱۱

[3] ایضاً ص ۲۹ و ص ۶۴ ببعد۔ فہرست سوم ص ۶۴ عمود ۳ میں نفحات کے بعد ۶۴، ۶۴، ۶۵ پڑھنا چاہیئے نہ آخر میں۔ یعنی ان صفحات میں نفحات کا ذکر متن کتاب میں ہے ؎

بادشاہوں یا امرا کی خدمت میں رہا - مؤلف سے ملاقات ہوئی یا نہیں، اور خود شاعر سے اسکے حالات معلوم ہوئے یا اسکے کسی دوست یا عزیز سے۔ ملاقات مؤلف کے وقت اسکی عمر کیا تھی - اور اسکا کلام مرتّب ہوا تھا یا نہیں - تفصیل منظومات شاعر مع تعداد ابیات - مؤلّف نے شاعر کا کلام دیکھا یا نہیں - تاریخ وفات شاعر - مدفن - شاعر کا ساقی نامہ یا اور کلام کا نمونہ - کم ہی تذکروں میں یہ اہتمام احوال شعرا کے ضبط کرنے میں کسی نے کیا ہوگا -

۲ - مؤلف نے شاعروں کے حالات صحیح اور مستند ماخذوں سے لئے ہیں -

مؤلف کو تحقیق کا بہت خیال ہے[1] - مرتبہ ثانی کی تمہید میں (ص۲۴۳ پر) وہ کہتا ہے کہ میخانہ کے مرتبہ اول کے شعرا کے حالات اسنے "از روی اسناد ارباب خرد و از قول مردم معتبر" نقل کئے ہیں اور مرتبہ دوم میں جن شعرا کو وہ مل سکا ہے انکے حالات خود انکے اپنے اقوال سے اور جن سے ملاقات نہیں ہوئی انکے حالات انکے عزیزوں اور دوستوں سے لیکر درج کئے ہیں - مرتبہ سوم کے اکثر[2] (یا شاید تمام شعرا سے) وہ خود ملا ہے - جیسا کہ وہ ص۲۴۵ پر کہتا ہے انکے متعلق بھی فرض کیا جا سکتا ہے کہ خود وہ شعرا ہی حالات مندرجہ کتاب کا ماخذ ہیں - کتاب میں اسنے جا بجا اپنے ماخذوں کیطرف اشارہ کیا ہے - گو ہر جگہ تصریح موجود نہیں - عہد اکبری سے پیشتر کے شعرا کے حالات میں نو مقام پر اسنے میر مختار کی کتاب مخزن اخبار سے مواد حاصل

---

[1] دیکھو میخانہ ص۱۵۳ س ۲ جہاں وہ اپنے آپ کو "محقق اخبار" کہتا ہے ؛
[2] مولف نے نفیری - قدسی اور نظر بیگ کی نسبت صاف لفظوں میں نہیں لکھا کہ اسنے ملاقات ہوئی۔

یہاں یہ بھی بیان کرنا چاہیئے کہ مولف کے بیانات جہانگیر کی نقل و حرکت یا امرار جہانگیری کے خاص خاص سنوں میں خاص خاص مقامات میں ہونے کے متعلق توزک جہانگیری سے بہت مطابقت رکھتے ہیں جیسا کہ جا بجا حواشی میں بتایا گیا ہے۔ اس سے مولّف کے بیانات کی عام صحت کے متعلق کافی ثبوت بہم پہنچتا ہے۔

۳- مولّف کے بیان کی سلاست - مئولّف نے شعرا کے تراجم کو بہت صاف اور سلیس زبان میں بیان کیا ہے۔ اور انشا پردازوں کے تکلفات سے حیرت ناک طور پر محترز رہا ہے۔

۴ - مولّف نے ہزارہا فارسی اشعار کو میخانہ میں محفوظ کر دیا ہے

ملّا نے علاوہ متفرق اشعار کے ۳۲ ساقی ناموں اور ۵ ترجیع یا ترکیب بندوں کا متن تفصیل سے درج کیا ہے۔ اور ۵ ساقی ناموں کے اقتباسات دئے ہیں۔ چونکہ وہ انہیں سے اکثر شعرا سے قریب العہد ہے۔ یا انکا معاصر ہے۔ اسکی بدولت انکے ہزارہا اشعار مضبوط اور صحیح روایت سے محفوظ ہوگئے ہیں۔ اس قول کی صحت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ متعدد ساقی ناموں کے متون سوائے صفحات میخانہ کے اور کہیں نہیں نظر آتے۔

---

[1] مولّف نے ساقی ناموں میں سے بعض جگہ سے اشعار حذف کر دئے ہیں مثلاً محمد صوفی کا ساقی نامہ بقول حاجی خلیفہ (طبع قسطنطنیہ ج۲ ص۱۸) ۲۸۵ بیت پر مشتمل تھا۔ مولف میخانہ نے صرف ۲۱۸ بیت دئے ہیں۔ اسکے ہاں ظہوری کے ساقی نامہ کے صرف ۳۰۰۸ شعر ہیں۔ گو بقول ریو (ص۶۷۹ ۱) یہ ساقی نامہ ۴½ ہزار شعر کا تھا۔ گو حاجی خلیفہ (موضع مذکور)

وصلی (صـ۴۳۹ س ۳) ۔ کامل جہرمی (صـ۴۶۸ س ۹)
عسکری کاشانی (صـ۴۷۹ س ۳) ۔
ان کے علاوہ مولف رکنا اور مرشد کے ساتھ مہابت خان کی ملازمت میں تھا اور ایک برس یا اس سے زیادہ عرصہ تک انکے ہمراہ رہا ۔ اس لئے بآسانی فرض کر سکتے ہیں کہ انکے اور طالب آملی ۳۸۶ ۹) ملکی (ایضاً ۳۱۴ ۶) قزوینی (ایضاً ۴۴۳ ۱۱) اوجی (ایضاً ۴۹۲ ۱۶) کے حالات نیز مرتبہ سوم کے اکثر یا تمام شعرا کے حالات اسنے انہی شعرا سے حاصل کیئے گئے ہونگے ۔
ذیل کے شعرا کے حالات مؤلف نے انکے قرابت داروں اور یک جہت دوستوں ۔ شاگردوں اور خادموں سے تحقیق کرکے لکھے ہیں
وحشی (ایضاً ۱۵۳ ۳) عرفی (ایضاً ۱۷۶ ۲) غیاثا (ایضاً ۲۱۷ ۶) سنجر (ایضاً ۲۵۱ ۱۲) قمی (ایضاً ۲۶۰ ۲) فرقتی (ایضاً ۳۲۴ ۲) فغفور (ایضاً ۳۳۲ ۹) صوتی (ایضاً ۳۴۶ ۱۵) فصیحی (ایضاً ۳۹۰ ۶) دوستی سمرقندی (ایضاً ۴۲۱ ۲) غروری (ایضاً ۴۵۰ ۶)

ف مؤلف کے انداز بیان سے جابجا ظاہر ہوتا ہے کہ جن شعرا کے تراجم اسنے لکھے ہیں ۔ ان میں سے اکثر کے کلام کو اس نے کلاً یا جزءً دیکھا ہے ۔ مگر مقامات ذیل پر اسنے صراحتہً لکھا ہے ۔ کہ میں نے ان شعرا کا کلام دیکھا : صـ۱۱۲ (دیوان پرتوی ؟) صـ۱۲۷ ۶ (امیدی)، صـ۱۳۲ ۶ (نسخہ دیوان شرف جسکو خود شاعر نے درست کیا تھا)، صـ۱۴۴ ۹ (منظومات قاسمی از اول تا آخر)، صـ۱۵۴ ۱ (کلیات وحشی)، صـ۳۹۳ ۱۱ (دیوان فصیحی)، صـ۴۲۳ ۹ (دیوان دوستی)، صـ۵۲۱ ۳ (دیوان نظیری از اول تا بآخر)، نیز دیکھو صـ۱۰۶ ۶ (ہاتفی) و صـ۲۵۲ ۸ (سنجر)

میں ایرانیوں کو ہندوستان کی طرف کسقدر کشش محسوس ہوتی تھی۔ مولف صلا۲ س۹ پر لکھتا ہے :۔

"این مثل میان عالمیان اشتہار سرشاری دارد کہ ہرکس یک نوبت گشت ہند نمود و بہرۂ ازین ملک فیاض برداشت، وقتی کہ بایران رفت اگر در راہ این سرزمین و این بلاد نمیرد البتہ در آرزوی این خاک مرادمی میرد"

مولف خود جب مشہد میں آکر ایک مہینہ ٹھہرا اسوقت کی نسبت لکھتا ہے :۔

"در ایام توقف آن آستانہ ہر روز از بسیار و یمین و از تجار و مترددین وصف دارالامان[1] ہندوستان بسیار شنید" (صلا۵ س ۱۷)۔

جب وہ ایران سے لاہور پہنچا تو اسکو اس ملک کے حالات سے بہت تعجب ہوا وہ لکھتا ہے :۔

"عجب ملکی بنظر این حقیر در آمد ارزانی و فراوانی، دیگر یکی از خوبہای ہندوستان این کہ ہرکس در ہر محل بہر طریقی کہ زیست کند ہیچ کسی را قدرت آن نیست کہ نہی آن امر نماید با خود قرارداد کہ جای توطن تو این ملک است" (صلا۵ س ۲)

عارف ایگی مؤلف کو اپنا حال سناتے ہوئے کہتا ہے کہ جب وہ ہندوستان پہنچا :۔

ملکی دیدم بغایت آبادان و معمور و بلادی مشاہدہ کردم از برای آسایش و رفاہیت بی نہایت مطبوع، باخود قرار دادم کہ تمام

---

[1] مولف نے کتاب میں اکثر ہندوستان کے ساتھ دارالامان کا لفظ لکھا ہے۔

۵۔ بعض شعرا کے تراجم مجھ کو بجز میخانہ کے اور کسی جگہ نہیں ملے۔
(بجز دوستی سمرقندی اور درویش جاوید کے کہ ان کے تراجم صرف عرفات احدی میں ہیں اور بجز مولف کے کہ اس کا کچھ حال تاریخ محمد شاہی میں ہے)
دوستی سمرقندی - وصلی - ملکی قزوینی - عسکری کاشی - صفائی تبریزی حریفی مصنف - میر عبد اللہ مژہ - ضیائی موشحی - رامی - درویش جاوید - مولف
کم مشہور شعرا کا حال بھی مؤلف نے نسبتۃً مفصل دیا ہے - خصوصاً مندرجہ ذیل کا :-
پرتوی - عنایتا - شاپور رازی - فزونی استرآبادی - غروری کاشی۔ کامل جہرمی - اوجی کشمیری - شراری ہمدانی - موزون الملک (انمیں سے جن ناموں پر خط کھینچا گیا ہے - انکا حال خوشگو نے دو دو چار چار سطروں سے زیادہ نہیں دیا)
۶۔ قدردانی شعرا کے متعلق تفصیلات - مؤلف نے اپنے معاصر بادشاہان ہند و ایران و دکن اور انکے امرا کی قدردانی شعر و شعرا پر بالواسطہ اور بلا واسطہ بہت روشنی ڈالی ہے -
یہاں یہ بھی لکھنا چاہیئے کہ میخانہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس زمانے

(بقیہ حاشیہ صفحہ س) نے اسکے ابیات کی تعداد ۸۰۵ بتائی ہے جو میخانہ کی تعداد سے قریب ہے - زیادہ تفصیل مختلف ساقی ناموں کے نیچے حاشیہ میں درج ہے - وہاں دیکھنا چاہیئے - یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ گو عام طور پر مؤلف نے بعض اشعار کو حذف کر دیا ہے مگر ساقی نامہ حافظ کے ابیات کی تعداد اسکے ہاں حاجی خلیفہ سے زیادہ ہے - یعنی اس نے ۱۴۷ بیت دئے ہیں اور حاجی خلیفہ انکی تعداد ۱۲۹ بتاتا ہے ۔

ملاذ الفضلا و ملجاء الشعرا بود اکثر مستعدان خراسان بشوق خدمتش
به ہند رسیدہ کامیاب باطن و ظاہر شدند - ہرکس که در ایران
قدرت گفتن مصرعی و طبع موزونی داشته به ہند آمد نتایج طبع
خود را بشرف اصلاح وی رسانید - دران وقت دار السلطنت
لاہور دار الشعرا گردید"

خالص استرابادی (المتوفی ۱۱۲۲) اگرچہ ان لوگوں سے ایک صدی سے کچھ کم بعد لکھ رہا ہے تاہم اسکو اسوقت بھی ان میں سے بعض خوبیاں ہندوستان میں موجود نظر آتی ہیں - وہ کہتا ہے :-

ز خوبیہای ہند این خوبیش بس
که ہرگز نیست کس را کار باکس[2]

---

[1] ایرانیوں کا سیلاب جو اس دور میں ہندوستان کیطرف امڈ آیا ہے - اسکا سبب اور شعرا وغیرہ کے امرا سے صلات و انعامات پانے کے قصے جو میخانہ اور دیگر تذکروں میں مذکور ہیں انکی اصلیت سمجھنے میں شیخ عبد الحمید لاہوری مولف شاہجہان نامہ کی عبارت ذیل مدد دیتی ہے:-

حاصل ممالک ایران ہفت لک تومان است که دو کرور و چہل لکہ روپیہ باشد و ہریکی از دار الخلافہ اکبر آباد و دار الملک دہلی و دار السلطنۃ لاہور نزدیک بدو کرور و پنجاہ لک روپیہ حاصل آن است - یافت وزیر ایران که او را دانجا اعتماد الدولہ خوانند سالی بطریق علوفہ یک لکہ روپیہ است و بارسم الوزارت که آن زر را پیشکش شاہ می نمایند دو لکہ ، قورچی باشی ۵ لکہ ، بیگلر بیگی خراسان که از ہمہ زیادہ می یابد قریب دہ لکہ ، اولکہ داران دیگر ازین کمتر در خورعان ہر اولکہ ، و در دولت صاحبقران ثانی شاہ جہان جاگیر ہریکی از بندہاکہ بہ منصب

عمر درین دیار صرف نمایم (ص۴۲۲ س ۶)

ان خیالات کی تائید اور ماخذوں سے بھی ہوتی ہے۔ ہفت اقلیم میں بذیل کالپی لکھا ہے :-

"ہندوستان مملکتی ست در غایت طول و عرض و معادن و نباتات نافعہ لاتعد و لاتحصیٰ و ایضاً چندان خوبی کہ دران دیار است از ہیچ مملکتی نیست"

پھر عبداللہ بن سلام کا قول نقل کیا ہے کہ خوشی کے دس جزوں میں سے ہندوستان کو نو ملے اور باقی سارے جہان کو ایک۔ پھر ہندوستان کی بعض خوبیاں گنی ہیں مثلاً یہ کہ مسافر کو زاد لیکر چلنے کی ضرورت نہیں، ہر منزل پہ ہر شے ملتی ہے۔ آمد و رفت کا سلسلہ سردیوں میں نہ صرف یہ کہ منقطع نہیں ہوتا بلکہ گرمیوں سے زیادہ سردیوں میں آمد و رفت ہوتی ہے۔ پھر یہ شعر دئے ہیں[۵] :-

ای خوشا فصل دَی بہ ہندوستان — کہ شود خانہ و چمن بستان

نہ کہ از برف پنبہ پشت (مشت؟) شود — نہ ز سرما شکنج پشت شود

نشود سبزہ کم ز دشت فراخ — نہ ز پوشش برہنہ گردد شاخ

پھر لکھتا ہے :-

"دیگر ہر نوع کہ کسی خواہد باشد منعی و تکلیفی نمی باشد"

خوشگو نے فیضی کے حالات میں نقل کیا ہے، کہ بقول صاحب مآثر رحیمی فیضی :-

---

[۵] اسکے بعد یہ بھی لکھتا ہے : "استیفای لذّت نفسانی آنچہ ہوا پرستان و جوانان را در ہند میسر است در ہیچ دیاری نیست"

نسخۂ آ

یہ نسخہ میرے کتاب خانہ میں ہے - ورق ۲۹۷ ، تقطیع ½۸" × ½۴" ، لکھی ہوئی سطح کی تقطیع ½۵" × ½۲" ، سطور ۱۵ ، خط نستعلیق ، سن کتابت ندارد ، یہ نسخہ ناقص الاول ہے - نظامی کے ساقی نامہ کے اُس شعر سے شروع ہوتا ہے - جو مطبوعہ نسخہ کے صفحہ ۱۹ س ۱۲ پر دیا ہے - شروع میں فہرست شعرا کسی نے بعد میں لگا دی ہے - پھر تین ورق خالی چھوڑ کر ۳ ورق پر تذکرہ دولت شاہ سے چند عرب شعرا کا حال نقل ہوا ہے - پھر سات ورق خالی ہیں - اسکے بعد میخانہ شروع ہوتا ہے اور پہلے ورق کا عدد ۱۲ دیا ہے - کتاب کے اندر "ساقی نامہ طالب آملی" کے عنوان کے نیچے قریباً ۴ صفحہ کے برابر بیاض ہے - خط ایرانی ہے مگر تاریخ کتابت درج نہیں - حاشیہ نم سے یا کسی اور وجہ سے کسی قدر خستہ اور فرسودہ ہو گیا ہے - بعض جگہ پیوند کاری بھی ہوئی ہے - کہیں کہیں حاشیہ پر لکھی ہوئی عبارتیں[1] ناقص ہو گئی ہیں -

متن کی صحت شروع سے آخر تک باحتیاط کی گئی ہے - اور جابجا حک

---

[1] ذیل کے تراجم سرتاسر حاشیہ پر کاتب متن نے بعد میں لکھے ہیں : فیضی - صحیفی - ملکی قزوینی - رامی ، فغفور کا حال متن اور حاشیہ پر ملا جلا کر لکھا گیا ہے ، ان کے علاوہ ساقی نامہ اقدسی کا آخری حصہ بھی حاشیہ پر ہے - اور غیاثا کا وصیت نامہ غیر کاتب کتاب نے حاشیہ پر بڑھایا ہے - انکے علاوہ صحت کتاب کے وقت بعض جملے یا عبارتیں علامت صحت (م یا صح) کے ساتھ حاشیہ پر درج کی گئی ہیں ،

میخانہ کے مطبوعہ اڈیشن کا متن

میخانہ کا جو متن اس اڈیشن میں پیش کیا گیا ہے وہ دو خطّی نسخوں پر مبنی ہے جنکا تفصیلی حال ذیل میں درج ہے - انکے علاوہ بعض مطبوعہ اور خطّی دیوان اور مثنویاں بھی مقابلہ کے لئے استعمال کی گئی ہیں - جنکی تفصیل فہرست اختصارات سے معلوم ہو سکتی ہے جو صفحہ ما بعد پر درج ہے،

باوجود بہت تلاش کے مجھے میخانہ کے فقط دو نسخے ملے - انکو اختصار کے خیال سے میں نے آ اور مآ سے موسوم کیا ہے - متن در اصل آ پر مبنی ہے - جو تراجم - نظمیں یا عبارتیں آ میں نہ تھیں وہ مآ سے لی گئیں - باقی مقامات میں مآ کو مقابلہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے - بعض جگہ لفظ لفظ کا اور بعض جگہ صرف مشکوک عبارتوں کا مقابلہ کیا گیا - ذیل کے صفحات کا بالتمام مقابلہ ہوا ہے: ۲۷ تا ۲۰۶، ۲۳۴ تا ۲۳۸، ۲۴۵ تا ۲۴۹، ۳۳۱ تا ۳۴۲، ۳۴۴ تا ۳۶۰، ۳۸۴ تا ۴۱۴، ۴۲۰ تا ۴۳۱، ۴۳۹ تا ۴۴۲، ۴۵۷ تا آخر کتاب -

اب ہم آ اور مآ کا حال تفصیل سے بیان کرتے ہیں -

(بقیہ حاشیہ صفحہ ق) ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار سرافرازند سی لکہ روپیہ کہ صد ہزار تومان عراق است و محصول تیول یمین الدولہ آصف خان پنجاہ لکہ روپیہ (خزانہ عامرہ ص۱۱)، ۲ مثنوی گلستان خیال (اورینٹل کالج میگزین بابت اگست ۱۹۲۶ صفحہ ۴۰)،

ترجمہ اسمیں نہیں ہے۔ اور اسکی بجای ½ ۱ ورق خالی ہے۔ ترتیب
میں بھی قدرے فرق ہے یعنی فیضی کا ترجمہ اقدسی سے پہلے۔ ملکی کا
غوری سے پہلے اور شاہ نظر بیگ کا رونقی سے پہلے ہے۔ اکثر وہ
شعر جنکو آ میں نامکمل یا مکمل لکھ کر منسوخ کردیا ہے یا نقاط شک کیساتھ
لکھا ہے آآ میں درج نہیں ہیں۔ آ کے مقابلہ میں یہ نسخہ کم صحیح ہے۔
بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آ جس متن کو ظاہر کرتا ہے وہ آآ
سے قدیم تر ہے۔ کیونکہ آ میں تراجم کم ہیں[۱] اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
آآ میں بعض تراجم بعد میں بڑھائے گئے۔ اسکے علاوہ بعض نامکمل یا
مکمل مگر منسوخ شدہ یا مشکوک شعر آ میں ہیں اور آآ میں وہ حذف کر
دیے گئے ہیں۔ اور آ کی صحت میں بھی بہت کوشش کی گئی ہے۔
اگر آآ کا متن پہلے مرتب ہوا تھا تو بعض تراجم کو آ میں سے حذف
کر دینے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن آ کی بعض عبارتوں سے
یہ ماننا پڑیگا کہ اسکے بعض مقامات مولف کے ترمیم شدہ متن سے
لئے گئے ہیں جو آآ سے موخر ہے مثلاً صفحہ ۵۰۲ س ۱۲ پر آ میں ہے کہ
اب ۱۰۲۹ہ ہے اور آآ میں وہاں ۱۰۲۸ہ ہے، اسکے علاوہ بعض جگہ

---

[۱] مثلاً دیکھو ص۵۲۴ س ۱، آ میں مرتبہ سوم میں پہلے ۲۰ ترجمے تھے۔ پھر رامی کا ترجمہ حاشیہ میں
بڑھایا گیا، آآ میں اس مرتبہ میں ۲۵ ترجمے ہیں۔ نیز دیکھو ص۲۴۳ س ۹، ظاہر ہے کہ مرتبہ اول
میں پہلے ۲۲ ترجمے تھے۔ پھر فیضی، صیفی، فغفور اور ملکی کے ترجمے بعد میں بڑھائے گئے۔ دیکھو
حواشی ص۶۷ جہاں سطر ۶ میں فغفور کے بعد "اور ملکی" پڑھو اور "معلوم نہیں......
بڑھایا گیا" کو قلمزن کردو۔

و اصلاح اور تصحیح کے آثار اس نسخہ میں موجود ہیں - فارسی مخطوطات کی تصحیح میں یہ سعی بلیغ عام نہیں - تعجب نہیں کہ یہ نسخہ نظر مصنف سے گذرا ہو - عنوان شنجرف سے لکھے گئے ہیں - تیسرے مرتبے میں چار ترجمے یعنی نظیری قدسی - نظر بیگ قمشہ اور باقیا کے حالات اس نسخہ میں نہیں ہیں -

نسخہ مرآ

یہ نسخہ ریاست رامپور کے کتاب خانہ میں ہے - اسکے اوراق ۲۴۱، تقطیع ۷ ۱/۴" × ۴" ہے - جدولیں طلائی اور شنجرفی ہیں - لکھی ہوئی سطح کی تقطیع ۵" × ۲ ۳/۴" ہے - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - حروف چھوٹے - پیوندکاری کہیں کہیں ہوئی ہے بعض مقامات پر اسطرح سے کہ عبارت بخوبی پڑھی نہیں جاتی خصوصاً صفحہ اول پر - دیباچۂ کتاب کا ایک آدھ ورق شروع میں نہیں ہے - اور مقامات سے بھی چند اوراق اس نسخہ کے ضایع اور بعض ورق جلد کرنے میں بے ترتیب ہو گئے ہیں - کتاب پر ایک نوٹ ہے :- "در ۱۰۲۲ھ تصنیف شد و در ۱۰۳۹ھ بصحت مصنف برای نذر جہانگیر بادشاہ بجدول طلا مرتب گشتہ بدو گذرانید" اس عبارت میں سن تصنیف یقیناً غلط ہے - البتہ اس نسخہ کے آخر میں ۱۰۳۹ھ سن تحریر بیشک دیا ہے - جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مولّف کی زندگی میں لکھا گیا - مگر جہانگیر ۱۰۳۷ھ میں فوت ہوا تھا - اسلئے یہ کتاب ۱۰۳۹ھ میں اسکو پیش نہ ہوسکتی تھی - بظاہر کسی کتاب فروش نے خریداروں کو دھوکا دینے کے لئے یہ عبارت تحریر کردی ایک اور صفحہ پر لکھا ہے :- میخانہ تذکرہ فارسی بخط ولایت ۲۵ھ،

مجموعی طور پر آ کا متن مرآ کی نسبت زیادہ صحیح ہے - حکیم شفائی کا

(۱۳۸/۴)،

س بجای ص مثلاً سله بجای صله (جا بجا مثلاً ۱۲۶/۱۸ پر) مسیر
بجای مصیر (جا بجا مثلاً ۴۶۲/۷ پر)

ز یا د بجای ض ـــــ رازی بجای راضی (۱۹۲/۳)، تزمین
بجای تضمین (۵۲۳/۱) اور خدر بجای خضر
(۲۶۰/۲)،

ت بجای ط ـــــ تبا تبا بجای طبا طبا (۴۳۹/۹)

ذ بجای ظ ـــــ نذیر بجای نظیر (۲۰۱/۱۴)

ق یا گ بجای غ ـــــ قلقل بجای غلغل (۱۷/۹) قربت بجای غربت
(۵۱۷/۱۲) فراق بجای فراغ (۲۷۶/۱) اور
زگال بجای زغال (۲۴۲/۵)

غ بجای ق ـــــ غلغل بجای قلقل (۲۷۸/۱۵) بغم بجای بقم
(۳۲۰/۹، ۳۳۰/۱۰) غافله بجای قافله (۱۳۶/۸،
۳۲۶/۱۶)

ب بجای م مثلاً برہم بجای مرہم (۳۱۸/۳)

ا بجای وا ـــــ خارش بجای خوارش (۵۷۱/۶) خان بجای خوان
(۲۸۰/۸، ۲۸۲/۹)

ح بجای ہ ـــــ محل بجای مہل (۱۲۰/۱۶)، احتراز بجای اہتزاز
(۲۷۸/۱)

اسی طرح چو بجای چہ اور چہ بجای چو جا بجا اس نسخہ میں نظر
آتا ہے (مثلاً دیکھو ۲۸۸/۱۴، ۵۱۶/۱۶ اور ۲۸۸/۱۱، ۳۱۲/۱۴) اور ہمزہ

آ اور ما کی عبارتوں کے مقابلہ سے آ میں زیادہ اطلاعات بہم پہنچی ہیں۔ یا بیانات میں زیادہ احتیاط نظر آتی ہے۔ (مثلاً دیکھو ص۵۴۹ س ۱۰ و ص۵۳۳ سطر آخر) خلاصۂ گفتگو یہ کہ میری رائے میں مجموعی طور پر آ کا متن ما سے اقدم ہے۔ گو بعض مقامات پر شاید مؤلف کی ایسی ترمیمیں بھی اس میں ہیں جو ما کے متن سے مؤخر ہیں۔ مگر فی الجملہ دونو نسخوں کے متن میں بہت مطابقت ہے۔ اور اصل سے ان میں سے ہر ایک کا بُعد کچھ ایسا زیادہ نہیں ہے۔

نسخہ آ کی بعض خطّی خصوصیّات

اس نسخہ کا رسم الخط پرانا ہے گ اور ژ کو ہمیشہ ک اور ز اور پ اور چ کو عموماً ب اور ج لکھا گیا ہے۔ مگر کہیں کہیں پ اور چ بھی ہے اس کے نیچے کہیں کہیں تین نقطے دئے ہیں۔ لیکن بہت سے مقامات میں ہجوں میں عجیب تصرفات کئے گئے ہیں۔ مثالیں

ا بجای الف مقصورہ۔ مثلاً۔ محتشا بجای محتشی (۲۸۱)

ط یا د بجای ت ۔ مثلاً طراود بجای تراود (ص۴۳۵ س ۲۰) کین دوز بجای کین توز (ص ۵۰ س ۸)

ز بجای ذ مثلاً تزرو بجای تذرو (۲۹)

ذ بجای ز مثلاً ذکوۃ بجای زکوۃ (۱۹۵) ذلال بجای زلال (۲۸۴) اور مرغذار بجای مرغزار (۴۴۶)

ل بجای ر مثلاً کنال بجای کنار (۲۶۱)

ص یا ث بجای س — ثمور بجای سمور (۳۲۸)، صور بجای سور

ارتقائے ساقی نامہ پر ایک نظر

جاہلی عربوں کے کلام میں وصف خمر عام ہے۔ مگر انکا طریق عموماً یہ ہے کہ قصیدے کی تشبیب میں دو چار شعر کہ جاتے ہیں اور بس، مثلاً عدی بن زید کہتا ہے[1]:-

وَدَعَوا بالصَّبُوحِ یوماً فجاءت قینةٌ فی یمینها ابریقُ

قدّمته علی عُقارٍ کعین الدّیک صَفّیٰ سُلافَهَا الراووقُ

مُرَّةٌ قبلَ مزجِها فاذا ما مُزِجت لذّ طعمُها من یذوقُ

وطفا فوقَها فقاقیعُ کالیا قوتِ حُمرٌ یزینها التصفیقُ

ثم کان المزاجُ ماءَ سحابٍ لا صَدیً آجنٌ ولا مطروقُ

یا عبید بن الابرص کہتا ہے[2]:-

ولَهوةٍ کرُضابِ المِسکِ طالَ بها فی دنّها کرُّ حولٍ بعد احوالِ

باکرتُها قبلَ ما بدا الصّبَاحُ لها فی بیت منهمرِ الکفّین مفضالِ

ابتدائی اسلامی زمانہ میں بھی شعر میں وصف خمر جاہلیوں کے طریق پر عام ہے۔ لیکن حقیقت میں شعرائے عہد عباسیہ نے اس فن میں بہت ترقی کی۔ مسلم بن الولید نے قصاید کے علاوہ جن میں سے اکثر میں متعدد اشعار اس مضمون کے ملیں گے۔ کم سے کم تین[3] مستقل

---

[1] شعراء النصرانیہ (بیروت ۱۸۹۰ء) صفحہ ۴۶۷ [2] دیوان عبید (لیڈن ۱۹۱۳ء) صفحہ ۲۵ نیز دیکھو صفحہ ۳۹

[3] دیوان مسلم (لیڈن ۱۸۷۵ء) صفحہ ۲۸ و صفحہ ۳۸ و صفحہ ۱۵۷

کی بجای ماقبل ی میں ی ہی لکھا ہے مثلاً شفاییی (بجای شفائی ص۲۳۳/۱) ضیاییی (۵۷۳/۵) نیز دیکھو ۳۲۶/۱۶ ببعد، مگر گاہی گاہی ی لکھکر اوپر ہمزہ بھی دیدیا ہے مثلاً عطائیی (ص۵۵۲/۱۲)، گاہی اضافت کو ی سے لکھا ہے۔ جیسے غلوی، فراق بجای غلوِ فراق (۱۱۳/۳)،

مولف کے ہاں بعض عجیب عجیب ترکیبیں بھی ملتی ہیں مثلاً تالغایہ[1] (جا بجا مثلاً ص۱۱۱/۶، ۴۹۸/۹، ۵۶۶/۷ پر وغیرہا من المواضع) "مخدومی ام" (ص۵۰۹/۴)، "بہ مقتضی وقت" (ص۳۴۴/۱) "مشاطہ عروس سخن.... ہاتفی" (ص۱۰۳/۳)، [لیکن دیکھو یہ شعر: یکی نکتہ پرسم کہ جانش تن است / زدھقان کہ مشاطہ گلشن است (غروری کاشی در مآثر رحیمی]

ب کا مندرجہ ذیل استعمال بھی قابل ذکر ہے:

وزرای صاحب تدبیر و امرای بشمشیر (ص۷/۴)، کمان دار بی نظیر و پشتہ سوار بشمشیری بودہ (ص۲۰۱/۱۶)،

---

[1] راحۃ الصدور (طبع لیدن ۱۹۲۱ء) میں "بلٰلہ را" بمعنی برای خدا آیا ہے (دیکھو ص۳۷/۲۱) گویا۔ اس قسم کی ترکیبوں میں لام کو زاید سمجھا گیا ہے ؀

اور انہی کی طرح وہ عموماً قصائد کے ابتدا میں خمریات کی طرز پر شعر کہتا ہے اس کے ہاں مسمطات میں بھی ایسے اشعار بکثرت موجود ہیں۔ اور ایک مسمط جس کا عنوان ہے "مسمط صبوحیہ در طلب جام و مخاطبہ ساقی سیم اندام ومدح ممدوح" (دیوان م۱) اور متعدد قطعات اسنے ایسے انداز لکھے ہیں کہ گویا ابونواس پھر زندہ ہوگیا ہے اسکا انداز کلام ان اشعار سے کسی قدر معلوم ہو گا۔ ایک قصیدے کا مطلع ہے:-

ساقی بیا کہ امشب ساقی بکار باشد   زان دہ مرا کہ رنگش چون جُلّنار باشد

اسی طرح ایک قصیدے میں جو بحر متقارب میں ہے اور جسکا مطلع ہے:-

چنین خوانده‌ام امروز در دفتری   کہ زند است جمشید را دختری

وہ کہتا ہے:-

یکی قطرۂ بر کفم بر چکید   کف دست من گشت چون کوثری
ببوسیدم او را و زان بوی او   بر آمد ز ہر موی من عنبری
بساغر لب خویش کردم فراز   مرا ہر لبی گشت چون شکّری

غرض اسطرح کے بیسیوں شعر منوچہری کے ہاں ہیں۔

مگر ساقی نامہ کا نام اس نظم کے ساتھ خاص ہے جو مثنوی کی صورت میں ہو۔ اور بحر متقارب میں لکھی گئی ہو۔ اسلئے مولف میخانہ نے سب سے پہلا ساقی نامہ شیخ نظامی کے سکندر نامہ سے (جو ۵۹۷ھ کے قریب مکمل ہوا) مرتب کیا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے شیخ نے سکندر نامہ

---

۱ دیوان منوچہری (پیرس ۱۸۸۶ء) صلا۳۱
۲ دیوان منوچہری صنہ۱۵۰

نظمیں غزل اور وصف خمر کے مضمونوں کو ملا کر اسطرح سے لکھی ہیں - کہ اچھے خاصے ساقی نامے بن گئے ہیں - لیکن اس فن میں امامت کا رتبہ اس کے معاصر ابو نواس[1] کو پہنچتا ہے - جسنے خمریات میں اسقدر شہرت حاصل کی کہ ابن قتیبہ کہتا ہے :- وقد سبق الی معان فی الخمر لم یأتِ بہا غیرہ[2]، اسکے اور ابن المعتز عباسی کے دیوان میں خمریات کے مستقل باب ہیں - جن میں کوئی پونے تین سو نظمیں ابو نواس کی اور سوا سو سے زیادہ نظمیں ابن المعتز کی ہیں -

ان شعرا کی نظمیں اگرچہ حسن شعر کے اعتبار سے نہایت مختلف ہیں مگر مضمون کم و بیش یکساں ہیں - اکثر نظموں کے مضامین حسب ذیل ہیں: وصف خمر و ظروف خمر - وصف ساقی - وصف مجالس فتیان - ذکر عود و نای وغیرہ، قدرتی یا مصنوعی مناظر جنکے پاس میخوار بیٹھے ہیں' ان عنوانوں کے ماتحت جو مضامین ادا کئے جاتے ہیں انمیں بھی کچھ زیادہ تنوع پایا نہیں جاتا -

فارسی شعرا میں وصف خمر کے اشعار قدیم زمانے سے ملتے ہیں[3] - مگر منوچہری (المتوفی ۴۳۲ یا ۴۳۹) غالباً سب سے پہلا فارسی گو شاعر ہے جسنے بکثرت اشعار اس باب میں کہے ہیں -

عرب شعرا کی طرح (اسکے ہاں خمریات میں پوری پوری نظمیں ہیں -

---

[1] ابو نواس کے خمریات میں کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ ۲۸ شعر ہیں (دیکھو دیوان طبع مصر ۱۹۱۸ء

[2] کتاب الشعر لیدن ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۱۱

[3] مثلاً دیکھو لغت فرس تصنیف اسدی طوسی (طبع گوٹنگن ۱۸۹۷ء) صفحہ ۸ و ۸۳ و ۸۴ و ۸۵ و ۱۰۹

مثنویوں کی صورت میں لکھا گیا ہے، اور شاید اسی لئے عبدالنبی نے (میخانہ
صفحہ ۹۴) لکھا ہے:-

این لب تشنۂ وادی مطالعہ اکثر دواوین قدما از ابتدا تا انتہا
گشت (کذا) از ہیچ دیوانی ساقی نامۂ بسامانی بنظر در نیامد مگر
از خواجہ حافظ غالباً دران ایام ساقی نامہ گفتن متعارف نبود۔ مگر
بدستوری کہ شیخ نامی گرامی شیخ نظامی و دُر دریای معنوی امیر
خسرو دہلوی فرمودہ اند و درین جزو زمان خود شایع شدہ چنانچہ
ہمہ کس می گویند

حافظ نے ساقی نامہ کے اکثر حصے میں نظامی اور خسرو کی طرح ساقی
اور مغنّی کو مخاطب کرکے دو دو شعر لکھے ہیں۔ مگر چند شعر اسمیں شاہ
منصور کی مدح کے بھی داخل کئے ہیں۔ اس بارے میں بعد کے لوگوں نے اکثر حافظ
کے ساقی نامہ کا تتبع کیا ہے'

میخانہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ کے بعد دسویں صدی کے نصف
اوّل میں امیدی۔ پرتوی۔ شرف جہان اور قاسمی کے ساقی نامے مشہور
ہوئے۔ انمیں سے پرتوی (المتوفی ۹۴۱) نے ساقی نامہ بہت پر زور لکھا
چنانچہ مؤلف میخانہ کہتا ہے:

تکلف برطرف کہ در ساقی نامہ داد سخنوری دادہ و آنچہ لازمۂ شعر
و شاعری باشد در اشعار آن بجا آوردہ است 'باعتقاد این بی بضاعت
معلوم نیست "تا لغایہ کسی باین خوبی ساقی نامۂ بنظم آوردہ' و این ہمہ شعری
کہ در میخانہ بر بیاض رفتہ بمتانت مثنوی حکیم مذکورہ بودہ باشد (میخانہ صفحہ ۱۱)

دسویں صدی کے آخر سے ساقی ناموں کا لکھنا بہت عام ہو گیا خصوصاً

بڑی کی ہر داستان کے آخر میں دو دو شعر ساقی اور سکندر نامہ بحری میں مغنّی کو مخاطب کرکے لکھے ہیں - بعض داستانوں کے شروع میں اور اور مقامات پر بھی اس قسم کے شعر آئے ہیں جنکو ساقی ناموں کے مضمون سے فی الجملہ مناسبت ہے مولف نے ان سب کو ملا جلا کر ایک ساقی نامہ بنا لیا ہے -

خسرو نے سکندر نامہ کے جواب میں آئینۂ سکندری لکھی - اور اسمیں ساقی اور مغنی کو ہر داستان کے آخر میں مخاطب کیا - مؤلف نے ان اشعار سے خسرو کا اور اسی طرح جامی اور ہاتفی کی مثنویوں سے شعر نکال کر انکے ساقی نامے بنالئے ہیں - لیکن پہلا[1] باقاعدہ ساقی نامہ بظاہر خواجو کرمانی (المتوفی ۷۵۳ھ) نے مثنوی ہمای و ہمایوں میں لکھا - گو وہاں اسکا عنوان "در نکوہش روزگار و طلب روزگار" ہے نہ ساقی نامہ[2] - اس ساقی نامہ میں ایک خصوصیّت ہے جو بعد کے ساقی ناموں میں نہیں ملتی اور وہ یہ ہے کہ شاعر نے اسکو دس دس شعر کے نو بندوں میں لکھا ہے -

خواجہ حافظ (المتوفی ۷۹۱) نے اپنا ساقی نامہ ایک مستقل نظم کی صورت میں لکھا ہے - یعنی وہ خواجو کے ساقی نامہ کی طرح کسی بڑی مثنوی کا جزو نہیں ہے - گو دیوان کے پرانے نسخوں میں اس کو دو یا زیادہ

---

[1] کشف الظنون (طبع قسطنطنیہ ۱۳۱۰ھ ج ۲ ص ۱۸) میں ہے کہ نصیر الطوسی نے بھی ساقی نامہ لکھا تھا - بظاہر یہ مشہور خواجہ نصیر الدین (المتوفی ۶۷۲) ہیں اور نظامی کے بعد انکا نمبر ہے - مگر اس ساقی نامہ کا کوئی شعر دیکھا نہیں ،

[2] لیکن حاجی خلیفہ نے موضع مذکور پر اسے ساقی نامہ ہی کہا ہے ،

متعدد ترجیع بند اور ترکیب بند بھی درج کئے ہیں جو ساقی نامہ کی طرز پر لکھے گئے ہیں۔ انہیں سے سب سے پہلا ترجیع بند عراقی (المتوفی ۶۸۶ یا ۶۸۸) کا ہے۔ اسی سلسلے میں اہلی شیرازی (المتوفی ۹۴۲) کا ذکر بھی کرنا چاہئے۔ جسنے رباعیات ساقی نامہ کے طریقے پر لکھیں۔ (کشف الظنون ۲:۸) گو مولف میخانہ نے اسکا ذکر نہیں کیا ؎

ساقی ناموں کی جمع و تلفیق

برٹش میوزیم میں ابو اسحق ابراہیم المعروف بالرقیق الندیم کی عربی تالیف کی ایک جلد ہے جسکا نام ہے قطب السرور فی اوصاف الخمور۔ یہ کتاب چوتھی صدی ہجری کی تالیف ہے اور اسمیں مے نوشی کے متعلق اشعار[1] اور حکایات کو جمع کیا گیا ہے (ریو کا تکملہ مخطوطات عربی نمبر ۱۱۰۹)

فارسی میں میخانہ سے پہلے اس قسم کی کسی کتاب کا پتہ نہیں چلا۔ اور بظاہر ملا عبد النبی پہلا شخص ہے جسنے ساقی ناموں کو جمع کیا۔ البتہ اسکے بعد اور لوگوں نے بھی ساقی نامے جمع کئے۔ مثلاً ایک شخص نے جسکا تخلص غالباً کوکب ہے ۱۰۳۵ھ میں مجمع المضامین کے نام سے ایک کتاب تیار کی۔ اسکے دیباچے میں وہ خود لکھتا ہے کہ سو سے زیادہ مختلف مثنویوں اور دیوانوں کا انتخاب شامل کرکے میں نے اسکو بادشاہ جہانگیر کے نام پر ترتیب دیا ہے۔ کوکب کے بیان کے مطابق اس نے پہلے مختلف مثنویوں سے اشعار توحید و نصایح درج کئے ہیں۔

---

[1] یہ اشعار زیادہ تر ابو نواس - ابن المعتز - بحتری - ابن الرومی اور صنوبری کے ہیں ؎

عہد جہانگیری میں ۔ چنانچہ مولف نے (ص۵۰۷ س ۱۶) لکھا ہے کہ اس زمانے کے ہنرمندوں کی طبیعت ساقی ناموں کی طرف بہت راغب ہے[1] اور یہ اسی رغبت کی علامت ہے کہ یا تو ابتداءً دو دو شعر میں ساقی کو خطاب کرنے پر قناعت تھی یا اس زمانہ میں طول طویل ساقی نامے لکھے جانے لگے ۔ چنانچہ ظہوری نے ½ ۴ ہزار بیت کا ساقی نامہ ۹۹۹ھ کے قریب لکھا ۔ ان سب ساقی ناموں میں عام انداز وہی ہے جو حافظ کے ساقی نامے کا ہے ۔ علاوہ ساقی اور مغنّی کو مخاطب کرنے اور وصف مے کے ان میں عموماً کسی ممدوح کی مدح بھی موجود ہے ۔ بلکہ قصیدے کی طرح گریز کے بعد شاعر مدح کی طرف رجوع کرتا ہے ۔ بعض حالتوں میں وہ ممدوح حضرت علی ہیں ۔ جیسے پرتوی کے ساقی نامے میں بعض میں امرا و ملوک اور بعض میں دو نو جیسے ملّا عبدالنبی کے ساقی نامہ میں ۔

خواجو اور حافظ کے انداز میں ناپایداری عالم اور بے ثباتی دنیا اور شکایت اہل دُنیا کے مضامین بھی عام طور پہ ساقی ناموں میں موجود ہیں ۔ جس سے عموماً انہیں غم کی جھلک جابجا نظر آتی ہے ۔ گو اسکے پہلو بہ پہلو تخیل کی بلند پروازی بھی تمام اچھے ساقی ناموں میں نمایاں طور پر موجود ہے ۔

ان ساقی ناموں کے علاوہ جو مثنوی کی صورت میں ہیں مؤلف نے

[1] فارسی کے ان ساقی ناموں کی تقلید میں ترکی میں بھی ساقی نامہ لکھے گئے ۔ چنانچہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (۲ : ۱۸) میں ۵ ترکی ساقی نامے گنے ہیں جن میں سے مومن کا ساقی نامہ ۲ ہزار بیت کا ہے ۔

علامات و اختصارات

حواشی میں بعض علامات و اختصارات استعمال ہوئے ہیں عموماً ان کی تشریح ان مقامات میں کر دی گئی ہے - جہاں وہ پہلی دفعہ استعمال ہوئے ہیں - مگر سہولت مراجعت کیلئے ان علامات و غیرہ کو ذیل میں یکجا کر دیا گیا ہے (ر ک = رجوع کنید) -

فہرست ا

اس	= آئینۂ سکندری مطبوعہ	عق	= کلیات عراقی خطی نسخہ کتابخانۂ پروفیسر شیرانی
خ	= ساقی نامۂ ظہوری خطی	عم	= کلیات عراقی مطبوعہ
خا	= خردنامۂ سکندری خطی	مب	= دیوان مرشد بروجردی خطی
سب	= سکندر نامہ برّی مطبوعہ	مع	= ساقی نامۂ ظہوری مطبوعہ
سح	= سکندر نامہ بحری مطبوعہ	نق	= الٰہی نامہ خطی
شپ	= دیوان شرف خطی نسخہ کتابخانۂ پنجاب یونیورسٹی	ھا	= ہفت اقلیم خطی
شر	= دیوان شرف خطی نسخہ کتابخانۂ رام پور		(ان کتابوں کے متعلق بعض جزئیات فہرست 'ب' میں دیکھو)

فہرست ب

آتشکدہ (آذر) طبع بمبئی ۱۲۷۷ھ

" و بعدہٗ ساقی نامہ ہا از ہر شاعری کہ بود یکجا جمع آوردہ فصل میان مثنوی و غزل گردانیدہ" اس کتاب کا ایک ناتمام نسخہ پروفیسر شیرانی کے کتاب خانہ میں ہے۔ جو عجب نہیں کہ مؤلف ہی کا مسودہ ہو۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ کتاب کے اندر سوائے ساقی نامہ حافظ اور ساقی نامۂ قاسمی کے اور کوئی ساقی نامہ نہیں۔ ممکن ہے کہ مولف اپنے ارادے کو پورا نہ کر سکا ہو۔

سرخوش نے بذیل ظہوری لکھا ہے کہ ہمّت خان نے ایک سو بیس ساقی نامے سخن سنجان تازہ گو کے جمع کئے۔ کسی کا کلام ظہوری کے برابر نہ نکلا " مگر ساقی نامۂ فقیر سرخوش باری پہلو زد"

یہاں یہ لکھنا بے محل نہ ہوگا کہ ملا عبد النبی نے پرتوی کے ساقی نامہ کو بہترین قرار دیا ہے۔ سرخوش نے ساقی نامۂ ظہوری کو۔ اور خوشگو نے ساقی نامۂ نوعی خبوشانی کو چنانچہ وہ بذیل نوعی لکھتا ہے:-

"باعتقاد فہم ناقص فقیر خوشگو بر جمیع ساقی نامہ ہا چرب افتادہ"

خزانہ عامرہ طبع (مطبع منشی نولکشور) کانپور ۱۸۷۱ء

خلاصۃ الاشعار (خطی) مصنفہ تقی الدین محمد بن شرف الدین علی الحسینی الکاشانی
نسخۂ کتاب خانۂ ریاست کپور تھلہ - اس نسخہ میں رکن ثالث اور ضمیمہ کا
کچھ حصہ ہے - رکن ثالث میں سے حافظ سے لے کر برہان الدین آذری
تک کے تراجم (= سپرنگر ص ۱۹ نمبر ۹۷ تا ۱۰۹) ہیں اور ضمیمہ میں محتشم
کاشی سے حیدر طہماسی تک کے تراجم (= سپرنگر ص ۲۳ بعد نمبر ۲۴۷ تا نمبر
۲۹۶ باستثنای ۲۵۶ تا ۲۵۸)

خوشگو = سفینۂ خوشگو ،

دربار اکبری طبع (مطبع رفاہ عام) لاہور ۱۸۹۸ء

دیوان سنجر (خطی) نسخہ کتاب خانۂ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال - اوراق ۲۰۸ ،
تقطیع ½۹ × ½۵ ، خط نسخ ، بظاہر بعد میں کسی نے سن کتابت ۱۰۴۲ھ اور
محل کتابت "دارالسلطنت بیجاپور" لکھا ہے - نیز دیکھو حاشیہ ص ۲۵۲ و
ص ۲۵۳ ،

دیوان شاپور (خطی) نسخۂ کتاب خانۂ ریاست رامپور صفحات ۴۴ حال ہی کے
زمانہ میں نقل ہوا -

دیوان شرف (۱) نسخہ کتاب خانہ پنجاب یونیورسٹی (۲) نسخۂ کتاب خانہ
ریاست رام پور

دیوان طالب آملی (خطی) نسخۂ کتاب خانہ ریاست رامپور دیکھو ص ۳۶۵ حاشیہ ۵ ،

دیوان عرفی (خطی) نسخۂ کتاب خانہ پنجاب یونیورسٹی - دیکھو ص ۱۷۰ حاشیہ ۱

دیوان فصیحی (خطی) نسخۂ کتاب خانہ ریاست رام پور دیکھو حاشیہ ص ۳۹۲

دیوان قدسی ایضاً ایضاً

دیوان مرشد بروجردی نسخۂ کتاب خانہ دیوان بہادر راجہ نرندر ناتھ صاحب -

آئین اکبری (Bibl. Indica Series) طبع کلکتہ ۱۸۶۷ء

آئینۂ سکندری (خسرو) طبع علی گڈھ ۱۳۳۶ھ

الٰہی نامہ (عطّار) نسخۂ خطّی کتاب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن، بے سرنامہ اور جواہرالذات بھی اس مثنوی کے ساتھ ہیں۔ تاریخ کتابت ندارد۔ مگر نسخہ پرانا نہیں ہے۔ خط نستعلیق، ایک چٹ پر "تصوف ۸۷۴" دوسرے پر "۳۱۰" لکھا ہے ۔

انیس العشاق (سندیلوی) اسکا مفصل حال ص۲۷۴ حاشیہ ۳ میں دیکھو۔

ایلیٹ (یعنی تاریخ ہند انگریزی) ج ۶ لندن ۱۸۷۵ء

بروک ہاؤس - دیوان حافظ طبع لیپزک ۱۸۵۴-۵۶ء

بلاکمین ترجمہ آئین اکبری جلد اول کلکتہ ۱۸۷۳ء

بہارستان (خطّی) نسخہ کتاب خانہ نواب محمد عبدالسلام خانصاحب رامپوری

تاریخ فرشتہ طبع لکھنؤ ۱۲۸۱ھ

تحفۂ سامی (خطّی) میرا نسخہ ورق ۱۱۰، سطور ۱۵، تقطیع "۸ × "۵۱/۲، خط نستعلیق سن کتابت ۱۱۹۷

تذکرۂ سرخوش - (خطّی) مصنفہ محمد افضل سرخوش ورق ۸۸، سطور ۱۴، تقطیع "۹ × "۶۱/۲، سن کتابت ۱۲۵۴ نسخہ کتاب خانہ پروفیسر محمود شیرانی

ترجمۂ تزک جہانگیری از راجرز، ۲ جلد، اورینٹل ٹرانسلیشن فنڈ، ۱۹۰۹ء و ۱۹۱۴ء،

تکملہ نفحات از ملّا عبدالغفور لاری (خطّی) نسخۂ کتاب خانہ پنجاب یونیورسٹی، (ورق ۱۷، سطر ۲۳ پر، تقطیع "۱۲ × "۶۱/۴)،

تزک جہانگیری طبع علی گڈھ ۱۸۶۴ء

خرد نامہ اسکندری (خطّی) نسخہ کتاب خانہ پروفیسر آذر۔ دیکھو حاشیہ ص۹۶،

فہرست (کتابخانۂ) بانکی پور شعرای فارسی - جلد ۱ تا ۲، طبع کلکتہ ۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۲ء

فہرست ریو یعنی فہرست مخطوطات فارسی در موزۂ برطانیہ جلد ۱ تا ۳ مع ضمیمہ (سپلیمنٹ)، طبع لنڈن ۱۸۷۹ء تا ۱۸۹۵ء

فہرست سپرنگر ر آک بہ سپرنگر

کلمات الشعراء ر آک بہ تذکرۂ سرخوش،

کلیات عراقی (۱) طبع لاہور (۲) نسخہ خطی کتابخانہ پروفیسر محمود شیرانی بخط قدیم،

کلیات فیضی نسخہ کتاب خانہ پنجاب یونیورسٹی دیکھو صفحہ ۱۹۵ حاشیہ ۵

کلیات نظیری طبع لکھنو ۱۲۹۱ھ

مآثر (یعنی مآثر الامرا مصنفہ شہنواز خان) طبع کلکتہ ۱۸۸۸ء (Bibl. Ind. Series)

مجمع الفصحا ۲ جلد طبع طہران ۱۲۹۵ھ

مخزن الغرایب سندیلوی (خطی) ۱۲۱۸ھ کی تالیف ہے - نسخہ کتابخانہ پروفیسر محمود شیرانی بظاہر لکھنو میں ۱۲۱۹ھ میں تحریر ہوا، ورق ۹۴۴، سطور ۲۳ تا ۲۵، تقطیع ½۱۵" × ۹" بعض اوراق اس نسخہ کے مختلف مقامات سے ضایع ہوگئے ہیں -

مرآۃ آفتاب نما (خطی) نسخہ کتابخانہ پنجاب یونیورسٹی، تاریخ کتابت ندارد - تیرھویں صدی کی تحریر ہوگی

مرآۃ الخیال (خطی) شیر خان لودھی نے اسکو ۱۱۰۲ھ میں تصنیف کیا - میرے نسخہ میں جو ۱۱۱۱ھ میں تحریر ہوا ۲۳۳ ورق ہیں - فی صفحہ ۱۷ سطر - تقطیع ۱۰" × ۶"، خط شکستہ آمیز

منتخب الاشعار مبتلا (خطی) مولفہ محمد علی خان بن محمد مشہدی متخلص بہ مبتلا در ۱۱۶۱ھ، نسخہ کتاب خانہ پروفیسر محمود شیرانی جو ۱۱۶۶ میں مولف کی زندگی میں تحریر ہوا - ورق ۱۶۲، سطور ۱۷، تقطیع ۱۱" × ¼۶"،

دیکھو - صفحہ ۴۰۹ حاشیہ ۵۹

دیوان مشرقی نسخۂ کتاب خانۂ ریاست رام پور۔ دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۰۳

ساقی نامۂ ظہوری " " پروفیسر سراج الدین آذر لاہوری ، ورق ۱۰۵ ، تقطیع ۱۰½" × ۵"، سطور ۲۱ تا ۲۴ ، ہر سطر میں تین مصرع ، سنہری جدولیں تاریخ کتابت ندارد ، گیارھویں صدی کی تحریر ہوگی ۔ متن ۱۲۶۳ھ کے مطبوعہ نسخہ کے ساتھ عموماً متفق ہے ۔

ساقی نامہ ظہوری مطبوعہ مطبع مصطفائی لکھنو ۱۲۶۳ھ

ساقی نامہ مسیح کاشی عکس نسخۂ برٹش میوزیم 457 .Or، اصل میں سن کتابت نہیں ہے ۔ مگر ریو (صفحہ ۶۸۶) کا اندازہ ہے کہ غالباً سترھویں صدی عیسوی کی تحریر ہے ۔

سپرنگر یعنی فہرست مخطوطات کتاب خانہ ہائے شاہ اودھ ، جلد اول کلکتہ ۱۸۵۴ء

سروِ آزاد طبع حیدرآباد ۱۹۱۳ء

سفینۂ خوشگو[1] نسخۂ کتابخانہ پنجاب یونیورسٹی ۔ صرف جلد دوم ۔ اوّل و آخر سے قدرے ناقص ورق ۱۹۴ سطور ۲۳ تقطیع ۱۱½" × ۶¾"

سکندر نامہ بری طبع لکھنؤ ۱۲۷۰ھ

" " **بحری** طبع کلکتہ ۱۸۶۹ء

سیر العارفین (خطی) میرا نسخہ سن کتابت ندارد مگر گیارھویں صدی کا نسخہ معلوم ہوتا ہے ۔ ورق ۱۴۸ ، سطور ۱۷ ، تقطیع ۸¾" × ۵½" ، خط نستعلیق

شعر العجم (مصنفہ مولانا شبلی) فیض عام علیگڈھ

عالم آرائے عباسی (مصنفہ اسکندر منشی) طبع طہران ۱۳۱۴ھ

فہرست باڈلی یعنی فہرست کتاب خانہ باڈلی در آکسفورڈ مرتبہ ایتھے آکسفورڈ ۱۸۸۹ء

---

[1] یہ نسخہ طباعت کے ختم ہونے کے قریب ملا ۔

فہرستِ مضامین

منتخب التواریخ بدایونی جلد ۳ (Bibl. Ind. Series.) طبع کلکتہ ۱۸۶۹ء

منوچی یعنی سٹوریا ڈو موگر (داستان مغول) مصنفہ منوچی - مترجمہ ارون (Irvine) ۴ جلد، لندن ۱۹۰۷ء،

نشتر عشق (خطی) مصنفہ حسین قلی خان عظیم آبادی متخلص بہ عشق (دیکھو سپرنگر صفحہ ۶۴۴ و فہرست بانکی پور ج ۸ صفحہ ۱۵۷)، نسخۂ پنجاب یونیورسٹی، یہ نسخہ دو جلد میں ہے (اوراق ۶۸۴، سطور مختلف اوسط ۱۳ تا ۲۱، تقطیع ۳/۴ ۹" × ۶") اور اول و آخر سے قدرے ناقص ہے - شیخ ابو اسمعیل عبد اللہ انصاری کے حالات سے شروع اور واقف بٹالوی کے حالات پر ختم ہوتا ہے - مختلف آدمیوں کی تحریر ہے - غالباً مولانا آزاد مرحوم نے اپنے لئے لکھوایا - بعض صفحے ان کے اپنے خط میں ہیں اور بعض جگہ انکی تصحیح بھی ہے - یہ کتاب اسوقت ملی - جبکہ اکثر حصہ کتاب کا چھپ چکا تھا -

نفائس المآثر (خطی)، مصنفہ میرزا علاء الدولہ بن یحیی السیفی الحسنی القزوینی، (نام کتاب تاریخ آغاز ہے یعنی ۹۷۳ھ، خاتمہ کتاب میں اکبر کے حالات پیدائش شہزادہ دانیال (یعنی جمادی الاولے ۹۷۹ھ تک ہیں) نسخۂ کتاب خانۂ پروفیسر سراج الدین آذر، ورق ۳۲۲، سطور ۱۷، خط نستعلیق - تاریخ کتابت ندارد مگر گیارھویں صدی کا نسخہ معلوم ہوتا ہے،

نفحات الانس طبع لکھنو ۱۹۱۵ء

واقعات کشمیر (خطی) محمد اعظم دیدہ مری نے اس کتاب کو ۱۱۴۸ھ میں تصنیف کیا - میرا نسخہ ۱۲۶۴ھ میں تحریر ہوا - ورق ۱۸۹، سطور ۱۷، تقطیع ۱/۲ ۱۰" × ۶"

ہفت اقلیم امین احمد رازی (خطی) نسخۂ کتاب خانہ پنجاب یونیورسٹی، ورق ۴۲۸، سطور ۲۱، تقطیع ۱/۲ ۱۱" × ۷"، یہ نسخہ بظاہر کسی کشمیری کاتب نے تحریر کیا سن کتابت ندارد، تیرھویں صدی کی تحریر

ہما و ہمایون طبع لوہارو ۱۸۷۱ء،

بسم الله الرحمن الرحیم

. . . .

[[.... که ساقی نامهای متقدمین و متاخرین آنچه بدست آید ...... احوال خیر مآل قایلان آن اشعار بر بیاض برد و نام آن را میخانه ...... دهد (کذا)، و دران ایّام که اراده نمود رایات جلال جهانگیری خسرو سکن[در] شکوه دارا لوا شاه نورالدین محمدؐ جهانگیر بعزّ و اقبال در قصبه دلپ[ذیر] اجمیر نزول جلال* فرموده و سال هجرت بهزار و بیست و دو رسید[ه]، در ایّام دولت این جهاندار جهانگیر..... مدار که بنای عظمتش بمهابت[1]...... و سیاست کامل ارتفاع یافته و اساس دولتش بحکم نافذ و عقل ...... استحکام پذیرفته، رعایا از میامن احسانش پهلوی رفاهیت بر بستر راحت نهاده و لشکریان زبان دل بدعای ازدیاد عمر و [دو]لت کشاده، قضا قدرتی که از بیم شمشیر آبدارش باد را یارای آن نیست که مخالف راستی وزد، مریخ صلائی که از هیبت سنان[2] جان ستانِ صاعقه بارش آب را قوت این نه که بر روی خاک کج رود

نظم

جهان را خلعتِ امن آنچنان داد ‌‌‌‌ که تیغ از ننگ قربانی شد آزاد

---

[1] در ہ بعد مهابت فقط 'دا' خوانده می شود [2] ہ: سنمان بجای 'سنان'

تالیف نمود، چون درپی سرانجام این مهم شد و قریب به پانز[ده] ساقی نامه فراهم آورده به ترتیب مرقوم قلم شکسته رقم گردانید از روی شوق به تفحص و تجسس ساقی نامهاء دیگر مقید گردید از گردش فلک و اژگونِ دون و نیرنگِ گوناگونِ این گنبد بوقلمون مسود اوراق را واقعۀ دست داد چنانکه زبان خامه اش بسته و دست دلش شکسته گردید و ترس بر وی بمرتبۀ غلبه کرد که ننگ فرار را (بر) فخر قرار ترجیح داده از راه نارنول بلاهور و (از) آنجا بدارالعیش کشمیر رفت و چندی درانجا بگشت و سیر مشغول گردید باز[1] بدارالامان هندوستان مراجعت نمود، انشاء الله که شمۀ ازان مقدمه دین کتاب در ذکر احوال این شکسته بال مندرج گردد

تمثیل

یحیی معاذ گوید که مسکین آدمی اگر از دوزخ این قدر ترسیدی که از درویشی از هر دو امین بودی، و اگر طلب بهشت چنان کردی که دن[یا] بهر دو رسیدی، و اگر در باطن چنان ترسیدی از حق جل و علا که د[ر] ظاهر از هر دو سزا (کذا) امین بودی [؟]

القصه

بعد[2] از مراجعت کشمیر . . . . . آخور دعنان اختیار این بی اختیار را بجانب صوبۀ بهار که باغ جنان دارا [لا] ما[ن] هندوستان است منعطف گردانید چون بدان سرزمین عشرت گزین رسید از استمداد اختر بلند و معاونت طالع ارجمند در سنه ثمان عشرین و الف در بلدۀ طیبۀ پتنه بسعادت ملازمت

---

[1] ت: باره بجای باز [2] در ت بعد کشمیر لفظ 'جاد' را دارد اما بعدش نقلی ساقط شده،

ز عدلش جانِ مظلومان سحر گاه فرامش کرده تیر اندازی آه

دانش پناهی که بتفکر[1] دقیق و اندیشهٔ توفیق حل مشکلات اربابِ تحقیق .....] آگاهی که سخنا] ن دلپذیر و نصایح بی نظیرش چون [.... قا] طع در دل مستمعان جا می نماید

بیت

کلامش با کلام حق موافق ضمیرش پیش خیز صبح صادق

عالی همّت و کیوان رفعت که هر .... [ا] ز ذات مکرمش عقلی مصتور و هر موی بر عنصر لطیفش سپاهی ....، در هنگامِ بزم صد جمشید بریک گاه و صد فریدون در یک [خرم گاه]، و ایام رزم صد کیخسرو دریک مکان و صد افراسیاب دریک میدان، گاه شجاعت چون شیر ژیان همه دل، و در وقتِ سخاوت چون ا [بر نیسان همه و ابل[2]]، آفتاب سارق (؟) و ماه رایتش چون رایت ماه خا[فق] آیات فتح مبین از حرفهای خنجر ذوالفقار آثارش مبرهن، و تفسیر نصر[من] الله و فتح قریب از زبان سنان شهاب پیکر او روشن

لمؤلفه

ز سهم سنانش بروز مصاف نهد بر زمین چرخ از بیم ناف

چو تیغ از میان بر کشد روز کین بگیرد چو خورشید روی زمین

چنان گرم گردد گِهِ کار زار که چون آتش از وی بریزد شرار

جهان را جوان و هند را دار الامان دیده فرصت غنیمت شمرده [شروع] بدین

---

[1] م: تفکر بجای بتفکر [2] م: وابل بجای وابل ــ فقرهٔ ملحقه خیلی مسوخ است،

بی[1] محاصل را باید شکست و کمر محبت (و) خدمت این خورشید منزلت را بر میان جان بست که گفته اند مصراع

مردی نشوی تا نکنی خدمت مردی

اکنون دست اخلاص از روی اعتقاد در دامن دولت آن سرمایه دانش و خود را داخل فهرست مداحان آن فهرست کتاب آفرینش نمود، غاشیه عبودیتش بر دوش دل گرفت و حلقه بندگیش در گوش جان کشید

بیت

اگر مرا بغلامی خود قبول کند   بسا کرشمه که بر شاه و شهریار کنم

چون چند روزی در خدمت آن سعادتمند آمد و رفت نمود در اندک ایامی آن قدر احسان بساکنان صوبهٔ بهار و این بی مقدار فرمود که در حیز گمان و امکان نیاید و درین جزو زمان دولتمندی که ازو این مایه مردمی بمردم رسد بهم نمی رسد، ازبسکه این ضعیف شرمندهٔ احسان آن قدردان خردمن[د] شده بود بر خود لازم دانست که کتاب میخانه را بنام نامی آن خا[ن] نکته دان بانصرام رساند[2] و امید وارست از ایزد متعال که ازین همت آن بلند اقبال نام این شکسته بال بر زبانها جاری شود

شعر

مگر بهر هی دیگری بدام افتم   وگرنه کس نکند قصد صید هیچو منی

اگرچه بی اجازت مرتکب این چنین امری شدن کمال جرأت است و لیکن نوازش آن صاحب مهربان بنده را گستاخ کرده برین آورد که غا[ی]بانه از روی

---

[1] بیحاصل ؟ [2] تا: رسانید،

نواب مستطاب، عالی حضرت سکندر شوکت، تهمتن قدرت، دارا منزلت، کیوان رفعت، مشتری سعادت، بهرام صولت، ثریا مرتبت، عطارد فطنت، ناهید بهجت، آفتاب طلعت، برجیس سعادت، فلک وقار، گردون اقتدار، خورشید اشتهار، فرید[و]ان فر[ّ]، جم[ش]ید شان، شمع دُودمان خاتم پیغمبران

بیت

معدن حلم و مروّت آبروی بحر جود　　　یادگار خواجهٔ هر دو سرا سر[ا]ی آخان

مستعد گردید، چون در حجرهٔ بساط بوسان آن محفل قدسی در آمد خرد خ[ر]ده دل[ن] [د]ر مجلس اول بمطالعه احوال صاحب مجلس و مجلسیان مشغول گشت هنوز سطر از صفحهٔ نخستین اطوار خداوند بزم با نجام نرسانیده جوا[ن] بختی مشاهده نمود که پیران سال خورده آئین و آهنگ وقار از رای جهان آرایش می آموختند و عقلای روزگار سرمایهٔ دانش و افتخار از سلوک با تمکین و الفاظ گران سنگش می اندوختند، یوسف طلعتی که روزنه مز[ه] حرف زدنش از دیباجه تا خاتمه بی سهولسان بگوش جان میر س[ـید]، ابراهیم خُلقتی[۱] (؟)، که سخنان دلپذیر و نکات بی نظیرش با جهان جها[ن] معنی و نزاکت از مطلع تا مقطع بسمع مستمعان آمد

انوری

من ندانم کاین جنس سخن را نام چیست　　　نی نبوّت می توانم گفتنش[۲] نی ساحری
ساقیان لهجهٔ او چون شراب اندر دهند　　　هوش گوید گوش را هان[۳] ساغر[ی] هان [ساغری][۴]

چون از گردش فلک کج روش گردشی بدین راستی ملاحظه شد بخاطر رسانید که پای تردد

---

۱ م آ: خلعتی　۲ م آ: گفتمش　۳ ن: هین ساغری کن ساغری (از نسخهٔ قدیمه کلیات انوری تحریر سنه ۸۲۲ه که در کتاب خانهٔ پروفیسر شیرانی محفوظ است)　۴ برای احوالش رجوع کنید به ترجمهٔ مؤلف کتاب در آخر ترتیب دد[اده]

واکثر ابیات ایشان برتبهٔ واقع شده است مجملی احوال آنها بایک بیت [دو] و بیت که مناسبتی باین کتاب داشته باشد مرقوم قلم شکسته رقم می گرداند،

در تمام این مجموعه هرجا که ذکر بادشاهان عظیم الشان و شاهزادگان جم نشان یا[51] وزرای صاحب تدبیر و امرای بشمشیر کرده می شود اسامی گرامی ایشان از روی اعزاز و اکرام بر بیاض می برد چه این شیوه ازبرای قبول تالیف در نظر دوست و دشمن بر مؤلف از جمله واجباتست، امید از کرم طبیعی [خان[52]] عالی شان آن واستدعا از مروّت جبلّی آن صاحب مهر [بان] چنانست که چون مجموعهٔ این وراق پریشان بنظر مبارکش [رسد[53]] شرف قبول بدان ارزانی فرماید،

دراز نفسی از حد گذشت قلم بجانب دعا بازگشت، ایزد تعالی نشو و نمای آن نهال برومند بستان سیادت را از آسیب افسردگی و پژمردگی در پناه ابر رحمت خود بداراد! ذات ملکی صفات بی بدلش[54] را که باعث نیکیست همواره از مکاره[55] دوران مصون داشته از عمر و مزهٔ عمر بهره مند گرداناد!

فهرست اسامی قایلان ساقی نامها وغیره

مرتبهٔ اوّل

شیخ نظامی	شیخ عراقی	امیر خسرو	خواجو کرمانی
خواجه حافظ	حضرت عبدالرحمن جامی	عبدالرحمن هاتفی	حکیم پرتوی
امیدی	مرزا شرف جهان	مرزا قاسم گونابادی	وحشی

[51] آ: با بجای یا [52] آ: جان بجای خان [53] قیاساً نوشته شد در آ بجایش لفظ «چون» نوشته، [54] آ: بی بدش [55] آ: مکارم،

رغبت تسلیم رضای (کذا) خدمت اتمام کتاب میخانه نماید بنابر[ان] در پی تمشیت این کتاب شده چند ساقی نامهای متقدّمین و متأخّرین (که) در مدّت پنج سال فراهم آورده بود همه را با احوال آنها بر بیاض برد و بنای این تالیف بر سه مرتبه نهاد

مرتبۀ اوّل

در ذکر سخنورانی که داعی حق را لبیک اجابت گفته و سر در نقاب خاکِ تیره کشیده ا[ند]

مرتبۀ ثانی

در ذکر شاعرانی که الحال درحیاتند و صحیفه این ایام خجسته فرجام از منظومات ایشان مزیّن می گردد[1] و درمیان این طایفه هر کدام سرشاری دارند و ساقی نامه تمام عیاری گفته اند ابیات ساقی نامۀ ایشان با احوال شان بر بیاض می رود، اگر احیاناً یک تن یا دو تن که دری[ن] عصر کمال شهرت دارند و ساقی نامۀ ایشان بنظر فقیر نه رسیده یا ..... نگفته باشد ترجیعی از ان جماعت یا بیتی چند که مناسب بمیخانه باشد[بنا] برضرورت با احوال ایشان درین مرتبه مندرج می نماید

مرتبۀ سوم

در ذکر فصحائی که مؤلّف کتاب با ایشان برخورد[ه و] با ایشان صحبت داشته و یقین حاصل کرده که تا غایت ملاقات ساقی نامه نگفته اند و اشتهار تمام عیاری دارند

---

[1] آ: می کرد بجای می گردد،

مرتبۂ اول

در ذکر سخنورانی که داعی حق را لبیک اجابت گفته و سر در نقاب خاک تیره کشیده اند

بر ارباب دانش ظاهر است که شعرای ماتقدم ساقی نامه نگفته اند مؤلف این اوراق پریشان چند ساقی نامه از کتب اکابر بنابر میمنت [بدا] ر نوشته و ترتیب داده است چنانچه جا بجا بمقتضی وقت ذکر آن [انتخاب خواهد کرد و استمداد از باطن قایلان آن طلبید

ذکر

شیخ نامی حضرت [شیخ نظامی علیه الرحمة والمغفره

خامه مشکین شمامه در شرح او صاف حمیده و افعال پسندیدۂ آن برگزیده با وجود دو زبانی ز[بان] بعجز می کشاید، و قوت ناطقه عالم گیر با مرتبۂ جهانگیری در تقریر وصف اشعار آبدارش اقرار و اعتراف بتقصیر[1] می نماید، شاعری دون مرتبۂ آن [ظاهر آید] ارباب کرامنست، در کتب معتبر چنان بنظر رسیده که مولد شریفش از گنجه است فاما والد امجد آن منبع فصاحت و بلاغت از فراهان قم[2] است چنانچه ازین بیت که در سکندر نامه فرموده اند مفهوم می شود

بیت

اگر من چو گنجی بگنجد گمم ولی از فراهان[3] شهر قمم

---

[1] ما: بتقصیری [2] ما: قسمت، [3] فهرست ریو ص۵۱۱ کهستان بجای فراهان +

خواجہ حسین ثنائی	عرفی	شیخ فیضی	اقدسی
نوعی	غیاثائی منصف	میرزا غازی	مولانا شکیبی
صحیفی	میر سنجر	ملک قمی	ظہوری
	مرزا ابو تراب	حکیم فغفور	

مرتبۂ ثانی

ملا محمد صوفی	حکیم رکنا	حکیم شفائی	آقا شاپور
طالب آملی	میرزا فصیحی	ذکی ہمدانی	مرزا ملک مشرقی[۱]
ملا مرشد	حکیم عارف	[د] وستی سمرقندی	وصلی شیرازی
فزونی استرآبادی	غروری کا[شا] نی	[میر] ملکی قزوینی[۲]	کامل جہرمی
عسکری	اوجی	محب علی سندی	مولف [کتاب]

مرتبۂ سوم

نظیری[۵] نیشاپوری	شیرازی[۴] ہمدانی	حیاتی گیلانی	[م]وزون الملک
قدسی[۶] مشہدی	شاہ نظر[۳]	رونقی ہمدانی	نادم گیلانی
[آقا] صفی قلندر	حیدر خصالی	عطائی جونپوری	اسد بیگ قزوینی[۶]
[محمو] ی اردبیلی	باقیا[۷] مصنف	کیفی نو مسلمان	انور لاہوری
[محمو] د بیگ ترکمان	شرمی قزوینی	صفائی	حریفی
میر عبداللہ مژہ	ذہنی کاشمیری	ضیائی موشتی	مولانا[۸] رامی

درویش جاوید

۱؎ آ: قشمر ۲؎ آ: قزوینی ۳؎ ترجمہ اش در آ ندارد ۴؎ آ: شیرازی ۵؎ آ: نظیر ۶؎ آ: قزوینی ۷؎ ترجمہ اش بر حاشیہ آ افزودہ

ارادهٔ خمسہ گفتن کرده و با ایشان بی ادبانه پیش آمده بمطلب نرسیده و بر از عمر نخورده، چنانچه برخردمندان این جزو[زمان] روشن و مبرہن است، و این بیت آن بزرگوار مستشهد گفتار این بمقدا[رست]

بیت

تیغ ز الماس زبان ساختم ہر کہ پس آمد سرش انداختم[ع]

چون سن شریفش بہشتاد و چہار رسیده در سنہ[ا] اثنی و خمسمایه از عالم فنا بعالم بقا خرامیده و مدفن ایشان در بیرون شہر گنجه است، بتحقیق پیوسته که خاقانی و ظہیر فاریابی و اثیر اخسیکتی و جمال الدین عبد الرزاق با آن مخزن اسرار الٰہی معاصر بوده اند، بر رای انور دانش پذیران نکته رس و ضمیر ضیا گستر روشن ضمیران صبح نفس پوشیده نماند که افادت پناه میرزا دولت شاه در تالیف خود آورده که کتاب[۲] ویس و رامین را حضرت شیخ در ایام شباب منظوم ساخته و سوای[۳] این خمسه و کتاب مذکور بیست ہزار بیت مصنوع و موشح دارد و بعضی می گویند که تصنیف مذکور از مصنفات نظامی عروضی سمرقندی ست فامّا[۴] طرز آن ابیات بروش شیخ نامی گرامی بیشتر می ماند شاید که در بہار زندگانی گفته باشد، درین آن مؤلف سہوی عظیم نموده چرا که افضل الفضلا مولانا عبد الرحمان [جامی] که در تتبع ہمه کس او را قبول دارند و کمال او زیاده ازانست که درین [صحیفه] گنجد در بہارستان آورده که "فخر جرجانی از اماثل و افاضل روزگار است[۵] میزان کمال فضل و وقت شعروی کتاب ویس و رامین است" ازین کلام مولوی بی شک معلوم شود که آن عزیز غلط کرده و دیگر این ضعیف دو دلیل[ا]

ع مخزن الاسرار (لندن ۱۸۴۴ء) صفحہ ۱۱ سطر ۹،

[۱] غلط است، به بیند حواشی [۲] تذکرة الشعرا (طبع لیدن) صفحہ ۱۳۰ سطر ۹ (نیز به بیند صفحہ ۱) ؛

[۳] عبارت دولت شاه این طور است: و دیوان شیخ نظامی ورای خمسه قریب بیست ہزار بیت باشد غزلیات مطبوع و موشحات و شعر مصنوع بسیار دارد، [۴] در تذکرة الشعراء مطبوعه این عبارت موجود نیست ؛

[۵] بہارستان (طبع لکھنؤ سنہ ۱۳۲۹ھ صفحہ ۱۰۱: بوده بجای است، ؛

در ایام سلطنت آل بویہ بواسطۂ بعضی از موانع پدر عزیز ایشان از شہر مذکور برآمدہ
در سنہ اربعمائۃ بدیار اران[1] کہ دارالامارہ اش گنجہ است درآمد چون ہوای گنجہ
موافقت طبیعت آن معدن حقیقت نمود از ادراک (؟) آنجا دختری خواست
و در انجا توطن کرد بنابران تولد شیخ در گنجہ واقع شد، اسم شیخ یوسف بن موید است
در اوان جوانی و عنفوان زندگانی اوقات صرف علوم نقلی و عقلی فرمودہ تا در چہل
سالگی باستعداد صحبت حضرت شیخ جمال موصلی مستعد گشت و خدمت آن سردفتر
اصحاب کرامت کردہ در پنجاہ سالگی بسلوک مشغول شدہ و چہل چلہ داشت تا
رتبۂ خود را از ہمت اکسیر[ا] ریاضت برتبۂ ولایت رسانیدہ اند چنانچہ درین
مصرع سکندر (نامہ) اشارت بدین معنی فرمودہ اند مصرع

کہ چلہ چہل گشت و خلوت ہزار

اما مؤلف مخزن اخبار در تالیف خود آوردہ کہ حضرت شیخ ہفتاد چلہ داشتہ
والعہدۃ] علی الراوی بہر تقدیر در انزوای چلہ اسرار غیبی بر ایشان کشف شدہ و
کرامتہای عجیب از ایشان بظہور آمدہ چنانچہ این مختصر گنجایش آن ندارد و سلاطین
زمان ایشان آن بزرگ دین و مطلع ارباب یقین [را] ملاذ و ملجاء خودمی دانستہ
اند و خمسہ را بنام بادشاہان عصر خود باتمام آوردہ اول مخزن اسرار را بنام بہرامشاہ
والی ارزروم، و لیلی مجنون [را] بنام شاہ منوچہر مشہور بہ خاقان کبیر بادشاہ شیروان
بانجام رساند[ہ]ا[ند] خسرو شیرین و ہفت پیکر را باسم اتابک قزل ارسلان
تمام نمودہ، و سکندرنامہ را باسم شاہ طغرل بن ارسلان سلجوقی ختم فرمودہ اند،
آنقدر لطایف [و] دقایق کہ در کتاب پنج گنج درج کردہ کسی را میسر نیست بلکہ مقدور
نوع بشریت نیست و ہرکہ بعد ازان بزرگ دین و مطلع ارباب یقین بی استمداد مرشدی

---

[1] ملاحظہ کنید حواشی ۵ تا ۱۰ ازان ۳ ب، ۴۰

چو[1] بودش لطف طبع و جاه حرمت — در آمد فخر گرگانش[2] بخدمت
زبان در خدمت[3] او گوش میداشت — آن شه[4] نیز بس نیکوش میداشت
غلامی داشت آن شاه زمانه — چو یوسف در نکو روئی یگانه
دو زلفش چون دو ماری بود[5] مشکین — چه میگویم دو هندو بود در چین
رخش چون ماه[6] و زلف او چو ماهی — زماهی تا بماهش پادشاهی
لب شیرینش چندانی شکر داشت — که نی پیش لبش بسته کمر داشت
مگر یک روز آن شاه سرافراز — سپه را خواند جشنی کرد آغاز
نشسته بود شاه و فخر آن روز — در آمد آن غلام عالم افروز
بخوبی رهزنی هر جا که جانی — بشیرینی شکر ریزه جهانی
اگر ابروی او چشمی بدیدی — چو ابروی کژش[7] چشمی رسیدی
دو نرگس از مژه هم خانهٔ خار — دو لب هم شیوهٔ[8] یک دانهٔ نار
دهانش از چشم سوزن تنگ تر بود — ازان چشم از دهانش بیخبر بود
هزاران دل[9] بمژگان در ربوده — بهر یک موی صد جان در ربوده
کمند زلف بر خاک اوفکنده — بلب شوری در افلاک اوفکنده
چو دیدش فخر رویش[10] تن فرو داد — همه جانش برفت و دل بدو داد
ولی زهره نبود از بیم شاهش — که در چشم آورد روی چو ماهش
برفته هوش[11] ازو و هوش میداشت — بروی چشم خود را گوش میداشت

---

[1] نق: زجود و لطف طبع و الخ، سر: چو بودش لطف و طبع جاه حرمت [2] ق: گرگانی ٭
[3] ق: مدحت، [4] نق: شهزاده بجائ شه نیز [5] ق: بود و زلف [6] ق: شاه آن
[7] سر: کرش [8] ق: شیوه وهم [9] نق: جان [10] ق: روی آن پریزاد
[11] نق: ازوی ٭

قوی بجهت اثبات این مقدمه بهم رساند تا بلاشبه رفع مظنهٔ نفی شود (اول) آنکه حضرت
شیخ در اسکندرنامه خود بتقریب مضمون یک بیت فخر - التحسین می نماید و می فرماید

بیت

سخن گو سخن سخت پاکیزه راند که مرگ بانبوه را جشن خواند[1]

و فخر جرجانی در کتاب ویس رامین بمقتضی وقت این معنی را برین نهج ادا کرده است

بیت

روم خود را بیندازم از آن کوه که چون جشنی بود مرگ بانبوه[2]

دوم این که خزینه جواهر اسرار حضرت شیخ عطار در الهی نامه خود بسبب نظم کتاب
ویس رامین را بیان می نماید و این نحیف آن حکایت بر سبیل تصدیق درین تالیف
بر بیاض میبرد[ا] تا صدق قول خود بر ارباب دانش ظاهر سازد،

بر رای معنی آرای ارباب دانش وضمیر بیضا تاثیر اصحاب بینش پوشیده نماند
که حضرت شیخ ساقی نامه بسامانی نگفته، بانی میخانه عبدالنبی فخر الزمانی از آخر ہر
د[ا]ستان کتاب سکندرنامه دو بیت دریوزه نموده با چند بیت متفرقه دیگر که
مناسبتی بساقی نامه داشت ترتیب داده بر سبیل تیمن و تبرک در [این] اوراق
پریشان بر بیاض برد تا از برکت سخن آن سردفتر اصحاب حقیقت این مختصر در نظر
ارباب هنر مطلوب جلوه گر آید

حکایت از الهی نامه[3] شیخ عطار بر سبیل تصدیق

بگرگان پادشاهی پیش بین بود که نیکو طبع بود و پاک دین بود

---

[1] رجوع کنید به حواشی

[2] ویس و رامین طبع کلکته ۱۸۶۵ء ص ۱۹۸، شوم خود را بیندازم ازان کوه الخ نسـ: درانداز بجای بیندازم،

[3] تا: اجزه ... مراد از نق ... ما بعد نسخهٔ قلمی الهی نامه است که در کتابخانه آصفیه حیدرآباد دکن موجود است.

به تهمت خونش[1] بریزد بی‌گناهم / به پیش سگ دراند ازو به راهم

مرا گویند دانستی تو جاهل / که نبود مست را گفتار عاقل

چرا یک شب نکردی صبر تا روز / که تا هشیار[2] گردد شاه پیروز

کنون او را نخواهم برد با خویش / که وی مستست نیک و بد بد اندیش

همه گفتند رای تو صوابست / که امشب پیش شاهش جای خوابست

بزیر تخت آن شاه معظم / یکی سردابه بود از سنگ محکم

دران سردابه تختی[3] بود زیبا / برو وه دست جامه جمله دیبا[4]

غلام مست را در پیش آن جمع / بخوابانید آنجا با دو سه شمع

باعزازش دو شمع[5] آنجا برافروخت / برون آمد ولی چون شمع میسوخت

در سردابه را[6] آن فخر گرگان / ببست القصه[7] در پیش بزرگان

کلید آنگه بایشان داد تا روز / بران درخفت بر[8] عشق دل افروز

بمی[9] چون شاه دیگر روز بنشست / درآمد فخر و خدمت کرد و بنشست

بزرگان در سخن لب بر گشادند / کلید آنگه به پیش شه نهادند

زکار فخر گفتندش که چون کرد / که الحق احتیاط[10] از حد برون کرد

بمستی چونکه[11] شه داد آن غلامش / نگه می‌داشت الحق احترامش

بشب موقوف کرده پیش ده کس / که تا شاهش چه فرماید ازین پس

شهش گفت این ادب از وی تمام[12] / ازان اوست این[13] خاصه غلامم *

---

[1] ترا: چون [2] نق: ابیدار [3] ترا: سنگی [4] ترا: زیبا [5] ترا: شمع بجای دو شمع

[6] نق: آن شاه گرگان بجای را آن فخر گرگان [7] آن فخر [8] نق: در

[9] نق: زمستی شاه چون از خواب بنشست بجای بمی الخ [10] ترا: احتیاج [11] نق: چون بداده شه بجای چونکه شه داد آن

[12] نق: تمامست [13] خاصه آن غلامست بجای این خاصه غلامم

بجای آورد حالی شاه آن راز | ولی پرده نکرد از روی آن باز
چو اهل جشن مست باده گشتند | ازان مستی ز پای افتاده گشتند
دران مجلس ز[1] عشق روی[*] دلدار | به فخر اندر دو مستی شد پدیدار
چنان جانش ز آتش موج زن شد | که جانش[2] در سر آن سوختن[*] شد
میان سوز در شوریده[3] جمعی | نگه میداشت خود را هم چو شمعی
شه گرگان فخر را چنان دید | دلش با عشق و آتش در میان دید
غلامی خود بدو بخشید در حال | سخنور گشت از شادی آن لال
ز سوز[4] عشق و شرم شاه عالی | بگردیدی[5] عجب[*] صد رنگ حالی
شهش گفتا چه افتادت که مردی | غلام تست دستش گیر[6] و بردی[*]
غلام و فخر هر دو شادمانه[7] | شدند از مجلس خسرو روانه
اگرچه مست بود[8] و فخر بی خویش[*] | بکار آورد عقل حکمت اندیش
بزرگانی که پیش شاه بودند | همه از نیک و بد آگاه بودند
بایشان گفت امشب شاه مست است | ز مستی[9] این[*] غلام افتاده پست است
گر امشب آن[10] غلامم از بر شاه | شوم با خانهٔ خود تا سحرگاه
چو گردد روز دیگر شاه هشیار | اگر باشد پشیمانیش ازین کار
اگر کرده بود بر[12] دل فراموش | وگر از[11] غیرت آید خویش در جوش
غلامش گر بر[13] من بوده باشد | اگر گویم بسی بیهوده باشد

---

[1] نق: زمی وز روی [2] نق: چون آتش وجودش جمله تن [3] تا: سوزیده [4] تا: سور [5] نق: بگردیدای عجب
[6] تا: برزی، نق مثل متن [7] تا: شادیانه [8] تا: بودش فخری خویش
[9] نق: زمن نیز این [10] نق: این غلام از پیش این شاه برم در [11] در
[12] نق: در [13] نق: در بر بجای گر بر

چه بندیم دل در جهان سال و ماه — که هم دیوخانه است وهم غول راه

جهان وام خویش از تو[1] یکسر برد — بجرعه فرستد بساغر برد

چو باران که یک یک مهیا شود — شود سیل وانگه بدریا شود

بیا تا خوریم آنچه داریم شاد — درم بر درم چند بتوان نهاد

چه باید نهادن برین خاک دل — کزو گنج قارون فرو شد بگل

ازان گنج کاورده قارون بدست — سرانجام در خاک بین چون نشست

وزان خشت زرین شداد عاد — چه آمد بجز مردن نامراد

درین باغ رنگین درختی نرست — که ماند از جفای تبرزن درست

دو[2] در دارد این باغ آراسته — درو بند از دهر دو برخاسته

درآ از در باغ (و) بنگر تمام — ز دیگر در باغ بیرون خرام

اگر عاقلی با گلی خو مگیر — که باشد بجا ماندنش ناگزیر

بیا[3] ساقی از من مراد دور کن — جهان از می لعل پر نور کن

بمی ده مرا کو بمنزل برد — همه دل برنداد غم از دل برد

بساز ای مغنی نوای[4] بلند* — باو[5] تار این ارغنون دل پسند*

نوای که از غم رهائی دهد — بتاریک شب روشنائی دهد

بیا[6] باغبان خرمی ساز کن — گل آمد در باغ را باز کن

نظامی بشهر آمد از شهر بند — بیارای بستان چینی پرند

---

[1] از روئی سب، آ: توانگر بجائی تو یکسر
[2] سب، ص۱۹۰ - مآ: خواسته بجای خاسته
[3] سب، ص۱۰۸
[4] سکندرنامه بحری طبع کلکته (۱۸۶۹ء) به تصحیح مولوی احمد علی که در مابعد به علامت سح مذکور است
ص۲۳: ده دلپسند *
[5] باه ازین الخ، سح: براو تار این ارغنون بلند
[6] سب ص۳۷ *

بغایت فخر شد زین شادمانه | دلش می زد ازان شادی زبانه
بآخر چون در سرا به بگشاد | ز هر چشمی بسی خونابه بگشاد
که[1] دید آن ماه را رخ زشت گشته | ز سر تا پای او انگشت گشته*
مگر در جبه بود از شمع آتش | فتاده در لحاف آن پری وش
بیکره سوخته زارش[2] سر و پای | نه جامه مانده و نه تخت بر جای
زمستی شراب و مستی خواب | شده در آتش سوزنده غرقاب
چو روی دلستانش را چنان دید | جهانی آتش آنجا[3] نقد جان دید
چو در آتش فتاده بود یارش | در آتش او فتاده بود[4] کارش
چگویم من که چون دیوانه دل گشت | بسی دیوانگی بر وی بحل گشت
[د]ران دیوانگی بر دشت افتاد | چو گردون روز و شب در گشت افتاد
چو عشق از حد بشد با درد خود ساخت | حدیث ویس و رامین قصه خود ساخت
[غ]م خود را و انجامی فرو گفت | بنام شاه خود آن غصه[5] او گفت
بصحرا روز و شب می گفت و میگشت | میان خاک و خون می خفت و میگشت
برنگی می نوشت آن عشق نامه | که خونش می چکید از نوک خامه

ساقی نامهٔ شیخ نظامی[6]

بیا تا ز بیداد شوئیم[7] دست | که بی داد نتوان ز بیداد رست

---

[1] نق: چو دید آن ماه رُخ را کشته گشته ز سر تا پای خون آغشته گشته ۰ [2] نق: او را بجای زارش
[3] نق: از دل بجای آنجا [4] نق: دید بجای بود ۰
[5] یعنی قصه، در تا و آق را در بسیار جاها غ نوشته اند' در نق مصرع ثانی این طور است :-
اگرچه قصه را بر نام او گفت' و هر دو بیت لاحق را حذف کرده' [6] سکندرنامه بری طبع لکهنو ۱۲۹۸ھ که در مطبعه بعلامت ب مذکور است)
صفحه ۶' [7] تا: بشویم ز بیداد ۰

چو دوران ما هم نماند بسی، خورد[1] شیر بر یاد ما هر کسی

بیا[2] ساقی آن می که ناز آورد جوانی دهد عمر باز آورد

بمن ده که این هر دو گم کرده ام قناعت بخوناب خم کرده ام

بیا[3] ساقی از می نشان ده مرا ازان داروی بیهشان ده مرا

کزان داروی تلخ بیهش شوم مگر خویشتن را فراموش کنم

مغنی[4] بیار اول صبح جام بزن زخمهٔ پخته بر عود خام

ازان زخمه کان در دل آب ورد ز سودای بیهوده خواب آورد

بیا[5] ساقی آن ارغوانی شراب بمن ده که تا مست گردم خراب

مگر زان خرابی نوائی زنم خراباتیان را صلائی زنم

مغنی بیک[6] نغمه بنمای رود* کز اندیشه در معنی افتاد دود

چنان برکش[7] این نغمهٔ نغز را که ساکن کنی در سر این مغز را

(۱۲) مغنی[8] رو پاستانی بزن مغانه نوای مغانی بزن

بشی[9] بی نوا را بآن یک نوا گرامی کن و گرم تر کن هوا

بیا[10] ساقی از خم دهقان پیر می در قدح ریز چون شهد و شیر

نه[11] آن می که آمد بمذهب حرام می کاصل مذهب بدو شد تمام

مغنی بیار آن نوای غریب نوآئین[12] تر* از نالهٔ عندلیب

نوائی که در وی نوائی[13] بود نوائی نه کز وی[14] نوائی بود

---

[1] سب: نیز [2] ایضاً ص۱۷۵ [3] ایضاً، ص۱۶ [4] سح، ص۲۶ ما مصحفاً صبح و شام در مصرع اول و ردی جام در مصرع ثانی، [5] سب، ص۲۵ [6] سح ص۳۱: یکی نغمه بنواز زود - مغزم بجای معنی

[7] تا: نرگس [8] سح، ص۳۵ [9] ایضاً: من [10] سب، ص۳۷ [11] ایضاً، ص۱۹۰

[12] سح، ص۴۲: نوائی به [13] ایضاً: روائی [14] ایضاً: بی نوائی ؛

زجعد بنفشه برانگیز تاب　　سر نرگس مست برکش ز خواب

لب غنچه را کایدش بوی شیر　　بکام گل سرخ در دم عبیر

سمن[51] را درودی ده از ارغوان　　روان کن سوی گلبن آب روان

[ب]سر سبزی از عشق چون من کسان[52]　　سلامی بهر سبزهٔ[52] میرسان

هوا معتدل بوستان دلکش است　　هوای دل دوستان را خوش است

درختان شگفتند بر طرف باغ　　برافروخته هر گلی چون چراغ

[به] مرغ زبان بسته آواز ده　　که پرواز پاریسنه را باز[53] ده

[یکی] مژده ده سوی بلبل براز　　که مهد گل آمد بمیخانه[54] باز *

[ز] سیمای سبزه فرو شوی گرد　　که روشن لبشتن شود لاجورد

[د]ل لاله را کاماز خون بجوش　　فرو مال خونی بحنا کی بپوش[55]

سرا اینده کن نالهٔ چنگ را　　در آور برقص این دل سنگ[56] را

ازان سیمگون سکهٔ[57] نوبهار　　درم ریزکن بر سر جویبار

ریاحین سیراب را دسته بند　　برافشان ببالای سرو بلند

به پیرامن برکهٔ آب گیر　　ز سوسن بیفگن بساط حریر

دران بزمگه[58] خسروانی خرام　　درافگن می خسروانی بجام

بمن ده که می خوردن آموختم　　خورم خاصه کز تشنگی سوختم

بیاد حریفان مجلس گرای　　کز ایشان نه بینم یکی را بجای

---

[51] ر: سخن،

[52] ر: نشان بجای کسان ـ سبزی بجای سبزه

[53] ست: ساز

[54] ایضاً: به بستان فراز

[55] ایضاً: میپوش

[56] ایضاً: تنگ

[57] ر: مهوش

[58] ست: بزمه

مگر خاطرم را بجوش آوری — مگر گنگ را در خروش آوری
بیا[1] ساقی آن لعل پالوده را — بیاور بشوی این غم آلوده را
فروزنده لعلی که ریحان باغ — ز قندیل او برفروزد چراغ
(۱۳۱) مغنی بیازان[2]* رهِ پاستان — مرا یاری ده درین داستان
ز دستان گیتی مگر جان برم — بدین داستان ره بپایان برم
بیا[3] ساقی آن جامِ آیینه فام — بمن ده که بر دست شد جای جام
چو زان جام کیخسرو آیین شوم — بدان جامِ روشن جهان بین شوم
مغنی[4] سحرگه بآواز رود — بیاد آور آن پهلوانی سرود
نشاط غنا در من آور پدید — فراغت دهم زانچه نتوان شنید
بیا[5] ساقی آن آتش توبه سوز — بآتشگه مغز من برفروز
بمجلس فروزی دلم خوش بود — که چون شمع بر فرقم آتش بود
مغنی[6] دلم دور گشت از شکیب — سماعی ده امشب مرا دلفریب
سماعی که چون در خروش آورد — ز بیهوشیم دل بهوش آورد
بیا[7] ساقی از بهر دفع خمار — دوای دل دردمندان بیار
شرابی بمن ده که مستی کنم — بدان آب آتش پرستی کنم
مغنی مدار از غنا[8] دست باز — که این کار بی ساز ناید بساز
کسی را که این ساز یاری کند — طرب با دلش سازگاری کند
بیا[9] ساقی از باده بردار بند — به پیمای پیمودن باد چند

۱؎ سب (ص۸۸) آ: ص۸۸ فال بجای لعل ۲؎ سج (ص۹۳) بیار آن ۳؎ سب، ص۹۹: به
۴؎ سج، ص۹۳ ۵؎ سب، ص۸۸ ۶؎ سج، ص۱۲۰
۷؎ سب، ص۹۹ ۸؎ سج، ص۱۲۰، آ: عطا ۹؎ سب، ص۱۰۲

مغنی[1] بر آهنگ خود ساز گیر
یکی پرده ز آهنگ خود باز گیر

که ما را سرا[2] پردهٔ تنگ نیست
بجز بی[3] نوائی* در آهنگ نیست

بیا[4] ساقی آن شربت جانفزای
بمن ده که دارم غم جان گزای

مگر چون بدان شربت آرم نشاط
غمی چند را در نوردم بساط

مغنی[5] سماعی برانگیز گرم
سرودی برآور بآواز نرم

(۲۱ب) مگر گرم تر زین شود کار من
گریزد کسادی ز بازار من

بیا[6] ساقی آن می که رومی وشست
بمن ده که طبعم چو زنگی خوشست

مگر با من آن بی محابا پلنگ
چو رومی و زنگی نباشد دو رنگ

مغنی[7] بیا چنگ را ساز کن
بگفتن گلو را خوش آواز کن

مرا از نوازیدن چنگ خویش
نوازش گری کن بآهنگ خویش

بیا[8] ساقی از خمّ دوشینه می
که ماند است باقی ز کاوس و کی

بده تا طبیعت سیاوش شود
چو نوشد دمی چند بیهش شود

مغنی بدان ساز تیمار[9] سوز
بساط[10] مرا یکزمان بر فروز

مگر زان نوای بریشم نواز
بریشم کشم رود[11] را در طراز

بیا[12] ساقی آن می که فرخ پی است
بمن ده که داروی هر دل می است

می کوست حلوای هر غم کشی
ندیده بجز آفتاب آتشی

مغنی مغان[13] را درآور بجوش
که در باغ بلبل نباشد خموش

---

۱ سح : ص۴۸ ۲ ایضاً: سراپردهٔ تنگ ۳ ایضاً: بی فراخی
۴ سب، ص۴۸ ۵ سح، ص۵۰ ۶ سب: ص۵۱ ۷ سح: ص۵۵
۸ سب: ص۶۲ ۹ سح: (ص۵۸) بنمای ۱۰ سح: نشاط
۱۱ سح: رودم ۱۲ سب: ص۶۲ ۱۳ سح (ص۶۶) غنا :

مگر بوی راحت بجانم دهد | ز محنت زمانی امانم دهد

مغنی[1] بیاد آر بر یاد من | سرودی باهنگ فریاد من

بکن شادم از شادی آن سرود | مگر بگذرم زآب این هفت رود

بیا[2] ساقی آن می که جان پرورست | تن خسته را همچو جان درخورست

درین غم که از تشنگی سوختم | بمن ده که می خوردن آموختم

بیا[3] ساقی از باده جامی بیار | ز بیجاده گون گل پیامی بیار

رخم را بآن باده چون باده کن | ز بیجاده رنگم چو بیجاده کن

(۱۴ب) بیا[4] ساقی از می دلم تازه کن | درین ره صبوری باندازه کن

چراغ دلم یافت بی روغنی | بمی ده چراغ مرا روشنی

بیا[5] ساقی آن جام کیخسروی | که نورش دهد دیدها را نوی

لبالب کن از بادهٔ خوشگوار | بنه پیش کیخسرو روزگار

مغنی[6] ره رامش آور پدید | که غم شد بپایان و شادی رسید

رونده رهی زن که بر رود ساز | چو عمرست آن راه باشد دراز

بیا[7] ساقی آن زر بگداخته | که گوگرد سرخست ازو ساخته

بمن ده که تا زو دوائی کنم | مس خویش را کیمیائی کنم

مگر[8] نو کند عمر پژمرده را | بجوش آرد این خون افسرده را

بیا[9] ساقی آزاد کن گردنم | سرشکی قدح ریز در دامنم

سرشکی که از صرف پالودگی | فرو شوید از دامن آلودگی

---

۱ سح، ص۱۴۸ — ۲ سب، ص۱۵۲ — ۳ ایضاً ص۱۶۸

۴ ایضاً ص۱۸۳ — ۵ ایضاً ص۱۸۵ — ۶ سح ص۱۹۲

۷ سب، ص۱۹۸ — ۸ سب ص۲۲۹ — ۹ ایضاً، ص۲۳۲

(۳۱ب) خرابم کن از بادهٔ جام خاص — مگر زان خرابات گردم خلاص
مغنی بساز آن[۱] دم جانفزا — کلیدی که شد گنج گوهر کشای
به بینی[۲] مگر چون کلید آوری — از و گنج گوهر پدید آوری
بیا[۳] ساقی آن خون رنگین رز — در افگن بمغزم چو آتش بخز
می کز خودم پای لغزی دهد — چو صبحم دماغ و دو مغزی دهد
بیا[۴] ساقی از شادی نوش و ناز — یکی شربت آمیز عاشق نواز
به تشنه ده آن شربت دلفریب — که تشنه ز شربت ندارد شکیب
بیا[۵] ساقی آن آب جوی بهشت — در افگن بدین جام آتش سرشت
از آن آب و آتش بپیچان سرم — بمن ده کز[۹] آب و آتش ترم
چه فرخ کسی کو بهنگام دی — هم آتش نهد پیش هم مرغ و می
بت نارپستان بدست آورد — که در نارپستان شکست آورد
(۳۲ الف) ازان نارون تا بوقت بهار — گهی نار خواهد گهی آب نار
برون انگه آرد سر از کنج کاخ — که آرد برون سر شگوفه ز شاخ
بیا[۶] ساقی آن شب چراغ مغان — بیاور ز من بر میاور فغان
چراغی کزو چشمها روشن است — چراغ تنم را از و روغن است
بیا[۷] ساقی آن صرف بیجاده رنگ — بمن ده که پایم در آمد بسنگ
مگر چاره سازم درین سنگ ریز — چو بیجاده از سنگ پایم گریز
بیا[۸] ساقی آن می که محنت براست — بچون من کسی ده که محنت خور است

---

۱ سح (ص ۱۵۲): بیار از — ۲ ایضاً: بدین در
۳ سب، ص ۱۱۸ — ۴ سب، ص ۱۳۶ — ۵ سب، ص ۱۳۲ — ۹ سب: گزان آب آتش برم
۶ سب، ص ۱۳۹ — ۷ سب، ص ۱۳۳ — ۸ سب، ص ۱۴۷

(۱۵ب) غزالان که در نافه مشک آورند	کباب تر و نقل خشک آورند
بیا[1] ساقی آن رنگ داده عبیر	که رنگش ز خون داد دهقان پیر
بده تا جوانی در آید بچنگ	دهد رنگ آتش مرا آب و رنگ
مغنّی دگر باره بنواز رود	بیاد آور[2] آن خفتگانی* سرود
ببین سوز من ساز کن ساز تو	مگر خوش بخسپم بآواز تو
چو گل بر شبیخون کند زمهریر	بطفلی شود شاخ گلبرگ پیر
نشاید شدن مرگ را چاره ساز	در چاره بر کس نکردند باز
تب مرگ چون قصد مردم کند	علاج از شناسنده پی گم کند
بیا[3] ساقی آن باده بردار زود	که بی باده شادی نشاید نمود
بیک جرعه زان باده یاریم ده	ز چنگ اجل رستگاریم ده
مغنّی[4] بیار آن دم جانفزای	کلیدی که شد گنج گوهر گشای
بدین در مگر چون کلید آوری	ازو گنج و گوهر پدید آوری
(۱۶ا) بیا[5] ساقی آن آب آتش خیال	در افگن بدین گوهر آبگون سفال
گوازنده آبی کزین تیره خاک	بدو شاید اندوه را شست پاک
مغنّی[6] مدار از غنا دست باز	که این کار بی ساز ناید بساز
کسی را که این ساز یاری کند	طرب با دلش سازگاری کند
خوشا نزهت باغ در نو بهار	جوان گشته هم روز و هم روزگار
بنفشه طلایه کنان گرد باغ	همان نرگس آورده بر کف چراغ
ز خون مغز مرغان بجوش آمده	دل از جوش خون در خروش آمده

۱ سب صـ ۲۷۶ ۲ سح (صـ ۱۶۲): آر ازان خفتگان در ۳ سب صـ ۳۰۵

۴ مکرر آمده است ببینید صـ ۲۲ سطر ۲ ۵ سب صـ ۲۸۳ ۶ مکرر آمده است ببینید صـ ۲۲ سطر ۱۶

بیا[1] ساقی امشب بمی کن شتاب | که با درد سر واجب آمد گلاب
می[2] کآب در روی کار آورد | نه آن می که در سر خمار آورد
مغنی[3] بدان ساز غمگین نواز | درین سوزش غم مرا چاره ساز
(۱۱۵) مگر کز یک آواز رامش فروز | مرا زین شب محنت آری بروز
بیا[4] ساقی آن بکر پوشیده روی | بمن ده گرش هست پروای شوی
کنم دست شوئی به پاک از پلید | ز بکر اینچنین دست شاید کشید
بیا[5] ساقی آن زیبق تافته | بشنگرف کاری عمل یافته
بده تا در ایوان یارش برم | چو شنگرف سوده بکارش برم
بیا ساقی آن خاک ظلمات رنگ | بجوی و بیار آب حیوان بچنگ
بدان آب حیوان نظر کن مرا | ازین زندگی زنده تر کن مرا
مغنی بیک[6] شب* بآواز چنگ | خلاصم ده از رنج این راه تنگ
مگر چون شود راه بر من فراخ | برم راه بیرون ازین سنگلاخ
زمستان چو پیدا کند دست برد | فرو بارد از ابر باران خرد
گلو دزد[7] آفاق را از غبار | لعاب زجاجی دهد روزگار
در و دشت را شبنم از چرخ کوز | کند ایمن از تفّ و تاب تموز
جوانمردی باغ پیرایه سنج | شود مفلس[8] از کیمیا های گنج
دهند آب ریحان فروشان دی | سفالینه خم را ز ریحان[9] می
خم خان[10] دهقان چو آید بجوش | قصب بفگند پیر پشمینه پوش

---

۱ سب، ص ۲۴۰ ۲ سح ص ۱۷۳، آ: وزین ۳ سب، ص ۲۴۶ ۴ سب ص ۲۵۱
۵ سب، ص ۲۹۶ ۶ سح (ص ۱۷۲): یک امشب ۷ سح: گیرد
۸ سح: ممسک ۹ سح: ریحان می ۱۰ سح: خام

ذکر[1]

مطلع انوارِ ربّانی کاشفِ اسرارِ سبحانی فخرالدین[2] ابراهیم همدانی

آن گوهر معدن تحقیق و آن لولوء لجهٔ تصدیق عارفی فاضل و عاشقی کامل است، اکثر ارباب طریقت آن کاشف اسرار حقیقت را جوش خم میخانهٔ عشق گفته اند و قرینهٔ حضرت شیخ محی الدین عربیش[3] خوانده اند، وصف ذاتش و فضیلت و صفت رتبه و حالت آن بحر معرفت از کتاب لمعاتش لامع است و آنچنان نسخه در علم تصوّف کم کسی از ارباب تصوّف (۱۷) تصنیف نموده، مصدر یست (مقتدا لیست؟) از برای راست روی عاشقان، و دلیلیست بجهت راهبری اهل عرفان، ارباب اخبار آورده اند که مولد آن سوختهٔ جمال الٰهی و آن تشنهٔ وصال نامتناهی از قریهٔ کمجان[4] است، و این موضع از نواحی همدان است، آبا و اجداد او عالم و فاضل بوده اند، گویند که یک ماه پیشتر از انکه از کتم عدم بوجود آید پدرش در واقعه چنان دید که حضرت امیرالمؤمنین و امام المتقین علی بن ابی طالب علیه السلام با ائمهٔ معصومین صلوات الله علیهم اجمعین در باغی می خرامند و او دران حدیقه استاده ناگاه شخصی بیامد و طفلی بیاورد و در پیش پای مبارک حضرت امیر بر زمین نهاد، امیر آن کودک را برداشت و او را پیش خود خواند و در کنار او گذاشت و فرمود که بگیر عراقی ما را و نیکو محافظت نمای که عالم کبیر

---

[1] تشریح علامات عم = کلیات عراقی طبع لاهور، عق = نسخهٔ خطی کلیات عراقی مال پروفیسر حافظ محمود شیرانی لاهوری

[2] در گزیده نسبش این طور است: فخرالدین ابراهیم بن بزرجمهر بن عبد الغفار الجوالقی، و در تذکرهٔ دولت شاه (ص۲۱۵) و مراة الخیال (ص۵۵) این طور: ابراهیم بن شهریار جمالی او را شیخ فخرالدین محمد شهریاری گوید و بقول او عراقی خواهرزادهٔ شیخ شهاب الدین سهروردی بود (سیر العارفین) [3] آ: اعرابیش [4] تر: کمحان، در گزیده نام این ده کوبحان است بولایت اعلم همدان اما در ترجمه پروفیسر براؤن ص۱۲۴ نامش را "محل" گفته ؛

شکم کرده پُر زیرِ شمشاد (و) سرو | خروشان[1] صراحی ز خون تذرو
برقص آمده آهوان یک سره | ز دشت آید آواز آهو بره
نسیم[2] گل* و ناله فاخته | چو یاران محرم بهم ساخته
چه خوشتر باین فصل آوازِ رود | وزان آبِ گل[3] کز گل آید فرود
سراینده تُرک با چشم تنگ | فرو هشته گیسو بیکسوی[4] چنگ
سخنهای بر سُخته با[5] بانگ و ساز* | نو گوئی رَوان[6] گوید* از چنگ باز
ازو بوسه وز تو غزلهای تر | یکی چون طبرزد یکی چون شکر
(۱۶ب) بیا[7] ساقی از خُم دهقانِ پیر | بمن ده یکی ساغر دستگیر
ازان می که او داروی هوش باد! | مرا شربت و شاه را نوش باد!
تو[8] پنداری ای خضر فرخنده پی | که از می مرا هست مقصود می
ازان می همه بیخودی خواستم | وزان بیخودی مجلس آراستم
مرا ساقی[9] از وعده* ایزدیست | صبوح از خرابی می از بیخودیست
وگرنه بایزد که تا بوده ام | بمی دامن لب نیالوده ام
گر از می شدم هرگز آلوده جام | حلال خدا باد بر من* حرام!
نظامی[10] بخاموش کاری بسیچ | بگفتار ناگفتنی در مپیچ
بیاموز ازین مهره لاجورد | که با سرخ سرخست و با زرد زرد

---

[1] سح (ص۱۲۸): خروس [2] آ: نسیم و گل [3] سح: مل
[4] سح: بگیسوی [5] سح: با بانگ ساز [6] سح: و او گوید
[7] سب ص۳۰۹ [8] سب (ص۱۹): چه [9] آ: وعده از ساقی [10] سب: بر نظامی

بر رای انور هنرمندان و ضمیر ضیا گستر خردمندان پوشیده نماند که مؤلف این اوراق پریشان عبد النبی فخر الزمانی بجهت تحقیق احوال شیخ ابراهیم اکثر کتب معتبر ارباب خبر را بنظر در آورد اقوال همه خلاف یکدیگر بر آمد خاطر بر هیچ قولی از اقوال آنها قرار نگرفت مگر بر قول مولوی نامی عبد الرحمان جامی و بر گفتار عزیزی که دیباجهٔ بر دیوان آن کاشف اسرار ربانی نوشته و این هر دو قول مطابق یکدیگر است بنابران بر بیاض برد،

جامع دیوان آن یگانه سلامت و آن نشانهٔ تیر ملامت همچو نقل نموده که در پنج سالگی شیخ را بمکتب دادند در عرض نُه ماه تمام کلام ملک علّام را حفظ نمود[1] و چون سن او بهفده رسید بر جمیع علوم از معقول و منقول مطّلع شده بود و مستفید گشته تا چنان شد که در شهر همدان در مدرسهٔ شهرستان بافادت مشتهر شد[2]، روزی در حلقهٔ درس نشسته بود بافادت، و جمعی در خدمتش باستفادت مشغول بودند، ناگاه جمعی از قلندران های و هوی زنان (۱۸ ب) از درِ مجلسِ آن یگانه در رفتند و سماع آغاز کردند و این غزل بر خواندند

نظم

ما رخت ز مسجد بخرابات کشیدیم	خط بر ورق زهد و کرامات کشیدیم
در کوی مغان در صف عشّاق نشستیم	جام از کف رندان خرابات کشیدیم
از زهد و مقامات گذشتیم که بسیار	کاس تعب از زهد و مقامات کشیدیم

چون قلندران بروش خود این ابیات خواندند شیخ را اضطرابی در درون پدید آمد و

---

[1] بقول صاحب نفحات (طبع لکهنو ۱۹۱۵ء ص ۵۴۲ سطر ۱۰) عراقی در صغر سن حفظ قرآن کرده بود بغایت خوش می خوانده چنانکه همه اهل همدان شیفتهٔ آواز وی بودند [2] بقول جمالی سکونت عراقی در همدان بود و او درانجا مدرسه عالی عمارت نموده (سیر العارفین) ❊

خواهد شد، هم از پدرش نقل کرده اند که چون عراقی از مادر متولد شد و او را بنزدیک من آوردند کودکی دیدم بهمان صورت که حضرت امیر در خواب بمن عطا فرموده بود،

مؤلف **مخزن اخبار** در تالیف خود آورده که اسم شیخ عارف ابراهیم است و در ایّام سیاحت به بغداد رفته و لسعادت خدمت گوهر دریای معرفت و مهر سپهر مشیخت (۱۷ ب) شیخ شهاب الدین سهروردی مستعد گشته و دست انابت به ایشان داده و مرید آنحضرت شده، آن بزرگ دین و مطلع ارباب یقین عراقی تخلص بشیخ ابراهیم عنایت کرده، عراقی مدتی در خدمت پیر روشن ضمیر خود در بغداد بسر برد، هر وقت که از خدمت مرشد خود فارغ می شد اوقات به بی پروائی و رسوائی می گذراند و با پسران صاحب جمال و امردان نازک نهال عاشقی می نمود تا آنکه روزی در بازار می گردید در عین سیر با پسری سری و با خوب روی نظری بهم رسانید و در دکان او رحل اقامت انداخت، چون این مقدّمه بجامع علوم ظاهر و باطن شیخ **شهاب الدین سهروردی** منکشف شد عراقی را بحضور خود طلبید و اعتراض نمود و فرمود که این قسم بدچشمیها مناسبتی بحال درویشی ندارد، فخر الدین ابراهیم معروض داشت که ای محرم راز الهی! و ای واقفِ اسرار نامتناهی! برشما ظاهر است که غیرے درمیان نیست هرگاه همچنین باشد نظارگیان از بهر چه در نظاره برخود به بندند؟ آن بزرگوار برآشفت ولیکن از کثرت محبتی که بعراقی داشت برروی او نیاورد و بمراقبه فرو رفت، بعد از اندک زمانی سر برآورد و امر نمود که عراقی ترا بهندوستان باید رفت و در شهر مولتان بشرف (۱۸ ا) خدمت **شهاب الدین زکریا** که یکی از مریدانِ خاص ماست مشرف شد و چندگاه درآن سرزمین بریاضت مشغول گردید تا از مین اکسیر ریاضت از کورۂ امتحان صاف و بیغش برآئی، عراقی بفرمودۂ پیر خود عمل نمود تا بمطلب رسید،

گفت : بر مثال مقناطیس که آهن را کشد شیخ مرا جذب می کند و مفید خواهد کرد، ازینجا
زود تر می باید رفت، ازانجا بطرف دهلی رفتند و مدتی آنجا مقام کردند شیخ فخر الدین با
آن قلندران برای خاطر مطلوب مرافقت می نمود و سنگ جفای ایشان بسر میخورد
تا ازان مقام ملول گشتند، عزم سومنات کردند چون پنج روزه راه قطع کردند روز ششم
طوفان باد[5] غلبه کرد (۱۹ ب) و ایشان را از یکدیگر تفرقه کرد، هر یکی را بطرفی
انداخت، شیخ فخر الدین با یک شخص دیگر بجای افتادند و از دیگران جدا ماندند، راه
نامعلوم و حال نامفهوم می رفتند و در حسرت قطرات عبرات از دیده گریان و دل
بریان می ریختند و شیخ این ابیات دران ساعت فرموده

آن شاهد روح[1] انس و جان کو؟	آن مونس و غمگساره جان کو؟
وآن آرزوی همه جهان کو؟	آن جان جهان کجاست آخر؟
کان یار لطیف مهربان کو؟	حیران همه مانده ایم دوار[2]

هر دو همه شب برفتند، اثری از آبادانی ندیدند و از اصحاب بوئی نشنیدند، شب
تیره راه گم کردند، علی الصباح بدروازه دهلی رسیدند، ناچار و ناکام در شهر رفتند و
روزی دو سه درنگ کردند از اصحاب هیچ باب حالی معلوم نشد شیخ **فخر الدین**
با خود تدبیری اندیشید و شحنه تقدیر او را می کشید، آخر الامر باز عازم و جازم شد
که بخدمت مولانا **بهاء الدین** مراجعت کند، با یار قلندر مشورت کرد و از و موافقت
جست، او کمر مخالفت بست، یکدیگر را وداع کردند، زندیق در دهلی بماند و صدیق راه
ملتان پیش گرفت چون باز آن عارف یزدانی و آن صادق همدانی (۲۰ ا) به
خدمت عالم ربانی و کامل صمدانی **بهاء الدین زکریا ملتانی** پیوست و کمر ارادت

---

[1] عم (ص ۱۳۹) و عق : وان بجای آن - جان بجای روح ،
[2] عم : ودالہ ، در عق مصرعہ اول این طور است : با دل گفتم مرا نگوئی ،

وجد برو مستولی گشت، نظر کرد درمیان آن قلندران پسری دید که در حسن بینظیر و در بر عاشقان دلپذیر بود، جمالی که اگر نقاشان طرهٔ حسن او دیدندی متحیر شدندی، شهباز نظرش در پرواز دوم شکسته بال گردید و مرغ دلش در دام عشق گرفتار شد و آتش هوا خرمن عقلش بسوخت، دست کرد و جامه را از تن بدر کرد و عمامه را از سر فرو گرفت و بدان قلندران داد و فرمود بیت

چه[1] خوش باشد که دلدارم تو باشی ندیم و مونس و یارم تو باشی

چون زمانی بگذشت قلندران از همدان راهِ اصفهان[2] گرفتند، چون ایشان غایب شدند شوق بر عراقی غالب شد و حال برو دگرگون گشت کتابها را بدور انداخت و مجرد وار از عقب اصحاب روان شد، دو میل[3] راه برفت تا بایشان پیوست و این غزل آغاز کرد، بیت

(۱۱۹) پسرا رهِ قلندر بزن ار حریف مائی که[4] دراز و دور دیدم رہ کوی پارسائی

قلندران چون او را بدیدند خرمیها کردند و در حال او را بنشانیدند و موی از سر و روی او دور کردند و همرنگ خودش ساختند و شیخ فخرالدین در صحبت قلندران عراق عرب و عجم را در زیر قدم آورد، پس باهمین دوستان عزم هندوستان کرد، باتفاق آن جماعت، چون بشهر ملتان رسیدند بخانقاه سلطان المحققین مولانا بهاءالدین زکریا نزول کردند و بشرف دستبوس شیخ مشرف گشتند، مولانا بهاءالدین دران جمع نظر کرد، فخرالدین عراقی را آشنا دید، باشیخ عمادالدین که مقرب او بود گفت درین جوان استعداد تمام یافتم او را اینجا می باید بودن، و شیخ فخرالدین با اصحاب

---

[1] عم (ص۱۵۱) [2] بقول جمالی خراسان بجای اصفهان [3] بقول جمالی یک دو منزل (بجای دو میل)
[4] عم (ص۱۴۳) : که نماند بیش ما را سر زهد و پارسائی [5] جمالی: تا سیر کنان از نواحی خراسان بحدود ملتان رسیدند ؛

چغانه می زدند و بطرف خرابات بگذشت، همین می خواندند، چون باز بخدمت شیخ آمد گفت حال بدین موجب است باقی شیخ حاکم است، شیخ سوال کرد: چه شنیدی؟ باز گوی، گفت بدین بیت رسیدم مقطع

چو خود کردند راز خویشتن فاش
عراقی را چرا بدنام کردند

شیخ فرمود: کار تمام شد، برخاست و بنفس خود بر درِ خلوتِ فخرالدین برفت و گفت: عراقی مناجات در خرابات می کنی؟ بیرون آی، پس عراقی بیرون آمد و سر در قدمِ شیخ نهاد و گریه بروی مستولی شد، همچنان روی بر خاک نهاده بسیار می گریست، شیخ بدستِ مبارک خود سرِ او را از خاک برداشت، و دیگر او را بخلوت نگذاشت، و شیخ فخرالدین دران حال این غزل انشا کرد، بیت

ذکر کوی خرابات کسی را که نیاز است[1] هشیاری و مستیش همه عین نماز است

شیخ در حال خرقه از تنِ مبارک خود برکند و در و پوشانید و دخترِ[2] خود را در همان مجلس در حبالۂ نکاح او در آورد و دران شب عروسی کردند و شیخ فخرالدین بیست و پنج سال در خدمت شیخ می بود و از دختر شیخ او را پسری در وجود آمد کبیرالدین لقبش کردند،

و چون شیخ را وقت در رسید شیخ فخرالدین را بخواند و حلّ و عقد در تصرّف او نهاد و او را خلیفۂ خود ساخت و بعد ازان بجوارِ رحمت حق پیوست دیگر مریدان چون بدیدند که پیر او را ولیعهد و خلیفۂ خود ساخت حقد و حسد بر ایشان غلبه کرد اگرچه ظاهر نکردند امّا قومی را برگماشتند تا بحضرت سلطان رفتند و عرضه داشتند که

---

[1] عم (ص ۲۱)، [2] بقول جامی این دختر در حین حیات پدرش شیخ بهاءالدین وفات نمود، و شیخ خواست که دختر دیگر که بهتر از خواهر بود بحبالۂ او در آورد امّا پسر شیخ صدرالدین مصلحت چنین کار ندید و پدر را منع کرد،

او بر میان جان لبست شیخ فرمود: عراقی: از ما بگریختی؟ وی گفت بیت

از[1] تو نگریزد دلِ من یک زمان | کالبد را کَی بوَد از جان گزیر
دایۂ لطفت مرا در بر گرفت | داد بیش از مادرم صد گونه شیر

علی الفور[2] شیخ او را بخلوت نشاند و چون فخر الدین عراقی ده روز در چله نشست و در بر روی خلایق لبست روز یازدہم وجدی برو مستولی شد و گریه بروی غالب گشت و این غزل را انشا کرد و بآواز بلند برخواند مطلع

نخستین باده کاندر جام کردند | زچشم مست ساقی[3] وام کردند

مریدانِ پیر چون این بشنیدند بخندیدند و بخدمت شیخ دویدند و شیخ را از حال بیاگاہانیدند، چه سنّتِ این طائفه سنّتِ سلطان الاولیا شیخ شهاب الدین سهروردی قدس سرهٗ بود و شیخ بهاء الدین از جملۂ مریدان او بود۔

و چنین گویند که مولانا بهاء الدین پانزده سال بافادت درس مشغول بود و هر روز هفتاد مرد از علما و فضلا از وی استفادت می کردند و بعد ازان سفر حجاز کرده ببغداد آمد و بخانقاه شیخ شهاب الدین نزول کرد (۲۰ ب) و مرید آن بزرگوار شد این منزلت ازان عتبه یافت و سنّت[4] شیخ آن بود که بغیر تلاوت بکاری دیگر مشغول نشوند، منکران شیخ فخر الدین عراقی صورت واقعه بر سبیل انکار بخدمت شیخ بهاء الدین عرضه داشتند، شیخ فرمود: شما را منع است امّا او را منع نیست، چون روزی چند برین برآمد یک روز شیخ[5] عماد الدین در بازاری گذشت دید و شنید که این غزل را اہل عشرت با ساز و ترانه باز می گفتند و بدان

---

[1] عم (ص ۱۰۱) [2] دولت شاه (ص ۲۱۶) این قصه را بطور دیگر بیان نموده، [3] عق: خوبان
[4] نفحات (۵۴۲ ۲۶) چه طریقه ایشان در خلوت جز اشتغال بذکر یا مراقبه امری دیگر نمی باشد،
[5] در نفحات (ص ۵۴۲ سطر ۲۳) و مراة الخیال نامش مذکور نیست ؞

روانه شد، سلطان بنفس خود عقب ایشان روان شد، هنگام پا در رکاب کردن از مرکب خطا شد و بیفتاد، اندک زحمتی بپای او رسید، بنا بر شگونِ بد مراجعت کرد و قومی را از اکابر با مال و نعمتِ بی پایان در عقب شیخ روانه کرد و فرمود که چون به فخرالدین رسید صورتِ حالِ مرا باز گوئید پس جهد کنید تا مراجعت کند اگر قبول کرد فبها و الّا این نذور تسلیم خادمانِ وی کنید تا زادِ خود و مریدان کند، اصحاب سلطان براهی رفتند و آن قوم براه دیگر منازل قطع می کردند تا بقافلهٔ حاج رسیدند و احرام بستند و زیارت کعبه کردند و حج بگزاردند، گویند عراقی این قصیده را در وقتی که احرام بسته بود انشا کرد ؎

ای جلالت[1] فرشِ عزت جاودان انداخته

گوی در میدانِ وحدت کامران انداخته

و این قصیدهٔ دیگر وقتی گفت که نظرش بر جمالِ کعبه افتاد

؎ تعالیٰ من توحّد بالکمالِ[2] تقدّس من تفرّد بالجلالِ[3]

؎ حبذا صفهٔ بهشت مثال که بود[4] همانش صفِ نعال

پس از انجا روی بمدینهٔ حضرت رسالت نهادند و از ان سعادت مستفید گشتند، گویند که چون شیخ فخرالدین بمدینه رسید شب آنجا توقف کرد و این پنج قصیده منظوم ساخت

(۲۲ ب) مطلعِ قصیدهٔ اوّل اینست

عاشقان[5] چون بر درِ دل حلقهٔ سودا زنند

آتشِ سودای جانان در دلِ شیدا زنند

---

[1] عم (ص۲) : جمالت ، [2] آ ،ر (بحذف بل) مصرعهٔ اوّل را مصحف (تعالیٰ من) توحد بل کمالی نوشته ،
[3] عم (ص۳۱) : والجمال ، آ : بل جلالی ، [4] (ص۲۶) آ ، عق : برترین
[5] عم ص۶ ٭

که این مردی که شیخ او را خلیفهٔ خود ساخت سنّت شیخ خود را بجانمی آرد، دایم بشعر مستغرق است و خلوتِ او با امرد انست، سلطان خود بغض این طائفه در دل داشت چون مجال یافت تیغ انتقام از نیام برکشید و در حال کس بطلب آن جماعت فرستاد و ازین طرف شیخ فخرالدین حی علی الوداع بر حلقهٔ اجماع زد و ندای رحیل در داد و مفارقت اصحاب در پیش گرفت و ازان معنی که قصد کرده اند غافل، در موافقت و موانستِ او قومی (۲۱ ب) از اخوانِ صفا و خُلّانِ وفا کمر موافقت بستند، چون عزم جزم شد پس باتفاق این طائفهٔ بی ریا براه دریا عنان عزیمت[1] برتافتند و بکشتی نشستند و بطرف عدن بیرون رفتند،

این خبر بسلطانِ عدن رسانیدند و سلطان عدن معتقدِ او بود از سببِ اخبار و اشعار او دران بقعه منتشر شده بود و حالات او معلوم گشته، سلطان استقبالِ او را سعادتِ خود دانست، با جماعتی از اکابر برنشست و شیخ فخرالدین را درمیانِ راه دریافت، بعد از مصافحه و معانقه دست دادن شربتهای معطّر آوردند، شاهِ عدن این طائفه را بدست خود شربت داد جنیبت خاص سلطانی درکشیدند تا شیخ فخرالدین عراقی سوار شد و اصحاب او را نیز سوار گردانیدند و با هزار اعزاز و اکرام ایشان را در شهر آوردند و در خانقاهِ خاص سلطان جا دادند، و خدمتهای مناسب کردند و علما و صلحا و متصوفه که دران شهر بودند همه بمجلس شیخ حاضر می شدند و نقد خود بر محکِ امتحان می زدند،

چون مدّتی برین گذشت موسمِ زیارتِ کعبه نزدیک شد، شیخ از سلطان رخصتِ حج طلبید، در ناصیهٔ او اثر رضا ندید، بی اجازتِ او توکّل برحق کرده با متوکّلانِ[2] خود روی در راه آورد، سلطان را معلوم کردند (۲۲ ا) که شیخ فخرالدین با اصحاب

---

[1] ا: صوب بجائی عزیت، تصحیح از روی م کذا

نهاد و گفت: ای فخرالدین عراقی سرّ سخن مردان آشکارا کردی، و لمعات بحقیقت لُبِّ فصوص است،

و شیخ فخرالدین اکثر مردمِ بلادِ روم را مسخّر کرد و بسیار کس مرید و معتقدِ او گشتند، و از جمله معتقدان شیخ عراقی یکی امیر معین الدین بود که اعتقاد تمام داشت و بارها بشیخ فخرالدین گفت که موضعی اختیار کن تا مقامی بسازیم و خانقاهی پدید آریم، شیخ نهی می نمود و فارغ البال مشغول می بود تا عاقبت در توقات خانقاهی[1] بساخت

گویند روز (ی) امیر معین الدین* بخدمت شیخ آمد و زری[2] چند بیاورد، شیخ قبول ننمود و امیر بسبیل عتاب گفت: شیخ! مارا خدمتی نمی فرمائی و التفات نمی نمائی، شیخ بخندید و گفت: ای امیر مارا بزر نمی توان فریفت، بفرست و حسن قوّال را بما رسان، و این حسن قوّال در حسن بینظیر بود و در لطف دلپذیر، و خلقی داغ عشق او بر دل نهاده و بسودای او خان و مان بباد داده بودند، امیر معین الدین چون بشنید که شیخ را خاطر متعلق حسن الدین قوّال است فی الحال کس بطلب او فرستاد، چون آن شخص پیش حسن قوّال شد و احوال بگفت قریب هزار مرد از عاشقان حسن قوّال گرد شدند و دست بسلاح کرده منع نمودند، آن شخص که بطلب او رفته بود بترسید مراجعت کرد و صورت حال (۲۳ ب) بر امیر معین الدین عرضه داشت، امیر معین الدین در غضب شد و کس فرستاد که هزار درخت بزنید و آن هزار مرد را بر دار کنید و حسن قوّال را زود فرستید، چون پنج شش درخت بزدند از عاشقان اثر ندیدند و جمله فاسقان بگریختند، پس حسن قوّال را روانه کردند، چون خبر بشیخ رسید که حسن قوّال نزدیک آمد عزم استقبال کرد، تمامت اکابر موافقت

---

[1] در آ حذف شده، صاحب نفحات (ص ۴۳ سطر ۱۴) هم گفته است که معین الدین پروانه بجهت شیخ در توقات خانقاهی ساخت [2] تا: نذری

مطلع دوم

شہبازم[۱] و چو صید جہان نیست[۲] درخورم ناگہ بود کہ از کفِ ایام بر پرم

مطلع سوم

ای رخت مجمع خیال[۳] شده مطلع نورِ ذوالجلال شده

مطلع چہارم

راه[۴] باریکست و شب تاریک و مرکب لنگ و پیر
ای سعادت رُخ نمای و ای عنایت دستگیر

مطلعِ پنجم

دل[۵] ترا دوست تر ز جان دارد جان ز بہرِ تو در میان دارد

پس روضۂ مطہر آن سرور را وداع کرد و ازان جماعت کہ ہمراه او بودند سہ شخص آنجا مجاور شدند باقی ہمراه شیخ مراجعت نمودند،

و شیخ فخر الدین عراقی تمامت اقصای روم را طواف کرد تا بخدمت خلاصۂ اولیا شیخ صدر الدین **قونوی**[۵] قدس اللہ سرہ رسید، جماعتی درخدمت شیخ **فصوص** بحث می کردند و شیخ **فخر الدین** استماع می کرد و از **فصوص** مستفید می شد و تمامی فصوص را استماع کرد و **فتوحاتِ مکی** را بخواند و شیخ **صدر الدین** را محبتی و اعتقادی در حق شیخ فخر الدین بہم رسید و روز بروز مہر او نسبت بفخر الدین زیاده تر می شد و شیخ عراقی در اثنای کہ فصوص می شنید **لمعات** را می نوشت چون تمام بنوشت بر شیخ عرض کرد، او تمام بخوانده (۲۳ ا) پس بہ بوسید و بر دیده

---

۱ عم (ص۲) : شہکار ۲ عم (ص۹) : جمال ۳ عم (ص۲) ۴ در عم (ص۱۱) این قصیده را دارد مگر عنوانش این است (فی مدح شیخ صدر الدین، آنا درعق) وله ایضاً فی مدحه (قصیدۂ ما قبل بمدح عزّ الدین محمد حاجی قدس سره ہست)،

۵ آ : قونویہ، تر : قونوسہ، بقول جامی شیخ صدر الدین خلیفہ شیخ محی الدین بن عربی بود،

و بعد از مدتی از شیخ اجازت خواست و بمقام خود مراجعت کرد،

آورده اند که یک روز امیر معین الدین در خانقاه آمد، و شیخ را طلب کرد حاضرین گفتند که ہمین زمان از طرفِ دروازه بدر رفت، امیر نیز از طرف دروازه بدر رفت، ناگاه دید که طفلی چند ریسمان در دہن شیخ کرده بودند و شیخ سرِ ریسمان بدندان محکم گرفته بود و خود را منقاد ایشان ساخته بود، زمانی بردوش شیخ می نشستند، و ساعتی ازین طرف بدان طرف می دوانیدند، چون کوکبه و عظمتِ امیر بدیدند بترسیدند و بگریختند، امیر از حسن اعتقادی که داشت منکر نشد اگرچه جماعتی (۲۴ب) از سرِ حسد طعن کردند، امیر ایشان را برنجانید و باز درخدمت شیخ بخانقاه آمد،

گویند یک روز امیر بر[1] طرفِ میدان می گذشت، دید که شیخ چوگان در دست گرفته و درمیانِ پسران ایستاده و دل راگوی خمِ چوگانِ زلف ایشان کرده، امیر بشیخ گفت: ما از کدام طرف باشیم، شیخ گفت از آن طرف، اشاره براه کرد، امیر روان شد و برفت،

وہمچنین گویند روزی شیخ بامداد و پگاه از خانقاه بیرون رفت و شب باز نیامد، و روز دویم نیز باز نیامد، امیر و اصحاب متغیر شدند، ہمه نواحی شهر گشتند، اثری نیافتند، و ہیچ گونه خبری نشنیدند، از ہر طرفی مردم دوانیدند، روز سوم خبر رسید که شیخ در دامنِ فلان کوه میگردد، اصحاب دوان شدند، امیر نیز روان شد، تا بشیخ رسیدند، شیخ را دیدند که یکتا[2] پیرہن پوشیده و سر و پا برہنه درمیان برف چرخ می زد و شعری می گفت و عرق کرده بود و این ترجیع را دران روز گفته بود می خواند بیت

در[3] جام جهان نمای اوّل — شد نقش ہمه جہان ممثّل

بعد از زمانی امیر پرسید و او را برگرفت و بشهر آمدند، امّا شیخ ہمچنان درجوش بود،

---

[1] در ت بر را حذف کرده، [2] ت: یک ته [3] ع ص ۱۱،

کردند، و امیر معین الدین نیز موافقت نمود، چون میانِ ایشان ملاقات شد، حسن قوّال و یارانِ او و آن عظمت بدیدند متحیّر بماندند، شیخ فخرالدین پیش رفت و برحسن قوّال سلام کرد و او را درکنار گرفت و شربت بخواست و او را و یارانِ او را بدستِ خود شربت داد و پس حسن قوّال پیش رفت و برامیر معین الدین سلام کرد و زمین بوس کرد و امیر او را بپرسید و با وی لطفها کرد و گفت: این جماعت استقبال تو کردند، در خاطر تو چیست؟ کجا نزدل خواهی کرد؟ گفت آنجا که شیخ فخرالدین اشارت فرماید، و زمین ببوسید و باز پس رفت، پس از آنجا مراجعت کردند، چون بشهر رسید شیخ در خانقاه موضعی معین کرد که حسن قوّال با اصحاب خود آنجا فرود آیند، چون روزی چند بیاسودند سه روز بپای سماع کردند شیخ لبی[1] اشعار خوب درین سه روز انشا فرمود، از انجمله (۲۴ ا) یکی این غزل بود

عشق[2] سیمرغیست کو را دام نیست | در دو عالم زان نشان و نام نیست

و همدران ایّام این غزل نیز انشا فرمود

سازِ طرب عشق که داند که چه سازست
کز زخمهٔ[3] او نُه فلک اندر تگ و تازست

روزی جماعتی حاضر بودند که حسن قوّال درآمد و بر آستانهٔ خانه بنشست، چون شیخ فخرالدین نظر کرد او را در آستانه دید او نیز برفت و بر موافقت او آنجا بنشست، امیر نیز موافقت کرد و اکابر نیز غلبه کردند، شیخ دستِ حسن بگرفت و بجای خود رفت و در جنب خودش بنشاند، گویند که حسن قوّال مالی بیحد و عد حاصل کرد

---

[1] ر: لبعی، [2] عم (ص ۲)، [3] عم (ص ۲)،

خواجه بودند،

چون بشهر توقات رسید بیرون شهر فرود آمدند، مولانای معظم امین[1] الدین عزم شهر کرد و بوقت غروب بخانقاه شیخ رسید، اسپ را بخادم سپرد پس بزاویهٔ شیخ رفت شیخ باداي نماز مغرب مشغول بود، مولانا امین[2] نیز بنماز مشغول شد، چون فارغ شدند بر یکدیگر سلام کردند و بعد از مصافحه و معانقه یکدیگر را پرسیدند، همدیگر را شناختند بنشستند و سخن در سیر و سلوک راندند، سخن میان ایشان دراز کشید و بغایتی رسید که چهار دانگ از شب بگذشت ایشان هنوز مشغول بودند، چون از سخن سلوک فارغ شدند شیخ فخر الدین گفت: ما چنان شیفتهٔ لقای تو گشتیم و آشفتهٔ کلام تو شدیم که ما را در خاطر نگذشت که چیزی خوردنی ترتیب بکنیم، مولانا امین الدین گفت: با من از ماکولات چیزی هست، از خادم خرجین بخواست و سرش بکشاد و پارهٔ حلوا و کلیچه درمیان آورد و بذوق تمام بخوردند پس نماز عشا (۱۲۶) بگذاردند و زمانی آسائش کردند، مولانا معین الدین تا سه روز آنجا مقام ساخت، لحظه بلحظه از مکالمه و مشاهدهٔ یکدیگری آسودند و از دنیا و مافیها فراغت می نمودند،

روز چهارم مولانا امین الدین بخدمت خواجه رفت و خواجه با او گفت: مگر از ما ملول شدی که سه روز است تا غیبت نمودهٔ، مولانا امین الدین گفت: معاذ الله! اما بخدمت شیخ فخر الدین عراقی رفته بودم و بصحبت او رسیده و از مشرب او شربتها چشیدم و سخنها شنیدم که در عمر خود[3] از کسی ندیده و نشنیده بودم، اگر نه اشتیاق خواجه و یاران غالب شدی سه روز نه که سه سال بلکه همه عمر در صحبت او بسر بردمی و از و مفارقت نجستمی، خواجه گفت: ما را واجب است بخدمت چنین بزرگی رسیدن، مصلحت چیست؟ ما برویم بخدمت او یا او را طلب کنیم؟ مولانا امین الدین گفت:

---

[1] ت: ولکرم [2] ت: امین الدین [3] ت: هرگز از

پیاده بازگشت و سوار نشد، امیر نیز پیاده شد، شیخ منع کرد و امیر را روانه کرد و خود پیاده از عقب روان شد و بشهر آمد،

مدّتی حال (۲۵ ا) فخرالدین ورانجا بدین نمط می گذشت، تا در حضرتِ سلطنت امیر معین الدین را طلب داشتند و دولت بمحنت مبدّل گشت، و امیر دانست که حال دگرگون شد، در شب بخدمتِ شیخ رفت و انباجه[۱] از جواهر[۲] از لعل و یاقوت و پیروزه و دانهای مروارید باخود[۳] برد و درخدمت او بنهاد و گفت: آنچه در عهدِ خود از ممالک روم حاصل کرده ام اینست، حالا مرا طلب کرده اند و احوال خود متغیّر می بینم وقت رحلت است، شیخ چشم را پرآب کرد، امیر نیز بگریست وبعد از تضرّع بسیار گفت: شیخ را معلوم است که فرزندِ دلبندِ من در مصر دربند ست اگر شیخ بعد از وفاتِ من بدان طرف گذری کند و در خلاصی او سعی کند و بعضی ازین جواهر صرف کند و اگر ممکن باشد او را خلاص کند و او را یک نفس از خود جدا نکند و خرقهٔ کهنه درپوشاند و نگذارد که ضائع شود و این امانت را بهرچه که شیخ مصلحت داند صرف کند، شیخ آنرا بطرفی بینداخت، امیر بوسه بر پای شیخ داد و شیخ را وداع کرد و بجائی[۴] خود رفت،

روز دیگر امیر معین الدین را ببردند برفت و باز نیامد، مدّتی بگذشت، حکم یرلیغ بنفاذ پیوست که صاحب معظّم، بانی الخیرات فی العالم، قامع البدعه والقلم (کذا) خواجه شمس الدین صاحب دیوان (۲۵ ب) الجوینی طاب ثراه برود و خرابی و آبادانی روم باز بیند وضبط اموال و املاک امیر معین الدین بکند، ومولانای معظّم علّامة[۵] العالم شمس الملّة والدّین عبیدی نورالله مضجعه وممتاز الملوک والسلاطین مولانا همام الدین وسلطان المحققین امین الحق والدین حاجی ملّة قدس الله روحهما[۶] درصحبت

---

[۱] آ: انباجه [۲] تا: جواهری [۳] آ: باجای [۴] تا: علامه [۵] آ تا [۶] آ تا: روحها

ہیچ نوع ممکن ندیدند و روز چہارم شیخ فخرالدین انبانچہ را (۲۷ ا) برداشت و بدر سرای سلطان رفت و بارخواست حاجبان در رفتند و سلطان را معلوم کردند، فرمود حالِ او تفتیش کنید اگر سلاح داشتہ باشد از وجدا کنید و او را در آورید، تفحص کردند و او را از سلاح مجرّد یافتند و او خود مجرّد ازلی بود، پس شیخ را بحضرت سلطان بردند،

سلام کرد و انبانچہ بنہاد و خود باستاد، سلطان در وی نظر کرد و دانست کہ مردی بزرگست، او را بنشاند و سوال کرد کہ این چہ انبانچہ است، گفت: امانتی است مرا معلوم نیست، سلطان اشارت کرد تا بکشودند و بر ریختند، خزمن جوہری دید کہ قیمت آن ہیچ وجہ ممکن نبود، سلطان بکرّات در شیخ نظر کرد و در جواہر نظر کرد، احوال بپرسید، گفت: این امانتِ امیر معین الدین است و احوالِ من اوّلہ الی آخرہ تمام بگفت و در درونِ سلطان این فکر می گردید کہ عجب کہ این شخص این ہمہ تحفہ برداشت و پیش من آورد و بجہت خود نبرد، شیخ فخرالدین از تصفیۂ باطن دانست کہ سلطان در چہ فکرست، در سخن آمد و در تفسیر قُلْ مَتَاعُ الدُّنیا قلیل والاٰخرۃ لِمَنِ اتَّقیٰ ولا تُظلَمُونَ فَتِیلاً[1]، چندان کلمات براند کہ سلطان متحیّر شد از مسند بزیر آمد و پیش شیخ فخرالدین بنشست و مستمع کلام او شد،

گویند کہ سلطان آن روز چندان (۲۷ ب) بگریست کہ در ہمہ عمر خود نہ گریستہ بود، پس فرزندان امیر معین الدین را بیرون آورد و بنواخت و موضعی شہر بند کرد و حکم کرد کہ دو شخص ملازم او باشند و ہر روزہ صد درم بدو می دادہ باشند و ہر التماسی کہ داشتہ باشد عرضہ دارد و شیخ فخرالدین را شیخ الشیوخ مصر کرد و فرمود تا ہمان روز منادی کردند کہ شیخ الشیوخ شیخ فخرالدین است و بامدادان

[1] قرآن مجید ۴ (سورۂ نسا) : ۷۷،

بهتر آن باشد که استری بفرستیم با خلعتی خاص تا او بر استر نشیند و تشریف بیاورد،
همچنان کردند، چون شیخ عراقی بنزدیک ایشان رسید استقبال او را واجب دیدند[1]
چون ملاقات واقع شد مولانا امین الدین در پیش آن جمع بود شیخ بدو فرمود: اِنْ هِیَ
اِلَّا فِتْنَتُكَ[1] امّا طریقی باید ساخت که ما را کشتی[2] نیفتد و زودتر مراجعت کنیم و چون
بنشستند واز (۲۶ ب) هر نوع کلمات راندند آخر در بحث سلوک افتادند،
شیخ فخر الدین در سخن گرم شد و بجائی رسید که گریه بر خواجه غالب شد، قطرات اشک
از چشمش روان گردید، شیخ فخر الدین تا نزدیک نماز عصر آنجا بود پس برخاست و مراجعت
کردند[3]،

در خبر است که جمعی از حاسدان بآستان سلطنت نشان رفته بودند و عرضه داشتند
که امیر معین الدین خزائن عالم را بشیخ فخر الدین عراقی سپرده و هر چه بدو منسوبست
از نقد و جنس او می داند و فیغوراهی[4] (؟) در وقت رخصت اول سخنی که با خواجه
گفت سخن عراقی بود و قومی را تعیین کرده بودند تا بگرفتن فخر الدین فرستند، خواجه
پیش از آنکه آن قوم بشیخ رسند فرستاد و شیخ را اعلام داد که حال برین صورت عرضه
داشته اند، اعراض واجب است و فرار لازم،

شیخ فخر الدین از آن بقعه ملول بود، چون ازین نوع مقالات بسمع او رسید
فی الحال برخاست و انبانچه برداشت و دو شخص دیگر از یاران اختیار کرد و بر
همان استر که خواجه داده بود سوار شد و آن دو شخص نیز سوار شدند و بطرف
یثرب روانه شد و از آنجا بمصر رفتند و در خانقاه صالحیه فرود آمدند، سه روز برآسودند[5]
و در میان شهر تفتیش پسر امیر معین الدین می کردند و در خلاص او تدبیری می جستند،

---

[1] قرآن مجید، (الاعراف): ۱۵۴، [2] آ: کشتی: تم حذف کرده، [3] تا: کرد
[4] تا: فیعورای [5] آ: تا،

گفت، اگر چرم بدندان نگیریم نان نیابیم که بدندان بخاییم، شیخ سوال کرد از پدر او که پسرت
هر روز چه مقدار کار کند گفت: هر روز چهار درم، شیخ فرمود که هر روز هشت درم بدهم
تا او این کار[1] نکند شیخ هر روز برفتی و بر دکان کفشگر بنشستی و فارغ البال در
روی او نظر کردی و اشعار خواندی و گریستی (۲۸ ب) و اشک از دیدهٔ او خالی
نبودی، مدّعیان این بسلطان رسانیدند، از ایشان سوال کرد که این پسر را بشب
یا بروز با خود می برد یا نه؟ گفتند نه، گفت: با وی در دکان خلوتی می سازد؟ گفتند
نے، دوات و قلم خواست و بنوشت که هر روز پنج دینار دیگر از انچه وظیفهٔ شیخ فخرالدین
است زیاده بدهند، و بخادمانِ شیخ برسانند، و بقاصدان داد که این بدیوان وقف
برند،

ایشان بستدند و به تعجیل برفتند و تصوّر ایشان آنکه عزلِ مایه ایست، چون
بدیوان رفتند و صورتِ حال بدیدند نومید شدند و دیگر مجال طعن نداشتند،
روز دیگر چون بحضرتِ سلطان رسید سلطان او را پرسید و عذرها خواست که
چنان استماع افتاد که شیخ را در دکان کفشگر خرجی هست آن محقّر را بجهتِ آن
معیّن کردیم، باقی شیخ می داند، اگر خواهد آن پسر را بخانقاه برد، شیخ گفت: ما
را منقادِ او می باید بودن، بر وحکم نتوانیم کرد،

گویند که شیخ فخرالدین هر وقت خواستی که بحضرت سلطان رود او را راه بودی و
سلطان با خادمان مقرر کرده بود که اگر در حرم باشد او را معلوم کنند تا بیرون آید و اگر
در خواب باشد بیدارش کنند،

گویند شیخ فخرالدین مدتی آنجا بود پس قصدِ دمشق کرد و برخاست و عزم کرد و
سلطان را معلوم گردید، (۲۹ ا) شیخ را بخواند و منع کرد، شیخ در کلمات آمد و

---

[1] نفحات (ص۵۴۴ سطر۱) گو او این کار، آ ح: برخاست،

اجلاس او خواهد بود، باید که متصوفه و علما و اکابر بدرگاه حاضر آیند،

بامداد و شش هزار صوفی بدرگاه حاضر آمدند، سلطان فرمود تا جنیبت خاص در کشیدند و شیخ فخرالدین را خلعت در پوشانیدند و طیلسان فرو گذاشتند و حکم شد که بغیر از وکسی سوار نشود، باقی اصحاب از امرا و اکابر پیاده در رکاب بروند، همچنان کردند، و چون فخرالدین آن عظمت بدید با خود اندیشید که هیچ کس را درین روزگار اینچنین حالی[1] بوده باشد، نفس بر وی مستولی شد علی الفور خلاف نفس کرد، دست کرده طیلسان و دستار از سر فرو گرفت و در پیش زین نهاد و زمانی بایستاد و باز بر سر نهاد، حاضران چون آن حال مشاهده کردند بخندیدند و زبان طعن بر کشیدند که اینچنین کس چگونه لائق شیخ الشیوخی باشد، قومی گفتند دیوانه است، بعضی گفتند مسخرهٔ باری باتفاق تحسین[2] تحمیق (۲۸ ا) او کردند، وزیر گفت: یا شیخ لما فعلت هذا؟ گفت دانت ما تعرف الحال؟ منهیان این خبر بسمع سلطان رسانیدند، روز دیگر سلطان شیخ را بخواند و ازان حالت استفسار کرد که موجب چه بود که این چنین کردی، بگفت: نفس بر من مستولی شده بود، اگر چنین نکردمی خلاص نیافتمی، بلکه در عقوبت ماندمی، اعتقاد سلطان بدو زیاده تر شد، وظائف او را مضاعف کرد،

و شیخ فخرالدین را همه روزگار آن بودی که در بازارها گردیدی و در هنگامها طوف کردی، روزی در بازار کفشگران می گذشت، نظرش بر کفشگر پسری افتاد، مقید او شد، پیش رفت و سلام کرد، و از کفشگر سوال کرد که این پسر کیست؟ کفشگر گفت: پسر منست، شیخ دست کرد و لبهای[3] پسر بگرفت* گفت: ظلم نباشد که این چنین لب و دندان با چرم خر مصاحب باشد، کفشگر گفت: ما مردم فقیریم و حرفت ما

---

[1] م: حال شده [2] آ: تجهید، م: بجهد [3] نفحات (ص ۵۴۴ سطر ۸): شیخ جبهای پسر اشارت کرد،

ست، پنج روز نخفت، روز ششم بیماری که هشتم شهر ذی قعده بود و ششصد و هشتاد[1] و هشت سال از هجرت حضرت رسالت گذشته و سن شریف آن بزرگوار بهشتاد و هشت رسیده که پسر و اصحاب را بخواند و آب در دیده بگردانید و ایشان را وداع کرد و این آیت بخواند که یوم یفر المرء من اخیه و من صاحبته و بنیه لکل امرء منهم[2] یومئذ شان یغنیه و این رباعی بگفت رباعی

در سابقه چون قرار عالم دادند	مانا که نه بر مراد آدم دادند
زان قاعده و قرار کانروز افتاد	نه بیش بکس وعده[3] و نه کم دادند

بعد از ادای این دو بیت کلمهٔ طیبهٔ شهادت بر زبان راند و از بقعهٔ فنا بعالم بقا خرامید، مدفن آن بزرگ دین در جبل صالحیهٔ دمشق است و فرزندش (۲۰ ا) کبیرالدین نیز در نزدیک او و در جوار شیخ محی الدین عربی[4] آسوده است[5]،

اشعار عاشقانه و ابیات عارفانه آن انگشت نمائی کوی ملامت از قصیده و غزل دو هزار و هفصد بیت است، و سوای این منظومات هزار بیت دیگر مثنوی بطرز حدیقه برشتهٔ نظم درآورده، و دران میان غزل گوئی فرموده، این ضعیف برسم تیمن و تبرک چند بیت ازان مثنوی و ترجیعی که آن مست می خانه الهی بروش ساقی نامه

---

[1] دولت شاه (ص۲۱۶ سطر ۱۲): و در شهور سنه تسع و سبعمائه در عهد دولت سلطان محمد خدا بنده ..... بجوار رحمت حق پیوست، هشتاد و دو سال عمر یافت، اما رجوع کنید به حواشی [2] قرآن مجید ۸۰ (عبس): ۳۴: [3] تر: دادند، عم (ص۱۶۵) و هند (بجای وعده)، نفحات (ص۵۲۵ سطر ۲) قسمت (بجای وعده که نسخه حاشیه است) ،درمراة الخیال مصرعهٔ ثانیه این طور است: نی بیش بکس ز وعده نی کم دادند، [4] آ تر: اعرابی (بجای عربی)، نفحات (ص۵۲۵ سطر ۳): وقبر وی در قفای مرقد شیخ محی الدین بن العربی است ..... در صالحیهٔ دمشق و قبر فرزند وی کبیرالدین در پهلوی قبر وی رحمة الله، دولت شاه (ص۲۱۶ سطر ۲۰) و در قدم ..... شیخ محی الدین آسوده است ولیکن جامی می گوید که "قبر او به پهلوی حضرت شیخ محی الدین بن عربی است چنانچه این درویش در صالحیهٔ دمشق که محلهٔ او خوشهوا است بزیارت این بزرگان مشرف گشته ام ..... و قبر شیخ اوحدالدین کرمانی نیز همدران بقعه است"

رضای سلطان حاصل کرد سلطان را وداع کرد و روان شد، سلطان گفت: چندان توقف کن که ترتیبی معین کنم، شیخ درنگ نکرد، سلطان گفت: کبوتری روانه کنند تا منزل بمنزل از برای مقدم شیخ نزلی[1] ترتیب کنند، و بملک[2] الامرا نوشت که شیخ فخرالدین می رسد، می باید که جماعتِ علما و مشایخ و اکابرِ دمشق مقدم همایون او را تلقّی نمایند و او را شیخ الشیوخ آن بقعه دانند و مقرّری که اینجا بخادمان او می رسید آنجا نیز بهمان قرار بدهند، چون شیخ بنزدیک دمشق رسید ملک الامرا را معلوم شد، منادی فرمود تا جمله امرا و اکابر مشایخ استقبال کنند، تمامتِ اهل شهر بارادتِ خود بیرون رفتند، چون شیخ فخرالدین رسیدند ملک الامرا را پسری بود پس باجمال و درحسن بدرجۀ کمال، شیخ را چون نظر بروی افتاد دل از دست بداد و برفت و پیش از همه سر در قدمِ آن پسر نهاد و پسر نیز سر در قدم شیخ نهاد و ملک الامرا نیز باپسر موافقت کرد، آنجا نیز اهل دمشق طعن کردند، امّا مجال نطق نداشتند،

چون شیخ در دمشق مقام کرد و شش ماه بگذشت فرزند او کبیرالدین بیامد، اگرچه او بجای شیخ بهاءالدین زکریا نشسته بود امّا هر روز احوال پدر می پرسید (۲۹ ب) و بارها قصد رفتن کرد، ملازمانش او را منع کردند، تا آن کسان که مانع بودند یک شب مجموع شیخ بهاءالدین را در واقعه دیدند که گفت: کبیرالدین را درین مقام رزق بسر آمد، او را روانه کنید و از رفتن منع مکنید، بامداد جمع شدند و آنچه دیده بودند بایکدیگر بگفتند، و کبیرالدین را اجازت دادند، کبیرالدین ایشان را وداع کرده روان شد، و منازل قطع کرد تا بخدمت پدر رسید و مدّتی باهم بسر بردند،

بعد از مدّتی شیخ فخرالدین را اندک عارضه پیدا شد و بر روی او ماشرا ظاهر

---

[1] آ: بزلی [2] نفحات ص ۶۰۵ سطر ۱۸ بملک الامرا، شام

می نخورده شده بوئی مست | دوست نادیده دل بدلوه زدست
بنده[1] یار منتظر مانده | نمک شوق بر دل افشانده
بار محنت کشیده چون ایّوب | زهر فرقت چشیده چون یعقوب
نظر جان ز جسم بگسسته | صدق میعاد باز دانسته
کرده از جان بسوی کویش روی | لیس فی جبّتی سوی اللّه گوی
جان انا الحق زنان و تن بردار | فارغ از جنّت و گذشته ز نار
عَلَم[2] اتحاد بربسته | لشکر آز و خشم بشکسته*
بن[3] و بیخ خیال برکنده | گشته آزاد و هیچسان بنده

ترجیع[4] بند شیخ عراقی علیه الرحمة والمغفرة

(۱)

در میکده با حریف قلّاش | بنشین و شراب نوش خوش باش
از خطِّ خوش نگار بر خوان | سرّ دو جهان ولی مکن فاش
(۱۲) بر نقشِ نگار فتنه گشتم | زان روی نمی رسم بنقّاش
تا با خودم از خودم خبر نیست | با خود نفسی نبودمی کاش
مخمور میم بیار ساقی | نقل و می از آن لب شکر پاش
در صومعها چو می نگنجد | دُردی کش و می پرست و قلّاش

---

[1] عق وعم: برده [2] در عم حذف کرده [3] در عق بعدش ایزاد کرده: جنّت قرب جای ایشانست / نور رضوان صفای ایشانست [4] در عق ازین بندها فقط نمره ۱ تا ۱۳ هست، نمره ۱۲ را حذف و یک بند دیگر را پیش از نمره ۱ افزوده، باقی بندها ازین نسخه ضایع شده۔ - در عم (ص۵۶) نیز این بند را که عق افزوده است دارد، اما بند نمره ۱ را حذف کرده،

منظوم ساخته درین اوراق پریشان بر بیاض برد تا تالیف این کمترین از زمین باطن آن مطلع ارباب یقین منظور نظر اصحاب هنر گردد

من مثنوی کاشفِ اسرار سبحانی عارف [و] عاشقِ ربانی

فخرالدین ابراهیم همدانی

از عراقی سلام بر عشّاق | آن جگر خستگانِ تیغِ فراق
آن غریبانِ منزلِ دنیا | آن عزیزان جنت الماویٰ
محرمانِ سراچهٔ قدسی | لوح خوانانِ سرِّ نه کرسی
[سالکانِ طریقهٔ[1] علیا | راه دارانِ جادهٔ سفلی]
زنده جانان مرده در غمِ یار | مست حالان جان و دل هشیار
پادشاهانِ تخت روحانی | غوطه خوارانِ بحرِ نورانی
شاه بازانِ در قفس مانده | پیش بینان باز پس مانده
(۳۰ ب) از حدودِ وجود گم گشته | وز عقول و نفوس بگذشته
بکسی شان ز دوست پروانه | سوخته چون ز شمع پروانه
همچو پروانه ز اشتیاقِ رخش | خویشتن را فگنده در آتش
در رهِ دوست پا ز سر کرده | ابجدِ عشق را ز بر کرده
[چون[3] ز کتاب[2] سر جیفه شده | بر سریر صفا خلیفه شده]
یارِ خود دیده در پسِ پرده | تن بجان مانده جان فدا کرده

[1] عم (ص۲۰۹) : درد، [2] در آ و تا نیست، از عق و عم ایناد کرده شده،
[3] در آ و تا حذف شده است، از عق و عم ایزاد کرده شده، -

در بندِ خودم بیار ساقی
آن می که رهاندم ز خود باز
عمریست کز آرزوی آن می
چون جام بمانده ام دهن باز
گفتی که بجوی تا بیابی
اینک طلب تو کردم آغاز
در میکده می کشم سبوئی
باشد که بیابم از تو بوئی

(۴)

ساقی بده آبِ زندگانی
اکسیرِ حیاتِ جاودانی
می ده که نمی شود میسّر
بی آبِ حیات زندگانی
هم خضر خجل هم آبِ حیوان
چون از خط و لب شکرفشانی
گوشم چو صدف شود گهرچین
آندم که ز لعل دُر چکانی
(۱۳۲) شمشیر بکش بکشتنِ ما
کز ناز و کرشمه درنمانی
هر لحظه کرشمهٔ دگر کن
بفریب مرا چنانکه دانی
در آرزوی لب تو بودم
چون دست نداد کامرانی
در میکده می کشم سبوئی
باشد که بیابم از تو بوئی

(۵)

وقت طرب است ساقیا خیز
در ده قدحی نشاط انگیز
از جور تو رستخیز برخاست
بنشان شر و شور فتنه انگیز
بستان دلِ عاشقانِ شیدا
وز طرّهٔ دلربا در آویز
خون دلِ ما بریز و آنگاه
با خاک درت لبم در آمیز
و آن خنجرِ غمزهٔ دل آویز
هر لحظه بخونِ ما مکن تیز

من نیز بترکِ زهد گفتم | اینک شب و روز همچو اوباش

در میکده می کشم سبوئی
باشد که بیابم از تو بوئی

(۲)

ای روی تو شمعِ مجلس افروز | سودایِ تو آتشِ جگرسوز
رخسارِ خوشِ تو عاشقان را | بهتر ز هزار عید و نوروز
بگشای لبت[1] بخنده بنمای | از لعل تو گوهر شب افروز
زنهار ازان دو چشم مستت[2] | فریاد ازان دو زلف کین توز[3]
چون زلف تو کژ مباد[4] با ما | از قد تو راستی بیاموز
ساقی[5] بده آن می طرب را | بستان ز من این دلِ غم اندوز
آن رفت که رفتمی بمسجد | اکنون چو قلندران شب و روز

(۱۳ ب) در میکده می کشم سبوئی
باشد که بیابم از تو بوئی

(۳)

ای مطرب عشق ساز بنواز | کان یار نشد هنوز دمساز
دشنام دهد بجای بوسه | وآن نیز بصد کرشمه و ناز
پنهان چه زنم نوای عشقت | کز پرده برون فتاد این راز
در پاش کسی که سر نیفگند[6] | چون طرهٔ او نشد[6] سرافراز

---

۱ عم: لب و ۲ عم: خونخوار ایضاً ۳ آ، تم: دوز، ۴ تم: مباد، آ: مباز، تم: عیار، ۵ در عم این بیت را حذف کرده،
۶ در عم بیفگند و بشد،

فارغ شوم از غمِ عراقی ۔ از زحمتِ او چو باز رستم

(۳۳ ا) در میکده میکشم سبوئی

باشد که بیابم از تو بوئی

(۸)

ساقی میِ مهر ریز در جام ۔ بنمای شب آفتاب از بام

آن جامِ جهان نما بمن ده ۔ تا بنگرم اندرو سرانجام[1]

بینم مگر آفتابِ رویت ۔ تابان سحری ز مشرقِ جام

جان پیشِ رخِ تو برفشانم ۔ گر بنگرم آن رخِ دلآرام[2]

خود ذرّه چو آفتاب بیند ۔ در سایهٔ دلش نگیرد آرام

در بندِ خودم نمی توانم ۔ کآزاد شوم ز بندِ ایام

کو دانهٔ می؟ که مرغ جانم ۔ یک بار خلاص یابد از دام

تا باز رهم ز بیم و امید ۔ تا پاک شوم ز ننگ و از نام

کی خانهٔ من خراب گردد ۔ تا مهر درآید از در و بام[3]

در صومعه مدّتی نشستم ۔ بر بوی تو چون نیافتم کام

در میکده می کشم سبوئی

باشد که بیابم از تو بوئی

(۹)

ساقی بنما رخِ نکویت ۔ تا جامِ طرب کشم برویت[4]

(۳۳ ب) ناخورده شراب مست گردد ۔ نظارگیِ رخِ نکویت

گر صاف نمی دهی که خامم ۔ یاد آر بدُردی سبویت

---

[1] تر، آ و تم: غم انجام، امّا در آ در حاشیه تصحیح کرده [2] رجوع کنید به حواشی [3] ... [4] تم: ببویت

کردم هوس لبت ندیدم | کامی چو ازان لب شکر ریز
نذری کردم که تا توانم | توبه کنم از صلاح و پرهیز

در میکده می کشم سبوئی
باشد که بیابم از تو بوئی

(۶)

ساقی چکنم بساغر و جام | مستم کن ازان می غم انجام
(۳۲ ب) با یاد لب تو عاشقان را | حاجت نبود بساغر و جام
گوشم سخن لب تو بشنید | خشنود شد از لبت بدشنام
دل زلف و رخ تو دید ناگاه | افتاد ببوی دانه در دام
سودای دو زلف بیقرارت | برد از دل من قرار و آرام
باشد که رسم بکام روزی | در راه امید می زنم گام
ور زانکه نشد لب تو روزی | دانی چکنم بکام و ناکام

در میکده می کشم سبوئی
باشد که بیابم از تو بوئی

(۷)

دست از دل بیقرار شستم | و اندر سر زلف یار بستم
بیدل شدم و ز جان بیکبار | چون طرهٔ یار بر شکستم
گویند چگونه؟ چه گویم؟ | هستم ز غمش چنانکه هستم
ساقی قدحی که از می عشق | چون چشم خوش تو نیم مستم
در دام بلا فتاده بودم، | هم طرهٔ او گرفت دستم
شد نوبت خویشتن پرستی | آمد که آنکه می پرستم

ور آرزوی رخ[1] تو بودم	عمری[1] چو نیافتم امانی*

در میکده می کشم سبوئی
باشد که بیابم از تو بوئی[2]

(۱۱)

ساقی بده آب آتش افروز	چون سوخته ام تمام تر سوز
این آتش من به آب بنشان	وز آب من آتشی بر افروز

---

[1] عم: لب [2] عم: چون دست نداد کامرانی [3] در عق بعد این بندی را دارد که در آ حذف کرده است، آن بند را از عق برسم الخط او و دو شعر اول که در ونبود از عم اینجا ثبت می کنیم:-

[ساقی ز شرابخانه نوشش | یک جام بیاور و ببر هوشش
مستم بکن آنچنان که در حال | از هستی خود شوم فراموش]
وز خود سوی من کنی نگاهی | بی باده شوم خراب و مدهوش
سرمست شوم چو چشم مستت | گر هیچ بیابم از لبت نوش
تا بو کی ز لطف دلنوازت | گیرم همه کام دل در آغوش
وارد جو بلطف تو دلم جشم | می دار تو هم بحال او گوش
مگذار برهنه ام ز لطفت | در من تو ز مهر خلعتی پوش
چون نیست مرا کسی خریدار | مولای تو ام تو نیز مفروش
دیگ دل من که نیک خام است | بر آتش شوق می زند جوش
در صومعه جستمت ندیدم | اکنون شب و روز بر سر دوش

در میکده می کشم سبوئی
باشد که بیابم از تو بوئی

مگذار ز تشنگی بمیرم | نایافته قطرهٔ ز جویت
آیا بود آنکه جانِ تشنه[1] | سیراب شود ز آب رویت
یا هیچ بود که ناتوانی[2] | یابد سحری نسیم کویت
دل جست ترا نیافت افسوس | وا ماند کنون ز جست و جویت
رای تو نکوست با همه کس | با من چه بد اوفتاد خویت
بر بوی تو روزگار بگذشت | از بخت نیافتم چو بویت

در میکده می کشم سبوئی
باشد که بیابم از تو بوئی

(۱۰)

ساقی بده آب زندگانی | پیش آر حیات جاودانی
می ده که کسی[3] نیافت هرگز* | بی آبِ حیات زندگانی
در مجلس عشق مفلسی را | پر کن دو سه جام رایگانی
شاید که دمی[4] بدست آری* | از ساغر مهر دوستگانی
برخیزم و ترک خویش گیرم | گر هیچ تو با خودم نشانی
(۲۴ ا) ور از درِ من غمت در آید | جان پیش کشم ز شادمانی
جان را ز دو دیده دوست دارم | زان رو که تو در میان جانی
از عاشق سرگران[5] چه گیری | چون با دل و جانش در میانی
از بهر رُخ تو می کند چشم | از دیده همیشه دیده بانی

---

[1] عم: چشم [2] در عم بعدش افزوده: - از توبه و زهد توبه کردم تا بو که رسم دمی بکویت
[3] عم: نمی شود میسر، [4] عم: دمی بدستداری،
[5] عم: خودگران (بجای سرگران)،

دربسر دارم که بعد از[1] امروز دست از همه کارها بدارم

در میکده می کشم سبوئی

باشد که بیابم از تو بوئی

(۱۴)

(۲۵۱) باقی دوسه دم که هست ساقی[2] | در ده مدد حیات باقی

قد[3] فاتنی الصبوح فادرک | من قبل فوات الاغتباق

در کیسه ز نقد نیست جز جان | بستان قدحی بیار[4] ساقی

کم اصبر قد صبرت حتی | روحی بلغت الی التراقی

دردا که بخیره عمر بگذشت | نابوده میان ما تلاقی

ما[5] استعذب مسمعی حدیثا | مذ[6] طاب بذکرکم مذاقی[7]

من زان توام تو هم مرا باش | خوش باشد عشق اتفاقی

مشتاق[8] الی لقاک فانظر | لی وجهک نظرة الاماقی

بگذار که بر در تو باشد | کمتر سگک[9] درت عراقی

استوطن بابکم عسی ان | یحظی[10] نظرا بکم حداقی

در میکده می کشم سبوئی

باشد که بیابم از تو بوئی

---

[1] در عم "از" را حذف کرده، [2] مر آ: ساقی [3] در مر حذف کرده آ: فاتنی، عم: فاته - آ: قبل فوات الاعتاق عم: قبل فوات الاعتاق - [4] آ: بیاد، عق و عم: بیار [5] مر آ: فاسعدت، عم: ما استفدت [6] آ: فذ، عق، عم: ما: [7] آ: یذاقی [8] عم: لی وجهک نظرة الافاقی، عق آ: لی وجهک قطرة الاقی، مر: لی وجهک قطرة الاقی تصحیح قیاسی است، [9] عق و عم: ز سگ (بجای سگک)
[10] عق: یحظی، عم: یحظی، در آ همه شعر را مسخ کرده این طور: استوطنی بابکم عنی ان یحصی قطرا اکم حلاقی نیز در مر این طور: [استوطن بابکم عنی آن مخفی فطرا کم خلاقی،

می ده که ز بادهٔ شبانه | در سر دارم خمار امروز
در ساغر دل شراب[1] افگن | کز پرتو آن شود شبم روز
گفتی که بنال زار هر شب | ماتم زده را تو نوحه ماموز
چون با من خسته می نسازی | چه سود[2] ز نالهٔ من و سوز
دل را ز تو تا شکست[3] افتاد | بر لشکر غم نگشت پیروز
بخشای برین دل جگر خوار | رحم آر برین تن غم اندوز
(۴۸ ب) من می شکنم تو باز می بند | من می درم از کرم تو می دوز
از توبه و زهد توبه کردم | اینک چو قلندران شب و روز

در میکده می کشم سبوئی
باشد که بیابم از تو بوئی

(۱۲)

ساقی سر درد سر ندارم | بشکن به نسیم می خمارم
یک جرعه ز جام می بمن ده | تا در[4]کشمش که خاکسارم
از جام تو قانعم بدردی | خاکم که بجرعه سر در آرم
یاد آر مرا بدردی خم | کز خاک در تو یادگارم
بگذار که بر درت نشینم | آخر نه ز کوی تو غبارم
از دست مده که رفتم از دست | دستیم بده که دوست دارم
زنده نفسی برای آنم | تا پیش رخ تو جان سپارم
این یک نفسم تو نیز[5] خوش دار* | چون با نفسی فتاد کارم
نا یافته بوی گلشن وصل | در سینه شکست هجر خارم

۱ عق: شرابی ۲ آ: سوز، عق سوز ۳ آ: شکیب ۴ عق: بازخورم ۵ کذا در آ، عم دا، عق: خوشم همی دار

اصحابِ اخبار است، منظوماتِ دلاویزِ آن دیباچهٔ فصاحت آتش شوق در جانِ عاشقان و عارفان می زند، و وارداتِ شورانگیزِ آن طوطی شکر مقالِ بوستانِ بلاغت نمک بر جراحتِ مجروحانِ تیغ عشق می پاشد،

مولوی نامی گرامی عبدالرحمن جامی در بهارستان آورده که امیر[۱] خسرو در شعر متفنن است (۶۳۱) قصیده[۲] و غزل و مثنوی را ورزیده و همه را بکمال رسانیده[۳] تتبع خاقانی می کند هرچند[۴] در قصیده به وی نه رسیده اما غزل را از وی گذرانیده و غزلهای امیر[۵] بواسطه معانی آشنا که ارباب عشق و محبت بحسب ذوق و وجدان خود آنرا درمی یابند مقبولِ همه کس افتاده است، و خمسه حضرت شیخ[۶] را کسی به از و[۷] تتبع نه[۸] کرده، و رای آن مثنویهای دیگر دارد[۹] همه مطبوع و مصنوع و[۱۰] زبدة المعانی است[۱۱] و بدیهٔ سخنوری و کوکبهٔ نظم گستری او از فلک الافلاک گذشته، صرافانِ کانی و ممیزان[۱۲] معانی را ابرو دستی نیست و اشعارِ بسیاری ازان منبع فیض الهی و درِّ دریای معرفتِ نامتناهی بر بیاض رفته چنانچه در یکی از رسائل خود بیان فرموده که عدد ابیات من از چهار صد هزار زیاده و پانصد هزار کم است،

و به تحقیق پیوسته که آن خسروِ نکته سنجان و سرورِ خردمندان با وجود فضلِ صوری و معنوی در علم موسیقی مهارتِ تمامی داشته، تصنیفاتِ دلپذیر و نقشهای بینظیر ترتیب داده، چنانچه در هند الحال نیز مصنفات او در میان است و مردم را از استماع آن مصنفات ذوقها دست میدهد، و گویند که روزی مطربی بآن بحرِ معرفت بحث می نماید

۱ه در نسخهٔ خطی مال نواب عبدالسلام خان صاحب رامپوری: خسرو دهلوی رحمه الله بجای امیر خسرو، ۲ه از بهارستان، تا، آ: تضمین بجای قصیده، ۳ه تصحیح از بهارستان، در آ و تا بجایش اینست: در قصیده به وی رسیده و غزل را از و گذرانیده ۴ه بهارستان: وی ۵ه بهارستان: نظامی ۶ه بهارستان: از وی جواب ۷ه از بهارستان، محذوف در تا و آ ۸ه در بهارستان محذوف،

ساقی[1] قدحی که نیم مستیم — مخمورِ صبوحی الستیم

از صومعه پا برون نهادیم — در میکده معتکف نشستیم

از جورِ تو خرقها دریدیم — وز دستِ تو توبها شکستیم

(۳۵ب) جز جان گرو دگر نداریم — بپذیر که نیک تنگ دستیم

ما را برهان ز ما که تا ما — با خویشتنیم بت پرستیم

با هرچه که داشتیم پیوند — از بهرِ تو زان همه گسستیم

بر درگهِ لطفِ تو فتادیم — در رحمتِ تو امید بستیم

گر نیک و بدیم در بد و نیک — هم زانِ توئیم هرچه هستیم

در ده قدحی که از عراقی — الّا بشراب وا[2] نرستیم

[در[3] میکده می کشم سبوئی
باشد که بیابم از تو بوئی]

ذکر

سرغزل دیوان نکته پروری، و شاه بیت مجموعه سخن گستری، دُرِّ دریای معنوی یمین[4] الدین خسرو دهلوی

عارفی صاحب رتبه و عاشقی بلند مرتبه است اشعار آبدار و ابیات غرّای آن خسروِ خورشید اشتهار مستغنی از تعریف و بی نیاز از توصیفِ اربابِ امتیاز و

[1] در عق عمه این بند را حذف کرده [2] عم: باز رستیم،
[3] در آو آ حذف کرده، [4] آ: این

امیر محمود نام او ابوالحسن کرد و لقب او یمین الدین نهاد و دران سال که او متولد شد سامانِ بسیاری بدست او آمد، چون پنج سال از عمر یمین الدین گذشت چنگیز خان عنانِ عزیمت بجانب کابل منعطف گردانید، امیر محمود از بهر محافظت جان و بیم تیغ چنگیز خان ننگِ فرار را بر فخرِ قرار ترجیح داده ازان مکان بجانب هند روان شد و با جمعی کثیر آمده بشرف خدمت سلطان محمد تغلق شاه مشرف شد، آن بادشاهِ جهان پناه قدم او را بر خود مبارک گرفت و نوازش بسیار بدو نمود و او را یکی از امرای عظام ساخت و حکومت کاپلی بآن مهترزاده لاچین مفوض داشت[1] خطاب او سیف الدین فرمود، بعد از مدتی سیف الدین در هشتاد و پنج سالگی در غزای کفار شهید شد، قصیده که امیر خسرو در مرثیه پدر گفته مطلعش اینست ؎

سیف از سرم گذشت و دلِ من دو نیم ماند

دریای من روان شد و دُرِّ یتیم ماند

بتحقیق پیوسته که یمین الدین در اوّل جوانی به سلطانی تخلص می کرده، بعد از فوتِ امیر محمود والی دهلی برادرانِ او را (۳۷ ب) و او را خطابها داد، برادر بزرگش علی شاه را باعزالدین[2] ملقب ساخت و برادر دیگرش احمد را بامیر حسام الدین و خودش را بامیر خسرو مخاطب گردانید و خسرو را بجد مادریِ او عماد الملک سپرد چنانچه صدقِ این قول از دیباجهٔ غرة الکمال یمین الدین ظاهر می شود و گویند که عماد الملک عالم و فاضل تمام عیاری بوده و هر شعری که امیر خسرو می گفت بر وی می گذرانده و باصلاحِ او میرسانده، بعد ازان داخلِ دواوین خود می گردانیده است امّا چون اعزالدین علیشاه عالم فانی را وداع کرد وران ایام سلطان غیاث الدین محمد بلبن والی دهلی بود جای او را بر یمین الدین داد و او را از امرای عظام فرزند ارجمند و خلف سعادتمند خود محمد چون

---

[1] م: باعزالدین [2] م: چون،

و در عین بحث می گوید که کسب علم موسیقی بمراتب مشکل تر از فن شاعری است و
این علم را هیچ نسبتی به نظم گستری نیست (۳۶ ب) امیر خسرو سوال آن مطرب
و جواب خود را درین غزل بیان نموده و حقیقت الزام دادن آن بی سرانجام
را عیان فرموده است، غزل

مطربی میگفت با خسرو که ای گنج سخن
علم موسیقی ز جنس نظم نیکوتر بود

زانکه آن علمیست کز دقت نیاید در قلم
وین نه دشوار است کاندر کاغذ و دفتر بود

پاسخش وادم که من در هر دو معنی کاملم
هر دو را سنجیده بر وزنی که آن در خور بود

فرق من گویم میان هر دو معقول و درست
گردهد انصاف آن کز هر دو دانشور بود

نظم را علمی تصور کن بنفس خود تمام
کو نه محتاج اصول و صوت خنیاگر بود

گر کسی بی زیر و بم نظمی فرو خواند رواست
نی بمعنی هیچ نقصان نی بنظم اندر بود

ور کند مطرب بسی هین هین و هان اندر سرود
از برای نظم محتاج سخن گستر بود

نظم را حاصل عروسی دان و نغمه زیورش
نیست عیبی گر عروس خوب بی زیور بود

ارباب اخبار آورده اند که تولد پدر بزرگوار آن نادرهٔ جهان در شهر کش[1] واقع شده،
از مردم هزارهٔ لاچین است که در حدود قرشی می نشسته اند و برادران داشته
که صاحب قبیله بوده اند لیک بواسطهٔ بعضی امور دنیوی میان برادران طرح جدائی
انداخت و امیر محمود با جمعی از خویشان و دوستان خود از برادر جدا شد و بسان چارک
که در نواحی بلخ واقع است آمد و مدتی در آن زمین (۳۷ ا) مقام کرد و ازانجا نیز
بسبب تقدیر دیگر شد با توابع خود کوچ نموده به غوربند که قصبه از اعمال کابل است
آمد و درانجا توطن کرد،
مولف مخزن اخبار در تالیف خود آورده که تولد خسرو دران موضع واقع شد،

---

[1] به بنید دولت شاه ص ۲۳۸ سطر ۱۲،

و در جای دیگر می گوید که

جلدِ سخنم دارد شیرازهٔ شیرازی

بر رای ضمیرِ منیرِ بیضا تاثیر اربابِ دانش (۳۸ ب) پوشیده نماند که انچه مؤلف مخزن اخبار بیان کرد در باب ملاقات و اقع نشدن این دو عزیز با قول اکثر ارباب تاریخ موافق است و در اکثر کتب معتبر بنظر این محقّر[1] رسیده که شیخ سعدی سی سال پیش از انکه عالم فانی را وداع کند گوشه نشین شد، امّا چون توان گفت که شیخ آذری غلط کرده است زیرا که او یکی از اکابر است و این قسم بزرگان سهو نمی فرمایند، ولیکن انچه بخاطر مؤلف کتاب میخانه عبدالنبی خان فخرالزمانی می رسد اینست که حضرت مصلح الدین در اوّل جوانی در ایّام سیاحت وقتی که خسرو در صغر سن بود خود را بدو رسانده و با او صحبت داشته[2] ارباب تاریخ رحمهم الله آورده اند که چون بعد از فوت مبارک شاه خلجی نسیم عالم تحقیق بمشامِ جان آن صاحب توفیق وزید دستِ ارادت از آستین جامهٔ ارباب دولت بر آورده لباس فخر فقر در بر کرد و خود را بخدمت قطب المحققین قدوة الواصلین نظام الملة و الدین شیخ نظام الدین اولیا رسانید[3] و آنچه از مال و منالِ دنیوی که در مدتِ حیات بهم رسانده بود در قدم شیخ بزرگوار نثار کرد و این دو بیت در صفتِ خانقاه او گفت ؎

جدارِ خانقاهِ او بتقدیم | حطیم کعبه را ماند ز تعظیم
ملک کرده بسقفش آشیانه | چو اندر سقفها گنجشک خانه

(۳۹ ا) گویند که آنچه بمیمن الدین آنروز در قدمِ شیخ ریخت همه را بمستحقان رسانید و امیر خسرو از روی اخلاص و اعتقادِ تمام آن قدر خدمت پیر روشن ضمیر خود نمود که آن بزرگ دین همیشه زبان به تحسین او می کشود و مکرّر این معنی ادا می نمود که در روز

[1] آ: محتقر [2] راجع به نفحات ص ۵۴۸ [3] نفحات ص ۵۴۸

گردانید، خسرو قصائد غرا در مدح ممدوح خود گفت و نسخهای مرغوب بنام او تمام نمود،
این دو بیت ازان ابیاتست که در مدح او گفته است ؎

جهان ازین دو محمد گرفت زینت و جاه | یکی محمد مرسل یکی محمد شاه
نگشته لا بزبان مبارکش هرگز | مگر باشهدان لا اله الا الله

بعضی گفته اند که این دو بیت در مدح سلطان محمد تغلق شاه گفته است، در مخزن اخبار مسطورست که امیر خسرو را اعتقاد تمامی بشیخ مصلح الدین سعدی بوده، همیشه آرزومندی صحبت ایشان می کرده، در وقتی که محمد بن سلطان غیاث الدین (۱۲۸) محمد بلبن مولتان را مقر سلطنت خود ساخت امیر خسرو بدو عرض نمود که دو کلمه بحضرت شیخ سعدی بنویسید و او را از روی خواهش بطلبید شاید که بتوجه شما سعادت صحبت آن بزرگوار را دریابیم، سلطان از کثرت توجهی که با امیر خسرو داشت زر بسیاری با پارهٔ تحائف هند و دیوانی از امیر خسرو بشیراز فرستاد و از روی ادب طلب شیخ فرمود، آن نقد و جنس وقتی بشیخ سعدی رسید که منزوی شده بود، چون آن امانت بنظر آوردند تمام را بفقرا و مساکین بخش فرمود و اشعار امیر خسرو را مطالعه فرموده تحسین بسیاری نموده و پارهٔ از اشعار خوب خود بر بیاضی نوشته با مکتوبی ارسال داشت و در انجا اظهار این معنی نمود که باقی عمر از زاویه بر نمی آیم مرا معاف دارید
شیخ آذری علیه الرحمه در جواهر الاسرار آورده که شیخ مصلح الدین در نهایت پیری برای خاطر یمین الدین از شیراز بهند رفته و با او صحبتها داشته و خسرو را بحضرت شیخ اخلاص تمامیست، چنانچه درین دو بیت اعتقاد خود ظاهر گردانیده است ؎

خسرو سرمست اندر ساغر معنی بریخت
شیره از خمخانهٔ مستی که در شیراز بود

۱؎ ماخوذ از دولت شاه ص ۲۳۹ سطر ۲۰،

یمین الدین انداخت تا برکات آن ظاهر شد چنانچه از سخنان او چاشنی آن حلاوت ظاهر است،

و آن بلبل ہزار داستانِ فصاحت مصنفات تمام عمر خود را منقسم بچہار قسم نموده ہر قسمی را نامی کرده است، اشعار اول جوانی و بہار زندگانی را تحفة الصغر نام نموده، و ابیات ہنگام شباب و میانہ عمر را بواسطة الحیات موسوم فرموده و منظومات ابتدائی سلوک را غرة الکمال لقب نہاده، و ارادت زمان کہولت و تکمیل را بقیة النقیہ خطاب داده است،

در کتاب مذکور[1] مسطور است کہ خسرو را روزی در خاطر رسید کہ چہ بودی اگر نام من خسرو نبودی و بدین اسم اشتہار نیافتی کہ ازین نام بوی سلطنت آید، مرا نامی خوش می آید کہ ازان درویشی و فقیری ظاہر شود تا در روز حشر بدان نام فخر کنم و این معنی را بعرض (۱۴۰ ا) پیر خود رسانید، آن روشن ضمیر جواب فرمود کہ در وقت صالحی برای تو نامی از درگاه الٰہی خواستہ شود، بعد از چند روز بہ یمین الدین گفت کہ ترا در روز قیامت محمد کاسہ لیس خوانند و بدین اسمت مسمی گردانند،

بہ صحت رسیده کہ امیر خسرو ہفتاد و چہار سال عمر کرده و در شب جمعہ ودیعتِ حیات بموکلان قضا و قدر سپرده است[2] مدفن آن نادرهٔ جہان در حضرت دہلی است مؤلف این تالیف بسعادت زیارت آن صاحب سعادت مستسعد گردیده، تحت اقدام پیر خود آسوده است و بر لوح مزارش تاریخ فوت او طوطی شکر مقال ۷۲۵ و عدیم المثل نوشتہ اند، الحق کہ ہر دو تاریخ را خوب یافتہ اند،

۷۲۵ بر رای عقده کشای ارباب دانش پوشیده نماند کہ امیر خسرو ساقی نامہ بسامانی منظوم نساختہ مگر بروشی کہ حضرت شیخ نامی گرامی شیخ نظامی (؟)، این ضعیف بنابر

---

[1] یعنی نفحات، بہ ہند ص۵۵۵ [2] نفحات ص۵۵۵

خسرو هر کس از خلق الله بچیزی فخر نمایند و من بسوز سینهٔ این ترک فخر کنم و امید وارم که ایزد تعالیٰ مرا بدو بخشد' و این رُباعی ازان سلطان المشائخ است که در نوازش مرید رشید خود امیر خسرو فرموده است

خسرو که بنظم و نثر مثلش کم خاست | ملکیت ملک سخن آن خسرو راست
این خسرو ماست ناصر خسرو نیست | زیرا که خدای ناصر خسرو ماست

اصحاب تاریخ هند آورده اند که حضرت شیخ از کثرت توجهی که بدو داشت مدام او را ترک الله خواندی و مکرر فرمودی که "ترک الله من! از وجود خود برنجم از تو نرنجم" و این دو بیت امیر خسرو در باب نوازش پیر بیان کرده [1]

بر زبانت چونکه نام بنده ترک الله رفت | دست ترک الله بگیر و هم باللهش سپار
چون من مسکین ترا دارم همینم بس بود | نیست حاجت خواهش آمرزش آمرزگار

اما حضرت شیخ نظام الدین از اکمل اولیاست و کشف و کرامات ان بزرگ دین و سر دفتر ارباب یقین زیاده ازانست که درین مختصر شمهٔ ازان بگنجد و آن بزرگوار مرید شیخ فرید شکر گنج است و او بچند واسطه دست انابت بحضرت خواجه معین الدین چشتی می رساند'

افضل الفضلا حضرت مولانا عبدالرحمن جامی در نفحات [2] آورده که امیر خسرو بامر پیر خود بسعادت خدمت (۱۲۹) حضرت خضر علیٰ نبینا و علیه السلام مستسعد گردید و از وی استدعا نمود که آب دهن مبارک خود در دهن من بینداز تا از برکت آن در سخنوری صاحب رتبه شوم' خضر علیه السلام فرمود که این دولت را سعدی برد' خسرو از استماع این کلام شکسته خاطر گردید و بخدمت پیر آمد و حقیقت حال باز نمود آن بزرگوار آب دهن مبارک خود بعوض آب دهن خضر علیه السلام در دهان

[1] مستفاد از دولت شاه صفحہ ۲۲۹ سطر ۱۷ [2] نفحات صفحہ ۳۵۸

مراده که من خضرِ پنهانیم | ثناگوی اسکندرِ ثانیم
بیا مطرب آن[1] نغمه زن در سرود | کزو آبِ جیحون در آید بدود
بر آور بدانگونه بانگِ رباب | که اسکندرِ خفته خیزد ز خواب
بیا[2] ساقی اندر قدح پی بپی | بعاشق نوازی فرو ریز می
می کو بعشق آشنائی دهد | ز تشویش خویشم رهائی دهد
بیا مطرب آن پرده های کلیم | کزو گشت پوشیده عقل سلیم
نوازش چنان کن که جانِ نژند | شود رسته زین عقلِ ناسودمند
بیا ساقیا در ده آن خوب[3] جام | که شد قرة العین مستانش نام
چنان گوش من پر کن از بانگ نوش | که بیرون رود پندِ دانا ز گوش
بیا مطرب آن جرعهٔ طفل وش | چو طفلان ببر گیر و بنواز خوش
نوای که تعلیم کرد از نخست | بزن چوب تا باز گوید درست
بیا[4] ساقی آن بادهٔ[5] تلخ فام | که شیرینیِ عیش ریزد بکام
بده تا به شیرینی آرم بکار | که تلخی بسی دیدم از روزگار
بیا مطربا بر کش آوازِ تر[6] | دماغ مرا تر کن از سازِ تر[7]
روان کن که خشکست رودِ رباب | ازان دست چون ابرِ بارانش[8] آب
(۱۴۰ ب) بیا ساقی آن شربتِ خوشگوار | کزو بزم گردد چو خرم[9] بهار
بده تا چو ورتن در آرد توان | گل زردِ من زو شود ارغوان
بیا مطرب اسباب می کن تمام | بدین ارغنون سازِ طنبور نام

---

[1] آس (ص۲۰)، آ: این [2] آس ص۲۱، [3] آس (ص۲۸) خونِ خام،
[4] تا: جهره [5] آس ص۸۶ [6] تا: نیز [7] آس (ص۸۵) بارانِ آب،
[8] آس ص۱۰۳، [9] تا: خرم،

میمنت از سکندر[1] نامۂ آن بزرگوار پارۂ اشعار بدر نوشتہ و ساقی نامہ ترتیب داده امید که آن انتخاب منظور نظر دشوار پسندان این ایام گردد، بحق الحق،

بیا تا بشادی و فرخندگی — برآریم باهم دمی[2] زندگی
بهم صحبتان دو ستگانی[3] دهیم — نشینیم و داد جوانی دهیم
(۵۹ ب) اگر باز کاویم بنیاد را — بنا بر غم است آدمی زاد را
چو غم را کرانه پدیدار نیست — به از شاد بودن دگر کار نیست
کسانی که رخت از جهان برده اند — همه در غم زیستن مرده اند
همه کس طلبگار عمرند و بس — کسی را بمردن نباشد هوس
بقا را چو تنگ است جای درنگ — چه داریم بیهوده دل نیز تنگ
بیک امروز در خوشدلی رونهیم — غم دی و فردا بیک سو نهیم،
دل امروز در بند فردا مهان — نگر تا بفردا نیابی امان
بعمری که نقدست و از غم تهی ست — غم عمر نسیه خوری ابلهیست
چو خواهی غم و شادمانی گذاشت — جهان خوش گذار ار توانی گذاشت
بمی تازه گردان دل ریش را — رها کن حساب کم و بیش را
بیا[4] ساقی آن جام شادی فزای — که بنیاد غم را درآرد ز پای
بمن ده که راحت بجانم دهد — زخونابۂ دهر امانم دهد
بیا مطرب آن بربط خوش نوا — که بی مغز لیش مغز را شد دوا
بزن تا چو بر باید از مغز هوش — بدل جان نو ریزد از راه گوش
بیا ساقی آن چشمۂ زندگی — که یابد از و عمر پایندگی

---

[1] یعنی آئینۂ سکندری [2] آئینۂ سکندری طبع علیگڑه ۱۳۳۶ھ ۱۹۱۷ء (که در مابعد بعلامت آس مذکوراست) : ص ۱۲۵
[3] ن : دوستکامی، [4] آس ص ۱۲۶

بده تا بمستی کنم خواب خوش — کشم آتش غم بدان آب خوش

بیا مطرب آن زخمه[1] کز یک فغان — کشد[2] زاهدان را بکوی مغان

چنان زن که آتش زند سینه را — ز سر نو کند داغ دیرینه را

بیا[3] ساقی آن ساغر دلگشای — که صورت نمایست و معنی فزای

بده تا دل از وی مصفا کنیم — دو دریای معنی بیک جا کنیم

بیا[4] مطرب آن نای را کن بدست — کزو ارغنونهای یونان شکست

چنان بلبلش کن که عنقای روم — ازان زاغ[5] گوید بهر مرز و بوم

بیا ساقی آن سلسبیل حیات — که شوید همه تیرگیها ز ذات

بده تا چو منزل بجا کم کند[6] — ز آلایش خاک پاکم کند[6]

بیا مطرب آن علم باریک را — که روشن کند جان تاریک را

فرو گوی ازان گونه سوزان و تر — که دستار عالم ربائی[7] ز سر

(۴۲ ب) بیا ساقی آن کیمیای وجود — که بی همتان را در آرد بجود

بمن ده که تا شادمانی کنم — ز گنج سخن درفشانی کنم

بیا مطربا مو بمو باز جوی — ز موی کمانچه نوائی چو موی

که تا چون بمستان رسد[8] ساز او — گوارا شود می بر آواز او

گر آسائشی داری[9] از روزگار — جمال عزیزان غنیمت شمار

دل از روی هم صحبتان شاد کن — بنقل و بمی مجلس آباد کن

بجمعیت دوستان روی نه — پراگندگی را بیکسوی نه

ز باد بهاری هوا مشکبوست[10] — عروس چمن ز آب گل شسته روست[11]

---

[1] آس: چغته [2] آس: کند [3] آس ص ۱۹۲ [4] در ؟ محذوف [5] آس: باز [6] آس: ص ۲۱۸: کشد
[7] آس: رباید [8] آس: ص ۲۴۰: رسد [9] آس: خواهی [10] آس (ص ۱۲۹) مشکبوی [11] آس: روی

که گر چون عروسانش در بر نهی
می تر[1] و هد از کدوی تهی

بیا ساقی آن گنجدان نشاط
که اندیشه را در نوردد بساط

بده[2] تا بساط سخن نو کنم
وزو مجلس آرای خسرو کنم

بیا مطربا ساز کن چنگ را
بنالش درآر آن نو آهنگ را

رهی گیر کز ذوق[3] آواز* وی
حریفان نگردند محتاج می

بیا ساقی[4] آن باده* دلنواز
دل آهنین من آئینه ساز

می صاف کاید چو ما را بتن
توان دید جان آشکارا بتن

بیا مطربا نغمهٔ خوش برآر
بزاری یکی قول دلکش برآر

بزن زان زبان[5] راه مانی[6]* دزنگ
که شد راه زن همچو تیغ فرنگ

خوشا خرگه گرم در ماه دی
هم از تاب آتش هم از آب[7] می

می روشن و ساقی چون شکر
بریشم زنی ساده زان خوب تر

کبابی و نقلی و همخوابهٔ
که جانی ستاند بهر لابهٔ

(۱۴۲) کسی کین تمناش همره بود
اگر بیش ازین جوید ابله بود

مشو ابله ای مرد عشرت پسند
ز عشرت دمی چند شو بهره مند

بکف گیر جام درفشنده[8] را
درو ریز یاقوت رخشنده را

بیا ساقی[9] آن* ارمغانی شراب
که محراب زردشتیان شد خراب[10]

---

[1] آ: بر؛ ته: تر [2] در ته این بیت را حذف کرده و در آ مسوخ آورده این طور ـــ به باساط سخ لوکنم وزو مجلس آرای خوشبو کنم، تصحیح از روی آس (ص۱۴۰)، [3] آ: ذوق و آواز [4] آس: (ص۱۵۵): ساقیا زان می [5] آس: زبان [6] آ ته: دانی، تصحیح از آس [7] آس: تاب،

[8] ته آ: درخشنده، تصحیح از روی آس، [9] آس (ص۱۶۵): ساقیا

[10] آس: زباب،

بیا ساقی آن بادهٔ بی خمار — فروشوی ازین جان خاکی غبار
که چون گم شود جان غمناک ما — نریزد کسی جرعه بر خاک ما
بیا مطرب آواز برکش بلند — برون کن غم از سینهای نژند
(۳۴ ب) ز سر نو کن آئین عشاق را — بقلقل[1] در آر این کهن طاق را
بیا[2] ساقی آن می که کام منست — بمن ده که در خورد جام منست
مرا با حریفان من نوش باد — حریفان بد را فراموش باد
بیا مطربا ساز کن پرده را — بسوز این دل عشق پرورده را
رسید از بتان جان خسرو بکام — بیک زخم کن کار او را تمام

ذکر

نخلبند بستان نکته دانی افضل الدین خواجوی کرمانی

سخنوری بینظیر و نکته پروری دلپذیر است، منظومات آن سپهر سریر نکته دانی و واردات آن مسند نشین محفل سخندانی اکثر رنگین و متین واقع شده، معاصران سرآمد آن یگانهٔ زمان او را نخلبند شعرا گفته اند و بعد ازو نیز ارباب امتیاز هر زمانی این خطاب برو مسلم داشته اند،

از اکثر کتب معتبر چنان بنظر این مختصر[3] رسیده که پدر او یکی از اکابر کرمان بوده و نام فرزند خود افضل الدین نموده و لیکن بر سبیل اشفاق و مهربانی او را خواجوی خوانده چنانچه رسم پدر و مادر است که اطفال را نوازشی می نمایند و نام نازی بر ایشان می

[1] آس (ص ۲۹۰)، بغلغل [2] آس : (ص ۲۹۲) [3] آ : مختصر،

شده جلوه گر نازنینان باغ — رخ آراسته هر یکی چون چراغ
بساطِ گل از سبزه گلشن شده — چراغ گل از باد روشن شده
شده مشکبو غنچه در زیر پوست — چو تعویذ مشکین ببازوی دوست
بنفشه سر زلف را خم زده — گره در دلِ غنچه[1] غم* زده
کشاده[2] گل لعل جلباب نور — نظاره کنان چشم نرگس ز دور
زلیس تریِ اندامِ زیبای گل — شده لرز لرزان[3]* سراپای گل
شده سرخ گل مفرشِ بوستان — بصحرا برون آمده دوستان
(۲۴۲) برون کرده سوسن زبان خموش — همی کرد هر دم تقاضای نوش،
هوا بر سر سبزه می ریخت سیم — مراغه همی کرد بر گل نسیم
بهر چشمه منقارِ بط آب گیر — چو مقراضِ زرین بقطعِ حریر
بهر شاخ مرغ ارغنون ساخته — بهر نغمه گلبن سر انداخته
ازان نغمه کو غارتِ هوش کرد — مغنّی ترنّم فراموش کرد
غزل خوانیِ بلبلِ صبح خیز — تمنّای میخوارگان کرده تیز
ز آوازِ درّاج و رقصِ تذرو — سبک گشته در خاستن پای سرو
زنالیدنِ قمریِ خوش نوا — کبوتر معلّق زنان در هوا
بیا ساقی آن جام دریا درون — کزو گوهر مردم آید برون
بده تا نشاط[4] درون* آردم — برو سنگ و گوهر برون آردم
بیا مطرب آن مایهٔ دلخوشی — که صوفی کند زو ملامت کشی
بده تا دمی خرقه بازی کنیم — بی دلقِ خود را نمازی کنیم

[1] آس: محکم [2] در تا محذوف [3] تا: لرزه لرزان، آس: پاره پاره،
[4] آس (ص۲۴۶) نشاطی برون؛

شرحِ فصاحت ز خموشان شنو   مدحِ خموشان ز سر و شان شنو
هر کس ازین خوان قدری یافتند   در رهِ دانش خبری یافتند

دیوانش مشتمل بر قصاید غرّا و ابیات مصنوع و غزلیات خوب و مقطعات مرغوب است و آن همگی بیست هزار بیت باشد،

به تحقیق پیوسته که آن نادرهٔ عصر خود در هنگام سیّاری بسعادت خدمت مقرب بارگاه صمدانی شیخ علاء الدوله سمنانی مستسعد گردیده و دست انابت بآن بزرگ دین و سر دفتر ارباب یقین داده و کمر خدمتش از دل بر میان جان بسته و مدّتی در بندگی (۴۴ ب) او گذرانیده و وارداتِ شیخ خود را جمع کرده، و این رباعی از خواجوست که در مدح پیر خود گفته است رباعی

هر کو به رهِ علیِ عمرانی شد   چون خضر بسرچشمهٔ حیوانی شد
از وسوسهٔ غارتِ شیطان وارست   مانند علاء الدوله سمنانی شد

بعد از مدّتی مدید و عهدی بعید مقرب بارگاه صمدانی شیخ علاء الدوله سمنانی خواجوی کرمانی را بوطن مرخّص فرمود، افضل الدین از ملازمت پیر مفارقت نموده به کرمان آمد و درانجا خانقاهی ساخت، بقیهٔ عمر دران خانقاه با درویشان دیگر بخدا ای پرستی مشغول گردید،

مؤلفِ مخزن الاخبار در تالیف خود آورده که افضل الدین قصاید غرّا در منقبت امیر مومنان شاه مردان دارد و دو نوبت از حضرت امیر المؤمنین و امام المتقین مظهر عجایب و غرایب علی بن ابی طالب صله یافته، یک مرتبه در بیداری و یک بار در خواب،

و بصحت رسیده که خواجو شصت و دو سال عمر گذرانده و در کرمان در سنه اثنی و

له ت: سر ٢له در ت محذوف ٣له آ: الدوله، ت: الدین ٤له این تاریخ غالباً از دولت شاه ماخوذ

گذارند و اجماعه را بدین اسم می نوازند و مهربانی می فرمایند، اما چون افضل الدین بسن
رشد و تمیز رسید پدرش داعی حق را لبیک اجابت گفت خواجو (۴۴ ا) در اول
جوانی و آغاز نوبهار زندگانی در مقام انتظام نظم شد و بنا بر لقب و الدین تخلص خود خواجو
قرار داد و دران فن جد و جهدی تمام نمود تا در اندک زمانی در سخنوری صاحب رتبه شد،
بعد از شناخت مرتبهٔ خود هوای سیر و سفر در سر او جلوه گر شد به سیاحت مشغول گردید
و در عین مسافرت به بغداد رسید و کتاب همای و همایون را در آنجا منظوم ساخت
عدد ابیات آن نظم هفت هزار بیت است، و این ضعیف ساقی نامهٔ او را ازان
کتاب برآورده درین اوراق پریشان بر بیاض برد، بتکلف بر طرف که دران مثنوی
داد سخنوری داده و کمال شاعری بجا آورده، و می گویند که خمسه حضرت نامی گرامی
شیخ **نظامی** را تتبع کرده[۱] ولی آن اشتهار نیافته و بر روی کار نیامده مگر روضة الانوار که
در برابر **مخزن اسرار** منظوم ساخته، این چند بیت ازان کتابست[۲]

عقل درین ره همه دانی ندید[۳] — آن همه دانست که عقل آفرید
هر شجری را ثمری داده اند — هر صدفی را گهری داده اند
اهل معانی که سخن پرورند — هر یک ازین گنج نصیبی برند
آنکه در گلشن معنی گشاد — برگ گلی بیش به **خواجو** نداد
صبح ازل تا بابد یک دم است[۴]* — فیض بقا[۵] تا بفنا یک نم[۶] است
ساحل دریای الهی که دید؟ — ماهی این چشمه کماهی که دید؟
عقل مقصر بود از درک خویش — بر عقلا فرض بود ترک خویش
غره بدانش مشو ار عاقلی — دانش مغرور بود جاهلی

۱ رجوع کنید به حواشی

۲ تا بعدش اینا دکرده: من روضة الانوار ۳ تا پید ۴ از تا، در آ اینجا بیاض است ۰

۵ تا: فنا تا به بقا ۰ ۶ از تا، در آ اینجا بیاض است ۰

که این چرخ زن چرخه[1] آبنوس — بسی یاد دارد چو رهام و طوس*

کسی کو زدی کوس بر پشت پیل — زدندش بناگاه[2] کوس رحیل

نباشیر صبح از تتقهای[3] نور — بگوش آیدم هر دم از لفظ حور

که ای خوش نوا مرغ شیرین نفس — بجنبان[4] پر و بال و بشکن قفس

بر ایوان آن سبز منظر نشین — بمنزلگه جان نشیمن گزین

تو در ششدر خانهٔ ششدری — از و نگذری تا از و نگذری[5]

بر و طی کن آن هفت طومار را — قلم درکش آن هفت پرکار را

۲ بده ساقی آن آب آتش فشان — ازان پیش کز ما نیابی نشان

(۴۵ ب) که در آتش است این دل روشنم — همانا که آبی بر آتش زنم

شنیدم که در عهد بوزرجمهر — ز[6] فیروز روزی منوچهر چهر

نوشتند بر جام نوشیروان — که بفزاید از جام نوشین روان

ز من بشنو این پند آموزگار — مکن تکیه بر گردش روزگار

اگر پور زالی ازین[7] پیر زال — بدستان بمانی شوی پایمال

چو این منزل درد و جای غمست — درین دامگه شادمانی کمست

بدین شادمانیم کز درد و غم — نداریم غم گر نداریم کم

جز او مرکز هفت پرکار نیست — کزین هفت پرکار پرکار نیست

روانش[8] در ده آن عین آب روان — نه آب روان کافتاب روان

۳ بده ساقی آن لعل یاقوت رنگ — که برد از رخ لعل و یاقوت رنگ

---

۱ تصحیح [illegible] ها، مآ: آخرقه ۲ ها: بناکام ۳ ها: طبقهای ۴ از ردی ها، مآ، آ: بجنبان

۵ مآ: بگذری ۶ ها: به — حاشیه های: مهرادر و فیروز منوچهر نمای نوشیروان

۷ ها: دگر — نمانی ۸ در ها این بیت ما بعد بیت لاحق آورده است

اربعین وسبعمایه شش سال بعد ازان که پیر روشن ضمیرش از عالم فانی بعالم باقی خرامد
بناچار سفر آخرت اختیار کرده است بیت

اگر صد سال مانی ور یکی روز | بباید رفت ازین کاخ دل افروز

ساقی نامهٔ خواجو کرمانی[۱]

بیا تا خرد را قلم درکشیم[۱] | زمستی بعالم علم درکشیم
(۱۴۵) زجام دمادم دمی دم[۲] زنیم | بمی آب بر آتش غم زنیم
دمی خوش برآریم با همدمی | غمی باز گوییم با محرمی
بیک امروز با همدمی[۳] می خوریم | چو فرصت نباشد دگر کی خوریم
که آنها که بزم طرب ساختند | ببزم طرب هم نپرداختند
ازین دامگه دیر تا رخی[۴] مغاک | برفتند و[۵] بردند حسرت بخاک
برین تخت پیروزه پیروزکیست | درین طاق شش روزه بهروز[۶] کیست
سبک[۷] باش و رطل گرانم بده | شب تیره رخشنده جانم بده

(بقیه حاشیه ص۲۳) است و ظاهرا قابل قبول نیست، به بینید فهرست کتبخانه بانکی پور (شعرای ایران ج اول ص۲۱۴)،

۱ در ہمای و ہما این طبع لاہور ۱۸۷۱ء (ص۱۹ تا ص۲۵) این ساقی نامه در ده بند و هر بند مشتمل بر نه بیت است
و فی الجمله نود بیت دارد یعنی درمیانه سه بیت را حذف کرده، اولش این بیت است:-
بده ساقی آن عین آب حیات که دوران گیتی ندارد ثبات، همین ساقی نامه به بعض تغییرات در دیوان حافظ
(طبع لکھنؤ ۱۸۹۳ء ص۳۲۷ ببعد) موجود است، ۲ ہما: بر ۳ تما و ہما: یکدگر،
۴ ہما: خاکی ۵ در تما محذوف ۶ از ہما، تما آ: فیروز — در ہما بعدش افزوده:
دریغا جوانی که برباد شد - خنک آنکه از عالم آزاد شد + بده ساقی آن جام جمشید را - شب تیره رخشنده خورشید را
۷ ہما: سبک باش و رطل گرانم بده اگر فاش نتوان نهانم بده +

که بر بام نه قبهٔ بی ستون — توان شد گر از خود توان شد برون

تو[1] خود در گذر تا رسی در خدا — که گر در فنائی شوی در بقا

(۴۶ ب) چو[2] بردی ازین تنگ بیغوله رخت — چه بر پشت خاک و چه بر روی تخت

جوانی چو برقِ یمانی گذشت — چو بادِ صبا زندگانی گذشت

برو ترک این دار ششدر بگوی — بیا دست ازین مار نه سر بشوی

سر و زر درین ره روان بر فشان — ور از ره روانی روان بر فشان

چو[3] عیسی درین کهنه دیر جهان — بر آی از روان تا بیابی روان*

بده ساقی آن جوهر روح را — دوای دلِ ریش مجروح را

که دوران چو جام از کفِ جم ربود — که داند که جمشید بد[4] یا* نه بود

چو بنیاد عمرست نا استوار — بنقد این نفس را غنیمت شمار

چو[5] بر بیژن اینست بیژن کجاست — چو بر بهمن اینست بهمن کجاست

که[6] فیروز بر تخت پیروز شد — و یا خرّم از بخت فیروز شد*

که مانند فیروز فیر[7]وزه بخت — نیفگند[8] چرخش ز پیروز تخت[9]

کسی را که دستت دهد دست گیر — که فردا همان باشدت دستگیر

شه دادگستر سیامک[10] بمرد — ببین ای برادر که با خود چه برد

تو نیز آنچه کاری همان بدروی — چنان کامدی باز بیرون شوی

بده ساقی آن آب افشرده[11] را — بمی زنده گردان دلِ مرده را

[1] ہما: ز [2] آ: چو بردند ازان بیغوله رخت، چه در تخت خاک الخ، تصحیح از روی ہما، تر: این بیت را حذف کرده، [3] در تر محذوف، ہما: آسمان آشیان بجای کهنه دیر جهان، بر آئی بجای بیابی، [4] ہما: بودار، تر: بود [5] در ہما بجای چو بر چه در مصرعه اول و "مر" در مصرعه ثانی [6] در تر محذوف،
[7] ہما: فیروز [8] ہما: بیفگند [9] تر: بخت [10] ہما: فریدون
[11] آ تر: افسرده

که آنها که بی ما نشستند شاد — برفتند و از ما نکردند یاد

کدامست جام جم و جم کجاست — سلیمان کجا رفت و خاتم کجاست

که میداند از فیلسوفان حی — که جمشید کی بود و کاوس و کی

چو سوی عدم گام برداشتند — درین بقعه جز نام نگذاشتند

چه بندی دل اندر سپنجی سرای — که چون بگذری باز مانی بجای

(۴۶ ا) در و بستن دل ز دیوانگی است — بدو آشنائی ز بیگانگی است

درین دار ششدر نیابی بکام — مجال مجال و مقام مقام

۴ بده ساقی آن آب آتش خواص — کزان آب یابم ز آتش خلاص

درین سقف نُه پایهٔ شش رواق — توان زد بیک جام می چار طاق

بده پیر ده را[1] می به پیران ده — ببیر از جهان همچو میران ده

قدح در ده اکنون که[2] در ور دهیم — سرت گی دهیم ار چه ما سر دهیم

درین ده گروه[3] سیاوش وشند — که پیران ده را در آتش کشند

تو گر عاقلی خیز و دیوانه شو — مریز آب خود خاک میخانه شو

دم از دل زنی[4] دُردی دَرد کش* — دل گرم داری دم سرد کش

پی کار داران[5] بی کار* زن — در دُرد نوشان خمار زن

مشو خاک این دیر خاکی نهاد — که ناگه دهد همچو خاکت بباد

مراد از قدح بادهٔ سرمدیست — وزان باده مقصود ما بیخودیست

۵ بده ساقی آن خسروانی قدح — که دل را بیفزاید از وی فرح

---

[1] هما: باهم [2] هما: پدیده [3] هما: ... [4] هما: گروهی؛

[5] هما: ز بی دردی درد کش [6] هما: کاردانان پی کار؛

٩ بده ساقی آن کانِ جانِ روان
می آتشین آبِ حیوانِ جان
اگر هوشمندی برومست شو
قدح گیر و در نیستی هست شو
که هر دم که مطرب بر آرد خروش
ندا در دهد سوی جانم سروش
که این طغرل آبنوسی قفس
نیفتد بدین دانه در دام کس
رهِ خاک روبان میخانه روب
درِ مےٴ فروشانِ فرزانه کوب[1]
مگر آبِ آتش خواصت دهند
بمستی ز هستی خلاصت دهند
بجای برون آورندت ز خویش
بنوشی رهائی دهندت ز نیش
که خواجه که در عالم جان رسید
چو از خود برون شد بجانان رسید

ذکر

عندلیبِ دلفریبِ انجمن سخنوری، و بلبل وستان سرای چمن نکته پروری، قطب مرکز فصاحت و بلاغت، مقبول طبع اصحاب ارادت، طوطی بوستان سخن پردازی خواجه حافظ شیرازی

قلم مشکین رقم را چه جرأت آنکه صفری از اوصافش رقم کند (۷۹۱) و زبان معجز بیان را چه یارای این که شمهٔ از وصفش بیان نماید خسرو اندیشه با آن همه دانش بیتی از دیوانِ کمال او تضمین نمی تواند نمود و خرد خورده دان با آن نور بینش گرهی از تعریف رشتهٔ جواهر نظمش نمی تواند کشود، وارداتِ او همیشه وِرد زبان ارباب طریقت هر عصری شده و اصحاب حقیقت هر ایامی معتقد کلام آن سخن آفرین بوده

[1] ہما: دُرد نوشان ؛

(۴۷ا) که دارا که دارای آفاق بود ۔۔ بدارندگی در جهان طاق بود

چو زین دار ششدر برون برد رخت ۔۔ ندارد[1] بجز دار تابوت تخت

بدین حقهٔ سبز چندین مناز ۔۔ که هم مهره و زر دست و هم مهره باز

رهائی نیابد کس از شست[2] خاک ۔۔ که بر خاک پیشند[3] از دست خاک

هر آن پاره خشتی که بر منظریست ۔۔ سر کیقبادی و اسکندریست

هر آن شاخ عرعر که در گلشنی است ۔۔ نمودار[4]ی از قد سیمین تنی است

بهر[5] گل که در گلستانی بود ۔۔ سمن عارض دلستانی بود

۵ بده[6] ساقی آن تلخ شیرین گوار ۔۔ که شیرین بود خاصه[7] از دست یار

بجز خون شاهان درین طشت نیست ۔۔ بجز خاک خوبان درین دشت نیست

بیا تا نشینیم و ساغر کشیم ۔۔ دم از دل بر آریم و دم در کشیم

بده باده تا خون دل کم خوریم ۔۔ که خاکیم و از خاک ره کمتریم

شنیدم ز شوریدهٔ می پرست ۔۔ بجمخانهٔ کوزهٔ می بدست

که هر کس که در دور گردون بود ۔۔ زند بر فلک خیمه گردون بود

که دونست گردون و دون پرورست ۔۔ ازو شادتر هر که نادان ترست

که یابد ازین قرص زرین سه نان ۔۔ برین سفره بیرون ز دونان دو نان

(۴۷ب) بشو چون خضر دست ز آب حیات ۔۔ چو عیسی تبرا کن از کاینات

کسی در خور تخت فیروز[8] گشت ۔۔ که مستغنی از بخت پیروز[9] گشت

که چون بگذرد عمر و[10] چون بگذری ۔۔ ازین باز مانی و حسرت خوری

---

۱ ہما: بودش ۲ ہما: دست ۳ ہما: نشیند ۴ آ: نمودار ٭
۵ ہما: ہران — در ہما بعد این بیت ۹ را آورده است ٭
۶ ہما: باده ۷ آ: فیروزه ۸ آ: پیروزه — در ہما بعد این بیت بند ۹ را آورده است ۱۰ ہما: خود

و یک رُبع صرفِ خود می کرد تا در اندک زمانی به توفیق ایزدِ بیچون و عنایت گوناگون خالق کُن فیکون حافظِ قرآن و سواد خوان شد،

در اخبار آمده که در جوارِ دکّانِ استاد ایشان دکّان بزّازی بوده و جوان فصیحی و بلیغی صاحب (۴۹ ا) آن دکّان بوده و اکثر مردمِ اهل بدیدن او می آمده و با او صحبت می داشته اند، حافظ را اطوار آن مردم خوش آمده با خود می گفته که بهترین طوایف این طائفه اند و همیشه آرزومند آن بوده که از زمرهٔ سخنوران باشد، گاه گاه در مقامِ انتظام سخن می شده، چون دران فن مهارتی نداشته اند اکثر ناموزون می گفته و بر یاران خود می خوانده اند، مصاحبانش با او از روی ضحک و تمسخر پیش می آمده اند تا آنکه در شهر بناموزونی اشتهار می یابند و دو سال علی الاتّصال خلق او را پیش داشته مضحکه می نموده اند و ایشان اصلا از شعر گفتن ناموزون خود و آزار مردم دلگیر نمی شده اند تا آنکه روزی از روزهای رمضان المبارک آزار بسیاری از ظرفای شهری می یابند بمرتبه که از اوضاع خود و شعر گفتنهای ناموزون بغایت دلگیر و مایوس می گردند و در عالم یاس روی بآستانهٔ متبرکهٔ باباکوهی می گذارند، چون بمطلب می رسند سه شب در انجا افطار نمی کنند و هر روز و هر شب زبان بتضرّع و زاری می کشایند و از حضرت عزت باری نشأهٔ[۱] فیض مسئلت می نمایند در شب بیست و سیوم درعین تضرّع و ابتهال خوابش می برد و در نوم بوی خوشی بشام جان آن نیک سرانجام می رسد و شاهسواری بنظرش درمی آید (۴۹ ب) که از نعلِ مرکبِ او تا ساقِ عرش نور بلند می شده روی مبارک با یشان می نماید و می گوید که ای حافظ! برخیز که مراد تو برآوردیم، و لقمهٔ درکمال سفیدی از دهن مبارک خود برآورده بدهن حافظ می دهد و می فرماید: فرو بر این لقمه را که ابواب

[۱] آ: نشاء.

واو را لسان الغیب خوانده اند،
آورده اند که جدّ عالی تبار ایشان از کوپای[1] اصفهانست بجهت بعضی از موانع
در ایام سلطنت آتا بکیه از انجا بشیراز آمده توطن نموده اند، اسم والد امجد حافظ خواجه
بهاء الدین است، مدار معیشت او به تجارت میگذشته وہمیشه سلسلهٔ ایشان صاحب[2]
مکنت بوده اند، نام اصل آن شاه بیت مجموعه و سخن گستری شمس الدین محمد است
و والده اش گازرونیست و خانهٔ ایشان در دروازهٔ گازرون بوده،
در کتب معتبر چنان بنظر رسید که بعد از فوت پدرش بهاء الدین سه پسر از و
مانده و کوچک همه شمس الدین محمد بوده است چندانی که اموال و اسباب ایشان*
باقی بود همگی چون پروین جمع بودند، وقتی که پراگندگی در سامان ایشان بهم رسید همچو
بنات النعش پراگنده شدند و برادران هریک (۴۸ ب) بطرفی رفتند حافظ
مع والده در وطن ماند گویند که آن صالحه از کثرت پریشانی پسر خود را در صغر
سن بیکی از اهل محله سپرد تا مربی حال او شود و فکری در بارهٔ او کند، خواجه چون
خود را اشناخت اوضاع آن مردش خوش نیامد بکسب خمیرگری مشغول گشت و اکثر
شب ها از نیم شب تا سفیدهٔ صبح بآن امر مامور می بود وهمیشه در سحر خیزی بر صبح صادق
سبقت می گرفت، آورده اند که حوالی دکان ایشان مکتب خانه بود و اکثر اطفال ارباب
حال دران مسجد بدرس خواندن اشتغالی داشتند و عبور خواجه حافظ هر روز بدان
سمت واقع می شد، روزی بخاطرش رسید که درس خواندن و سواد بهم رساندن موجب
خداشناسی می شود مرا باید که باین کار رجوعی کنم شاید که از عنایت بی نهایت الهی ازین
فیض بهرهٔ بردارم، فی الحال در آن کار خیر بی استخاره شروع نمود و آنچه از کسب او
بهم می رسید بچهار بخش می کرد یک بخش بوالده و یک حصه بمعلم می داد و یک قسمت بفقرا

[1] ۲ ،۳ : کوپای [2] در ۳ حذف کرده است (از «صاحب» تا «ایشان»)

در مرتبهٔ مطلوب خاص و عام شد که از نزدیک و دور در سنین و شهور مردم می آمدند و اشعار او را تحفه می بردند چنانچه الحال صدق این مقال اظهر من الشمس است،

ارباب خبر آورده اند که یکی از اکابر بخواجه فرموده که چون از سعادت قرآن دانی و قرآن خوانی مستفید و بهره ور شده اید باید که تخلص خود حافظ نمائید شمس الدین بنابر گفتار آن بزرگوار تخلص خود حافظ نمود، دیوان ایشان (۵۵ ب) در عرض دو سال بر بیاض رفته است،

و خدمت سه بادشاه کرده اند اول شاه ابوالحق انجو، بعد ازان شاه شجاع مظفری و شاه منصور برادر زادهٔ او، دیگر بتحقیق پیوسته که بخدمت امیر کبیر امیر تیمور رسیده اند و امیر را با ایشان التفات بی نهایت بوده، اکثر بادشاهان ذی شان تحفه از اطراف و اکناف بجهت خواجه می فرستاده اند و آرزوی صحبت ایشان داشته اند انواع ظرافت و مطایبه از ایشان سر می زده، یکی ازان جمله بر سبیل تحفه درین مختصر درج نمود، گویند که زن شاه شجاع شعر را بغایت خوب می گفته و همیشه شاه را به تنگ می آورده که میل دارم که با خواجه شعر بگویم هر چند شاه امتناع زن خود درین معنی می نموده بجای نمی رسیده، از کثرت محبتی که شاه را بزوجهٔ خود بود ردّ سخن زن مطلوب ننمود، حافظ را بعقب پرده طلبید، یک جانب پرده شاه با زن خود نشست، یک طرف دیگر خواجه قرار گرفت، بعد از مکالمهٔ طرفین زن فرمود مصراع

حافظا مطلعی بفرمائید

خواجه می فرمایند که . . . . شمس الدین بعد از مبالغه این مطلع می خواند مطلع

دوش[1] دیدم که ملایک در میخانه زدند، گل آدم بسرشتند و به پیمانه زدند

زن شاه بعد از استماع این بیت با خواجه از روی ضحک و تمسخر پیش آمد و گفت

---

[1] برد کی ہاؤس نمبر ۲۲۲ +

علوم بر تو کشاده گشت، در فصاحت و بلاغت نادرۂ زمانه شوی انشاء اللہ تعالیٰ اشعار
ترا دست بدست تحفہ خواہند برد و تا انقراض عالم در ہر ملکی بر صفحۂ روزگار یادگار خواہد
ماند، آوردہ اند کہ خواجہ می فرمودہ کہ ہرگز بآن لذت لقمۂ نخوردہ و از ہیچ لذتی آن قسم
ذوقی نیافتہ بودم کہ ازان لقمہ دران وقت، آن خورشید تابان خواست کہ غایب شود
من پیش دویدم تا احوال ازو معلوم کنم، پیر روشن ضمیری بنظرم در آمد ازو استفسار
نمودم کہ این نیر اعظم از کدام طرف طالع شد و اسم مبارکش چیست؛ فرمود: ویحک
نمی شناسی؛ این محرم سرّ اسرار سرور و ساقی شراب طہور است، این آنکسی کہ حضرت
رسالت در شان او فرمودہ کہ انا مدینۃ العلم و علیٌّ بابہا من از شوق برخاستم کہ خود را
بقدم آن سرور رسانم و سر و جان نثار قدم امیر مردان گردانم، آواز بانگ مؤذن
بگوشم رسید از خواب بیدار شدم دل خود را از دیدار فایض الانوار آن بزرگوار
منجلی یافتم، دران سفیدۂ صبح بحر (۱۵۰) دلم بموج در آمد و این غزل کہ ہر
مصراعش رشتۂ جواہر قیمتی است بر کنار افتاد ؎

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند — وندران ظلمت شب آب حیاتم دادند

القصہ چون روز شد بشہر آمدم و نزد یاران خود رفتم ایشان از من از روی ضحک
و استہزا شعر طلبیدند، من این غزل خواندن گرفتم، چون تمام شد ہمگی گفتند این شعر
نوخیست باعتقاد ما معلوم نیست کہ درین چند زمان کسی باین خوبی شعر گوید چون از
تو قبول کنیم گفتم غزل طرح کنید، غزلی طرح کردند بتوفیق فیاض علی الاطلاق خوب
گفتم و ہر چہ درمیان می آوردند ہمچنان می گفتم کہ بہ ازان نتوان گفت، ہمیشہ بر گرد
خاطرم این می گشت کہ ان اللہ علی کل شئ قدیر، ملخص سخن آن کہ در اندک زمانی
از برکت توجہ امیر المؤمنین و قاتل الکفرۃ و المشرکین نادرۂ جہان و یگانۂ زمان گشت

لہ بروک ہوس نمبر ۲۱۸ ۔

سر[51] فتنه دارد دگر روزگار — من و مستی و فتنهٔ چشم یار

فریب[52] جهان قصهٔ روشن است — ببین تا چه زاید شب آبستن است

دگر همچو زند آتشی می زند — ندانم چراغ که بر می کند

همی بینم از دور گردون شگفت — ولی[53] نیست بر وی مجال گرفت

درین خونفشان عرصهٔ رستخیز — تو خون صراحی بساغر بریز

بمستی مگر زین میان بگذریم — وگرنه کجا جان ازین غم بریم

باقبال[55] دارای دیهیم و تخت* — بهین میوهٔ خسروانی درخت

پناه[56] زمین پادشاه زمان — مه برج دولت شه کامران

که تمکین او رنگ شاهی ازوست — تن آسانی مرغ و ماهی ازوست

فروغ[57] دل و دیدهٔ مقبلان — ولی نعمت جمله[58] صاحبدلان

جهاندار دین پرور تاجور[59] — کزو بخت[60] گشتست* بازیب و فر

الا ای همای همایون اثر[61] — خجسته سروش مبارک خبر

چگونه دهم شرح آثار تو — که عقلست حیران در اطوار تو

چو[62] قدر تو از حد وصفت بیش — سر اندازم از عجز و تشویر پیش

(۱۵۲) برآرم باخلاص دست دعا — کنم روی در حضرت کبریا

که یارب بآلای و نعمای تو — باسرار اسمای حسنای تو

(بقیه حاشیه ص۸۳) مطابقتی به نسخهٔ من دارد، اما بعض ابیات را حذف کرده، رجوع کنید به حواشی

[51] بروک هاؤس نمره ۷۸۰، شعر ۳۵ [52] در آ برحاشیه افزوده: بر یکی را قلم زن کند کردگار / یکی را دهد تیغ در کارزار،

[53] ح و بروک هاؤس شعر ۳۶: ندانم کرا خاک خواهد گرفت [54] ایضاً: وساغر ؛

[55] ح: باقبال دیهیم و امداد بخت [56] ح: خدیو [57] ح: الا ای ؛ [58] ح: جان

[59] بروک هاؤس (نمره ۶۸۶۵ شعر ۱۱۴): دادگر، [60] ایضاً: تخت کی گشت،

[61] ح: نظر [62] آ: چه •

(۵۱ ا) حافظ شما آنجا تشریف داشتید که آدم را از گل ساختند؟ گفت: بلی بانو، گفت که آن گل گاه داشت یا نه؟ شمس الدین فرمود که نداشت، گفت: بچه نشان؟ خواجه فرمود دلیل اینکه اگر گاه می داشت رخنه. . . . . . . بهم نمی رسید، شاه شجاع بغایت آزرده شد و زن کمال شرمندگی در پیش شوهر کشید، چون حافظ را صاحب نشاء می دانستند هیچ نگفتند و بر ایشان ظاهر شد که با اکابر بی ادبانه پیش نباید آمد،

آورده اند که آن سرغزل دیوان ارباب یقین از شیراز کم بر آمده اند مگر این که یک نوبت از انجا به یزد رفته و از یزد باز بشهر مذکور آمده آرام گرفته اند، در شصت و پنج سالگی رخت بر بسته و دل از جهان بر داشته سفر آخرت اختیار نموده اند، خاک مصلّی تاریخ فوت ایشانست،

بر رای معنی آرای بلبلان گلستان فصاحت و عندلیبان بوستان بلاغت پوشیده نماند که این لب تشنۂ وادی مطالعه اکثر دواوین قدما از ابتدا تا انتها گشت از هیچ دیوانی ساقی نامۂ بسامانی بنظر در نیاورد مگر از خواجه حافظ[1]، غالباً در آن ایام ساقی نامه گفتن متعارف نبوده مگر بدستوری که شیخ نامی گرامی شیخ نظامی و دُرّ دریای معنوی امیر خسرو دهلوی فرموده اند و درین جز زمان خود شایع شده چنانچه همه کس می گویند، امید از باطن (۵۱ ب) انبیاء و اولیا آنکه این تحفۂ حقیر منظور نظر صغیر و کبیر گردد انشاء اللہ تعالیٰ

---

[1] در برک هاؤس نمره ٦٨٦ و دیوان حافظ طبع لکهنو بعضی از ابیات ساقی نامه خواجو هم شامل ساقی نامه حافظ کرده اند، در نسخه عتیقه دیوان حافظ تحریر ۸۵۹ھ که من دارم ساقی نامه فقط ۱۱ بیت را دارد و شش تا از ابیاتش در مےخانه نیست. در ما بعد این نسخه را بعلامت ح یاد کرده ام، و ابیات را که درین نسخه و میخانه مشترک است به علامت (x) نشان داده مگر ترتیب ابیات ح از میخانه مختلف است، یک نسخه خطی تحریر سلطان علی مشهدی در کتاب خانه نواب محمد عبد السلام خان رامپوری محفوظ است، با آن نسخه هم مقابله کرده شد، ابیات ساقی نامه دران نسخه منحصر به ۱۵ است فی الجمله متفنن

زمان تا زمان از سپهر بلند — بفتحی دگر باش فیروزمند

[از آن[1] می که جان داروی هوش باد — مرا شربت و شاه را نوش باد]

بیا[2] ساقی از من برو پیش شاه — بگو این سخن کای شه جم پناه

دل بی نوایان مسکین بجوی — پس آنگاه جام جهان بین بجوی

بیا ساقی آن جام کیخسروی — بمن ده که از غم ضعیفم قوی

غم این جهان کاندران نیست نفع — بمی می توان کردن از خویش دفع

بیا[3] ساقی اکنون که شد چون بهشت — زروی تو این بزم عنبر سرشت

خذ الجام لا تخش فیه الجناح — که در باغ جنت بود می مباح

بیا ساقی از می ندارم گریز — بیک جام باقی مرا دست گیر

که از دور گردون بجان آمدم — روان سوی دیر مغان آمدم

(۵۳ ا) بیا ساقی آن می کزان جام جم — زند لاف بینائی اندر عدم

بمن ده که گردم بتائید جام — چو جم آگه از سر عالم مدام

بیا ساقی آن بادهٔ ذوق بخش — که بر دل کشاید در وقت خوش

بده وین نصیحت ز من گوش کن — جهان جمله نیش است می نوش کن

بیا[4] ساقی از بیوفائی عمر — بترس و ز می کن گدائی عمر

که می عمر باقی بیفزایدت — دری هر دم از غیب بگشایدت

بیا[5] ساقی از می بنه مجلسی — که دنیا ندارد وفا با کسی

حباب مئیت آرد این نکته یاد — که چون باد برد افسر کیقباد

بیا ساقی از می طلب کام دل — که بی می ندیدم من آرام دل

---

[1] از برٹش ہاؤس نمبر ۶۸۷ شعر ۳۸؛ محذوف در ہا و آ، [2] ایضاً نمبر ۲۹۶ شعر ۱۰۷،
[3] ایضاً شعر ۵۲ [4] ایضاً شعر ۳۰ [5] ایضاً شعر ۳۲ ٭

بحق کلامت که آمد قدیم / بحق[1] رسول و بحق کریم

که شاه جهان باد فیروز بخت / باقبالش آراسته تاج و تخت

زمین تا بود مظهر عدل و جور / فلک تا بود مرجع[2] جدی و ثور

خدیو جهان شاه منصور باد / غبار غم از خاطرش دور باد

بحمد الله ای خسرو جم نگین / شجاعی بمیدان دنیا و دین

بمنصوریت شد در آفاق نام / که منصور باشی با عدا مدام

فریدون شکوهی در ایوان بزم / تهمتن نبردی بمیدان رزم

فلک را گهر[3] در صدف چون تو نیست / منوچهر و جم را خلف چون تو نیست

نه تنها خراجت دهند از فرنگ / که مهراج باجت فرستد ز زنگ

اگر ترک هند است اگر روم چین / چو جم جمله داری بزیر نگین

زحل کمترین بنده ات[4] در یتاق / سپهرت غلام مرصع نطاق

همائیست چتر[5] همایون اثر / که دارد بسیط زمین زیر پر

سکندر صفت[6] روم و با چین تراست / گر او داشت آئینه آئین تراست

(۵۲ ب) بجای سکندر بمان سالها / بدانا دلی کشف کن حالها

چو دریای مدحت[7] ندارد کنار / ثنات[8] را کنم بر دعا اختصار

ز نظم نظامی که چرخ بلند / ندید آنچنان گوهر سودمند

بیارم بتضمین سه بیت متین / که نزد خرد به ز دُرّ ثمین

ازان پیشتر کاوری در ضمیر / ولایت ستان باش و آفاق گیر

---

۱ بروک هاوس: بخلق عظیم، ۲ بروک هاوس: مرتع، ۳ ح: پسر ذی شرف ح و بروک هاوس: فریدون بجای منوچهر ۴ ایضاً: هندویت در رداق ۵ ایضاً: چترت ۶ ایضاً: وصفت

۷ ایضاً: مدحیت ۸ آ: نه

بیا ساقی آن آب آتش خواص
بمن ده مگر یابم از غم خلاص[1]

فریدون صفت کاویانی علم
برافرازم از پشتی جامِ جم

(۵۴ و) بیا ساقی آن ارغوانی[2] قدح
که دل زو فرح یابد و جان فرح

بمن ده که از غم خلاصم دهد
نشانِ ره بزم خاصم دهد

بیا[3] ساقی آن کیمیای فتوح
که با گنج قارون دهد عمر نوح

بده تا بروییت کشایند باز
درِ کامرانی و عمرِ دراز

بیا[4] ساقی آن جامِ چون سلسبیل
که دل را بفردوس باشد دلیل

بمن ده که طنبور خوش گفت ونی
که یک جرعه می به ز دیهیم کی

بیا[5] ساقی آن آب اندیشه سوز
که گر شیر نوشد شود بیشه سوز

بده تا روم بر فلک شیر گیر
بهم بر زنم دام این گرگِ پیر

بیا ساقی آن می که حور بهشت
عبیرِ ملائک در آن می سرشت

بده تا بخوری بر آتش کنم
مشامِ خرد تا ابد خوش کنم

بیا[6] ساقی آن می که شاهی دهد
به پاکی او دل گواهی دهد

بمن ده که سلطانِ دل بوده ام
کنون دورم از وی که آلوده ام

بیا ساقی آن جام[7] یاقوت رنگ
کز آیینه دل برد نقش زنگ

بمن ده که تا[8] گردم از عیب پاک
برآرم بعشرت سر از این مغاک

بیا ساقی آن آب آتش نهاد
که خاک خرد زو بر آید بباد

(۵۴ ب) بمن ده که تا چهره صافی کنم
زمانِ[ا] گذشته تلافی کنم

---

[1] ایضاً شعر ۴۳: کز آن آب یابم ز آتش   [2] ایضاً شعر ۹: خسروانی ح ۲؛ ارغوانی   [3] ایضاً شعر ۳ ح تا بجای با

[4] ایضاً شعر ۱۱، در ح بعد این شعر می گوید: بیا ساقی این نکته بشنو ز نی که یک جرعه بهتر الخ   [5] ایضاً شعر ۱۵ ÷

[6] ایضاً شعر ۲۲   [7] ایضاً شعر ۸۵: آب — که بُرد از رخ لعل و یاقوت رنگ   [8] ایضاً شعر ۲۴: گمرسترم این

گر از وصلِ تن جان صبوری کند — دل از می تواند که دوری کند

بیا ساقی آن جام پر کن ز می — که گویم ترا حال کسری و کی

[۱] بمستی توان دُرِ اسرار سفت — که در بیخودی راز نتوان نهفت

بیا ساقی این چه باشی که دهر — بر آنست کت خون بریزد بقهر

چو ناکام خیزد ز تو رستخیز — تو در کامِ جان خون ساغر بریز

بیا[۲] ساقی از ما مکن سرکشی — که از خاکی آخر نه از آتشی

(۴۲ ب) قدح پر کن از می که می خوش بود — خصوصاً که صافی و بیغش بود

بیا ساقی آن جامِ ریحان نسیم — بمن ده که نه زر بماند نه سیم

زری را که بیشک تلف در پی است — بمی ده که درمان نه لهاوی است

بیا ساقی آن بادهٔ لعل صاف — بده تا کی از زهد و تزویر لاف

ز تزویر[۳] خرقه ملولم تمام — بمی رهن کن هر دو را والسلام

بیا ساقی از کنجِ دیرِ مغان — مشو دور کانجاست گنج روان

ورت شیخ[۴] گوید مرو سوی دیر — جوابش چنین[۵] گوی شامت[۶] بخیر

بیا ساقی آن جامِ صافی صفت — که بر جان گشاید درِ معرفت

بده تا صفا در درون آردم — دمی از کدورت برون آردم

بیا[۷] ساقی از بادهای کهن — بجامی پیاپی مرا مست کن

چو مستم کنی از میِ بیغشت — بمستی بگویم سرودِ خوشت

بیا[۸] ساقی آن می که حال آورد — کرامت فزاید کمال آورد

بمن ده که بس بیدل افتاده ام — وزین هر دو بیحاصل افتاده ام

---

۱ ایضاً شعر ۳۸ ۲ ایضاً شعر ۴۱: بشید ۳ ایضاً شعر ۴۲: زتسبیح ۴ ایضاً (۴۴) کس ۵ ایضاً: چه
۶ ایضاً: بگوشب، ۷ ایضاً شعر ۵۰ ۸ برٹش ہاؤس نمرہ ۶۸۶ شعرا

همان[1] مرحلست این بیابان دور | که گم شد درو لشکر سلم و تور
همان منزلست این جهان خراب | که دیدست ایوان افراسیاب
کجا رای[2] پیران لشکر کشش | کجا شیدهٔ ترک خنجر کشش
دلا[3] دل منه بر جهان زینهار | کرکس بر سر پل نگیرد قرار
بیا[4] ساقی از باده پر کن بطی | مغنی کجائی بزن بربطی
بستان[5] نوید سرودی فرست | بیاران رفته درودی فرست
مغنی[6] نوائی بگلبانگ رود | بیاد آور آن خسروانی سرود
روان[7] بزرگان خود شاد کن | ز پرویز و از باربد یاد کن
مغنی[8] کجائی نوائی بزن | بیکتائی او دو تائی بزن
چنان[9] برکش آهنگ خنیاگری | که ناهید چنگی برقص آوری
مغنی[10] بیار آن نو آئین سرود | بگو با حریفان به آواز رود
(۵۵ ب) که از آسمان مژدهٔ نصرت است | مرا بر عدو عاقبت نصرت[11] است
مغنی نوائی طرب ساز کن | بقول[12] غزل نغمه* آغاز کن
که بار غمم بر زمین دوخت پای | بضرب اصولم بر آور ز جای
مغنی از این[13] پرده نقشی بیار | ببین تا چه گفت از حرم پرده دار
درین پرده چون عقل را بار نیست | بجز مستی و بیخودی کار نیست
مغنی[14] دف و چنگ را ساز ده | بیاران خوش نغمه آواز ده

---

[1] ایضاً نره ۹۸۷ شعر ۱۴ [2] ح: آن دبیران [3] ایضاً شعر ۹ [4] برو ک ہاؤس نره ۱۰۸ شعر ۱ [5] ایضاً شعر ۲ [6] ایضاً شعر ا ح: مغنی کجائی باواز رود [7] ایضاً شعر ۳۴ [8] ایضاً شعر ۱۹: بما بینوایان صلائی بزن، در ح در مصرعهٔ اول 'دوتائی' بجای 'نوائی' و در ثانی 'کتائی' بجای 'دوتائی' [9] ایضاً شعر ۶ ح: این داوری بجای خنیاگری [10] ایضاً شعر ۳۳ در ح بساز بجای بیار [11] ح: زمت [12] ایضاً شعر ۳: بقول و غزل قهٔ [13] برو ک ہاؤس و ح: ازان [14] برو ک ہاؤس شعر ۷

بیا[1] ساقی آن بکرِ مستور مست — که اندر خرابات دارد نشست
بمن ده که بدنام خواهم شدن — مرید[9] می و جام خواهم شدن
بیا ساقی آن می که تیزی کند — بباغِ دلم مشکبیزی کند
بده تا بنوشم بیادِ کسی — که از وی بود در دلم خون بسی
بیا[2] ساقی آن می که جان پرورست — دلِ خسته را همچو جان درخورست
بده کز جهان خیمه بیرون زنم — سراپرده بالای گردون زنم
بیا[3] ساقی آن آتشِ آبناک — که زردشت می جویدش زیرِ خاک
بمن ده که در کیشِ رندانِ مست — چه آتش پرست و چه دنیا پرست
بیا[4] ساقی آن مَی که عکسش ز جام — به کیخسرو و جم فرستد پیام
بده تا بگویم بآوازِ نَی — که جمشید کَی بود کاوس کَی
بیا[5] ساقی آن جامِ جم ده مرا — تعلّل مکن دم بدم ده مرا
که خوش گفت جمشید با تاج و گنج — که یک جو نیرزد سرای سپنج
بیا[6] ساقی آن جام چون مهر و ماه — بده تا زنم بر فلک بارگاه
چو شد باغ روحانیان مسکنم — در اینجا چرا تختهٔ بندِ تنم
(۱۵۵) من آنم که چون جام گیرم بدست — ببینم در آن آینه هر چه هست
بمستی درِ پارسائی زنم — دم خسروی در گدائی زنم
شرابم ده و روی دولت ببین — خرابم کن و گنج حکمت ببین
دم از سرِّ[8] این دیرِ دیرینه زن — صلای بشاهانِ پیشینه زن

(بقیہ حاشیہ صد ۸۹) از فکرتِ ہولناک ح: ازان می مگر الخ — خرابم بعشرت سرا زین مغاک

[1] ایضاً شعر ۱۳ [3] ایضاً شعر ۴۷ [4] ایضاً شعر ۵ [5] ایضاً شعر ۱۹ ؛
[6] ایضاً شعر ۵ [7] ایضاً شعر ۹۴ [8] ح: سیر — بیاران بجای بشاهان [9] ایضاً نمرہ ۶۰۸ شعر ۲۷

کہ تا وجد را کارسازی کنیم | برقص آیم و خرقہ بازی کنیم
کہ حافظ چو مستانہ سازد سرود | ز چرخش دہد رود زہرہ درود

ذکر

اعلم العلما افضل الفضلا مولوی نامی گرامی نور الدین عبد الرحمان

جامی

جامع علوم ظاہر و باطن بودہ اند و از غایت علو فطرت (۶۵ ب) و نہایت حدت طبع احتیاج بہ تقریر حال و تحریر مقال ندارند، چہ پرتو فضایل ایشان از شرق تا غرب رسیدہ، و خوان نوال افضال جناب شان کران تا کران کشیدہ است ؎

نہ دیوان شعر است این بلکہ جامی | کشیدہ است خوانی برسم کریمان
ز الوان نعمت درو ہر چہ خواہی | بیابی مگر مدح و ذم لئیمان

در اخبار آمدہ کہ جد بزرگوار آن معدن علوم از شہر صفاہانست، در ایام سلطنت خوارزمشاہیہ جلای وطن گردیدہ بخراسان آمدہ در قصبہ خرجرد جام توطن نمودند، قاضی اسحاق کہ پرسش دار القضاء موضع مذکور متعلق باو بود سہ دختر داشت، دختر خرد خود را در حبالۂ نکاح جد مولوی قوام الدین حسن درآورد ازان دختر پدر عبد الرحمان بوجود آمد، چون بسن رشد و تمیز رسید فتوای شہر باو مفوض داشتند، بعد از مدتہا بجہت امر ضروری از انجا بہرات آمد، گویند کہ ہنگام مراجعت ایشان بشہر مذکور تولد مولوی واقع شدہ بود و بہ سن پنج سالگی رسیدہ، اسم او را نور الدین کردہ ہمراہ گرفتہ بہری آوردہ بودند چون آن معدن فضیلت را در ہرات استقراری

۴ رهی زن که صوفی بحالت رود | بمستیٔ[1] وصلت* حوالت رود

مغنی بیا[2] با منت جنگ نیست | کفی بر دفی زن گرت چنگ نیست

شنیدم که چون غم رساند گزند | خروشیدن دف بود سودمند

مغنی[3] بزن چنگ در ارغنون | ببر از دلم فکر دنیای دون

کز آن خاطرم یابد آسایشی | نباشد[4]* ز غم با وی آلایشی

مغنی[5] کجائی که وقت گل است | ز بلبل چمنها پر از غلغل است

همان به که خونم بجوش آوری | دمی چنگ را در خروش آوری

مغنی بیا عود را[6] ساز کن | نو آئین نوای نو آغاز کن

بیک نغمه دردِ مرا چاره ساز | دلم نیز چون خرقه صد پاره ساز

(۱۵۶) مغنی چه باشد که لطفی کنی | بنیٔ[7] بازم آتش بسر بر زنی

برون آری از فکرِ خود یک دمم | بهم بر زنی خان و مان غمم

مغنی کجائی نوائی بزن | خرا[8]باتیان را صلای بزن

چو خواهد شدن عالم از ما تهی | گدائی بسی به که شاهنشهی

مغنی بگو قول و بردار ساز | که بیچارگان را توئی چاره ساز

تو بنواز راهِ عراقم برود | که بنایم از دیده ها[9] زنده رود

مغنی بیا بشنو و کار بند | ز قول من این پند دانا پسند

چو غم لشکر آرد بیارا صفی | بچنگ و رباب و بنای و دفی

مغنی تو سرّ مرا محرمی | زمانی به نیٔ زن دمِ همدمی

بمی دور کن گر دلت را غمی ست | دمی در نیِ دم که عالم دمی ست

مغنی ز اشعار من یک غزل | باهنگِ چنگ آور اندر عمل

---

۱ ایضاً: وصالش بمستی ۲ ایضاً شعر ۱۱ ۳ ایضاً شعر ۹ ۴ ایضاً: چو نبود ۵ ایضاً شعر ۱۳
۶ ایضاً شعر ۱۵ ؛ بره ۷ ایضاً: ز ۸ ایضاً: بابی نوایان ۹ ایضاً: من

بیل دیدن ایشان بهم رسید خود برخاسته در مدرسه بدیدن عبد الرحمان آمد بعد از
واقع شدن ملاقات میرزا را محبت تمامی بآن منبع فصاحت بهم رسید در مقام تربیت
ایشان شد همیشه از روی رغبت ایشان را بمجلس بهشت آئین خود می طلبید و
صحبت می داشت، امیر علی شیر که سپه سالار لشکر ظفر اثر میرزا بود در بندگی و
خدمتگاری نور الدین مبالغه بجد می نمود خود را از مخلصان آن یگانهٔ زمان می شمرد،
در هر علمی آن بحر دانش را قدرت تمام عیاری بوده (۱۵۸) چنانچه تصنیفات
دلپذیر و تالیفات بینظیر در هر باب از ایشان یادگار بر صفحهٔ روزگار مانده بتخصیص در
علم تصوف که اهل تمیز ایشان را قرینهٔ شیخ محی الدین عربی[1] می خوانند و علمای ماوراء النهر
او را درین علم از شیخ مذکور بهتر می دانند، شرح فصوص و نقد فصوص و لوایح را در آن
علم نوشته اند تا لغایت کسی کتابی بآن رعونت در تصوف تصنیف نکرده، در علم نحو مثل
شرح کافیه کتابی مشهور بشرح ملا مرقوم نموده اند، در هر علمی ازان بزرگوار تصنیف
دلپذیری یادگار مانده است، در عصر خود اعلم العلما شده اند، و سلطان حسین میرزا
با اولاد و اتباع بوجود ایشان می نازیده اند، در شعر گفتن سر آمد روزگار خویش گشته اند
اشعار ایشان همگی از قصاید و غزل و مقطعات و مثنوی و رباعیات قریب بصد
هزار بیت میشود، چند کتاب مرغوب از منظومات ایشان درمیان است چون
سلسلة الذهب که در راه مکهٔ معظمه بنام سلطان بایزید بادشاه روم تمام کرده اند،
تحفه و سبحه و یوسف زلیخا که الحال اشتهار سرشاری دارد،

چون سن شریف آن مطلع فضلا (کذا) بشصت و چهار می رسد عزم زیارت
بیت الله و مدینه رسول الله جزم می نمایند بعد از (۵۸ ب) سعادت دریافت
کعبهٔ مقصود از راه شام و مصر عازم عراق می شوند، در راه سلطان بایزید بادشاه

[1] ۱۳۳ آ: اعرابی،

بهم رسید (۱۵۷) نور الدین بدرس خواندن مشغول شد از پنج سالگی تا پانزده آنقدر کسب کمال نموده که شرح آن باعث طول کلام می شود، بتحقیق پیوسته که اوّل در خدمت مولانا جنید اصولی صرف ونحو معانی وبیان خوانده بعد ازان در مدرسه نظامیه بدرس مولانا علی سمرقندی که شاگرد اعلم میر سیّد الشریف علامه بوده حاضر می شده، اکثر علوم عقلی را در خدمت ایشان می گذرانیده اند، در اندک ایّامی از عنایت بی غایت ایزد سبحان و الطاف بی نهایت خدای جهان استعداد ایشان بمرتبهٔ رسید که مافوقی بران متصوّر نباشد، بعد از چندگاه آن معدن علوم عقلی و نقلی را هوای سیر سمرقند در سر افتاد، عازم آنجانب شد، چون بمطلب رسید خود را بتقریبی در مجلس درس مولانا فتح الله تبریزی که استاد میرزا الغ بیگ بود رسانید، بعد از صحبت وشناخت استاد میرزا را بایشان محبّت تمامی پیدا شد، زبان به تحسین آن یگانهٔ زمان کشود و از روی ادب بآن نادرهٔ جهان پیش آمد غلغله در شهر سمرقند افتاد که این قسم جوانی باین شهر آمده در هیچ زمان این نوع جوان مستعدی از خراسان برنخاسته و باین جانب کسی باین استعداد نیامده، اکثر علما را ذوق دیدن ایشان شد قاضی زاده روم بدیدن آن سرو جویبار فضیلت آمد بعد از ملاقات سخنان مشکل از ایشان پرسید، هرچه استفسار نمود جواب شافی شنید القصّه علمای سمرقند همگی معتقد مولوی شدند، و این مقدمه را بمیرزا الغ بیگ رسانیدند میرزا ایشان را طلبیده وصحبتها داشت و عالم عالم فیض از صحبت آن قطب مرکز فضیلت کسب نمود،

درخبر آمده که عبد الرحمان جامی نه سال در سمرقند استقرار گرفته اند بعد از تمام این مدت از انجا مراجعت نموده در ایام سلطنت حسین میرزا بایقرا دیگرباره بهرات آمدند فضلای شهر را از آمدن مولوی جانی جدید بتن و روحی تازه وربدن آمد گویند که بار دیگر در مدرسه میرزا شاهرخ بدرس وبحث اشتغال نمود میرزا را

ز نقد امانی ترا کیسه پُر — بجانِ تو[1] هم کیسه هم کیسه بُر*
چو کیسه بسیم و زر آگنده است — دلِ کیسه داران پراگنده است
یکی جمع شو زین پراگندگی — تهی کُن دل از کیسه آگندگی
بعبرت نظر کن که گردون چه کرد — فریدون کجا رفت و قارون چه کرد
پی گنج بردند بسیار رنج — کنون خاک ریزند بر سر چو گنج
ازین[2] سفره بنگر که در مرگ و زیست — نصیب تو با[3] این همه خلق چیست
نصیب تو زان نیست یک لقمه بیش — منه بهر آن رنج بر جانِ خویش
طلب را نگویم که انکار کُن — طلب کن ولی[4] خود بهنجار کن
بمردار جوئی چو کرگس مباش — گرفتار هر ناکس و کس مباش
پی لقمه چون سگ تملق مکن — بفتراک دونان تعلق مکن
میامیز چون آب با هر خسی — میاویز چون باد با هر کسی
(۵۹ ب) خوش آن کو درین[5]* لاجوردی رواق — ز آمیزشِ جفت طاقست طاق
§[6] بیا ساقیا زان می دلپسند — که گردد از و سفله همّت بلند
فرو ریز یک جرعه در جامِ من — که دولت زند قرعه بر نامِ من
بیا مطربا[7] زان نو آیین[8]* سرود — که بر روی کار آورتیم[9] بزود*
درین کاخ زنگار افگن خروش — فرو بند از پند شاهیم گوش
§ بیا ساقیا برگ عشرت بساز — مکن در بروی حریفان فراز
که از دولتِ شه بکاوس[10] کی. — بگیریم جام و بنوشیم می

[1] خا: دشمن کیسه پر کیسه بر [2] خا: ازان [3] خا: و [4] خا: ولیکن [5] خا: کس کزین
[6] این علامت مظهر است که اشعار ما بعد تا علامت دیگر بترتیب ایکه وضع خردنامه ماخوذ است [7] خا: مطرب و
[8] تا: نوائی [9] خا: آرد ابم ز دود [10] خا: کوس،

روم و قایتبای چرکس بادشاه مصر و شام کمال حرمت و عزت ایشان بجا آورده اند و خود را از جمله مخلصان آن یگانهٔ دهر شمرده اند، چون از انجا بعراقین می رسند سلاطین آن صوب همگی در مقام خدمت و مردمی می شوند و بتخصیص امیر حسین بیگ ترکمان که بادشاه عراقین و آذربایجان بود آنچه لازمهٔ بزرگی باشد با ایشان بجامی آورده، القصه مولوی بعد از سیاحت دیگر باره بهرات آمد سلطان حسین میرزا و میر علی شیر از آمدن ایشان مسرور و مبتهج گردیدند، چون سن شریفش بهفتاد و چهار رسید در سنه ثمان و تسعین و ثمانمایه ودیعت حیات بموکلان قضا و قدر سپرد، مدفنش در شهر هرات است، ساقی نامه بسامانی از مولوی بنظر در نیامد، بانی میخانه از مثنوی[1] ایشان اشعاری که مناسبتی بساقی نامه داشت بدر نوشت و به ترتیب بر بیاض برد امید که در نظر ارباب هنر خارج ننماید، انشاء الله تعالی

ساقی نامه مولانا عبدالرحمن جامی

دلا دیدهٔ دوربین بر کشای	درین دیر دیرینهٔ دیر پای
به بین دور[2] غور[3] شبانروزیش	بخورشید و مه عالم افروزیش
(۱۵۹) نگویم قدیمش[4] ز آغاز کار	که باشد قدم خاصهٔ کردگار[5]
حدوث ار چه شد سکهٔ[6] نام او	نداند کس آغاز و[5] انجام او
شب و روز او چون دو یغمائی اند	دو پیمانهٔ عهد[7] پیمائی اند
دو طرار هشیار و تو خفته مست	پی کیسه بر دینت[8] تیز دست

[1] یعنی خردنامهٔ اسکندری، برای مقابلهٔ نسخهٔ خطی مملوکهٔ پروفیسر آذر (اسلامیه کالج لاهور) بکار برده شد کاتب این نسخه سید علی لکهنوی و تاریخ کتابت ۱۵ صفر سنه ۱۲۰۱ه است، تقطیع کلان سطور ۲۴ بیک صفحه، در هر سطر دو بیت بحروف خرد بخط نستعلیق، در مابعد این نسخه را بعلامت خا نشان داده شد، [2] تر، خا: غور دور [3] خا: قدیمست از، [4] خا: کردکار [5] از تر و خا، در آ حذف است، [6] خا: عمر [7] خا: ببر دینت،

§ بیا مطرب آغاز کن زیر و بم — که گرد از دلم مرغ آرام رم
پی حلق[1] این مرغ ناگشته رام — ز ابریشم حلقه کن چنگ و دام[2]
§ بیا ساقیا فکرِ آن باده کن — که دل پُرچه[3] بود از حیل ساده کن
بیک جرعه ام سازه ازان شیرگیر — خلاصی ده از مکرِ روباهِ پیر
بیا مطربا نقشی از نو به بند — بزن این نوا را ببانگِ بلند
که اینست رسم این گذرگاه را — که از سر کشد پوست روباه را
§ بیا ساقیا در ده آن جامِ صاف — که شوید ز دل زنگ[4] و بوی گزاف
بهر جا که اندازد[5] آن مَی* فروغ — بفرسنگها رخت بندد دروغ،
(٦٠ ب) بیا مطربا زانکه وقتِ نواست — بزن این نوا را درین[6] چنگ* راست
که کج جز گرفتار خواری مباد — بجز راست از[7] رستگاری مباد
§ بیا ساقی آن جامِ گیتی فروز — که شب را نهد راز بر روی روز
بده تا ز فکر آورانِ[8] جهان — نماند ز ما هیچ فکری نهان
بیا مطربا همچو دانا حکیم — که می داند از نبضِ[9] عالم سقیم
بنه بر رگِ چنگ انگشت خویش — بدان دردِ پنهانِ این[10] سینه ریش
§ بیا ساقیا در ده آن جامِ خاص — که سازد مرا یکدم از من خلاص[11]
بیا مطربا در نَی افکن خروش — که باشد خروشش پیامِ[12] سروش
کشد شایدم جذبهٔ آن پیام — ازین دون نشیمن بعالی مقام

---

[1] آ تا خا: خلق [2] آ تا: دام [3] خا: را [4] خا: افتد زمکش [5] خا: آهنگ
[6] کذا در آ تا، خا: را [7] خا: کر [8] خا: مکری [9] خا: حال [10] خا: هر
[11] بعدش در خا این بیت است :- ببرد ز من نسبت آب و گل — بارواح قدسم کند متصل،
[12] از خا، تا آ: ز جام،

بیا مطربا مرحبائی بزن | دعائی بگو و نوائی بزن
که طبع شه از هر غم آزاد باد | بعدلش همه عالم آباد باد
§ بیا ساقیا ساغر می بیار | فلک وار دور[۱] پیاپی بیار
ازان می که آسایش دل دهد | خلاصی ز آلایش گل دهد
بیا مطربا عود بنهاده گوش | بیک جرعه می آورش[۲]* در خروش
خروشی که دل را بهوش آورد | بدانا پیام سروش آورد
§ بده ساقی آن بادهٔ عیب شوی | که از خم فتاده بدست سبوی
بده تا دمی عیب شوئی کنم | درون فارغ از عیب جوئی کنم
(۶۰ ا) بیا مطربا[۳] پردهٔ خویش[۴] ساز | وزان پرده برچشم عیبم فراز
که تا گردم از عیب جوئی خموش | شوم بر سر عیبها پرده پوش
§ بیا ساقی آن جام غفلت زدای | بدل روزن هوشمندی گشای
بده تا ز حال خود آگه شوم | بآخر خبر[۵] دار در ره شوم
[بیا[۶] مطربا نغمه آغاز کن | شترهای ما را حدی ساز کن]
که تا[۷] این شترهای کاهل خرام | شوند اندرین مرحله تیز گام
§ بیا ساقی آبی چو آتش[۸] بیار | نه می بلکه کبریت احمر بیار
بمن[۹] ده که تا* کیمیائی کند | بنقد[۱۰] خرد رهنمائی کند

---

۱ خا: جام ۲ تہ: جرعه‌ی آورد خا: گوشمالش بکن ۳ خا: مطرب و
۴ خا: خوش به ۵ بیاض باصل، تہ: خبردار، خا: سفر روی
۶ از خا نقل شد، در تہ و آ محذوف است، ۷ خا: تا آن، تہ آ: چون این،
۸ خا: آذر ۹ خا: که برمس ما ۱۰ خا: براه،

چنان فارغم کن ز ملک و ملک — که سر در نیارم بچرخ و فلک

بیا مطربا کز غم افسرده ام — ز پژمردگی گوییا مرده ام

چنان گرم کن در سماعم دماغ — که بخشد ز دَورِ سپهرم فراغ

§ (۶۱ب) بیا ساقیا می روان تر بده — سبک باش[1] و جام گران تر بده

بکف باده در ساغرِ زر، درآی — چو به داری[2] از به به بهتر گرای

§ بیا مطربا زخمهٔ سر[3] تراش — رگِ چنگ[4] را زین* نبوده[5] خراش

که سرمایهٔ زندگانی بسوخت — هر آنکس که باقی بفانی بسوخت

§ بیا ساقیا زان می ناو[6] کی — که صید طرب را کند ناوکی

بده تا درین دام دل با[7] شکیب — به بندیم گوش از صفیر فریب[8]

بیا مطربا آن[9] نی فارسی — که بر رخش عشرت کند فارسی

بزن تا بهمراهی آن سوار — کنیم از بیابان[10] محنت* گذار

§ بیا ساقیا می بکشتی فگن — کزین موج زن بحرِ کشتی شکن

سلامت کشم رخت خود بر کنار — وزین بیقراریم یابم قرار

بیا مطربا زخمه بر چنگ زن — وزان پرده این دلکش آهنگ زن

§ زخود هر که خالی شود[11] چون حباب — سزد گر نهد[13] پای بر روی آب

رهد[12] هر که باشد سبک رو چو کف — درین قلزم از بیم موج تلف

بیا ساقیا رطل رنگین[14] بیار — که سازد سبکبار را بردِه[15] بار*

برخسارِ امید رنگ آورد — بعمرِ شتابان درنگ آورد

---

[1] از خا، محذوف در آ تا [2] خا: داری [3] خا: بر [4] تا: رازی
[5] خا، نواره [6] خا: رادکی [7] تا: تا، خا: نا [8] تا: قریب
[9] خا: وان [10] از خا، آ تا: ملان محبت [11] خا: زاید [12] خا: روه
[13] آ تا: دهد، خا: رود، تصحیح قیاسی است، [14] خا: سنگین [15] خا: بردبار،

§ بیا ساقی آن می که سیری دهد
درین بیشه ام زور شیری دهد

بده تا در آیم چو شیر ژیان
بهم بر زنم کار سود و زیان

§ بیا ساقی ای یار بیچارگان
ازآن[1] می که در چشم خونخوارگان

درین زرکش آئینهٔ نقره کوب
ازو بد نماید بد[2] و* خوب خوب

بیا[3] مطربا زخم زخمه* درشت
بزن بر رگ[4] پیر خم گشته پشت

که هر حرف دشوار و آسان که هست
رساند بگوش من آن سان که هست

§ (۶۱و) بیا ساقی آن آتشین می بیار
که سوزد ز ما آنچه ناید بکار

زر ناب ما گردد افروخته
شود هر چه[5] نی زر بود سوخته

§ بیا ساقی آن جام مردانه ده
بزن جام بر سنگ و پیمانه ده

زن آمد جهان مسخره[6] زن مباش
برای زن اینسان فروتن مباش

بیا مطر[7]با زیر و بم ساز جفت
بیار[8] آشکار این نوا[9] از نهفت

که بر بخرد این نکته روشن بود
که مامور زن کمتر از زن بود

§ بیا ساقیا در ده آن جام عدل
که فیروز آمد سرانجام عدل

§ بیا ساقیا آن بلورینه جام
که از روشنی دارد آئینه نام

بده تا علی رغم آن[10] خود نما
نماید خرد عیب ما را به ما

§ بیا مطربا در نوا موشگاف
وزان مو که بشگافتی پرده باف

که تا پرده بر چشم خود گستریم
چو چشم[11] حریفان بخود بنگریم

بیا ساقیا تا کی این بخردی
بنه بر کفم مایهٔ بیخودی

---

۱ تر: وزان، خا: ده آن ۲ از تر و خا، آ: وزو ۳ خا: مطرب از زخمه زخم
۴ خا: رخ ۵ خا: نی ۶ خا: سخرهٔ، آ: مسخرهٔ ۷ خا: مطرب و ۸ آ: بیا، خا: بزن
۹ خا: نوای ۱۰ خا: هر ۱۱ نسخه حاشیه آ: ستن آ: خود، تر: با خود، خا: خودبین

§ بیا ساقیا تا جگر خون کنیم — ازین می قدح را[1] دگرگون کنیم

که غمدیده را آه و زاری به است — جگرخواری از می گساری به است

بیا مطربا کز طرب بگذریم — ز چنگ طرب تار ها بر دریم

ز چنگ[2] طرب* تا نشاید گریخت — ز چنگ[2] طرب* باید[3]م خود[4] گسیخت

§ بیا ساقیا جام دلکش بیار — می گرم و روشن چو آتش بیار

که تا لب بر آن جام دلکش نهیم — همه کلک و دفتر بر آتش نهیم

بیا مطربا ترک[5] کن چنگ را — بلندی ده از زخمه آهنگ را

که تا پنبه از گوش دل برکشیم — همه گوش گردیم و دم درکشیم

ذکر

مشاطه عروس سخن و زینت دهنده اخبار نو و کهن مولانا عبدالله هاتفی

بعد از مولوی نامی گرامی عبدالرحمان جامی کسی برتبهٔ آن زبدهٔ امثال (۵) اقران خود شعر نگفته است مؤلف مخزن اخبار در تالیف خود آورده که پدر ایشان از خواجهای صاحب جاه خرگرد است (۱۳۶۳) فاما تولد هاتفی در جام واقع شده، والدهٔ او همشیرهٔ مولانا عبدالرحمان جامیست، در بهار زندگانی و اوان جوانی از وطن خروج نموده سیر عراق و آذربایجان باتفاق میر همایون تبریزی کرده اند، در اخبار آمده که عبدالله مرد بلند بالا و قوی هیکل بوده، مولوی نامی گرامی حضرت عبدالرحمان جامی با ایشان

---

[1] خا: جگر [2] : چنگ و طرب' ۔ در خا دو مصرع اول بجای طرب' اجل' است [3] خا: تا باید [4] [5] خا: تیز

(۶۲ الف) بیا مطربا بر نی انگشت نه — زکارش بانگشت بکشا گره

زتو هر کشادش که خواهد فتاد — نباشد جز آن کار ما را کشاد

§ بیا ساقیا با[۱] می پرده کی* — کنم از میان قاصد و نامه طی

زنیم آتش از آه هنگامه[۲] را — بسوزیم هم خامه هم نامه را

بیا مطربا کز صدای نفیر — به بندیم بر خامه صوت صریر

§ خوش آنکس که کارش نکوئی بود — به نیک و بدش نیک خوئی بود

چه در وقت مردن چه در زندگی — رود روزگارش بفرخندگی

§ بیا ساقیا کانکه فرزانه است — زده دست در دست پیمانه است

§ چو آرد غم مرگ بر دل شکست — نگیرد کسی غیر پیمانه دست

§ بیا مطربا تا زچنگ سپهر — ببریم چون بخردان تار مهر

که آخر اجل تیغ[۳] خواهد کشید — بناخواست این رشته[۴] خواهد برید*

یکی[۵] می رسد وان دگر می رود — ولیکن بخون جگر می رود

ازین رفتن و آمدن چاره نیست — دل کیست زین غم که صد پاره نیست

رباط ارچه باشد سراسر سرور — اقامت درو باشد از راه دور

چو گردد مسافر مقیم رباط — چسان در وطن گسترانند بساط

(۶۲ ب) ره زیرک[۶] ای آخراندیش گیر — زاوّل طریق وطن پیش گیر

که آدم نژادی درین دیولاخ — عمارت مکن[۷] باغ و ایوان و کاخ*

کسانی که پیش تو کشتند[۸] باغ — که ننشیندش بر کلوخش کلاغ

---

۲ ازخا، آ، مه: بیگانه ۳ ازخا، آ، مه: نفع ۴ ازخا، آ: بازخواهد رسید، مه: بار الخ، ۵ درخا، قبلش ابیت ست
رباطیست گیتی دو در ساخته پی ره روان رهگذر ساخته ۶ در آ 'زیرک' را به 'اصل' مبدل کرده ۷ ازخا، آ: کاشتن باغ وایوان کاخ، درمه - جمله این بیت را حذف کرده ۸ درمه این بیت را هم حذف کرده، خا: کسانی که کشتند پیش از تو باغ بر شان زبر ایشان؟
مگر [جگه؟] باغ را کشته [گشته؟] داغ، در آ بنشیندش بجای ننشیندش،
۱ مه: نامی و پرده کی، آها: تا بمی برده پی،

ززگوار از واجباتست، شاه از کثرت تعریفِ اکابر درگاه آن سال (۶۴ ا)، وفورِ ارباب
قین را بمجلس خواند، گویند هاتفی قصیدهٔ در مدح شاه گفته روز دیگر بکبریایِ گردون
ساس حاضر گردیده گذرانید، جهان پناه را صحبت او بغایت خوش آمد، مرحمتِ
بسیاری بایشان نمود، بعد از دو سه روز دیگر شهریار گردون اقتدار ذرّه پروری
زموده بخانهٔ آن ذرّه بیمقدار تشریف شریف ارزانی داشتند و از غرّهٔ بام تا طرّهٔ
شام در باغ مولوی بصحبت و عشرت گذرانیدند و بدست خود بغرا انداختند،
در اخبار آمده که هاتفی دران مجلس درخواست گناه هر کس که نمود شاه از سر جرم
او درگذشت و مشایخ جام که اولاد شیخ احمد جام باشند بواسطه تسنّن واهمهٔ تامی
داشتند استدعای بخشش ایشان نیز نمود، جمجاهِ انجم سپاه ملتمس او را مبذول
داشت، هنگامِ وداع آنقدر التفات و احسان بآن نادرهٔ جهان فرمود که در حیّز
لمان و امکان نیاید، گویند که دران روز آنحضرت طالبِ شعر مولوی شدند مولانا
چند بیت از اشعار خود خواندند جمجاهِ انجم سپاه تحسین نمودند و او را بنظمِ
فتوحاتِ شاهی دلالت فرمودند، مولوی انگشت قبول بر دیده نهاد و هزار بیت
ازان کتاب بنظم آورد، امّا باتمامِ آن توفیق نیافت، الحق (۶۴ ب) اگر آن
مثنوی تمام می شد ناسخ مثنویات او می گردید، این چند بیت در مدحِ آن بادشاهِ
ستاره سپاه ازان کتابست :

مثنوی

بر و ختم شد منصب سروری — چو بر جدش آئینِ پیغمبری
مثل در زمانه بفرزانگی — سرشته ز مردی و مردانگی
چه مردی که هر کس که نامش شنود — دگر زن نیامد ازو در وجود
نی آورد تاب بذلش درم — درم منتهی، بی نهایت کرم

توجهی تمام داشته و عبد الله هر بار از جام که بهرات می آمده سلطان حسین میرزا و
میر علی شیر که وزیر اعظم و سپه سالار ایشان بود عزت بسیاری هاتفی را می کرده اند، و
مظفر حسین میرزا و میرزا کپیک و ملا آصفی را با مولوی نهایت اتحاد و یگانگی بوده،
همیشه تعظیم و تکریم آن نکته سنج متین بجا می آورده اند و اکثر اوقات بمنزل او می رفته
صحبت می داشته اند، بتحقیق پیوسته که تمرنامه را حسب الحکم میرزا بدیع الزمان نظم
نموده، الحق دران مثنوی شاعری کرده، و آنچه لازمهٔ سخنوریست دقیقهٔ فروگذاشت
ننموده، درین جزو زمان مقبول طبع خاص و عام عراق و خراسان و ترکستان است
آورده اند که آن طوطی شکرستان بلاغت اصلا طمع از حکام نمی کرده، اوقات
خود بزراعت و عمارت می گذرانیده و همیشه بیلی در دست گرفته مشغول (۶۳ ب)
بدرخت نشاندن و تخم افشاندن می شده و هر سال مبلغهای کلی محصول زراعت و
باغات ایشان می بوده همگی آن حاصل را صرف فقرا و مساکین می کرده، اهل طمع ازو
بهرها یافته اند، دیگر آن سر دفتر ارباب یقین یک آن از ذکر ایزد سبحان و آفرینندهٔ
جهان و جهانیان غافل نمی بوده، بیعت بسلسلهٔ کبرویه داشته در جوار منزل خود
خانقاهی ساخته جمعی درویشان با ایشان دران مکان لیل و نهار بعبادت پروردگار
مشغول بوده اند چون سن آن عندلیب گلزار نکته پروری به نود و چهار رسید مسند
نشین بارگاه عظمت و اجلال، شهریار جوان بخت بلند اقبال، زینت دهندهٔ تخت
و اورنگ، تهمتن روز هیجا و جنگ، دُرّ صدف شرف نبوی، شاه اسمعیل حسینی صفوی
دران سال رایات جلال بفرّ و اقبال در ملک خراسان افراشت و از مساعدت
بخت بلند استمداد طالع ارجمند شیبک خان ازبک را بقتل رسانیده تسخیر ممالک
خراسان نموده بعراق معاودت فرمود چون عبور ایشان بجام واقع شد نزدیکان
آنحضرت بعرض اقدس رسانیدند که هاتفی یکی از مقبولان روزگار است، دیدن آن

برحمت کند سوی نیکان نگاه — ز نیکان[1] غنی وز بدان بی پناه*
بلطفش امید سیاه و سفید — وز و نیست ابلیس هم نا امید
کند عاصیان را لعصیان دلیر — که رحمت فرستد ز بالا بزیر
بود لطفِ عامش پناهِ همه — بامیّد عفوش گناه همه
همه ساز او بند بالا و پست — همه طالب او چه هشیار و مست
بد و نیک چیزی درین دیر نیست — که صد گونه در ضمنِ آن خیر نیست
دهنده بود او، ستاننده هم — برنده جزا و نی، رساننده هم
(۶۵ب) از و هاتفی سوی او راه جوی — گرت ره نماید بسر راه پوی
مغنّی[2] بیار آن نو آئین نوا — دلِ دردمندِ مرا ده دوا
نوای که در مغز جوش آورد — بیک نغمه ام در خروش آورد
مغنّی[3] بیا بر لب آور سرود — سرودی که باشد سراسر درود
که من هم بتو هم زبانی کنم — ز نعتِ نبی دُرفشانی کنم
بیا ای مغنّی که هستم ملول — بر آور سرودی ز نعتِ رسول
که دفعِ ملالم کند آن سرود — منش هم فرستم هزاران درود
بیا ای مغنّی که دل مرده ام — ز افسردگان خاطر افسرده ام
بیک نغمهٔ سوزناکم بسوز — چراغِ فرومرده را بر فروز
دلا ساقیی[4] جو که جوشم دهد* — نه هوشم برد بلکه هوشم دهد
که خمخانه ها دارم از باده پُر — در اطراف بستان سرای تمر

---

[1] تیمورنامه: بعذر بدان نیز بخشد گناه [2] این بیت در نسخهٔ من یافت نشد [3] از ینجا تا آخر هر عنوان دو شعر عموماً علی الترتیب گرفته است، الا بعضی را حذف کرده، کم کم مقدم و مؤخر هم آورده، و هشت بیت را از ۳ آخر کتاب (از عنوان متوجه شدن صاحب قرانی بملک سمرقند) در آخر ضم کرده، [4] ایضاً: ده که نوشم

بهم وحلِ کونین اگر ضم بود — ز اندازهٔ بذل او کم بود
همه بادشاهان شده پستِ او — چو شاهانِ شطرنج در دستِ او
ز شاهانِ شطرنجِ او بی شکی — بود شاه بهرام چوبین یکی

چون سن عبد الله بصد رسید در سنه اربع عشر و تسعمائه داعی اجل را لبیک اجابت* گفت، مزارش در جام است،

پوشیده نماند که بانی میخانه عبد النبی فخر الزمانی بطریقی که از کتب اکابر دیگر ساقی نامهای بسلمان ترتیب داده بود از ایشان نیز مرتب ساخته بر بیاض برد اشعار دلپذیر آن بزرگ بینظیر سوای هفت منظری که در برابر هفت پیکر شیخ گفته و بنظر این ضعیف در نیامده قریب پانزده هزار بیت باشد، تمر نامه چهار هزار، و لیلی مجنون (۶۵۱) چهار هزار، خسرو شیرین دو هزار، و قصاید و غزلیات و مقطعاتش و رباعیات همگی پنجهزار بوده باشد والعلم عند الله

ساقی نامهٔ مولانا هاتفی

بنام[1] خدای که فکر و خرد — نیارد که با کنه او پی برد
بساط زمین و بسیط فلک — بر آمده است از آدمی و ملک
می عشق او در خم آورد جوش — ز جبه بر آورد صوفی خروش
گل[2] دیر و مسجد بهم ساخته — چلیپا و محراب پرداخته[3]
مؤذن فرستِ مناجاتیان — مغنی رسانِ خراباتیان
دل زاهدان را بمحراب بست — در ابروی ساقی دل می پرست

ل شعر اول از ابتدای تیمورنامه است، و بعدش از جاهای مختلف آن کتاب انتخاب کرده است ۲ آ: کل و دیر از روی تیمورنامهٔ نسخهٔ قدیمهٔ خطی کمال من است، و تا تصحیح شد ۳ آ: ساختند — پرداختند،

(۶۶ب) بمن ده که از غم فراغم دهد — درین ظلمت شب چراغم دهد
بیا ساقی آن آب سوزنده را — مروّق می دل فروزنده را
بمن ده که از قید هستی رهم — ز اندیشهٔ خود پرستی رهم
بیا ساقی آن می که غم می برد — فرح می رساند الم می برد
بیا ای بریشم زن طرفه روی — که هم طرفه رویی و هم طرفه گوی
بیک نغمهٔ دلکشم بنده کن — ز چشمم بکش وز لبت زنده کن
بیا ساقی آن لعل گون باده را — که بشکست بازار سجّاده را
بمن ده که مدهوش و مستم کند — خراباتی و می پرستم کند
بیا ساقیا دعوی زهد چند — چو ساغر برین زهد آلوده خند
بمن ده یکی جام می آشکار — کن این پردهٔ زرق را بر کنار
مغنّی بیا بنده گردان مرا — چو عیسی بدم زنده گردان مرا
کرم کن بیک نغمهٔ دلفریب — ببر از دلم صبر و از جان شکیب
مغنّی بیا نغمه ساز کن — برویم در بیخودی باز کن
بجان در زن آتش که سوزم دمی — وزان سوز در چشم آور نمی
بیا ساقی آن ساغر زهر خند — که در زهر پرورده جلّاب قند
(۶۷و) بمن ده که پاینده دارد مرا — چو آب خضر زنده دارد مرا
بیا مطربا ساز کن چنگ را — بنغمه در آر آن خوش آهنگ را
ز دورمانگیها جدا کن مرا — بوارستگان آشنا کن مرا
بیا ساقی آن مجلس افروز می — که باشد گل سرخ در ماه دی
بمن ده که مخمور دیرینه ام — برافروز ازان نور دل سینه ام

---

۱ از روی تیمور نامه ۲ ق ت : مستی ۳ ق ت : رود گو ۴ ق ت : به ۵ در تیمور نامه نیست ۶ تیمور نامه : زر نگار

بیا ساقیا راهِ میخانه پُرس
زمن قصهٔ جام و پیمانه پُرس

ازان راحِ راحت بمن ده نخست
که باشد باو دین و ملت درست

بیا ساقیا جامِ رخشان بیار
ورخشنده لعلِ بدخشان بیار

بجام پی اندریم شاد کن
زاندیشهٔ عقلم آزاد کن

(۱۹۶) بیا ساقی آن شربتِ زندگی
که بخشد بیک جرعه پایندگی

بمن ده که پاینده دارد مرا
چو خضر از دمی زنده دارد مرا

بیا ساقی آن آبِ جان بخش را
فراغت فزای روان بخش را

بمن ده که آرام جانم شود
غذا بخش روح روانم شود

بده ساقی آن آتشین آب را
گرانمایه بیجادهٔ ناب را

که[1] آسودگی باد ماغم* دهد
ز سودای عالم فراغم دهد

بیا ساقی آن می که باشد حلال
وزو نیست در هیچ مذهب وبال

بمن ده که مدهوش و مستم کند
بلندی دهد، غم چو پستم کند

زمانی سوی من بیا ساقیا
که مستیست[2] ازان می بدل* کیمیا

بمن ده که اکسیر جانم شود
دوای دلِ ناتوانم شود

بیا ساقی آن بادهٔ لعل گون
که از رشکِ آن شد دلِ لعل خون

بمن ده که رنج خمارم بود
برنجی[3] چنان دستیارم* شود

بیا[4] ساقی آن می حیاتِ ابد
که شمع دلست و چراغ جسد

بمن ده که باشد فراغ دلم
شود لالهٔ طرفِ باغ دلم

بیا ساقی آن می که آرد[5] فراغ
بود روشنی بخش همچون چراغ

---

[1] تصحیح از روی تیمورنامه، آ: که آسودگی دماغم؛ تآ: که آسودگی دماغم — تآ شود بجای دهد در مصرعهٔ ثانی،
[2] تیمورنامه: مستست ازان بی بدل [3] تیمورنامه: برنج چنان همبر بارم، تآ: برنجی جنان همبر مارم
[4] این بیت در تیمورنامه نیست، [5] کذا در تیمورنامه، آ و تآ: ازغم،

شیده نماند که دو پرتوی هم عصر در اوّل سلطنتِ خسروِ سکندر شکوه دارا لوا، بادشاه
ن بخش جهانکشائ شمع دودمان نبوئ و چراغ خاندان مرتضوی شاه طهماسب حسینی
فوی گذشته اند یکی اش از ولایت اسفراینِ خراسان بوده شعرش طرز و قوّت
ه اشتهاری ندارد، فامّا صاحب ساقی نامه حکیم پرتوی است، تکلّف بر طرف که
ر ساقی نامه دادِ سخنوری داده و آنچه لازمهٔ شعر و شاعری باشد در اشعارِ آن بجاآورده
ست، باعتقادِ این بی بضاعت معلوم نیست تالغایة کسی باین خوبی ساقی نامه بنظم
اورده، و این همه شعری که در میخانه به بیاض رفته بمتانت مثنوی حکیم مذکور بوده باشد
روهی میگویند که فردوسی در اوّل تخلّص خود پرتوی می کرده و این (۶۸ الف) ساقی نامه
ازوست فامّا پیش محقّقانِ اخبار این خبر مطلق اعتبار ندارد، و می گویند ازبسکه این
مثنوی را پرتوی خوب گفته مردمان حمل بر شعر دانای طوس کرده اند، ملخّص سخن این
که ابیات این ساقی نامه بلا شبه از حکیم پرتوی است و مولد آن مطلع انوار سخنوری
از لاهیجان گیلانست، باشهیدی قمی و ملّا اهلی شیرازی معاصر بوده، در ایام جوانی و
هنگام نشو نمای زندگانی از وطن خروج نموده بشیراز آمد و شاگردی ملّا جلال الدین محمّد
دوانی اختیار فرموده از برکت خدمت آن صاحب سعادت مولیتش برتبهٔ اعلی
رسیده و در هر علمی صاحب قدرت شده بتخصیص در علم تصوّف و طریقت مهارتی
تمام بهم رسانده،

در اخبار آمده که از غرّهٔ جوانی تا سلخ زندگانی اوقاتش صرفِ عاشقی و می کشی و
قلندری گذشته، با این حال خالی از درویشی نبوده در آخرهای عمر توفیق الهی مانع
روسیاهی او گردیده تا ترک مناهی نمود و زبان بتضرّع و زاری کشوده از حضرت
باری بتوبه و انابت مغفرت مسئلت می نمود، و در ایّام صلاحیّت مثنوی بطرز حدیقه
گفته الحال درمیان مردم چندان اشتهاری ندارد، مؤلف مخزن اخبار

بیا ای مغنّی خاطر فریب | غزل را بآوازه ده حسن و زیب
زاندیشه ام ده زمانی فراغ | که دارد خیالم پریشان دماغ
همان منزلست این منقش رباط | که گسترد آنجا فریدون بساط
همانست این کهنه نو عروس | که زد در عروسیش کاوس کوس
عروس جهانست نا اعتمید | ازان سست پیمان چه داری امید
دران دلربا دل نه بندد کسی | که هردم بود غمگسارش کسی
همانست این برکشیده رواق | که بنشست داراش در زیر طاق
همان عرصه است این کهن گون را | که دیده خدایی فرعون را
کجایند آن چند انگشترین | که روی زمین بودشان در نگین
کجا رفت آیا جم و جام او | چه شد حال آغاز و انجام او
(۶۷ب) ندیده کسی تا ابد زندگی | خدایی جهان راست پایندگی
نماند بکس این جهان پایدار | خدای جهانست بر یک قرار
بیا ساقی آن آب کرده عقیق | که در خون بود زو بهشتی رحیق
بمن ده که فارغ کند از غمم | رهاند ز اندیشهٔ عالمم

ذکر

غوّاص بحر معنوی حکیم پرتوی

بر رای معنی آرای دانش پذیران نکته رس، و ضمیر مهر تنویر روشن ضمیران صبح نفس

۱؎ تیمور نامه: ده از حسن آواز ۲؎ تیمور نامه: نرد تو ۳؎ این بیت و بیت لاحق در نسخهٔ ام نیست

۴؎ آ، تا: انگشت کین ۵؎ از روی تیموریه نامه و تا آ: روزی

مه زندگی را شده غرّه سلخ / بکام انگبین حیاتست تلخ،
جهان چون دلِ عاشقانِ حزین / بیکبار زیر و زبر شد چنین
ز قحط وصال و غلوی فراق / کند کار[1] زهر انگبین در مذاق
بلا ریز گردیده گردون دون / شده کار دین همچو دنیا زبون
چه شاه و گدا و چه نیک و چه بد / فرو ماندگانند در کار خود
چو زلفِ بتان عالم آشفته است / بهر دل سیه مارِ غم خفته است
چو در عالم هوش نبود سکون / من و عالم بیخودی و جنون
دهم همچو چشم سیه مستِ یار / سر و کارِ خود را بمستی قرار
بمستی ز دنیا و دین وارهم / که این هر دو کوهند سدِّ رهم
می از نقشِ هستی کند ساده ام / رهاند ز زنگِ ریا باده ام
شرابم[2] کند از ریا صاف و بس / شراب آتشست و ریا خار و خس
شراب ریا سوز هستی گداز / گدا را ز شاهان کند بی نیاز
(۶۹ ب) بده می که در مذهب و کیش دل / چه کعبه چه بتخانه در پیش دل
بزن شیشهٔ کفر و ایمان بسنگ / بنه خشتِ خم بر سرِ صلح و جنگ
غرض را چو یکسو نهد بوالهوس / سرِ[3] صلح و جنگش نماند بکس
مشو پای بندِ گلِ کفر و دین / بمستی فشان دست بر آن و این
سوی عالمِ بیخودی کن گذر / که از کفر و ایمان نماند اثر
درین بیشه پا برکش از آب و گل / که هم شیر مردی و هم شیر دل
سمندِ طبیعت فلک تاز نیست / تذروِ هوس عرش پرواز نیست
بهویی چو از شاخسارِ بقا / هواگیر خواهد شدن مرغِ ما

---

[1] آ: کنه کار، سه: کشد کار [2] در سه محذوف [3] انیس العشاق: غم،

میر مختار در تالیف (۶۸ ب) خود آورده که حکیم پرتوی مکرر سفر عربستان و حجاز کرده، و دیوانش بنظر من در آمده قریب چهار هزار بیت است، چون سن آن افصح الفصحا بهفتاد و یک رسید در سنه احدی و اربعین و تسعمایه در بغداد سفر آخرت اختیار کرد، مدفنش در همانجاست

ساقی نامه حکیم پرتوی

دلا پرده بردار از روی کار ‌‌ بستی بدر پردهٔ روزگار

بستی چو گل چاک زن پیرهن ‌‌ که نتوان زدن دست و پا در کفن

چنان پردهٔ این دغا را بدر ‌‌ که اسرارش از پرده افتد بدر

بکن ناخوشِ دهر بر خویش خوش ‌‌ بستی ازو انتقامی بکش

بکش پردهٔ چرخِ انجم نما ‌‌ که بر روی کارش[1] فتد بخیه ها

ز بیداد چرخ مرقع لباس ‌‌ علم وار دارم بگردون پلاس

ندارد بقا مهر و افسوس چرخ ‌‌ تبه کرده این بیضه طاوسِ چرخ

صدا هر دم آید ز دیوار و در ‌‌ کزین خاکدان الحذر الحذر

ز هر در در آید غم سینه سوز ‌‌ در شادمانی شده میخ دوز

درین خاکدان پریشان نهاد ‌‌ که گلبرگِ دانش همه برده باد

نه بینی بری بر درختانِ دهر ‌‌ بجز میوهٔ جهل[2] و آلوده زهر

(۶۹ ا) حلاوت نماندست در شهد عمر ‌‌ همه طفل جهلند[3] در مهد عمر

نه دانشوران را ز دانش بری ‌‌ نه تقوی وران را بتقوی سری

عجب روزگاری گران محنت است ‌‌ که بر مرده ها زنده را حسرت است

۱؎ مت: کار انتقش ۲؎ آ: جل ۳؎ آ: زهر است،

نه[1] آبی که نبود درو قال و قیل | سبیلِ رهِ او بود سلسبیل
(۷۰ب) بیک جام[2] می پخته کن خامیم | به بین بعد ازان دوزخ آشامیم
بده می که طومارِ غم طی کنم | دمی پیاپ اندیشه را پی کنم
زرِ خویشتن را زنم بر محک | بشویم بآبِ یقین نقش شک
زری را که زد سکهٔ پیرِ مغان | بکوی خرابات گردد روان
بده ساقی آن بادهٔ بُت شکن | فرو ریز در جامِ آن دُردِ دَن
که بر کوه اگر زان می بی خمار | بریزی بریزد ز هم چون غبار
بذرّات اگر بر رسد زین شراب | کند ذرّهٔ کارِ صد آفتاب
نمی گر کشد بحر ازین دُردِ درد | بر آید بچرخ از تهِ بحرِ گرد
انا الحق ز ماهی رسد تا بماه | ز خورد و بزرگ و سفید و سیاه
وگر بحر بوی برد زین شراب | کند قطره اش کارِ صد آفتاب
بده ساقی آن آتشِ سینه سوز | که سازد شبِ تیره روشن چو روز
بیار ای بزمی چو باغ ارم | عیان کن دران بزم بحرِ کرم
که مخمور و لب تشنه و مفلس ایم | سیه بخت و بی یار و بی مونس ایم
سرِ گنجِ یاقوت را باز کن | وزان قوتِ روحم سرافراز کن
بیا ساقی از روی علم و عمل | به تیزابِ می مشکلم ساز حل
(۷۱ا) باکسیرِ می گر مسم زر شود | دلِ مفلسِ من توانگر شود
پس آنگاه در کورهٔ[3] امتحان | نهم تا عیاری بگیرم ازان
اگر پاک آن زر[4] بر آید زگاه | کنند[5] حلقه در گوش خورشید و ماه
اگر در عیارش قصوری ست باز | من و بوتهٔ درد[6] و سوز و گداز

---

[1] تر: به [2] انیس: یک جام [3] تر: بوته [4] انیس: می [5] ایضاً: کنم [6] ایضاً: کرم

بزن عندلیبانه زین گلستان — صفیری بمرغانِ قدس آشیان
بکن خیمهٔ قید ازین کهنه فرش — سراپرده برکش ازان سوی عرش
بعصفور کن دام و دانه رہا — باوجِ فراغت برآ چون ہما
پر و بالِ طاؤسِ بازیب و فر — بسوز و برآور چو سیمرغ پر
بکن ہمچو غنچه ازین باغ دل — فرو چون درختان مبر پا بگل
مشو پہن درین چمن ہمچو آب — چو بادِ صبا کن برفتن شتاب
چو گل خیمه زن زین میان برکنار — که پامال شد سبزه در رہ گذار
(۱۷۰) ز میخانه کن کسب آب و ہوا — مینداز خود را ز نشو و نما
مکن دامن آلوده و دل سیاه — چو لاله درین داغگه بزمگاه
فروغی نباشد دران تیره باغ — که زاغش بود گوہرِ شب چراغ
بگوش حریفان ہرزه درای — چه صوت حمار و چه گلبانگِ نای
بدنیا کسانی که دین باختند — زخرمہره فیروزه نشناختند
بیا ساقی از می مرا وارہان — که در بیخودی گردم از آگہان
بدستم ده آن آبِ آتش مزاج — که اینست افسردگان را علاج
زتحریکِ این صیقلِ غم زدا — مگر گردد آئینه ام رونما
بآبی بشویم سیه نامه را — دگرگون کنم گردشِ خامه را
بہنگامهٔ حشر با صد امید — در آیم سیه مست و نامه سفید
درِ خلوت دل به بندم ز غیر — شوم عرش پرداز و لاہوت سیر
خوش آن دل که چون جام می با صفاست — محبت فزای و کدورت زداست
محبت می بیغش و دل خم است — درین بحر صد عرش و کرسی گم است
بده ساقی آن آب کوثر سرشت — کزو بشنود روح بوی بہشت

جز ابہا مرا نیست فریاد رس
بمخموریم این سہ یار است و بس

بود حالِ امروز فردا ہمہ
ز آئینۂ جام پیدا ہمہ

ز خطّ لبِ جام بر خوان تمام
سر انجامِ احوال خود والسّلام

ز می قوّتِ دل دہ و قوّتِ روح
درین بحر انداز کشتی چو نوح

بنورِ چراغِ میِ لالہ رنگ
توان رفت زین دیرِ تاریک و تنگ

بدہ ساقی آن آبِ نیروی بخش
کہ تازم بمیدانِ افلاک رخش

(۷۲ ل) ازین خاکدان دامن افشان شوم
بہ نُہ چرخ دست و گریبان شوم

کنم سرنگون حقۂ مکر و آز
ز سر بر کشم دلقِ این حقّہ باز

کنم ناخنِ ماہِ نو را ز بُن
ز سر پنجۂ این پلنگِ کہن

ز می شیر مردی کہ شد شیر گیر
زند شیر را ہمچو روباہِ پیر

وگر تر کند شیر ازین بادہ کام
زند بر زمین گاوِ گردون خرام

زمین را اگر بر خراشد ز کین
کشد تسمہ از پشتِ گاوِ زمین

وگر پشہ گردد ازین بادہ مست
کند پیل را در تہِ پای پست

درین بیشہ مورِ شکستہ کمر
کند پنجہ در پنجۂ شیرِ نر

ازین بادہ یک قطرہ و ز ما ہزار
جہانی توان سوخت از یک شرار

بیا ساقی آن بادۂ بی گزند
کہ زاہد فریب است و دانا پسند

بدہ می کہ این آتشِ شرک سوز
شبِ تیرہ بختان کند ہمچو روز

غنیمت شمر پنج روزہ حیات
کہ دنیا نبخشد بقا و ثبات

شد افسردہ صحبت حرارت نماند
فنا گشت سود و تجارت نماند

دریغا کہ ایام فرصت گذشت
ہمہ عمر در خوابِ غفلت گذشت

ندارم کنون غیرِ شرمندگی
ز پیرِ مغان، آہ ازین زندگی!

بیا ساقی آن آب تلخ ظهور
کز و ظلمت ما شود جمله نور

بمن ده ز دنیا و دین هرچه هست
که یکجرعه از دین و دنیا به است

می از نیک و بد وا رهاند ترا
ز دنیا و دین بگذراند ترا

بده ساقی آن بادهٔ لاله گون
که آرد بجوش از دل سنگ خون

چو گل یکدم از کف منه جام مُل
که فصل بهار آمد و وقت گل

که تا هی زنی در ریاض بقا
نه گل برگ دارد نه بلبل نوا

مزن حرف خارج درین دایره
همه[4] سامعه باش یا باصره

غنیمت شمر صحبت دوستان
که گل پنج روزیست[1] در بوستان

مهل تا بیفتد بصحبت خلل
که چون عمر صحبت بود بی بدل

مهل کاسه را بی می زرد[2]ناک
که خواهد شدن کاسه در زیر[3] خاک

بصحبت ضروریست ای دل ادب
سخن تا نپرسند مکشای لب

(۱۷ ب) کدو برکن از می که این چرخ پیر
کدویت کند آخر آماج تیر

مهل شیشه را بی می لعل رنگ
که ناگه زند چرخ بر شیشه سنگ

قدح نوش دایم که گردون دون
کند عاقبت کاسه ات سرنگون

بده ساقی آن لعل رخشان پاک
که دارد نسب از بدخشان پاک

گر از دستبرد اجل واقفی
منه جام از دست اگر عارفی

وگر چون صراحیست چشمت بسر
دمی بر مگیر از پیاله نظر

که تا چشم برهم زنی چون حباب
زخود غایبی در جهان خراب

می کز کدورت بود بی نشان
بخارش بود ابر گوهر فشان

مرید می و جام باش و سبو
گهی دست این بوس و گه پای او

---

[1] ن: روزست   [2] ن: زردناب   [3] ن: ات زردناب،   [4] آ: هما

سر کبر بیخود بپای صنم — به از طاعت رسمیان در حرم

سگ ور گه بت پرستان مست — بفتوی پاکان به از خود پرست

بیک ساغر از خود رهائیم ده — شکسته دلم، مومیائیم ده

شکست مرا کن بجامی درست — مکن رشتهٔ عهد پیشینه سست

بیا چارهٔ کن که بیچاره ام — ز یار و دیار خود آواره ام

دریغا که این ره بسر رفته اند — پی خویش از خلق گم کرده اند

کسی کز سر خویشتن بگذرد — بسر حد او کس کجا پی برد

بیا[۱] ساقی آزادیم ده ز غم — بریز این طلسمات خاکی[۲] ز هم*

مگر رهنمای درین تنگنای — باین قوم گردد مرا رهنمای

بشو گرد غم را بآب طرب — که در این طلسمت گنجی عجب

چو گشتی خراباتی و می پرست — مده چون سبو دامن خم ز دست

(۳۷ ب) که این سرخ[۳] عیار پی کرد گم* — فرو برده سر در گریبان خم

بیا ساقی از می[۴] امان ده مرا — وزان لعل رخشان نشان ده مرا

بران گم شده گوهر شب چراغ — چه سان پی برم وز که جویم سراغ

وگر زو نخواهی نشان دادنم — نشان ده بدریای دُرد دَنم

بده ساقی آن لعل رُمانیم — درخشنده کن زان درخشانیم

منم در ره دین غباری تباه — غبارم بدین آب بنشان ز راه

وگر نیستم در خور این نثار — بزن آتش و دود از من برآر

بیا ساقی از موج خیز قدم — به بخشش در آور محیط کرم

که بی باده در خواب تابم نماند — ازین بیش کشتی بخشکی که راند

---

۱ در تا: این بیت بعد بیت ثانی آمده است ۲ تا: گنج عجم ۳ تا: شرح عیاری کرده ام ۴ تا: من ؛ عه نمیں: حریفان

(۲۷ب) سرِ خجلتِ خویش تا زنده ام ‌ ‌ ‌ من مست در پیش افگنده ام

مگر لطفِ ساقی کند کارِ خویش ‌ ‌ ‌ سرِ خجلتم را بر آرد ز پیش

بیا ساقی و دل بدریا فگن ‌ ‌ ‌ بدریای می کشتی ما فگن

بمی وارهان جانم از قیدِ تن ‌ ‌ ‌ که در تنگم از صحبتِ اهرمن

بده می که سرخوش در آیم بعرش ‌ ‌ ‌ کنم عرش را در تهِ پای فرش

وز انجا سرا پرده بالا زنم ‌ ‌ ‌ قدم بر سرِ لا و الّا زنم

رساند مگر بادهٔ لاله رنگ ‌ ‌ ‌ بسر حدِّ بی رنگیم بی درنگ

بدلدارِ خود قوتِ جانی خوشست[۱] ‌ ‌ ‌ نشان دادنِ بی نشانی خوشست

رسد هر که یاقوتِ می کرد قوت ‌ ‌ ‌ بمعنی حیّ الذی لا یموت

چو فانوس سازند از شمع دور ‌ ‌ ‌ شود روشن از سرِّ اللّٰهُ نور

بده ساقی آن جوهرِ بی عرض[۲] ‌ ‌ ‌ که از دل غرض شوید از تن مرض

شرابی که در جوهرش نیست لون ‌ ‌ ‌ کند قطرهٔ حلّ و عقدِ دو کون

غرض[۳] میکند غافل از جوهرت ‌ ‌ ‌ غرض[۴] می برد قیمتِ گوهرت

فرو رو بدریای می چون حباب ‌ ‌ ‌ که یابی مگر ز آن[۵] دُرِ کس میاب[۶]

بده ساقی آن تلخِ شیرین گوار ‌ ‌ ‌ که دارد باو جانِ شیرین قرار

(۲۸ا) می لاله گون دل ربود از برم ‌ ‌ ‌ بدریای آتش فتاد اخگرم

بده ساقی آن جام[۶] عنبر سرشت ‌ ‌ ‌ که دارد شرف بر رحیقِ بهشت

بده می که از خود شدم[۷] گوشه گیر ‌ ‌ ‌ هیولای من نیست صورت پذیر

کز و گلخنِ خویش گلشن کنم ‌ ‌ ‌ چراغِ دلِ مرده روشن کنم

غلامم کند آن میِ سرمدی ‌ ‌ ‌ ز رنگِ خودی بخشدم بیخودی

---

۱ ابس: قرب ۲ الر انیس ۲ آ د: غرض ۳ د ۳ ا انیس: عرض ۴ ۲ آ، در دو گوهر کس کامیاب ۵ انیس: آب ریاض (بجای رحیق) ۶ ایضاً: شوم ۷ ایضاً: تنگ

نه دل را ز خوبی بود مایه‌ای — نه جان را تمنا از و سایه‌ای
(۴۷ب) نه از فقر و جاهش[1] دلم خرم است — که جای دگر کهگلم در نم است
نه شیرم تمنا است نه انگبین — دها نرا نیالایم از آن و این
ز میخانه آنرا که هست آبخور — ز آب و هوای بهشت است تر
نظر بستن او لی ز غلمان و حور — که اینها[2] ست و ربت پرستی قصور
بده ساقی آن لعل مملول را — دوا کن بمی جان معلول را
می آن کار بر[3] جان مستان کند — که آب روان با گلستان کند
کشد باده برقع ز سیمای دوست — می آرد برون مغزها را ز پوست
دلم را ز عشق آتشی در دل است — که عشق استخوان سوز درد دلست
دلم می برد لطف ساقی ز دست — که دیدست معشوق عاشق پرست
شراب خرد پرور جهل[4] سوز — چو رخسار ساقیست عالم فروز
بده ساقی آن دل گز جان خراش — که سازم نهان نهان فاش فاش
سخن چند در پرده گفتن توان — کجا مهر تابان نهفتن توان
وگر منع من می کنی زین سخن — بخال لب خود بهم مهر کن
وگر رفت بد مستیی در کلام — بدندان بکش از لبم انتقام
(۱۷۵ا) بیا ساقی آخر سخن شد بلند — فرو ماند از[5] وهم کوته کمند
بده می که از حرف هر بی ادب — به بیهوشی می به بستند لب
مغنی بزن نغمهٔ نو بتار — رگ مردهٔ ما بجنبش در آر
که تا بی زنی تار و پود حیات — به بُرّد رگ و ریشهٔ کائنات
نه ثابت گذارد نه سیاره را — فرو پیچد این کهنه طوماره را

[1] آ: فقر و جاه سقط، اثبت: فقر و کا جسعطس [2] اس: این [3] ایضاً: با، [4] ا: اجل [5] آ: از

بده می که در حشر کوهِ گناه / بمیزانِ عشقت کمتر ز کاه
ز دوزخ چرا کس هراسان شود / که دوزخ بمستان گلستان شود
من ار آه گرمی ز دل برکشم / گریزان شود دوزخ از آتشم
ز اشکِ ندامت بروزِ جزا / دهم دوزخِ خود بسیل فنا
چو گریان شوم مست و خانه خراب / برد صد هزار آتش دوزخ آب
بده ساقی آن خوشگوار[1] بسیط / که دارم ز مرکز هوای بسیط
(۱۴۷) چنان ساز لایعقل و بیخودم / که یابم وجودِ دو عالم عدم
ز برقی دگر آتشم بر فروز / شعور وجودِ دو عالم بسوز
گر از تفرقه دل بیابد حضور / شود نور ظلمات و ظلمات نور
بکن دیدهٔ احول کج نظر / بانگشتِ توحید هر دم ز سر
مشو غافل از حالِ ساقی دمی[2] / ز ساقی و می بر تو توحید وحی[3]
بده ساقی آن آتشِ شرک سوز / بمژگان درِ غیر کن میخ دوز
حریفان که سرّ مگو[4] گفته اند / بالماسِ می این گهر سفته اند
چسان پرده پوشم بعیب ای پسر / که مژگانِ ساقی بود پرده در
بده ساقی آن طرفه پیمانه ام / ببر مست ازین کهنه ویرانه ام
که دیگرم از این مگذر[5] سرا / بطرحِ مجدد کن این را بنا
مهل[6] بیند این بادهٔ[7] خاکِ مرا / به پرور بمی جانِ پاک مرا[8]
کفن چاک و تر دامن و خشک لب / در آیم بمحشر بشکلی عجب
نه بیم ز دوزخ نه ذوقِ بهشت / نه میلم بمحبوب و نه پروای زشت
نه جنت کنم جا نه دوزخ مقام / که این هر دو آمد بمستان حرام

[1] آ: خشک دار [2] م: وهی [3] در آ محذوف در انیس مصراع ثانی این طور است: کز ایشان بری سوی توحید پی، [4] م و انیس: بگو [5] از انیس، آ: گر [6] از انیس، آ: مهل [8] م: آب و [9] بعد این بیت در انیس افزوده:

بر غول خوبان بی کبر و ناز | بسازندگان ملایم نواز
بهنجار بربط بگیسوی چنگ | بزنّار کافر دلان فرنگ
بقانون و رگهای نالان او | به پهلوی بسیار پیکان او
به نقش و نگار دف پوست پوش | که آمد ز سر تا بپا چشم و گوش
بستر دلِ نی که با صد نوا | شد از پردهٔ غیب پرده سرا
بطنبور رسوای پرده نشین | بآن نغمهٔ دلخراشش حزین
بسرهنگی و سر گرانی[1] عود | که از روی دست او چه دلها ربود
برخسار نورانی شمع جمع | به بربط که پروانه دارد ز[2] شمع*
بجسنی[3] که از دامن پاک او | بود هر صباح آفتاب آب او (کذا)
بدان گردش نرگس فتنه بار | که سرگشته هر دم کند صد هزار
بزلفِ کج او که شد راست بین | کند راست او کار دنیا و دین
(۷۰ب) بحق وفا و جفای بتان | بران شیوه جانی ده و جانستان
بخال سیه مست بهای یار | که شد مردم دیده اش داغدار
بطاقین محراب ابروی دوست | که روی دل هر دو عالم بدوست
برعنائی آن بهشتی نهال | که شد سدرهٔ طوبیش پایمال
که در بزم ساقی کوثر مرا | طفیل حریفان مهل بی نوا
بگیسوی مشکین آن ماه بدر | که در سایهٔ اوست شبهای قدر
ازان می چنان کن مرا بی خبر | که با خویش هرگز نیایم دگر
ازان آتش بادهٔ سینه سوز | چراغ دل پرتوی بر فروز
ز خاکِ رهِ اهل بیت نبی | دلم را چو آئینه کن منجلی

[1] ت: سرفرازی [2] ت: بجمع، [3] منسوخ در آ،

همه سرمه سازند ازان خاک در | چه خیل ملایک چه خیل بشر[1]
(۷۶ب) بخاک درش بنده را پا بگل | صدش عرش کرسی بهر کنج دل
نهالی ز باغش عصای کلیم | دم عیسی از گلشنش یک نسیم
زمین و زمان هر دو در مشت او | کلید دو عالم در انگشت او
الهی بحق نبی بشر | بعالی[2] نژادان اثنی عشر
به پیر مغان و خرابات او | به بیت الحرام[3] و مقامات او[4]
بخاک در حضرت می فروش | که بوی خوشش آورد خون بجوش
بمسند نشینان آن بارگاه | که بر عرش سایند طرف کلاه
بآن خال مشکین که هر صبح خور | بروبد غبارش بجاروب زر
بجوش و خروش دل صاف خم | بمعراج رندان پی کرده گم
بخشت سر خم که باشد مدام | باو چار رکن جهان را قیام
به پیمان پیمانهٔ مشک بو | بعهدی که بستم بدست سبو
بجمعیت خوشهٔ بکر تاک | که شد وقف بر عاشق سینه چاک
بنوری که رخشان ز ساغر بود | بناری که در تاک مضمر بود
بصبح جبین صبوحی کشان | بانفاس مخمور آتش فشان،
بطاق و رواق فلک سای دیر | به گلخن نشینان لاهوت سیر
(۷۷الف) برندان یک رنگ واقع نما | که صافند و پاک از نفاق و ریا
بپاکان آلوده دامان مست | که دارند در جیب نه چرخ دست
بمخمور قلاش رند غریب | که در دین و دنیا بود بی نصیب
بنور دعای مناجاتیان | بسوز نیاز خراباتیان

۱؎ تا: کلیم ۲؎ تا: بحق کرامات به ۳؎ ا تا: الکرام ۴؎ در اینجا ابیات مابعد را حذف کرده
(ازین: بعالی مقامات)

رعایت می فرموده که خاطرخواه ایشان بوده باشد شاعری دون مرتبهٔ خود می دانستهٔ چون طبیعت عالی داشته گاهی ارادهٔ شعر گفتن می کرده هرچه می گفته خوب می گفته است،
(۸۰ ب) آورده اند که اتحاد تمامی به نجم ثانی و میر عبد الباقی یزدی و خواجه حبیب الله ساوجی داشته قصیدهٔ چند در مدح ایشان فرموده الحق که دران قصاید آنچه لازمهٔ شعر و شاعریست بجا آورده، اشعار آبدار آن یگانهٔ روزگار بمطالعهٔ این ذرهٔ بیمقدار رسیده منظومات ایشان منشیانه است و بطرز ظهیر فاریابی حرف زده اند اگرچه بروش سلمان ساوجی نزدیکیست فاما به ازو سخن کرده چرا که در شعر سلمان ساختگی بسیار است و در اشعار ایشان مطلق ساختگی نیست و ازان زبدة المتاخرین زیاده از هفده قصیده و سه غزل و یازده رباعی و ساقی نامه بر صفحه روزگار یادگار نمانده است،
مؤلف مخزن اخبار در تالیف خود آورده که میانهٔ مولانا امیدی و شاه قوام الدین نوربخشی زمانه طرح دشمنی انداخته و آن دو عزیز را بی تقریبی با یکدیگر ساخته بود چنانچه بخون یکدیگر تشنه شده بودند بتخصیص شاه قوام الدین کمر قتل مولوی بر میان جان بسته بود همیشه مترصد فرصت آن می بود و مولانا امیدی در قصیده که در مدح میر عبد الباقی صدر گفته است درین چند بیت اظهار این معنی نموده است،

اشعار کنایه نسبت شاه قوام الدین نوربخشی

(۸۱ الف) مدا حیم چو طی شد بشنو حکایت از زی ... دیرانه ایست در وی دیوانه ایست عاقل
دیوانهٔ که تدبیر در وی نکرد تاثیر ... دیوانهٔ که زنجیر او را نساخت عاقل
دیوانهٔ که افسون سازد جنونش افزون ... دیوانهٔ که مجنون شاگرد اوست حاصل
دیوانه ایست پرفن دیرینه دشمن من ... از وی مباش ایمن و زمن مباش غافل
قتلش بچار مذهب جائز چو قتل افعی ... و فعش بهفت ملت واجب چو دفع صائل

که گرد گلیمی ز آلِ عبا — کند رو سفیدم بهر دو سرا
باندک نمی زان سحابِ امید — گلیم سیاه مرا کن سفید
دو عالم از ان پنج دارد نظام — بخمس المبارک سخن شد تمام
توانگر دلم کن ازین پنج گنج — مرا جز بمیزان ایشان مسنج
کتب خانهٔ دین و ایمان ما — ازین خمسه دارد رواج و بقا
ببازوی این پنج قدسی مآب — توان تافتن پنجهٔ آفتاب

ذکر

عندلیب گلستان نکته پردازی مولانا امیدی رازی

از اکابر زادهای طهرانست، اسم ایشان خواجه ارجاسپ[1] ابن خواجه شیخ علی طهرانی است اباً عن جدٍ ارباب و اکابر ولایت خود بوده اند[2]، در بهار عمر از وطن خروج نموده بشیراز آمد و بسعادت خدمت افضل الفضلا جلال الدین محمد دوانی مستسعد گشته و شاگردی او اختیار فرموده اند، در خبر است که در اندک ایامی از توجه مولوی از شاگردان ارشد ایشان شد و در جمیع علوم صاحب قدرت گردید چنانچه زبان از توصیف مولویت آن افصح المتکلمین عاجز و بیان از تعریف موزونیش قاصر است ولیکن در علم طب آنقدر مهارت بهم رسانید که هیچ یک از شاگردان مولوی مذکور را دران فن میسر نشد و استادش نام او مسعود نهاد و تخلصش امیدی قرار داد گویند که جاه و سامانی که لازمهٔ اکابر است با ایشان بوده و اوقات خود همگی بصحبت و عشرت گذرانیده و همیشه فصحا و شعرا از ایشان صله می یافته اند و مردم اهل را بطریقی

---

[1] تحفهٔ سامی: پدرش رئیس و کدخدای آنجا (یعنی طهران) بود، [2] بیان صاحب نفائس المآثر موید این قول است

بنه بر کفم فالِ فیروز گیر　　که روشن شود بر تو ما فی الضمیر

بیا ساقی آن جام لب ریزه را　　که رسوا کند اهل پرهیز را

(۸۱ الف) بمن ده که تا کاسه بازی کنم　　کهن دلق خود را نمازی کنم

بیا ساقی آن کیمیای بقا　　که قارون بیکدم شود زو گدا

به چون من گدای ده آن سو به بین[1]　　درم ریزی دستِ بی آستین

بیا ساقیا آن سهیل یمن　　که گردد ازان سرخ رو انجمن

بیا ساقی آن نوشدارو که دوش　　تو نوشیدی و شد زمن عقل و هوش

بیا ساقی آن تلخ بسیار شور　　باشوب نزدیک و آرام دور

بیاور که یک سر فتاد اتفاق　　طلوعِ سهیلِ یمن در عراق

سهیلی که آفاق خرم ازوست　　نشاطِ دلِ اهلِ عالم ازوست

فغان کاندرین لاجوردی قفس　　چو من بلبلی را گرفته نفس

دریغا که در صحن این کهنه باغ　　چه آوازِ قمری چه آوازِ زاغ[2]

خصوصاً درین خانهٔ پر فسوس　　چه گلبانگ بلبل چه بانگ خروس

چو شد یاوهٔ یاوه گویان بلند　　امیدی لب از نکته سنجی به بند

خروس سحر چون بر آرد خروش　　چرا بلبلِ مست گردد خموش

سقاک الله ای ساقی سیم ساق　　لبالب زمی کرده زرین ایاق

بما در ده آن جام آئینه گون　　که روشن شود زو درون و برون

(۸۱ ب) سزاوار بزم جهان داورست　　که آئینه آئینِ اسکندرست

جهان گرچه پر آدمی و پریست　　سلیمان سزاوار انگشتریست

[1] نسخه: اندم به بین، [2] ایضاً: چو آوای قمری چو غوغای زاغ،

بیا تا قدحهای پر می کشیم / لبالب کنیم و پیاپی کشیم
بیا ساقی آن بکر یکساله را / گرانمایه یاقوت سیّاله[1] را
بده گرچه در کیش هشیار و مست / نشاید کشیدن بیکساله دست
بیا ساقی آن رطل پیمان شکن / که با وی درستست پیمان من
بمن ده که از توبهٔ ناقبول / ملولم ملولم ملولم ملول
بده[2] ساقی آن چشمهٔ لعل ناب / که سیمین زمین است و زرّین حباب
روان کن که بر[3] جویبار روان / بروید گل و بشکفد ارغوان
(۸۰ ب) بیا ساقی آن آفتاب منیر / که در سایه پرورد دهقان پیر
برآور ز برج خُم لعل فام / که عمر آفتابیست بر طرف بام
بیا ساقی امشب که رندان مست / شکستند در میکده هرچه هست
لبالب کن آن لب شکسته سفال / که خورشید را جا دهی در هلال
بیا ساقی آن جام گیتی فروز / چراغ شب و روشنائی روز
بمن ده که شد روزگارم سیاه[4] / خلاصم کن از گردش مهر و ماه
بیا ساقی آن راح راحت فزا / که کیفش نباشد کم از کیمیا
بمن ده که چون نشا انگیخت می / کم از کیمیا کی بود کیف وی
بیا ساقی آن گوهر ناب را / گرانمایه یاقوت سیراب را
بمن ده که چون گیرمش در دهن / شود گهر بایم عقیق یمن
بیا ساقی آن آب یاقوت فام / ملامت گر اهل ناموس و نام
بمن ده بگلبانگ رود و سرود / که نتوان ازین بیش شرب الیهود
بیا ساقی آن طرفه درج بلور / که یابد ازو سرّ دلها ظهور

[1] آ: سیاره [2] ایضاً: بیا [3] ایضاً: در [4] آتشکده: تباه

شاهنشاهی بی بهره ماند، چون سن شریفش بچهل و دو رسید در روز عرفه در سنه احدی وستین وتسعمائه ودیعت حیات را بموکلان قضا وقدر سپرد،

بر رای عقده کشای نکته پردازان انجمن سخنوری وبلبلان گلبن نشین گلستان نکته پروری پوشیده نماند که هنگام تحریر ذکر مرزا اشرف جهان سرگردان عدد اشعار دیوان آن یگانه زمان بود از عنایت بی غایت ایزد سبحان (۸۲ ب) و الطاف بی نهایت ملک منان این ضعیف را با عزیزی که صادق القول بود ملاقات واقع شد، چون بر مقدمه تحریر این حقیر اطلاع یافت اعلام نمود که من دیوان ایشان را دارم و آن نسخه ایست که میرزا اشرف خود بران گذشته و تصحیح داده است، فی الفور آن ابیات را بنظر این مختصر[1] در آورد، عدد آن سوای ساقی نامه که درین تالیف برباض می رود هشتصد و پنجاه و پنج بیت بر آمد[2] وهمان عزیز نقل کرد که این دیوان را میرزا جعفر در قزوین[3] از من گرفت در اندک ایامی غزل بغزل تتبع نمود و روزی بمکتب خانهٔ مولانا خلیل قاری که یکی از قاریان مشهور قزوین است آمد، دران روز میرزا احسابی وضمیری[3] اصفهانی نیز دران مسجد تشریف داشتند بدیشان اعلام نمود که دیوان میرزای مرحوم را تتبع نموده ام، پاره از اشعار خود بران خردمندان خواند وگوش هوش آن فصحای عصر خود را از دُرر آبدار خویش گرانبار گردانید، آن سه عزیز بعد از استماع ابیات رنگین آن سخن آفرین آواز تحسین باوج علیین رسانیدند، مولانا ضمیری[3] بعد از استحسان یاران دُرّ از دریای دل برلب آورده سفتن آغاز کرد و گفت در مقابلهٔ این فرد میرزا اشرف جهان (۸۳ ا) چه فرموده آید؟ جعفر بیگ گفت: کدام؟ او این بیت خواند بیت

---

۱ ن ۲: آ: مختصر ۲ بقول آتشکده ص۲۱۴، اشرف دیوان هزار بیت ترتیب داده بحساب عبدالنبی خان عدد ابیاتش بشمولیت ساقی نامه ۹۶۷ بیت است، ۳ مذکور در تحفهٔ سامی در صحیفهٔ پنجم،

ذکر

میرزا اشرف جهان قزوینی

آن شمع دودمان مصطفی، و آن نهال بوستان آل عبا ولد ارجمند و خلف سعادتمند قاضی جهان است، و این قاضی جهان میر نور الهدی نام داشته و یکی از اکابر دار الموحدین قزوین بوده است، در عهد فریدون حشمت جمشید جاه، سکندر شکوه دارا سپاه، شمع دودمان نبوی، چراغ خاندان مرتضوی، شاه طهماسب حسینی صفوی وزیر اعظم ایران شد و خطاب قاضی جهانی از ان جمجاه فلک بارگاه یافت، در اندک ایامی نسبت بندگیش در خدمت آن بادشاه فلک قدرت خورشید منزلت بجای رسید که بین السطور بر فرامین عالی الیشان می نوشت، گویند که یک نوبت شاه عالم پناه منع آن جرأت فرمود، قاضی جهان از استماع این امتناع پای استغنا در دامن صبر پیچیده ترک وزارت نمود، چون دو سه روز برین مقدمه گذشت شاه دانست که محتاج بخدمت اوست و مهام سرکار بی وجود (۱۸۲) او سرانجام نمی گیرد دیگر باره آن زیبندهٔ مسند وزارت و زینت دهندهٔ سریر وکالت را بالطاف بادشاهانه و عنایات خسروانه مفتخر و سرافراز گردانیده رخصت داد که هر چه بخاطر آن یگانهٔ زمان رسد در فرمان عالی شان درج نماید، اما چون قرة العیون قاضی جهان بسن رشد و تمیز رسید جمعی از معاندان بعرض اشرف اقدس فرمان روای ایران زمین رسانیدند که آن نوباوهٔ بستان سیادت یکی از ارباب تعصب اہل تسنن است، شاه بعد از استماع این خبر بنا بر تعصبی که آن سلسله را در مذہب خود می باشد از ان منبع فصاحت و بلاغت بغایت مکدر شد، و از نظر کیمیا اثرش انداخت، بهر تقدیر در عین حیات و بعد از ممات والد خود از سعادت ملازمت بادشاهی و تفاخر بندگی

جهان راست آئین ناداشتی | فلک زود خشمیست دیر آشتی
دریغ این باغ گش خار شد دلخراش | منه دل بتماشاگر باغ باش
گذر کن ازین منزل پرستیز | تو برخیز ازو تا نگویند خیز
اگر رفت سرمایهٔ گل ز دست | غنیمت شمر پنج روزی که هست
چه گوئی ز عمر و ز ایام او | مبر با چنین کوتهی نام او
فریدون جست عمر از دگر سروران | سکندر که کم زیست از دیگران
بگیتی کسی یافت عمر دو بار | کزو ماند نام نکو یادگار
بود کوشش ما ز روی قیاس | چو پیمودن راه گاو خراس
که گردد سحرگاه تا وقت شام | در اول قدم شامگاهش مقام
(۱۸۴) نه بینی درین تنگنا همدمی | که بردارد از خاطر من غمی
دریغا ز یاران صاحب نظر | که بودیم یک چند با یکدگر
دریغا ز یاران خاکی نهاد | که رفتند زین خاکدان همچو باد
بصحبت همه شمع مجلس فروز | چو انجم شب آورده باهم بروز
همه روز در بوستان یار هم | چو گلها شگفته بدیدار هم
دریغا که این دیدهٔ خونفشان | نه بیند کنون هیچ ازیشان نشان
دمی چند گفتند و خامش شدند | ز یاد حریفان فرامش شدند
یکی نیست زان غمگساران همه | من و غم که رفتند یاران همه
ببالین چسان سر نهم خوابناک | حریفان همه کرده بالین ز خاک
کند کنج تنهائیم دل هوس | ندارد سر صحبت هیچ کس
ندارم سر همدمان بیش و کم | اگر راست پرسی سر خویش هم

ملا کناد در آکم شپ و دیوان شرف کتابخانهٔ رامپور (علامتش در مابعد شر)، مآ: فرد، شپ: بهم، شپ: نه بیند اکنون

برحال بلبلان چمن خون گریستم   اوراق گل ز حرف وفا ساده یافتم

چون جعفر بیگ بر متانت این بیت مطلّع شد از گفتهای خود پشیمان شده در ساعت اوراق اشعار خود را در آب آن حوض که با عزیزان مذکور بر کنار آن نشسته بود شست و ازین کمال انصاف بود که آن منصف طبیعی بهندوستان صاحب سیف و قلم شد و رتبه اش در بندگی فرمان روای بحر و بر، شهریار فریدون فر، سکندر ظفر، جلال الدین اکبر بادشاه غازی بمرتبه اعلی رسید و خطاب آصف خانی یافت و بعد از ارتحال و انتقال آن بادشاه ستاره سپاه بسعادت بندگی صاحب اقبال سکندری، نور مردم دیدهٔ اکبری، شایسته سریر کشورستانی، چمن آرای گلشن صاحبقرانی، خسرو فلک قدرت، خورشید کلاه، شاه **نور الدین محمد جهانگیر** بادشاه، مستسعد گردید، و در بندگی آنحضرت بمرتبهٔ بزرگ و صاحب جاه شد که کم کسی از مردم ایران را در هندوستان تا آن زمان آن حالت دست داده بود و در ایّام دولت شعرهای خوب گفت، عدد ابیات ایشان سوای اشعار ایران قریب بسه هزار بیت باشد که در (۸۳ب) هٰذا الحال درمیان مردم است و از انجمله دو هزار بیت مثنوی ست که در برابر خسرو و شیرین گفته و آنرا نور نامه نام کرده است تکلّف برطرف که دران مثنوی کمال نزاکت بکار برده و شاعری کرده است، چند بیت ازان کتاب که مناسبتی بسیاق این کلام داشته باشد درین اوراق بر بیاض می برد تا صدق قول خود بر همگنان ظاهر سازد

ساقی نامه میرزا اشرف جهان

عجب مانده ام زین خم نیلگون   که صد[1] گونه رنگ آمد از وی* برون

[1] دیوان شرف کتابخانه پنجاب یونیورسٹی (نمره 8/ . 71 أ F ۸۱) که دردا بعد علامتش شب‌ها بهردم صدای غم آرد،

شرف[1] تا کی از ناامیدی سخن | ز امید گوی و دلم تازه کن
سخن[2] چند گویی ز اندوه و درد | سخن بشنو این طرز را در نورد
(۸۵ الف) مجو رهنمائی ز پندار[3] عقل | که این کار عشق است نی کار عقل
مجو غیر عشق و ره عقل پوی | همه عشق را باش و از عقل گوی
چو با عشق گردد دلت آشنا | شود از صفا جام گیتی نما
اگر رخت در کوی پستی بری | ازین نیستی ره بهستی بری
چه خوش گفت پیر خرابات دوش | گرت محنتی هست جامی بنوش
بنه بر کف آیینهٔ جام را | که در وی به بینی سرانجام را
همان به که افتی به میخانه مست | بشوئی بمی دست از هر چه هست
بیا ساقی بزم مستان بیا | بیا قبلهٔ می پرستان بیا
بیا وین دم نقد فرصت شمر | مبادا که فرصت نیابی دگر
بده می که عمرم بغفلت گذشت | مده انتظارم که فرصت گذشت
بمستی دمی آشنائیم ده | وزین خود پرستی رهائیم ده
بده ساقی آن آب آتش وشم | بریز آتشی بر سر آتشم
که چون کوزهٔ نو بر آرم خروش | می[4] از گرمی من در آید بجوش
می همچو روح از کثافت بری | بنور مه و تابش مشتری
عقیقی شرابی چو لعل مذاب | که باشد جگر گوشهٔ آفتاب
(۸۵ ب) چو بر دست ساقی درخشان شود | از و پنجه چون شاخ مرجان شود
چو عکس افگند بر فلک نور آن | فتد از دو خورشید دل در گمان
ز شیشه فروزنده آن[5] محض* نور | چو یاقوت رخشان ز درج بلور

۱ قیاساً «آ»: استاد، «تا»: بیباد، «شر»: بیدار، شپ: سدار ۲ شپ: متن ۳ شپ: چون عکس، ۴ ابیات ۱ تا ۶ در نفایس

دریغا که پرده نشینان راز — نرفتند جای که آیند باز
ز آشفتگی چون بران خاک[1] درد — فتادم چو خاک و نشستم چو گرد
بران خاک فریاد کردم بسی — بگوشم نیامد جواب کسی[2]
بسا نو که کهنه شده درجهان — همان کهنه پیر جهان نوجوان
(۸۴ب) دلا عبرتی گیر از حالشان — فرو شو زمانی در احوالشان
بگیر[3] آتشی از سفالینه جام — زن آتش در اوراق دفتر تمام
منه دفتر شعر زین پس به پیش — مکن هیچ دفتر سیه روی خویش
چه خسپیم ایمن درین مرحله — که ماندیم تنها و شد قافله[4]
نماند درین مرحله هیچ کس — تفاوت بود لیک در پیش و پس
گذشته چنان شد که گوئی[1] نبود — رود نیز آینده چون رفته[3] زود
پس و پیش این راه چون[2] اندکیست — رونده اگر پیش گر[4] پس* یکیست
ز یاران دو گامی اگر واپسیم — نه بس دیر مانیم بدیشان رسیم
ندانیم زینجا کجا می رویم — چرا آمدیم و چرا میرویم
دریغا که نا برده راهی بجا — بناکام باید شدن زین سرا
ندانسته ره[6] از جهان می رویم — چنان[7] کامدیم آن چنان می رویم
ز اندیشه خون شد جگر ها بسی — ولی حل نه کرد این معما کسی
کس از ستر این پرده آگه نشد — خرد را بدانش بدو ره نشد

(بقیه حاشیه ص ۱۳۵) آتشکده (ص ۲۱۵) و نقالیس: بلا بنید اکنون ۴ الیضاً: ندارم ،

(حاشیه ص ۱۳۶) ۱ الیضاً: فرسش ۲ آ: غافل ۳ آتشکده، آ: رفت ، ۴ شر: کر، شپ: چون

۵ ترا: سرسیر، آ: سیرش، شر: دیگر پس، شپ: ورپس، آتشکده: اگر پس ،

۶ شپ: راه ۷ شپ، آ: چرا آمدیم و چرا می رویم، نقالیس: بمثل متن

چو خسپی بزن نغمهٔ دلنواز | که در پیش داریم خواب دراز

درین هفت قلعه که زندان ماست | ز ششش سو ستاره نگهبان ماست

برون[1] آرم از دم* صفیری بلند | که یابم نجاتی ازین هفت بند[2]

پیاله[3] ز جائی خبر می دهد | که نی ز آشنائی خبر می دهد

بیا و[4] زمانه فراموش کن | بیا[3] و زبانی زنی* گوش کن

نوائی[5] به راز کهن* می کند | اگر گوش داری سخن می کند

سرودِ مغنّی به آواز نرم | بجوش آورد خون دلهای گرم

(۸۶ب) بیا[6] ساقی آن آب زرّین حباب | که باشد حبابی ازو آفتاب

بمن ده درین کاخ فیروزه رنگ | بفیروزی شاه فیروز جنگ

زهی شیر دل اردشیر جهان | کزو تازه شد عدل نوشیروان

چو در بزم جوید می لعل فام | سزد ماه ساقی و خورشید جام

ز نور دلش نیم[8] تاب آفتاب | ز بحر کفش نه فلک یک حباب

حبابش ز رفعت عدیل سپهر | ضمیرش جلا بخش مرآت مهر

بچوگان چو او ترک تازی کند | بگوی سر خصم بازی کند

همای که از همتش یافت فر | کشد بیضهٔ آسمان زیر پر

بود نقد اقبال در مشت او | کلید در فتح انگشت او

بریدی بود ماه در راه او | فلک پرده داری بدرگاه او

قضا ناوک انداز از شست او | گریبان اقبال در دست او

---

۱ شپ: برآر از دم نے (نی)؛ ۲ (در نفایس هکذا) در شپ ترتیب این دو مصراع بعکس متن است ۳ نمانی زنی نغمه
۴ شپ: ـ اسمار نو ور (نه ایا ز نو ور؟)، شر: رانجا براز ۵ شر شپ؛ آ: سرودی ۶ در شپ
بعدش این شعر آورده ـ عدو بند طهماسپ بحر سخای خدیو فلک ساه خورسند رای ۷ شپ: نود
۸ نفایس: راه ۹ بیت ۲ تا ۶ محذوف در نفایس، همین طور ابیات مدح را از زهی شیر دل الخ (سطر ۱۰)

زمین گر چشد زان می خوشگوار — زمستی شود چون فلک بیقرار

رسد قطرهٔ گر بچرخ برین — فتد تا ابد بیخبر بر زمین

شرابی که جان را بود سازگار — نه دردِ سر آرد نه رنج خمار

می بی خمار آن می احمر است — که سرچشمه اش ساقی کوثر است

ازین می که مجلس بر آراستیم* — ولای علی و ولی خواستیم

بیا ساقی آن آب یاقوت رنگ — کزو لعل گردد بفر سنگ سنگ

بده تیرگی از دلم دور کن — دلِ تیره ام را پُر از نور کن

بیا ساقی آن تند سرکش بیار — کمیتی که داری بمیدان در آر

چو گلگون می سوی میدان شود — دو اسپه غم از دل گریزان شود

بیا ساقی آن زعفرانی شراب — که جامش سزد ساغر آفتاب

چو ریزی بجام آن می زرد فام — ترا ده چو کاورسهٔ زر ز جام*

بیا ساقی آن خون رنگین تاک — که خون غم و غصه ریزد بخاک

(۱۸۶) بمن ده که در دور گیتی مدام — درین بزم خون می خورم همچو جام

برافروز از بادهٔ لعل جام — که شد صحن باغ از خزان لعل فام

بده ساقیا تا بجوشم چو می — برقصم چو دیوانه بی چنگ و نی

بیا ساقی آن بکر مستور را — همان مایهٔ شادی و سور را*

بمن ده که عقلش بکابین دهم — وزین پشت کوز جهان وارهم

بده باده و ترک اندیشه کن — خرد را که دیو است در شیشه کن

بزن راهی ای مطرب دلربا — که افتادگان را در آرد ز جا

---

۵۱ نفایس: ہجگہ — جون زمین ۵۲ آ: ازین جام خورشید می خواستم ۵۳ بیت در نفایس نیست ۵۴ نفایس: تو ر ۵۵ از تعزر و تعقیب د نفایس، در آ و لفظ چو ریزم بجام و مابعدش را حذف کرده و در آ جمله اش محذوف ۵۶ خب و نفایس: از ۵۷ در نفایس بعدش افزوده ۵۸ مگر خون به را کمیست تا ... که کشته زخش سرخ یاقوت وار ۵۹ از بیجا بلفظ ریک فی رق نسخهٔ رامپور ناقص است

میرزا جعفر آصف خان در صبوحی کردن شیرین فرموده

صباحی از سعادت بسته آئین
چو بخت خسرو و رخسار شیرین
(۸۷ ب) درو دل بر مرادِ خویش پیروز
به شیرین عید و بر پرویز نوروز
چو صبحِ عارضِ خورشید بی شب
چو مه جام از پی نوش لبالب
گذشته در گلستان بر صنم شب
اثر از شبنم می بر گل لب
شبش بالین و بستر بوده از گل
بخوابش گرده از افسانه بلبل
لبش از می رخش از حسن سیراب
صبوحی کرده گویا در شکر خواب
زده در چشم بندی نرگسش دست
نموده هم خمار آلوده هم مست
نسیم از روی مهرش کرده بیدار
که دریابد صفای صبح و گلزار
ز نوشین جامِ شب در چشم ساقی
اثر از می چو می در شیشه باقی
نمازی کز صراحی شب قضا شد
بوقتِ صبح از گردن ادا شد

ذکر

والی وادی آزادی میرزا قاسم گون آبادی

آن دیباجۂ دیوان نکتہ دانی و آن بلبل گلبن نشین معانی بشرف حسب و نسب آراسته و بمزید علم و ادب پیراسته بوده و در فهم و فراست در عهد خود عدیل نداشته در شعر و عروض و معمّا سر آمد عصر خویش گشته، اسم او محمد قاسم است بحسب جاه دنیوی بمیرزا قاسم اشتهار یافته و تخلص خود قاسمی نموده، مولد آن عندلیب

مه اندر شبستانِ او یک چراغ
فلک از افق تا افق نیم ایاغ

اساس کرم آنچنان کرد پی
که حاتم بساطِ کرم کرد طی

کف خود چو در بزم خود برگشاد
همان حاصلِ کون[۱] بر باد داد

بعزّت سلاطین گردون شکوه
به پیشش کمر بسته مانند کوه

شده[۲] در گهت بوسه گاه سپهر
غبار درت سرمهٔ ماه[۳] و مهر

(۱۸۷) سرشتست از عدل و جودت وجود
زهی صورتِ معنی عدل و جود

بفراش تو از علو جناب[۴]
دهد خیمهٔ گردون طناب از طناب

مه و خور تقابل[۵] چو پیدا کنند
دو[۶] گل میخ زرّین هویدا کنند

همه گشته حیرانِ تصویر تو
شده موی از فکر تقریر[۷] تو

چو کلکت نهد دانهٔ مشک فام
همه طائر معنی آرد بدام

بشیرین کلامی تو آن خسروی
که طرز کهن یافت از تو نوی

ز گفتار سعدی شیرین سخن
دو بیت مناسب ز من گوش کن

منم آن کهن بندهٔ بادشاه[۸]
که جز سایهٔ او[۹] ندارم پناه

چرا باید از ضعف جانم[۱۰] گریست
که من گر ضعیفم پناهم قویست

مشرف ملی کن اظهار افگندگی
چو جوزا کمر بسته در بندگی

برین در بود بنده صد آفتاب
که از ذرّه چون تو گیرد حساب

فراتر منه از حدِ خویش پای
بر آور باخلاص دستِ دعای

ترا باد یارب بحق قدیر
مبارک چو هر عید عید غدیر

---

۱ شپ: بحر ۲ شپ: زہی ۳ شپ: چشم ۴ آ: حساب، شپ: حباب ۵ آ: کل تقابل، شپ: خود تفاوت ۶ شپ، آ: ز، بعد این بیت در آ و شپ این بیت است —
چه صورت کشیدی که صورت گران   چو صورت بمانند حیران دران ۷ شپ: نعمر (تعبیر؟)،
۸ شپ: بارگاه ۹ شپ: تو ۱۰ شپ: حالم — در شپ اشعار ما بعد را حذف کرده،

بلطف از سر نظم اگر بگذری | روان پی بتاریخ آن آوری

در دفتر دوم چنین ادا کرده :-

گہرہا کہ آوردہ ام در شمار | شمارش بود پنج بارہ ہزار
بود در سوادم ز نیک اختری | طلب سال تاریخش از مشتری

دیگر از منظومات آن بلبل بوستان سیادت کتاب لیلیٰ و مجنون است که آن را نیز بنام فرمان روای ایران شاہ طہماسپ بہادر خان باتمام رسانده، عدد ابیات آن نظم دو ہزار و پانصد و چہل است، چنانچہ در آخر آن کتاب این معنی را با تاریخ بدین طریق ادا می نماید نظم

چون یافت تمام این معمّا | کاسمیت نمودہ بی مسمّا
(۸۹۰) تاریخ وی از رہِ معانی | نظم از لیست گر بدانی (؟)
عقد گہرم کہ گشت حاصل | باشد دو ہزار و پانصد و چل

دیگر از تصنیفات آن شاہ بیت مجموعہ سخن گستری کتاب کارنامہ است کہ آن را نیز در بحر لیلیٰ و مجنون حسب الامر شاہ گیتی پناہ طہماسپ شاہ نظم ساختہ و عدد اشعار آن نسخہ بہزار و پانصد رسیدہ، آن را در عرض سہ ہفتہ بہ بیاض بردہ، چنانچہ دران کتاب می گوید نظم

این نامہ کہ از زبان خامہ | کردم لقبش نگار نامہ
چون ماہ دو ہفتہ اش در ایام | در عرض سہ ہفتہ دادم اتمام
این عقد گہر کہ شد سر آمد | باشد عددش ہزار و پانصد
تاریخ تمام این معانی | ظل ابد لیست تا بدانی

دیگر کتاب خسرو شیرین ترتیب دادہ و آن نظم را بنام خلف ارجمند و ولد سعادتمند دُرّ صدف شرف رسول ربّ جلیل شاہزادہ سام بن شاہ اسمٰعیل بانجام رسانیدہ

گلستان نکته پروری از جنابد است و از اولاد امیر سید (۸۸ الف) جنابد بیست که پیشوا و مقتدای آن ولایت بوده و همین جنابد است که الحال در خراسان بگون آباد مشهور شده، بتحقیق پیوسته که برادر میرزا قاسم امیر ابوالفتح دران ایام باوجود علو شان بمضمون بلاغت مشحون الفقر فخری عمل کرده بطریق ائمه کرام علیه السلام اوقات می گذرانیده، و درویش نهادی و خوش اعتقادی او زیاده ازانست که به تحریر راست آید، و قاسمی نیز باوجود تقریب شاهی و عنایت شاهنشاهی گوشهٔ فقر از دست نمی داده و هر قسم شعری گفته و همه را خوب می گفته، بتخصیص در مثنوی گفتن فرید زمان و نادرهٔ دوران خود گردیده و در بحر شاهنامه حسب الحکم جمجاه انجم سپاه شمع دودمان نبوی شاه طهماسب حسینی صفوی شهنشاه نامه نظم کرده است بی تکلف برطرف که دران مثنوی داد سخنوری داده و اشعار معاصران خود برطاق نسیان نهاده است، عدد ابیات آن کتاب نه هزار بیت است که در دو دفتر مرقوم قلم مشکین رقم خود فرموده است، دفتر اول آن چهار هزار و دوم پنجهزار بیت است، چنانچه صدق این مقال ازین چند بیت که در دفتر اول و ثانی مثنوی بیان کرده با (۸۸ ب) تاریخ اتمام آن نظم ظاهر می شود نظم

چو در نامه کردم علم خامه را	رقم بر دو دفتر زدم نامه را
پس از مدتی کاخترم داد کام	یکی زان دو صیدم در آمد بدام
چنان خواهم از فضل پروردگار	کزان دیگری گردم امیدوار
کشم نقشی از کلک مانی پسند	کزان صورت چین شود بهره مند
نکوتر کشم زانکه نقاش چین	کشد نقش آخر به از اولین
بود عقد این گوهر آبدار	ز روی عدد چار باره هزار

لہ ت: میر، ۲ عبارت تحفہ این است: اولاد امیر سید ..... مقتدای آن ولایت بوده، حالا نیز برادر او

چه غم گر خزانست وازپی دی است | که دی را بهار دگر در پی است
چو نرگس بتان در تماشای باغ | بروی چو گل جمله چشم و چراغ
بهار و خط گل رخان مشکبار | خزانیست سرمایهٔ صد بهار
خزانست و برگ خزان سرخ و زرد | رخ زرد باید بمی سرخ کرد
نظر[1] کن که تا نرگس می پرست | کشادست چشم از شرابست و بس
ز زهد ریائی پریشان دلم | پریشان دل از زهد بیحاصلم
دلم هر دم از آرزوی شراب | خورد غوطه در بحر خون چون حباب
بجویم نشاط دل از دور دون | می عیش ازین ساغر سرنگون
دل آمد بسوی قدح مایلم | دعای قدح حرز جان دلم
چرا جام صهبا نگیرم بدست | چو نرگس کنم صرف می هرچه هست
دلم را بمی چاره سازی کنم | دران دلق تقوی نمازی کنم
نهم زیر شاخ خزان جام پیش | در آئینه بینم رخ زرد خویش
(۹۰ ب) بیا ساقی آن نوخط گلعذار | بسبزه برآراسته لاله زار
خزانست و می ده مرا پیش ازان | که همچون بهاران نماند خزان
ز جو برده برگ خزان تاب را | زده صیقل آئینهٔ آب را
تو هم کن ازان آب گلگون کرم | کز آئینهٔ دل برد زنگ غم
بیا مطربا زان نی هفت بند | پرآوازه کن هفت چرخ بلند
بلب نه دمی در دمم[2] بنده ساز | بدم چون مسیحی[3] مرا بنده[4] ساز
خزانست نه ایام گل یاد کن | چو بلبل می نغمه بنیاد کن
نی خشک کو نغمهٔ تر دهد | نهالیست کاندر خزان بر دهد

[1] مصراع ثانی را در آ به نقاط شک آورده است [2] در تا محذوف و در آ مشکوک [3] تا آ: دمم [4] تا آ: مسیحا مرا زنده

است و عدد ابیات آن کتاب سه هزار بیت است چنانچه در آخر آن بدستور
کتابهای دیگر اظهار این معنی نموده و تاریخ ختم آن بیان فرموده است، نظم

گهرهایم که زاد از بحر توفیق	سه بار آمد هزار از روی تحقیق
چو سر زد از قلم این فیض جان بخش	(۸۹ب) که چون آبحیات آمد روان بخش
ز غیب آمد حدیثی بر زبانها	که شد تاریخ سالش فیض جانها[۹۵۰]

سوای این کتابها اشعار متفرقه از قصیده و غزل بسیار دارد که آنها همه مطلوب
و مرغوب اهل دانش گردیده است،

بر رای گیتی آرای دقیقه شناسان سپهر سخنوری و ضمیر بیضا تاثیر قافیه سنجان
ردیف نظم گستری پوشیده نماند که بانی میخانه عبدالنبی فخر الزمانی تمام منظومات
میرزا قاسم از اول تا آخر ملاحظه کرده ازان کتب دو ساقی نامه بسامان از شهنشاه نامه
او بنظر[۱] در آورد که یکی از انها در مثنوی خود بنام شاه ستاره سپاه در دفتر اول
مرتب ساخته و دیگر در دفتر ثانی باسم خواجه حبیب الله وزیر پرداخته بود، ساقی نامه
را که بنام جمجاه دین پناه تمام کرده بود مناسب بسیاق این کلام دانسته درین
اوراق پریشان ثبت نمود،

ساقی نامه میرزا قاسم گوناباوی

دلا گر نسیم خزان شد وزان	بهارست و میخوارگان در زمان (کذا)
(۹۰ا) چمن از خزان پر ز نقش و نگار	خزانی چنین بهتر از صد بهار
درختان ز باد خزان جلوه ساز	چو طاوس رعنا بجولان ناز
چمن سرخ و زرد از ورقهای شاخ	چو از پرتو تابدان صحن کاخ

[۱] آ: نظم،

چو زلف خودش پایهٔ[1] ناز کن — دو صد تارش از زلف خود ساز[2] کن
کمانی بصد زه در آور بکار — که تیرش بود نغمهٔ جان شکار
(۱۹ب) چه تیرش که ناکرده جان را خبر — کند در دل بی نوایان اثر
بیا ساقی و پر می آور قدح — که از دل برد غم فزاید فرح
قدح چیست چشم و چراغ دلم — گل سایه پرورد باغ دلم
قدح باشد آن عینکم در نظر — که باشد درو باده نور بصر
دعای[3] قدح بر لبم در فرح — سزد چون دعا بر لبم آن قدح
ز قانون دمادم دلم می پری — که دارد نشانی زبال پری
بیالی چنین عزم پرواز کن — بسویم گذر از سر ناز کن
بیا ساقیا کز توام می پرست — دلم برده سودای لعلت ز دست
لبت نوش داد از طریق عتاب — مرا داروی بیهوشی در شراب
بجامت بود جان و دل مایلم — خط جام شد حرز جان و دلم
مگر خط جام آیت سجده بود — که می گرد پیشش صراحی بسجود
معنی مرادف بود دوستی — درو نغمه مغزیست در پوستی
چه دف؟ ماه رخسار آزاده ایست — دو صد نقش دارد ولی ساده ایست
ز دستش مَنه هیچو انگشترین — که یک خاتم است و هزاران نگین
مرا بی دفت چون گل دف بباغ — به بین سینه چاک و جگر داغ داغ
(۱۹۲) بیا ساقی آن ارغوانی قدح — که لبهاش[4] ناید بهم از فرح
زلب گیر باز و بمن ده بناز — مرا کن ز آب خضر بی نیاز
دلم چون صراحی بمی پر درست[5] — که در سجده افتم[6] بشکرانه چیست[7]

۱ تر: مایهٔ باز ۲ تر: باز ۳ این بیت در تر محذوف است، ۴ تر: لبهاش باشد ۵ تا: بر دست ۶ تر: برخم ۷ تر: ...

بیا ساقی آن راحت روح را — مداوای دلهای مجروح را
بمن ده که رنجورم و ناتوان — گل زردِ من کن بمی زعفران
خزانی چنین، فرصت از روزگار — بهار و جوانی غنیمت شمار
بغفلت مده زندگانی بباد — مکن بر خزان و بهار اعتماد
مغنّی کجائی نوائی رسان — دلم را ز قانون شفائی رسان
چه قانون که تقویمی از فتح باب — برو هر طرف جدول از سیم ناب
بود صفحهٔ اهل دل را ندیم — نشانهاء مسطر برو تارِ سیم
(۱۹۱) [1] قلم گشت مضراب و آتش زمار [2] — چه نالی که نالد چو [3] نی زار زار
بیا ساقیا باده آماده کن — ز لعلِ لبت نقلِ آن باده کن
ازان نقل و می (دور از اغیار) ده — ولی می کم و نُقل بسیار ده
ازان می به بر گردِ غم از دلم — وزین نُقل کن مست و لایعقلم
بزن هر شرابم سر افگنده کن — ببر جان ز نُقلم ولی زنده کن
چو می طرفه شمعی فروزان زباد — چه بادی که آتش زند در نهاد
چو نی چهرهٔ از دم افروختی — مرا مغز در استخوان سوختی
بدل داغها دارم از روزگار — بنالم چرا همچو نی زار زار
بیا ساقیا ز آب حیوان بگوی — زلالی ز سر [4] چشمهٔ جان بجوی
چه حاصل مرا ز آب نایابِ خضر — مرا دُردِ جامست به ز آبِ خضر
مرا کام ده زان لب آبدار — که هم نُقل و هم می بود در شمار
که جان پیش لعل تو آسان دهم — زلالِ خضر بینم و جان دهم
بیا مطرب آن چنگ همچون کمان — چو ابروی خوبان بلای زمان [5]

---

[1] این بیت را در آ به نقاط شک آورده است — [2] آ: ابار بجای زمار [3] آ: چه (بجای چو) [4] آ: هر [5] آ: دمان

کبوتر[1] ز نم کرده منقار باز / چو نرگس کند حلقهٔ چشم باز

همای بود چتر وی سایه سای / دران سایه مهر فلک کرده جای

کسی کندرین سایه گیرد پناه / شود ایمن از گرمی حشرگاه

جمالش که جان را تسلّی دهد / نشان از فروغ تجلّی دهد

بدورش بجز نرگس بی بصر / فرو ناورد هیچکس سر بزر

چو خورشید بخشد گهر بی عرض / دران خواهد از لطف بیچون غرض

چو مه سیم پنهان دهد شب بسی / که ممنون لطفش نباشد کسی

(۱۹۳) کفش را مخوان جز صدف در کرم / که یعنی نگردد سیه از درم

اگر سیم[2] فرساید از مشت او / چو سیماب ریزد در انگشت او

بجود و کرم در جهان سرفراز / چو خورشید دست نوالش دراز

چو خورشید کو آسمان را گرفت / بشمشیر احسان جهان را گرفت

بود سایهٔ لطف حق در حساب / دران سایه گم صد هزار آفتاب

چنین[1] سایهٔ بر زمین از خدای / چه حاجت همایش پر سایه سای(؟)

چنین بادشاهی بدانش سمر / نبود و نباشد بعالم دگر

نظیرش ز آب ار شود کامیاب / سپهر افگند سرنگونش در آب

بدوران عدلش ز بیداد و کین / فلک دست کوتاه کرد از زمین

بود فتنه ز آواز تیغش بخواب / که خواب آورد بیشک آواز آب

بخاک ار کند تیغ خونریز پاک / دمد لاله تا روز محشر ز خاک

اگر وصف تیغش نگارد قلم / زند از قلم آتش کین علم

چو سازد زره بر بدن استوار / نهنگیست جا کرده در چشمه سار

---

[1] این بیت در تا نیست و در آ به نقاط شک آورده است [2] در تا ندارد،

بمیخانه پُر ساز پیمانه ام | به بر مست ازین کهنه خمخانه ام
مغنّی بدل کن به نی سازِ عود | که عودِ تو از من بر آورد دود
چو مجمر مرا بر فلک دود آه | ز دودِ دلم عالمی شد سیاه
ز عودِ تو چون مجمر افروختم | بجانم فتاد آتش و سوختم
زن آتش ز بادِ نی ام در نهاد | وزان باد خاکسترم ده بباد
بیا ساقی ای خضرِ راهِ نجاد[1] | سکندر بدانش سلیمان بداد[2]
ثریّا سریرِ فلک بارگاه | گلِ باغ اقبال طهماس شاه
فلک پای تختش ز اقبال و بخت | گدایانِ او صاحبِ تاج و تخت
قباد احترام فریدون حشم | سفالِ سگانِ درش جامِ جم
درش کعبهٔ حاجتِ اهل دل | ولی طوفِ دلها کند منفعل
ز اربابِ حاجت بلطفِ عمیم | حجش بر درِ خانه باشد[3] مقیم
برحمت بر اهلِ زمین و زمان | بود آیت رحمتی ز آسمان
(۹۲ ب) ز خلقش رسد گر به بستان نکو | همه نافه بار آورد خشک[4] بید
بملکِ دل آنکس بود بادشاه | که او را بود خیلِ دلها سپاه
بدورانِ او نیست در روزگار | کسی مردم آزار جز چشمِ یار
ز عدلش چو کارِ جهان گشت راست | بجز شمع دود از دلی برنخاست
بدورش[5] ازین گنبدِ آبنوس | ننالد ز دستِ کسی غیر کوس
که نوبت زن ازوی بر آرد خروش | ز بس مژدهٔ فتحش آید بگوش
کسی را جز اندیشهٔ خطِّ یار | نباشد بر آئینهٔ دل غبار
بچشمِ[5] کم از باز آئین ستیز | نظر در کبوتر کند تیز تیز

---

۱ – ن: نژاد ۲ – ن: نهاد ۳ – ر: نقش ۴ – آ: مشک ۵ – این بیت در ن محذوف و در آ به نقاط مشکوک وارد است

مرا آرزوی لبت در سر است — بده می که نقل از میم خوشتر است
بیا مطرب ای ماه چین و چگل — که بس ابرویت طاق محراب دل
مکن چنگ ساز از برای دلم — بمحراب دیگر مکن مایلم
بیا ساقی اکنون که دل بی غمست — مده می که نوشین لبی همدمست
لبش بین و دیگر مگو از شراب — مده پیش آب خضر زهر ناب
مغنی دلم در نظر نغز نیست — که در پوستش بهره از مغز نیست
مدارش چو آئینه در نغمه پیش — مپوشان ز من ماه رخسار خویش
بیا ساقی از می فراموش کن — ز لعل لبت غارت هوش کن
چه حاجت مرا بادهٔ خوشگوار — که مستی لعلت ندارد خمار
مغنی ز مضرابم از جا مبر — مزن بر رگ جان من نیشتر
ز گیسوی چنگم پریشان مدار — مده یادم از تار گیسوی یار
بیا ساقی ای از دو لب نوش دل — بزهر شرابم مبر هوش دل
مرا کز غمت ناتوان شد مزاج — ز عناب لعلت مرا کن علاج
(۹۴ ب) مغنی منه لب به نی دمبدم — که می آیدم جان بلب زین الم
نخواهم بسوی خودت لطف و ناز — که صد چشم دارد بروی تو باز
بیا ساقی از بادهٔ لعل فام — مکن چون دمم بیش ازین تلخ کام
دلم برده عناب لعلت ز دست — تو از باده مستی من از نقل مست
مغنی ز چنگ از توانی مگوی — ز پیران نشاط جوانی مجوی
چه پیری که در کار او صد شکست — ز هر تار دارد عصائی بدست
بیا ساقیا زان لب دلنواز — مرا ساز از نقل و می بی نیاز

۵۱ آ: ابرویت ۵۲ آ: بده ۵۳ بر دلپسرا ۵۴ آ: نیارد ۵۵ آ: از دو لبت ۵۶ آ: بکن خون دلم ۵۷ آ: مگوی ۵۸ در آ: مخند

مہ را پتش ز آسمان کامیاب | کند پنجہ در پنجۂ آفتاب
بہ تیغ از سرِ کینؔ کند پوست باز | کہ سازد ز خودِ زرش طبل باز
(۹۲ب) بہ تیغ و سنانش کہ چون اژدہاست | خلیلست و آتش کلیم و عصاست
اتاقہ بسر بہر پیرایہ اش | ہلالیستؔ خورشید در سایہ اش
ہمائیؔ کہ در سایہ اش یافت بار | بود سایۂ سایۂ کردگار
ز بیداری بخت این جم جناب | بود فتنہ چون چشم خوبان بخواب
جوان و جوان دولت و ارجمند | بدانش بزرگ و بہمت بلند
سزد گر فلک حرفِ عدلش روان | کند نقش بر طاقِ نوشیروان
با طلاق او عدل شد سربلند | کہ بودی بزنجیرہا پای بند
می بزم او خرمی را دلیل | بہشت و سرچشمۂ سلسبیل
چو شد مطرب بزمِ وی نغمہ ساز | چو ساغر گرفت از سرِ عیش و ناز
فگند از ادب زہرہ دف را ز دست | ز قوسِ قزح چنبرش را شکست
فلک کرد مینای خود سرنگون | گرگشت از شفق دامنش لالہ گون
الٰہی ز دوران ملالش مبادا | کمالی کہ دارد زوالش مبادا
بیا ساقی آن بادۂ لعل فام | کہ در شیخ ثلث نباشد حرام (کذا)
بمن دہ کہ دورانِ آن سرور است | کہ پی بر پی شرعِ پیغمبر است
ازین پیش اگر شیشہ درؔ تاب بود | دلی پر ز خون از می ناب بود
(۹۴ا) بدورانِ وی کرد خالی دنشؔ | درانؔ گشت حل عقدۂ مشکلش
بیا ساقی از کف بنہ جام ناب | کہ نشنیدم آتش دلی را ز آب

---

۵۱ تا : کین ، ۵۲ تا : ہلالست ، ۵۳ در تا محذوف ، ۵۴ تا : در
۵۵ تا : دنش ۵۶ تا : وزان ،

شد، گویند که دران وقت محمد سلطان نام شخصی حاکم شهر مذکور بوده در ایّام حکومت او اہل نظم رعایت بسیاری می یافته اند و شعر و شاعری در شہر مذکور رواج تمام داشته است، عزیزی که گفتار او نزد این محقق اخبار اعتبار تمام داشت باین لب تشنهٔ وادی خبر نقل کرد که من قریب بیک سال علی الاتصال در عین نشو و نمای وحشی در خدمت او می بودم، روزی بتقریبی ازان عندلیب شاخسار بوستان فصاحت و بلبل ہزار دستان انجمن بلاغت پرسیدم که اسم شما چیست (۹۵ ب) و باعث وحشی تخلّص نمودن خدّام کیست، آن مرہم نہ جراحت عشّاق[1] و تسکین ده خاطر ارباب فراق در جواب این نحیف گفت که اسم من شمس الدین محمد است دران ایّامی که من در کاشان بمکتب اری اشتغال داشتم شعر می گفتم فامّا برادرم قبل از من شعری گفت و ہنوز مبتدی بود که از عالم رفت، چون در سواد مذکور دیدم که موزونیت اعتبار سرشاری دارد در مقام انتظام نظم شدم و اول بیتی که گفتم و بدان اشتہار یافتم این بود شعر

اگرچه ہیچ ندارم[2] بسرگلی دارم — چو شب شود بسر خویش مشعلی دارم

القصّه این بیت رفته رفته بسلطان مذکور رسید بہمین تقریب مرا بحضور طلبید، چون بملازمت او رسیدم بار اوّل که چشم بر من زد حقیر بنظرش در آمدم گفت این وحشی شعر می تواند گفت، حضّار مجلس گفتند: بلی آن بیت ازین وحشی است چون برادرم قبل ازین وحشی تخلّص می کرد و در حضور سلطان نیز بہمین خطاب مخاطب شدم بنابران وحشی تخلّص کردم و آنچه اشعار برادرم بود ہمه را بی تخلّص داخل دیوان خود نمودم تا بنظر ہر کس برسد بداند که اشعار بی تخلّص از برادر و با تخلّص از من است،

---

[1] ح: شاق — [2] در آ محذوف،

که پیش لب چون می لعل فام ‌‌ بود نقل و می بر حریفان حرام
مغنی ز زلفت گره باز کن ‌‌ ز تاری چنین دلبری ساز کن
نخواهم که بوسد لبت را بناز ‌‌ بود بهر نظاره ات چشم باز
مغنی ز قانون ملالم مپرس ‌‌ پریشانی و شرح حالم مپرس
کنار من از دیده دریا نثار ‌‌ که قانون چرا بایت بود در کنار
بیا قاسمی ختم کن بر دعا ‌‌ که حاصل شود از دعا مدعا
الا تا بود نو بهار و خزان ‌‌ نسیم صبا در گلستان وزان
جهان پادشاه جهان را بکام ‌‌ چو دور فلک دولتش مستدام
(۱۹۵) فزون تر شود هر دمش اقتدار ‌‌ بدینسانکه ایام فصل بهار
بداندیش را نخل جاه و جلال ‌‌ چو روز خزان رو نهد در زوال

ذکر

نادر العصری مولانا وحشی یزدی

شاعری متین و نکته پردازی رنگین است، اشعارش اکثر بطرز و قوعست الحق که این فن را خوب ورزیده و هرچه گفته ناخنی بر دل می زند، مولدش از بافق است و این بافق دهی از اعمال یزد است، در اول جوانی و عنفوان زندگانی که هنوز واردات غیبی ریشهٔ فیضی باندیشهٔ او نداده و از سرچشمهٔ فیض نامتناهی الهی لبی ترنکرده بود از وطن خروج نموده بکاشان آمده و در انجا بمکتب داری مشغول

یکی از اکابر نیز فرموده :- نظامی ز پا فتاده*

۹۹۱

ساقی نامهٔ وحشی

ساقی بده آن باده که اکسیر وجود ست | شوینده آلایش هر بود و نبود ست
بی زیبق وگوگرد که اصل[۵۲] زر کانست* | مفتاح در گنج طلا خانهٔ[۵۳] جود* ست
بی گردش خورشید کم[۵۴] و بیش جو ازت* | کان زر از و هر چه فرازست[۵۵] فرود ست
قرعی نه و انبیقی علی نه و عقدی | در بوته گداز زر و نی نار و نه دود ست
سیماب در و عقد و فا بسته با آتش | و ز هر دو عجب این که نه بود و نه نمود ست
هم عهد در و سود و زیان همه عالم | وین طرفه که در وی نه زیانست و نه سود ست
در عالم مستی که ز هستی[۵۶]* بدر آیم | ما را چه زیان از عدم[۵۷] ما سود وجود ست

ماگوشه نشینان خرابات الستیم
تا بوی میی هست درین میکده مستیم

مطرب بنوائی تو ره بیخبران زن | ما جامه درانیم ره جامه دران زن
آور دخمی ساقی و پیمانه بران[۵۸] زد | تو نیز بجو ساز خود و زخمه بران زن
آن زخمه که بی حوصله از شحنه هراسد | خنجر کش و زخمش بدل بی جگران زن
(۱۹۷) این نغمه برآور که فتد مرغ هوائی | زان رشته گره بر پر بیهوده پران زن
بانگی که کلاه از سر عیوق در افتد | بر طنطنهٔ کوکبهٔ تاجوران زن
این میکده وقفست و سبیلست شرابش | بر حلهٔ صلای نه گران تا بگران زن
بگذار که ما بیخود و مدهوش بیفتیم ، | این نغمهٔ مستانه بگوش دگران زن

---

[۵۱] در تا : محذوف [۵۲] تا : زروکانست [۵۳] تا : خانه وجود [۵۴] تا : کنم پیش حرارت
[۵۵] راو در تا محذوف [۵۶] هستی که زصورت [۵۷] تا : ره ما [۵۸] تا : دران ،

کلیات اشعار وحشی بنظر این محقر[1] در آمده، کتاب فرهاد شیرینش که در برابر (۱۹۶)
خسرو شیرین شیخ نامی گرامی گفته است قریب به دو هزار بیت است[2] و خلد برین که
در مقابلهٔ مخزن اسرار نظم کرده قریب پانصد بیت باشد فاما هیچکدام را بانجام نرسانده
است، دیوانش قریب چهار هزار بیت است ترجیعی که بروش ساقی نامه گفته
درین میخانه بعوض مثنوی بر بیاض برد امید که در نظر اہل هنر خارج ننماید،
بتحقیق پیوسته که این غزل در حالت نزع گفته الحال بر لوح مزار او که از
سنگ رخام است نقش کرده اند غزل[3]

کردیم نام زد بتو نابود و بود خویش | گشتیم هیچکاره ملک وجود خویش
من بودم و نمودی باقی خیال دوست[4] | رفتم که پرده بکشم از نمود خویش
غماز در کمین گهر هاي راز بود | قفلی زدیم بر در گفت و شنود خویش
گو جان و سر بغرض ما خیال تست[5] | حاشا که ما زبان تو خواهیم و سود خویش

درین پنجاه و دو ودیعت حیات را بموکلان قضا و قدر سپرده، مدفنش در محلهٔ سر برج یزد
در برابر زیارت شاهزاده فاضل[6] که برادر امام الجن و الانس امام رضا علیه السلام
است واقع شده ملا قطب شده باف بجهت تاریخ فوت او این قطعه گفته

تاریخ فوت

وحشی آن وستان سرای معنوی | گشته خاموش و بهم پیوسته لب
از غم لب بستن وحشی کشاد | در پی افسوس گفتن بسته لب
(۹۹۶ب) سال تاریخش چو جستم از خرد | در جواب من کشود آهسته لب
دست بر سر ای دریغا گفت و گفت | بلبل گلزار معنی بسته لب

۹ ۹ ۱

ﻟﮯ آں: مختصر[2] صاحب مخزن الغرایب قریباً ... بیت این مثنوی را در کتاب خود درج فرموده است و انتخابی بر یک مثنوی مثنوی دیگر هم زده که نامش ناظر

دیریست که ما معتکفِ دیرِ مغانیم / رندیم و خراباتی و فارغ ز جهانیم
لای تهِ خمِ عندلِ سر ساخته یعنی / ایمن شده از دردِ سرِ کون و مکانیم
چون کاسه شکستیم نه پُر ماند و نه خالی / بی کیسهٔ بازارچهٔ سود و زیانیم
ما هیچ بها بنده کم از هیچ نیرزیم / اینست که اندر گروِ رطلِ گرانیم
شیریم سر از زحمتِ ساطور کشیده / قصّاب غرض را نه سگِ پای دکانیم
پروانهٔ از شعلهٔ ما داغ ندارد / هرچند که چون شمع سراپای زبانیم
(۱۹۸) هشیار شود هرکه درین میکده مست است / امّا دگران اند چنین ما نه چنانیم

ماگوشه نشینانِ خراباتِ الستیم
تا بوی میی هست درین میکده مستیم

رندان خرابات سر و زر نشناسند / چیزی بجز از باده و ساغر نشناسند
بیخود شده و برده وجود و عدم از یاد / درویش ندانند و توانگر نشناسند
رطلی که بغلطلند[1] شناسند دگر هیچ / دَورِ فلک و گردشِ اختر[2] نشناسند
یابند که در ظلمتِ میخانه حیاتیست / آن چشمه که دیدست سکندر نشناسند
یارانِ کم آزار نظر بسته ز صید اند / غیر از می چون خون کبوتر نشناسند
دشنام و دعا را بر ایشان دویی نه / شادی ز غم و زهر ز شکّر نشناسند
هستند شناسای می و میکده چون ما / فردوس ندانسته و کوثر نشناسند

ماگوشه نشینانِ خراباتِ الستیم
تا بوی میی هست درین میکده مستیم

تا راه نمودند بما دیرِ مغان را / خوش میگذرانیم جهانِ گذران را
ز مغبچگان بس که درو غلغلِ شادیست / نشنیده کسی آوازهٔ اندوهِ جهان را

---

۱ ت: بقلطلند، ۲ ت: اخطر،

ما گوشه‌نشینانِ خراباتِ الستیم
تا بوی میی هست درین میکده مستیم

ساقی بده آن می که ز جان شور بر آرد ‌ ‌ ‌ بردار انا الحق سرِ منصور بر آرد
آن می که فروغش شده خضرِ رهِ موسی ‌ ‌ ‌ آتش ز نهادِ شجرِ طور بر آرد
آن می که افق چون[1] شودش[2] دامن ساغر ‌ ‌ ‌ خورشید ز حیلت[3] شبِ دیجور بر آرد
آن می که چو نه مانده فشانند ز خاکش[4] ‌ ‌ ‌ صد مردهٔ سرمست سر از گور بر آرد
آن می که گر آهنگ کند بر درِ ماتم ‌ ‌ ‌ ماتم ز شغف زمزمهٔ سور بر آرد
آن می که چو تفسنده کند طبع فسرده ‌ ‌ ‌ صد العطش از سینهٔ کافور بر آرد
آن می بکسی ده که بمیخانه ز غفلت ‌ ‌ ‌ تا آن میش از مست ز مستور بر آرد

ما گوشه‌نشینانِ خراباتِ الستیم
تا بوی میی هست درین میکده مستیم

(۷ب) کو مطربِ خوش نغمه که آتش اثر آید ‌ ‌ ‌ کان نغمه بر آرد که ز جان شور بر آید
آن نغمه که سرِّ می و میخانه کند فاش ‌ ‌ ‌ تا زاهدِ پیمانه‌شکن شیشه‌گر آید
آن نغمه که چون شعله فروزد بدرِ گوش ‌ ‌ ‌ ز راه نفس بوی کبابِ جگر آید
آن نغمه که چون گام نهد بر گذرِ هوش ‌ ‌ ‌ جان رقص کنان بر سرِ آن رهگذر آید
آن نغمهٔ شیرین که برد روح بپرواز ‌ ‌ ‌ مانند مگس کو بسلامِ شکر آید
آن نغمهٔ بر[5] حال که در کوی خموشان ‌ ‌ ‌ هر ناله اش از عهدهٔ صد جان بدر آید
زان نغمه خبر ده بمناجاتی[6] مسجد ‌ ‌ ‌ نه آنکه چو ما از دو جهان بیخبر آید

ما گوشه‌نشینانِ خراباتِ الستیم
تا بوی میی هست درین میکده مستیم

---

[1] ن: خون شود ار [2] ن: حیلہ [3] ن: بہ [4] کذا در آ و ن [5] ن: ز مناجاتی [6] ن: نی،

آن بادہ خوش آید که[1] چو آید بدر گوش | راہِ سخن مردم ہشیار نه بندیم

ما گوشه نشینانِ خراباتِ الستیم
تا بوی میی ہست درین میکده مستیم

خواہم که شب جمعۂ از خانۂ خمّار | آیم بدر صومعۂ زاہد دین دار
در بشکنم و از پس ہر پردۂ زرقی | بیرون فگنم از درِ او صدبت پندار
تا خلق بدانند که او[2] را صنمی[*] ہست | آیاتِ کلامِ صمدش بر در و دیوار
مردانِ خدا رخت کشیده بکنارند | چیزی بمیان نیست مگر جبّه و دستار
این صومعه داران ریائی ہمه زرقند | بس تجربه کردیم ہمه[3] رند قدح خوار
می خوردنِ ما عذر گنه کردن ما خواست | بر مست نگیرند سخن مردم ہشیار

ما گوشه نشینانِ خراباتِ الستیم
تا بوی میی ہست درین میکده مستیم

(۹۹ ب) رفتم بدرِ مدرسه و گوش کشیدم | حرفی که به انجام برم پی نشنیدم
سد اصل سخن رفت، دلیلش ہمه منقول | از شکّ و گمانی به یقینی نرسیدم
بس عقده که حل گشت بر و ہیچ نبسته | یک در نگشودند ز صد قفل و کلیدم
گفتند درون آی و به بین ما حصلِ کار | غیر از ورقی چند سیه کرده ندیدم
گفتند که در ہیچ کتابی نه نوشتست | ہر مسئلۂ عشق که زایشان طلبیدم
جستم می منصور[4] و سر حلقۂ مجلس | آن می طلبی گفت که ہرگز بچشیدم
دیدم که درو دردسری بود و دگر ہیچ | با دُرد کشان باز بمیخانه دویدم

ما گوشه نشینانِ خراباتِ الستیم
تا بوی میی ہست درین میکده مستیم

[1] منقول از کلامِ بیاض و ارد ۲ تا ؛ بیت العینی ۳ تا آ : ہمان ۴ تا : ز ،

دیری نه بهشتی ز می[1] و مغبچه در وی ‌‌ ‌ از کوثر و از جام فراغت دل و جان را

(۹۸ ب) آن دیر که هر مست که آنجا گذر انداخت ‌ خود گم شد و گم کرد ز خود نام و نشان را

دیری که سر از سجدهٔ بت باز نیاورد ‌ هر کس که درو خورد یکی رطلِ گران را

مسجد نه که در وی می و میخانه نگنجد ‌ صد جوش درین راه همین را و همان را

ما گوشه نشینانِ خراباتِ الستیم

تا بوی میی هست درین میکده مستیم

ترسا بچه کز می و جامش خبرم نیست ‌ خواهم بپرستش نام ولی آن جگرم نیست

کافر شدم از بس کنمش سجدهٔ بت پیش ‌ اینست که زناری ازو در کمرم نیست

ناقوس نوازم که مناجاتِ بت اینست ‌ در حلقهٔ تسبیح شماران گذرم نیست

آنجا که خیالیست نمودار سر دار ‌ پایم شد و گم گشت و سراغی ز سرم نیست

گر خدمت خنزیر کند امر چه تدبیر ‌ گیرم رهِ خدمت که طریق دگرم نیست

شیخی پس صد چلّه پی دختر ترسا ‌ آن کرد ازو غیرت دین بیشترم نیست

ترسا بچه گو باده ازین مست ترم کن ‌ تا بستن زنّار بگویم خبرم نیست

ما گوشه نشینانِ خراباتِ الستیم

تا بوی میی هست درین میکده مستیم

(۹۹ ا) گر عشق کند امر که زنّار به بندیم ‌ زنّار مغان بر سرِ بازار به بندیم

صد بوسه به هر تار نهیم[2] از سر تعظیم ‌ تسبیح ملک بر سرِ هر تار به بندیم

گر صومعه داران مقلّد نپسندند ‌ هر چند کشایند دگر بار به[3] بندیم

در صدق محبّت بود این پیشه وگرنه ‌ آن به که ز دعوی درِ گفتار به بندیم

بر لب تری باده و خشک از نم او حلق ‌ پیداست چه طرف از درِ خمّار به بندیم

[1] ن: و ‌ [2] ن: نهیم ‌ [3] ن: نه

گر قهقهه اش نیست مخوان مرغ ملولش | آن کبک که آرامگهش جای عقابست
۱۰۰ (ب) ابری بسر روزی و جانش بتن آید | آن ماهی تفسیده که در آب سرابست
پا در گلم و مقصد من دور و خرم لنگ | تا چون برسم زانکه رهم جمله خلابست
وین طرفه که بارم همه شیشه است پر از می | وقتی که شود شیشه تهی کار خرابست
گو خضر که تا باز کند چشم و ببیند | میخانه و خمها که پر از باده نابست

ما گوشه نشینان خرابات الستیم
تا بوی می هست درین میکده مستیم

میخانه که پرورده ام از لای خم او | بادا سر من خاک کف پای خم او
حیفست بزیر سر من بر سر من نه | آن خشت که بودست بپای خم او
در خلد متم آنجا که برای گل تسبیح | خاکی مگر آرم بکف از لای خم او
سوری وچه سوریست که در عقد من آمد | بنت العنب آن بکر طربزای خم او
حبای بنامم بتو چون بحر محیطی | با خود برمت گر بتماشای خم او
طوفان چه کند کشتی نوحش چه نماید | آبی که زند موج ز دریای خم او
ز روی خورشید قیامت بخود آیم | ما را که صبوحیست ز صهبای خم او

ما گوشه نشینان خرابات الستیم
تا بوی می هست درین میکده مستیم

(۱۰۱) وقتی مگر آن زمزمه از چنگ برآید | کز عهده شکر می و ساقی بدر آید
آن ساقی باقی که پی جرعه کش او | خورشید قدح ساز و فلک شیشه گر آید
آن درد که در میکده او بصفایست | لطفیست که گرد آنست چه در جام زر آید
خواهد ز سبوی می او تاج سر خویش | آنکس که صدش بنده زرین کمر آید

۵۱ سوریست ۵۲ ت آ: بیت ۵۳ ت آ: بیت ت: طرف ۵۴ آ، در ۵۵ ت: چه ۵۶ آ ت: کر

المنّت لله که ندارم زر و سیمی | کز بخل خسیسی شوم، از حرص لئیمی
شغلی نه که با غیر برد مائدۂ خلد | باید ز پی جان خود افروخت جحیمی،
نه عاملِ دیوان و نه پا در گِلِ زندان | نه بستۂ امیدی و نه خستۂ بیمی[1]
مائیم ہمین علقی و پوشیدنِ دلقی | یک گوشۂ نان بس بود و پارہ گلیمی
بہر شکمی گوست پی مزبله مزدور | دریوزۂ ہر سفله بود عیب عظیمی
آنجا که بود سیری چشم و دل قانع | ده روز بسازم نه به قرصی که به نیمی
(۱۰۰) اگر روح غذا کرده ازان باده که مارا | صد سال توان بود به تحریک نسیمی

ما گوشه نشینانِ خراباتِ الستیم
تا بوی می ہست درین میکده مستیم

دارم بزبان شکوهٔ از اہلِ زمانه | کو مطرب سازی که بگوییم ترانه[2]
خواہم که سر آوازۂ از باده بسازم[3] | کارند ببازار به آواز چغانه
سر کندن و انداختنش را چه توان گفت | مرغی که نه آبی طلبیدست نه دانه
در عہد که بودست و که یکبار شنودست | تاریخ زمان ہست فسانه به فسانه
بلبل ہدفِ تیر نمودن که پسندند | خاصه که بود بلبل مشہور زمانه
جز عشق و محبّت گنہم چیست که کردم؟ | ای تیر غمت را دلِ عشاق نشانه!
ساقی سخن مست دراز ست بده می | تا در سرِ شکوه کشد پا ز میانه[4]

ما گوشه نشینانِ خراباتِ الستیم
تا بوی می ہست درین میکده مستیم

گر شکوه آمد بزبان، بزم شرابست | باید که بشویند ز دل، عالم آبست
زینش نتوان سوخت که از خویش بنالد | آن مرغ که در روغن خود گشته کبابست

---

۱ تر: لیمی آ: سیمی، ۲ تر: بترانه ۳ تر: سلام ۴ نسخہ حاشیہ آ: کرانه،

سر قبر آن بزرگ ریخته برگشت، القصه خواجه حسین داعیهٔ مطالعهٔ آن اوراق کرد، چون آن ورقها را برداشت دید بر یکی ازان اوراق مسطور است که شیخ حسن بصری قدس سره در اوان طفولیت شبی بخواب دید که بمسجدی در آمد کاردی در دست و آن کارد احجار مسجد را سوراخ می کند و بهر جا که نوک آن کارد بند میکند زود دران فرو می رود، روز دیگر صورت این واقعه[1] به پدر و مادر خود نقل کرد، ایشان او را برداشته بخدمت ابن سیرین که استاد معبرین[2] (۱۰۲ ا) بود بردند و کیفیت خواب را بدو اعلام نمودند، ابن سیرین رو بحسن بصری کرد و در تعبیر او گفت:
تو شیخی صاحب سلوک خواهی شد و سخنان تو در دلها بغایت موثر خواهد افتاد
و خواجه حسین این صورت واقعه را بعینه مطابق خود دانسته و بدان تفاءل نموده در مقام انتظام نظم شد و بیقین دانست که در این فیض از مبدا فیاض بروی او گشوده شده بشعر گفتن مشغول گردید و هرچه میگفت خالی از حالتی و رتبه نبود، در اندک ایامی از عنایت ایزد بیچون و رحمت خالق کن فیکون اشتهار سرشاری یافت تا آنکه خسرو گیتی پناه جمجاه انجم سپاه شمع دودمان نبوی شاه طهماسب حسینی صفوی نقاوهٔ دودمان آل عبا، شاهزاده خورشید لقا، سلطان ابراهیم میرزا را بحکومت مشهد مقدس مفتخر گردانید، چون آن مجموعه دانش بمطلب رسید و به مسند حکومت نشست اکثر ارباب طبع آن دیار را بحضور خود طلبیده احسان بسیار بدیشان فرمود، خواجه حسین حسب الامر آن قدردان هنرمند بمجلس عالی الشان حاضر شد و ساقی نامهٔ خود را بر سبیل ره آورد در مرتبهٔ اول گذرانید مرضی طبع و شعار پسند آن محفل قدسی شد و بعنایات و التفات آن ممدوح باستحقاق سرافراز گردید، چون متقی برین آمد در سنه[3] در نواحی نیشاپور روزی سلطان ابراهیم میرزا صحبت

---

[1] ۔ واقعه،
[2] آ: معتبرین،
[3] بیاض در ها و آ،

در کوچه میخانهٔ او گر فگنی راه | بس خضر سبوکش که ترا در نظر آید
گر در بزنی صد قدمت پیش دوانند | آن وقت که آواز خروس سحر آید

ما گوشه نشینانِ خراباتِ الستیم
تا بوی میی هست درین میکده هستیم

ذکر
عندلیب گلستان نکته سرائی خواجه حسین ثنائی

فصیحی نادره گو وسخنوری پُر رنگ و بُوست، اشعار آبدار آن سخن آفرین بغایت رنگین و واردات پرکار آن معنی گزین بی نهایت متین است، در عصر خود در ایران وهند اشتهار تمام عیاری یافته، بتحقیق پیوسته که مولد آن مطلع دیوان معنی آرایی از مشهد مقدّس است، پدرش غیاث الدین علی نام داشته، در شهر مذکور اوقات خود به بزّازی می گذرانیده تا دران پیشه سامان بسیاری بهم رسانیده است، (۱۰۱ب) بتحقیق پیوسته که خواجه حسین ولد غیاث الدین علی در اوّل جوانی شعر می گفته و من العجایب آنکه شبی از شبهای بهار زندگانی در واقعه می بیند که شمشیری برهنه در دست دارد و بجای میرود، ناگاه در اثنای رفتن با سنگی بزرگ می رسد و تیغ خود را بدان سنگ امتحان می نماید، تصوّر می کند که شمشیر او آن حجر را همچو پنیری می تراشد و دران وقت از خواب بیدار می شود بجهت تعبیر این واقعه متفکر و متردد می گردد و مدّتها در تفحّص تعبیر این اوقات صرف می نماید تا آنکه روزی بمزاری از صلحا که در نواحی مشهد مقدّس واقع بوده روانه می شود، چون بمطلب می رسد می بیند که کودکی چند ورق ابتر آورده به

برتخت جم سکندر گیتی ستان نشست | یوسف زچه برآمد و بر آستان نشست

شاها اگر ز اختر بد مهر مدتی | در سنگ خاره ذات تو فولادسان نشست

با این سپهر مصلحتی داشت زانکه تیغ* | برنده تر شود چو بسنگ فسان نشست

این قصیده را بغایت خوب گفته است ولیکن از گردش فلک کجروش مرضی طبع آن
بادشاه نشد و فرمود که نام من درین قصیده نیست البته ثنائی این قصیده را برای
سلطان ابراهیم میرزا[1] گفته بود که الحال بمن میگذراند، ازو در خشم شد، بنابران خواجه
حسین از بیم جان تنگ فرار بر فخر قرار ترجیح داده از ایران بدار الامان هندوستان
آمد و بسعادت بندگی بادشاه ستاره سپاه، خورشید کلاه آسمان بارگاه، فرمان
روای بحر و بر، جلال الدین[2] اکبر غازی مستسعد گردید (۱۰۳ ب) و مدتهای
مدید در خدمت آن بادشاه بسر برد تا آنکه در سنه خمس[3] تسعین و الف* در لاهور
نقد حیات بر بسته سفر آخرت اختیار نمود، کالبد او را نزدیکان او بر سبیل امانت
بخاک سپردند، بعد از مدتی خویشانش استخوانهای آن غریب را از هند باستانه متبرکه
منوره مقدسه مطهره امام الانس و الجن امام رضا علیه التحیه والثنا که وطن او بود
بردند،

(بقیه حاشیه صفحه ۱۶۴) ۳ه درسنه ۹۸۴ھ (مجمع الفصحا ج ۱ صفحه ۲ سطر ۱)، جلوس شاه اسمعیل ثانی درسنه ۹۸۴ھ واقع شد (تاریخ [illegible] صفحه ۲۵۹) (تقی کاشی اسپرنگر صفحه ۱۳)، وفات ابراهیم میرزا را درسنه ۹۸۹ھ صاحب فهرست بانکی پور (۲: ۱۸۴) درسنه ۹۷۹ھ ضبط کرده،

و این قول صاحب مجمع الفصحا از بیان [illegible] خان قریب تر است،

(حاشیه صفحه ۱۶۵) ۱ه منقول از [illegible] ۲ه [illegible] ۳ه آ [illegible] بوده که اکبرشاه از سنه ۹۶۳ھ
[illegible] فرمان روای هند بود ۵ه [illegible] خمس [illegible] تسعمائه، هر دو تاریخ محال است، غالباً لفظ "الف"
[illegible] بجای تسعمائه درج شده [illegible] از سنه ۹۹۵ھ بوده باشد، اما صاحب تذکره همیشه بهار [illegible]
سنه ۱۰۲۶ھ است، [illegible] "مغفور ثنائی" [illegible] تاریخ وفاتش یافته (اسپرنگر صفحه ۱۲)، و اسپرنگر همین تاریخ (۹۹۶) را
نقل کرده است (صفحه ۵۷۹)

کنگاشی بجهت رفع کردن قزاق خان و گروه بی شکوه تکلو منعقد ساخت امرای آن
سرحد همگی در محفل او حاضر شدند بعد از استخاره و استشارهٔ تمام آخر رای ایشان در
خدمت شاهزاده بدین قرار یافت که سیادت و نقابت پناه، عزت و معالی دستگاه[1]
معصوم بیگ بدفع و رفع آن طایفه متوجه شود، همدران روز بعد از قرار و مدار
امور ملکی آن شاهزادهٔ خردمند و آن والا گهر هنرمند با شعرا بصحبت مشغول شده
بخواجه حسین ثنائی فرمود که این قصیده که مطلعش بر بیاض می برد تتبع نماید مطلع

می رسم از گرد راه رقص کنان چون صبا | باد جنون در دماغ عاشق و سر در هوا

چون خواجه حسین آن قصیده را حسب الحکم میرزای عالی جاه منظوم ساخته از نظر
ممدوح خود گذرانید بغایت مستحسن افتاد، همدران مجلس او را انیس خاص ساختند
و ندیم مجلس خویش بدو مفوض داشتند و حکم فرمودند که همیشه در خلا و ملا او را کس
مانع نباید، مطلع آن قصیده اینست ؎

در روش حسن و ناز هست[2] بسی خوش نما
غمزه بطرز ستم عشوه برنگ جفا

تا آن میرزای خورشید (۱۰۳) لقا در حیات بود، خواجه حسین همه جا در سفر و
حضر در خدمت او بسر برد تا آنکه بموجب کریمهٔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ[3] سلطان ابراهیم
میرزا شربت مرگ چشیده عالم فانی را وداع کرد و دران ایام فرزند رسول ربانی
شاه اسمعیل ثانی از قید برآمده بجای پدر بر سریر سلطنت نشسته بود، خواجه حسین خود
را بخدمت آن بادشاه ستاره سپاه رسانیده قصیده بسبیل تهنیت جلوس
در آورده به استادگان آستان او گذرانید این سه بیت ازان قصیده
است نظم

[1] آ: دستگاه [2] آ: سوی فهرست سپرنگر صفحه ۵۷۹ و فهرست بانکی پور ۲: ۱۸۵ آ: حسن و ناز هست [3] قرآن مجید ۳: ۱۸۴ و ۲۱: ۳۶؛ ۲۹: ۵۷

گروهی دران دور از خشم و کین — همی دست شسته ز دنیا و دین
همه فارغ از ننگ و ناموس و نام — برسوائی خویش در اهتمام
همه همچو خورشید عریان بدن — لباس بدن کرده از نورِ تن
نکرده چو آئینه در خود نظر — دران گشته آئینهٔ یک دگر
برون کرده از منظرِ غیب سر — ولی همچو خورشید عینِ هنر
گروهی بوارستگی چون فنا — بصورت چو درد و بمعنی دوا
(۱۰۴ ب) درو چشمهٔ جام مهر و سپهر — زلالش جهانگیر چون نورِ مهر
بصورت حقیر و بمعنی چنان — که اندیشه از وی نه بیند کران
درو گنجد این عالمِ آب و گل — چو اندیشهٔ آفرینش به دل
وگر بروی افتد خیالِ سُها — ازو نه فلک را توان داد جا
درو شیشهٔ آئینه جان شده — تهی از خود و پُر ز جانان شده
بهر راز آگه تر از گوش غیب — ولی پنبه در گوش از حرفِ عیب
بهر گوشهٔ او ز اهلِ نیاز — شده مجمعی از پی درسِ راز
درو کرده تعلیم شخصِ سبو — چو اشراقیان علمِ بی گفت گو
دلِ روشنش از هر اندیشه پاک — زده دست بر سر چو اندیشه ناک
ز دریای اندیشه همچون حکیم — دمادم کشاید ز لالِ نعیم
بود هر خمش عالمی بی گزاف — زمین و سپهرش ز دُرد و ز صاف
ازان گوشه دان فراخی جود — وزین پایهٔ اوج چرخِ کبود
بوسعت ندیده چو امکان مثال — چو اندیشه زو تنگ میدان خیال
ز یاقوت قصری درو هر حباب — مهیّا بهشتی بر اهلِ عذاب

ك در ت یک ورق ازینجا ضایع شده تا ه ز آتش دلی لطف جو الخ

عدد اشعار دیوان آن بلبل خوش الحان که الحال درمیان مردم اشتهار دارد سه هزار بیت است و سکندرنامه[له] که در بحر مثنوی سوای ساقی نامه گفته عدد ابیات آن زیاده از هفتصد و پنجاه بیت، بنظر این ضعیف درنیامده است،

ساقی نامه خواجه حسین ثنائی

بیا دل بمیخانهٔ اهل راز — بکش جام معنی صورت گداز
چنان خویش را کن ز صورت تهی — که از دیده گردی نهان چون پری
مگر شوق آن رهنمایت شود — بکوی خرابات جایت شود
جهانی بیابی لبالب ز شوق — درو دشت او آفریده ز ذوق
چو عارف نبرده بهستی گمان — چو همت ندیده ز پستی نشان
نه دست تصرف فلک را بران — نه پای تردد ملک را دران
(۱۰۴) نرفته درو فکر امید و بیم — درو گشته شخص توکل مقیم
ز کبر و منی دور پیرامنش — نیاز از عدم زاده در دامنش
نرفته دعا زو بچرخ برین — بلا نامده هم درو بر زمین
گرفته وطن عشق چون جان درو — بدل کرده با کفر ایمان درو
زمینش چو آیینه صافی ضمیر — ز عکس جنان گشته صورت پذیر
هوایش موافق نه بر طبع غم — زلال حیاتش برو گشته ضم
هوایش مبرا ز گرد ملال — کمالش ندیده چو نقصان زوال
ندیده رخ زهد زاهد بخواب — چو چشم جنان روی اهل عذاب

له این که مصنف فهرست بانکی پور (۲: ۱۹۶) گفته که اسکندرنامه مثنوی که بیت اولش «بیا دل بمیخانهٔ اهل راز» الخ (یعنی ساقی نامه که درج متن است) یکی است درست نیست ساقی نامه مشتمل بنام ابراهیم مرزا نوشته بود (مآثر رحیمی ۱ ص ۱۸) و در هیچ مذکور اکبر نیست.

بیا ساقی از بهر رندانِ مست
بفصادیِ شیشه بگشای دست

نگه کن بدو وُ مترس از وبال
که در قحط خون خوردن آمد حلال

بیا ساقی آن کهربای وجود
که از جذبِ طبعش نمایم صعود

زنم خیمه بیرون ازین جای پست
چو همت کنم زیر پا هرچه هست

بیا ساقی آن خنجرِ آب دار
روان از نیامِ صراحی برآر

بمن ده که بر رغم اهل ریا
کنم توبه را از بدن سر جدا

مغنی بچنگ آر آن طرفه دف
که بر صفِ آئینه ها بسته صف

که تا هر دلی درخورِ ذوقِ خویش
ببیند درو چهرهٔ شوق خویش

بیا ساقی آن جامِ هستی فروز
که شد شعلهٔ عشق ازو خانه سوز

بمن ده که زو چون برافروزیم
کند آ زو خان و مان سوزیم

بیا ساقی آن آبِ آتش لباس
که بر تن بسوزد لباسِ هراس

(۱۰۶ ا) بمن ده که زو بر فروزم چو مهر
نبردِ آزمائی کنم با سپهر

مغنی ز عود آتشی بر فروز
ز گرمی دل آنچنانم بسوز

که از سوزشم شعله چون آفتاب
ز شرم از عرق بر من افشاند آب

بیا ساقی آن بادهٔ گرم خون
که در دل نماید محبت فزون

بده تا کنم آشنائی بدوست
ز مهرش شوم پر چو از مغز پوست

مغنی دفِ پر جلاجل کجاست
که هر یک ازو عینکِ چشمِ ماست

بکف نه کزان چشم خونابه بار
چو خور گردد از روشنی پرده دار

[illegible]بان را به بینم رخ خرمی
زنم همچو می نوبتِ بیغمی

بیا ساقی آن لذت آمیز عشق
چو حسنِ بتان فتنه انگیز عشق

بمن ده که شوقش عنانم کشد
ببوی فنا رختِ جانم کشد

مَیش چون ز ساغر شود دادخواه — تو گوئی که یوسف بر آمد ز چاه
(۱۰۵ا) می گر خورد جرعه زان شخصِ کور — بدوزد به تیرِ نظر چشمِ مور
وگر دیده شوید ازان رو چو آب — شبیخون برد [بر] سرِ آفتاب
شود پردگی گر چو نورِ بصر — ز صد پرده یابیش بیرون اثر
مبرّا بود خلقتش ز آب و خاک — شده چون پری خلقتش از نارِ پاک
گنه با وجودش چنان خوش نمود — که در برقعِ شعلهٔ رخسارِ دود
به پشتی او سینه در رزمِ غم — برومین تنی کرده خود را علم
مَی خرّمی بخش چون دُردِ عشق — ز هر هستی پاک چون مردِ عشق
درونش پُر از راز مانندِ گوش — بهر نیک و بد چون حیا دیده پوش
مَی سربسر شوق همچون هوس — که کونین را از دست یک جرعه بس
مثل عکس اگر جرعهٔ زان چشد — چنان جذبِ عشقش گریبان کشد
که از قیدِ آهن جهد چون شرار — نهد روی بر پای آیینه دار
می همچو جان مایهٔ زندگی — کزو هستی راست پایندگی
گرفته گنه جا به پیرامنش — زده دستِ امید در دامنش
ز آتش دلی لطف جو همچو آب — ز اقلیمِ غم بیخبر همچو خواب
وگر شیرِ پیش نیز بیند بخواب — نه بیند دگر زان مجالِ[1] حجاب
(۱۰۵ب) بیا[3] ساقی آن شمعِ خلوت نشین — که چون دستِ موسی ست[2] در آستین
بدم[4] ده و روشنم ساز دست — که از وی کشایم باعجاز دست
بیا ساقی آن آتشِ عقل و هوش — که دل را ز گرمی در آرد بجوش
بمن ده که خونم بجوش آورد — ز مستی عقلم بهوش آورد

۱ آ: اجمال، تصحیح از روی ر ۲ آ: است ۳ بدایونی: ۲۱۰ ۴ بدایونی و نفایس: ور

(۱۰۷ا) در آندم که عفو تو آمد پدید | دگر توبه خود را سلامت ندید

بدان گونه طبعت کجی را بکاست | که مستی رود بعد ازین راه راست

خلافت کند گر سوی می نگاه | نیابد دگر در دل شیشه راه

دهد حشمت[۱] از آب کین خاک را | کند همچو برق آتشین تاک را

رود آنکه از جام حشمت[۲] بتاب | بمحشر شود سایه جو[۳] ز آفتاب

مگر شیشه خواهد بعهدت عدم | که گر دست انگشت ایمان علم

در[۴] آمد زبان شیشه را در دهن | گرش خاطر تو گشاید دهن

شود[۴] بی نیاز از دهی می ز دست | نگاه طلب سایل از کف[۴] مست*

شود دولتت گر زمی[۵]* رونمای | نیفتد دگر کس ز مستی ز پای

کریما! عظیم بین و فریاد رس | که غیر از تو نبود کسی دادرس

چنان کرد پستم سپهر برین | که عرشی کند بعد ازینم زمین

بافتادگیها مرا گیر دست | بکش بر سپهرم ازین جای پست

سرم در ره همتت ساز فرش | بکرسی عزت نشانم چو عرش

چو افتاد این گوهر شاه وار | ز دریای اندیشه ام بر کنار

چنین خواست این در دریا اساس | که گردم ز بهرش مهندس شناس

(۱۰۷ب) شوم از پی فضل اهل هنر | چو اندیشهٔ آرزو در بدر

کناگه شدم آرزو ره نما | بهزم گرامی بسوی سخا

سمی[۶] خلیل آنکه گلزار جود | ز ابر کفش یافت برگ وجود

---

۱ تا: حشمت (مصحفاً)، ۲ تا: حشمت رباب (مصحفاً)، ۳ تا: خور (مصحفاً)، ۴ در آ د در حاشیهٔ ... (ب) ثبت است کذا این بیت ملحق که درین نسخه جا به جا بر اشعار مضطرب الروایت درج است و در تا این اشعار را حذف کرده. ۵ تا: زمین (مصحفاً) ۶ یعنی ابراهیم میرزا،

مگر یک دم از قیدِ هستی رهم | چو آیینه از خود پرستی رهم
مغنّی ز قانون جهانسوز شو | مژگانِ او غمزه آموز شو
که بی غمزه ناید خدنگِ نظر | ز چشمِ نکویان بدل کارگر
بیا ساقیِ آن خازنِ می بیار | روان ز آستینش کلیدی برآر
که از وی گشایم درِ گنجِ راز | ز گنجِ دو عالم شوم بی نیاز
(۱۰۶ ب) بیا ساقی آن بادهٔ پرفنون | که شد پرده دَر همچو دستِ جنون
که رسوائیم را شود پرده دار | بعهدِ صلاحِ شهِ کامگار
علی ولی کز شرابِ الست | ازین بزمگه کس چو او نیست مست
بمیخانهٔ قدرِ او لامکان | بدُردی کشی داد خود را نشان
زهی جم غلامی که جامِ وجود | دران بزم خوردی که عالم نبود
زبان گر کند کلکت از باده تر | شود سهو از باده مستی دگر
بشوید حُسامت گر از باده دست | گهِ گریه خون ریزد از دیده مست
ببزمی که زد شخصِ جودت قدم | بشوید در و باده دست از کرم
کند تیغت ار جانبِ مَی نگاه | برد رنگ از روی شخصِ گناه
ز حفظت هنر گر نیاید برون | دگر مستی از بادهٔ لاله گون
شود عدالت اثر[1] ساقیِ می گسار | بیکجا کند عقل و مستی قرار
گر از جامِ حلمت شود پشه مست | کمر بشکند فیل را از نشست
وگر باده پاسِ تو بیند بخواب | ز مستی زند بر رخِ خولب آب
ز عفوِ[2] تو آید که در عرصه گاه | خجالت بود توبه را از گناه
کند خشمت از کین نظر گر در آب | چو می برفروزد حبابش ز تاب

---

۱ تا : از (مصحّفاً) ، ۲ این بیت را در آ به نقاط شک درج کرده است ۔

برفتن نکوتر ز لشکر درست / بسبقت گرفتن چو روز نخست

گه پویه میدان وسعیش چو لاف / پر از سعی وکوشش چو روز مصاف

بسان سلامت بوقت سکون / گه جنگ بی باک تر از جنون

بمنزل بریدن چو شمشیر برق / بجولان فریبنده مانند زرق

سرشته وجودش چو سیماب ناب / چو نبضش تن کرده جان اضطراب

بود دست و پایش لسان قلم / ولی صفحهٔ خاک از و بی رقم

از ان بر زمین سایه انداختی / که از سیر خویشش خبر ساختی

(۱۰۸ ب) بفرمان پری چون عنان نظا / بهر کار اندیشه سان راهبر

چو نستی به پیشش یکی کوه و در / ولیکن ز هوشش خبر بیشتر

چو کیفیت از جا چنان تند جست / که شد نشست هر کس که در وی نشست

بمیدان او مانده بر جا خیال / چو اندیشه در تنگنای محال

بعزم از نشینی بر ان دیو زاد / جهان گوید اینک سلیمان و باد

برفتن همه عضو او را شتاب / ز هر موی پا کرده چون آفتاب

از ان گرد او از نعل آتش فگن / که سوزد ولیکن سایهٔ خویشتن

خیالش اگر در دل آید بخواب / در آرد ز خوابش ز بس اضطراب

رود زیر و بالا بر آید چنان / که بیند نظر در چه و آسمان

گه دیدنش دیده بگذار حجاب / بچشمش یکی ذره و آفتاب

چو جودت ز تنگی این سنگلاخ / بگامش بیفگنده گامی فراخ

جهان پادشاها دمی گوش باش / بمستی در دم دمی هوش باش

که آییم بجوشش و گشاییم زبان / نمائیم برت عرض حال نهان

---

۱ ق: آ: روز،

محیطی چو معنی لبالب گهر | ز موج هنر سوده بر اوج سر
جهانی بدانش، چو اندیشه فرد | سراسر نکوئی چو اطوار مرد
چو فکر مهندس بهر کار چست | مبرا ز نقصان چو عهد درست
ز لطفش حسد برده جان بر بدن | باو لطف نازنده چون جان بتن
دل کج در انعام او در هراس | درو شکر گویان لب ناسپاس[1]
سعادت ز نیکوئیش کرده شرم | مروت ازو دیده بازار گرم
چو رحمت نیارد گهر زنظر | ز طبع مروت جوان مرد تر
بروز فروماندگی چون علاج | چو زر خانه ویران کن احتیاج
باو زنده دانش چو جان از بدن | ازو زاده معنی چو لفظ از سخن
زهی ذاتت آئینهٔ مردمی | کف جودت آوازهٔ[2] عالمی (؟)
فلک سکهٔ همتت را درم | جهان نطفهٔ منتت را شکم
ولت از سخا همت اندوز تر | کفت از کرم بخشش آموز تر
(۱۰۸ الف) بعهدت هراسان طمع[3] از سخا | چو ز اندیشه نالان دل مبتلا
لبت چاشنی بخش جام امید | وزو هر دو عالم بکام امید
ورت سوده سر بر سپهر دوم | ز بس ریخته بوسه بر روی هم
نبانت ز کلک جواهر نثار | کشد نیل در دیدهٔ انتظار
بعهدت نیاسوده امید کس | چو در خاطر اهل نعمت هوس
چنان شد دعای تو ای دادرس | که آید ز دل بی طلب چون نفس
شها دل گرفت از زموج منت | بنازم[4] بجولانگه توسنت
یکی تیز رو اشهبی همچو هوش | چو کالای جان مانده کمر از خروش[5]

۱ آ: یاسپاس، تصحیح قیاسی ۲ تا: آوازه ۳ آ: طبع، تصحیح قیاسی ۴ تا: نیازم (بنازم ی) ۵ تا: خروش؛ ا: حروش

ذکر

شاهباز بلند پرواز گلشن نکته پردازی مولانا عرفی شیرازی

افصح الفصحا و املح الشعرای عصر خود بوده، اشعار او همه خوش لفظ و معنی واقع شده، در شیوه استعاره کردن ممتاز و در فن تازه گوئی بی انباز است تکلف برطرف که اصناف منظومات امثال و اقران خود بر طاق نسیان نهاده و عروس مضمون را از لباس الفاظ مرغوب زینت و آرائش دیگر داده، درین جزو زمان هم کسی بروش او به از و حرف نمی تواند زد، لیکن در ساقی نامه چندانی کار نساخته و به تمام نرسانده، یک قصیده از قصاید او که در مدح ساقی کوثر برشته نظم در آورده، بتلافی ساقی نامه درین تالیف به بیاض برد،

بتحقیق پیوسته که آن مطلع دیوان نکته پروری در ایام حیات خود دیوان ترتیب نداده فاما بعد از فوت او یکی از دوستان یک جنتی او این دیوانی که الحال درمیان مردم است مرتب ساخته است و عدد ابیات آن همگی از قصیده و غزل و مثنوی وغیره قریب بدوازده هزار و پانصد بیت است و شش هزار بیت دیگر از ابیات مرغوب عرفی در آب افتاده چنانچه (۱۱۰ ا) درین چند بیت اشاره بدان معنی نموده است شعر

عمر در شعر بسر برده و درباخته‌ام
عمر درباخته را بار دگر باخته‌ام

رصد شرع هنر* خون نشود محو کرمن
شش هزار آیت احکام هنر باخته‌ام

العطش می زند از تشنه لبی هر مویم
که قدحهای پر از خون جگر باخته‌ام

له دیوان عرفی (تحریر سنه ۱۰۳۵ه که در کتابخانه پنجاب یونیورسٹی محفوظ است) ملاحظه شود در مابعد دیوان است صفحه ۱۸۹ ب) : کرده

اگر دور گشتم ز گفت و شنید | چو آیینه ام بی تصور که دید؟
ضمیرم پُر از صورتِ معنویست | که رشکِ صنمخانهٔ مانویست
(۱۰۹ا) ولی طالع بد مرا هر زمان | نهد مُهرِ خاموشی بر دهان
اگر لطفِ شاهم کشاید زبان | جواهر فشانم جهان در جهان
چنان درفشانی کنم در سخن | که جانِ **نظامی** در آرم بتن
کشایم درِ مخزنِ فکر را | نمایم بتو معنیِ بکر را
ثنائی درین خود نمائی میای | بحرفِ ازین خوبتر لب کشای
نبردت فرستم شها یک عروس | که عنّی ازو نیست قانع ببوس
ز وصلِ بتان لذّت آمیزتر | ز طبعِ هوس رغبت انگیزتر
سفارش ز من خواهد این طرفه حور | که نزدِ تو می آید از راهِ دور
برآراستم هودجی از سخن | درو کردمش جای چون جان بتن
ببستم درِ هودج از قفلِ بکر | کلیدش فگندم بدریای فکر
گر از میلِ خاطر کشی در برش | بتندی مکن اشتلم بر درش
بدستِ خودت بند ازو باز کن | پس آنگه باو عشرت آغاز کن
بیابی یکی باغِ نیکو سرشت | ز زشتی[۱] بسی دور تر از بهشت
چو جنّت درو ناز و نعمت فراخ | نه بر خاکِ ره بل بسرهای شاخ
ز اندیشه کن مایهٔ خود بلند | ستان کام از آن نعمتِ دلپسند
(۱۰۹ب) درین باغ چون خوش نشستی[۲] بکام | ببرگی مرا یاد کن والسّلام

---

[۱] ر: بزشتی [۲] ر: نشین [نشینی؟]، آ: نشسی ؛

مدح مربّی خود گفت، چون میانهٔ حکیم مذکور و نواب سپه سالار خان خانان اخلاص
و اتحاد روز بروز در تزاید و تضاعف بود به عرفی فرمود تا قصیده در مدح خان
هم نشان گفته به دکن فرستد، مولوی بفرمودهٔ مخدوم عمل نموده قصیدهٔ غرّائی
در مدح خان سپه سالار منظوم ساخته بدان ملک فرستاد وقتی که آن دُرِّ
آبدار زیب گوش خان ممدوح گردید (۱۱۱۱) صلهٔ لایقی از انجا بجهت مادح فرستاد
بحق که آن قصیده را بغایت خوب گفته، این چند بیت متفرقه از ان قصیده
بجهت استشهاد مقدّماتی که درین تالیف مؤلف کتاب عبد النبی فخر الزمانی
مندرج نموده بر بیاض برد تا هنگام مطالعهٔ این نسخه صدق قول او بر
خردمندان ظاهر گردد،

مطلع و حسن مطلع ثانی آن قصیده است

زهی[1] وفای تو همسایهٔ پشیمانی | نگاه گرم تو تکلیف نامسلمانی
کسی که تشنه لب ناز تست میداند | که موج آب حیاتست چین پیشانی

در اظهار مولد خود گوید[2]

زبسکه[3] لعل فشاندم به بزم اهل قیاس | یمیت نسبت شیرازی و بدخشانی
بعهد جلوهٔ حسن کلام من اندوخت | قبول شاهد نظم کمال نقصانی
کنون که یافت چه حسن سرمه سای در شیراز | خرد بدیده کشد[4] سرمهٔ صفاهانی

در اظهار اخلاص حکیم ابو الفتح و خان سپه سالار گوید

ازان[5] ندیده ثنا گویمت که می بینم | ترا[6] و او را یک تن بچشم روحانی

---

[1] آ: سلا [2] دیوان ص۳۳ ب [3] دیوان: ص۱۳۶ ا، [4] نام شاعر (حاشیه دیوان) [5] دیوان: (نسخه حاشیه): زدیده (کشد) = دورکند (حاشیه دیوان) [6] دیوان ص۱۳۶ ا [7] یعنی ابو الفتح و خانخانان را (حاشیه دیوان)

گفته گر شد ز کفم شکر که ناگفته بجاست　　از دو صد گنج یکی مشت گهر باخته ام

حقیقت حال آن عندلیب گلستان نکته پردازی از خالوی او شمس الانام شیرازی استماع نموده درین اوراق پریشان تحریر نمود ، امّا چون این ضعیف مآل حال آن طوطی شکر مقال ازو استفسار نمود گفت : نام پدر عرفی خواجه بلوی شیرازی ست و مولد خودش نیز در انجا واقع شده و این خواجه بلوی در شهر مذکور در دفترخانهای شاهی بشغلی از اشغال حکام آنجا اشتغال داشت ، و نام پسرش محمد حسین بود در صغر سن درمیان مردم بمولانا صیدی ملقّب گردید و در اوّل جوانی بوادی شعر گفتن افتاد و هرچه ازو سر میزد خالی از رتبه نبود ، یاران اهل شیراز باو عرفی تخلّص دادند و سبب برآمدن او از شیراز ازین رهگذرست که در سن چهارده و پانزده حسن [او] و قبول تمام عیاری بهم رسانده بود و آبله نکشیده ، چون سال عمرش به بیست رسید آبله بسرشاری برآورد (۱۱۰ ب) بعد از انقضا و اشتداد و استخلاص آن مرض تغیّری در چهره او بهم رسید چنانچه هرکس که او را میدید ازو تنفّر می کرد و مولوی ازین مقدمه بغایت آزرده و درهم بود و بخاطر می رسانید [که] مصراع

چنان نماند و چنین نیز هم نخواهد ماند

از غرور جهلی که داشت بنابران از وطن خروج کرده بهندوستان که خانه نشو و نمای نکته سنجان و دار العیار خردمندانست آمد و بسعادت خدمت افلاطون ثانی حکیم ابو الفتح گیلانی که یکی از ارکان دولت قاهره شهریار گردون اقتدار ، بادشاه فلک قدر خورشید اشتهار جلال الدین اکبر بادشاه غازی بود مستسعد گردید ، از فیض تربیت آن صاحب عیار دانش از حضیض پستی بمقام اوج بلندی رسید ، و اشعار آبدار او چون درّ مکنون قیمت (کذا) خریدار بهم رسانیده و قصاید غرّا در

(بقیه حاشیه ص۱۸۷) ۲ــ دیوان : مسرع و هر ۳ــ دیوان : تر ۴ــ تا : مخزن [مخزن] صادق دار الفضل شیراز [شیراز] ؛

پرسیدم ہمین جواب گفت، برگشته حقیقت حالِ آن شکسته پر و بال را بعرض ایستادگان بارگاه وجلال رسانیدم، بادشاه و اعیان دولت قاهره از استماع این مقدّمه تعجب بسیار نمودند، مولّف کتاب میخانه عبدالنبی فخر الزمانی بعرض معتقدانِ ارباب ولایت می رساند که باطن حضرت شیخ نامی گرامی نگذاشته عرفی در وقت رحلت با ایمان از عالم فانی بعالم باقی رود چرا که در دم واپسین بجای کلمهٔ شهادت آن مزخرفات بر زبانش جاری شده و از سعادت ایمان عرض کردن که سرمایهٔ مسلمانی است و با خود بآخرت بردن محروم مانده، اگرچه تحریر این مقدمه بعضی از اعزّه را که معتقد سخنان عرفی اند خوش نخواهد آمد فامّا فقیر معذور است چرا که باطن اولیا این ضعیف را بر سر بیان این فقره آورد، ملخّص سخن آنکه هنگام تسوید ذکر مولوی مغفور عزیزی[1] که خالی از حالتی نبود مثنوی مولوی در دست به کلبهٔ احزان کمترین درد مندان آمد و بی آنکه بر شغل بنده اطلاع یابد مثنوی کشود و این چند بیت از آن کتاب خواند بیت

از ادب پرنور گشتست این فلک | وز ادب معصوم و پاک آمد ملک
بد ز گستاخی کسوف آفتاب | شد عزازیلی ز جرأت ردِّ باب
از خدا خواهیم توفیق ادب | بی ادب محروم ماند از لطفِ ربّ

چون این سه بیت مثنوی از زبان آن درویش بگوش این فقیر رسید بخاطر رسانید که این اشاره ایست از جانب الله بنا بر سروش غیبی، از روی ضرورت شمّهٔ از بلند پروازی او مرقوم قلم شکسته گردانید، و الّا باین کمینه این قسم جرأتی نسبت بآن نکته دانِ سخن آفرین هیچ نسبتی نداشت، اکنون[2] سه بیت از آن مطلع دیوان

---

[1] تا: عزیزی درویش نام [2] از "اکنون" تا "می داند" (صفحهٔ ۱۸۰ سطر ۳) در تا ندارد، بجایش این عبارت را دارد:- و من العجایب آن که بعد از تحریر این کلام مبدّ تی شبی از شبهای جمعه مولّف این تالیف چنان در واقعه دید که عرفی در فضای وسعت نمای گلشنی که آتش رشک در جان گلستان ارم می زد و داغ حسرت بر دل بوستان خورنق می نهاد بهمان [همراه؟] همان درویش دست کش نام می خرامید در عین سیاری

دلیل وحدتم این بسکه مدح خود میخواست[1]
تو چون گذر کنی آنجا بنظم رنگینم
ضمیر وی بمن اینجا نشان دهد هر جای

مرا بمدح تو[2] فرمود گوهر افشانی
که مصرعش چمنی کرده بیت بستانی
که تا خنی[3] بزنی یا سری بجنبانی

بر رای (۱۱۱ ب) انور خردمندان روشن، و ضمیر ضیا گستر دانشمندان مبرهن است که مولانا عرفی هیچ عیبی بغیر از بی ادبی نداشته چنانچه حضرت شیخ نامی گرامی شیخ نظامی را بد یاد می نموده و سخنان ایشان را بنظر درنمی آورده و با آن همه دانش این بی دانشی بجای آورده، آری غرور غفلت او را ازین معنی غافل کرده بود که [ع]

تکیه بر جای بزرگان نتوان زد بگزاف

و نسبت به اکابر بمانند بدمستان بی حوصلگی نباید کرد که خمار آن درد سر بی عاقبتی می آورد تا دید از خود آنچه دید که هنوز سنش بچهل نرسیده بود که در لاهور در سنه اثنی[4] و الف* عالم فانی را بی عاقبانه[5] وداع کرد، روزی[6] از روزها بتقریبی از وزارت پناه، عزت و معالی دستگاه، میرزا نظام قزوینی که بخشی و دیوان دار العیش کشمیر بود شنیدم که گفت: در وقتی که خبر بیماری عرفی بسمع مبارک جمجاه، انجم سپاه، جلال الدین اکبر بادشاه رسید بمن حکم فرمود تا من ببالین او رفته بر مآل احوالش اطلاع یابم و حقیقت مردن و زیستن او را بعد از ملاحظه بعرض رسانم، چون نزدیک او شدم دیدم که کار بر و دشوار شده و نفسش به شماره افتاده پرسیدم که چه حال داری؟ جواب داد که دو شش، شش و پنج، هرچه ازو (۱۱۲ الف)

---

۱ یعنی خانخانان (منه)، ۲ یعنی ابوالفتح (منه)، ۳ یعنی عیب بینی یا قبول کنی (منه) ۴ در آ: اینجا بیاض بود و بقلم دیگر در ما بعد کسی اولاً اثنی عشرین والف، نوشته باز عشرین را حک کرده، در تا هم اثنی والف دارد، ۵ تا: غافلانه ۶ انه، روزی تا محروم مانده، در تا نیست، بجایش فقط این بیت است:
شعر هر جوانی که بی ادب باشد گر به پیری رسد عجب باشد

سنه هزار و بیست و هفت[۱] شخصی از هرات بلاهور فرستاده بود که استخوان مولوی مغفور را[۲] به مشهد مقدس برند، ده روز قبل از آنکه کس[۳] میرزا فصیحی بلاهور رسد میر صابر صفاهانی که یکی از یاران اهل این خجسته[۴] فرجام* است استخوان عرفی را به نجف اشرف روانه ساخته[۵] بود*، سبحان الله نتیجهٔ این بیت او بظهور رسید ؎

بکاوش مژه از گور تا نجف بروم
اگر بهند بمیرانیم وگر به تتار

قصیده که در منقبت امیر المومنین و امام المتقین گفته اینست

این[۶] بارگاه کیست که گویند بی هراس	کای اوج عرش سطح حضیض ترا مماس
منقار[۷] بند کرده رستی هزار جا	تا او ببین دریچهٔ آن طایر قیاس
آورده گوشوار مرصع بر شوه عرش	کز وی علو شان لبستاند بالتماس

بقیه حاشیه صفحه ۱۷۹ ام ازان گفت که ای فخر الزمان ازمن بعد باخود عهد کردم که هرگز ارباب معانی را بدیاد نکنم و بر اصحاب سخن تهمت نگیرم، سخن هرچه باشد و قایل هرکه باشد، اکنون این ضعیف این ابیات لسیاق این اوراق باعتقاد خود بستره کتاب او که باکابر دارد رسیده اند این ابیات اینست ؛

(حاشیه صفحه ۱۸۰) [۱] دیوان ص ۱۴۵ ا : مرجان [۲] تا : نقل صهبا، دیوان : لعل صهبا [۳] از "برای انوا تا "بتتار" در آ بر حاشیه افزوده، [۴] تا : هنگام اختتام تحریر احوال مولوی،

[۵] تا : نعیمی انصاری ؛

(حاشیه صفحه ۱۸۱) [۱] در تا بعدش لفظ 'هجرت' ایزاد کرده،

[۲] تا : را از لاهور،

[۳] تا : میرزای مذکور ببلده مذبور،

[۴] منقول از تا - این الفاظ از حاشیه آ ساقط شده،

[۵] دیوان ص ۱۱ ب ؛

[۶] دیوان (نسخهٔ حاشیه) باز ؛ [۷] آ : قیاس ؛

نکته دانی که در مقطع زندگانی از روی انصاف گفته و بوی بازگشتی ازان می آید در سلک تحریر می کشد چرا که مناسبتِ آن ابیات بسیاقِ این کلام باعتقادِ خود بیشتر از کنایات او که با کابر دارد می داند **شعر**

بازو بهمتم آن روز چو قیمت بشکست | که بتابیدن سرپنجهٔ مردان رفتم
من چه بودم جلبی شیشهٔ صهبا لیکن* | پای کوبان بکجا بر سر سندان رفتم
چون صبا رخصت گشت چمنم بود ولیک | چون تماشای خلایق بخیابان رفتم

چون مکرر نعتِ سید المرسلین و منقبتِ امیر المومنین گفته و در سلخ حیات از بلند پروازی خود پشیمان شده و چند بیتی بزبان او جاری گردیده که دلالت بر معذرت او می کند یقین حاصل است که ایزد تعالیٰ او را به تصدق (۱۳۱ ا) محمد مصطفیٰ و بحیت علی مرتضیٰ از رشحاتِ سحابِ فیض و قطراتِ غمامِ فضل خود محروم نخواهد ساخت، بر رای انور اربابِ هنر پوشیده نماند که هنگام تحریر بتحقیق پیوست که ملک الشعرای خراسان میرزا فصیحی در

(بقیه حاشیه صد ۱۷۹) رو باین ضعیف نموده باین عبارت بی کم و بیش گفت: "ای فخر الزمان! هیچ میدانی که من چه مایه پشیمانی از پریشانی خود می کشم بتخصیص از بی ادبیها که نسبت بحضرت شیخ گرامی نظامی از من سر می زد؟" گفتم: "نه" گفت: "بخدا که در حیز گمان و امکان نمی آید. بر تو پوشیده نماند که ایزد تعالیٰ مرا از برای مداحی امیر بحقِ مؤمنان، و امام متقیان، مظهر عجایب، مصدر غرایب، علی ابن ابی طالب آمرزید، اولیای سخن نیز از تقصیرم گذشتند، بتخصیص شیخ بزرگوار نظامی بعلهٔ قصیدهٔ نات و خیار که در منقبت امیر المومنین حیدر کرار گفته ام. لیکن من از خجالت عفو تا قیامت بر نمی آیم، آنچه در فلان روز این درویش خیر اندیش در باب بی ادبی من از شعر مولوی معنوی بر تو خواند حق بر طرف او بود. اکنون این آزاد مرد نیز از لطف ایزد سبحانه مهربان شده فردا بتو خواهد گفت."

چون شاه باز عرش نکته پردازی مولانا عرفی شیرازی در عالم واقعه سررشته کلام بدینجا رسانید حصار باغی درون آن سرزمین بنظر این کمترین در آمد که در آن باز بود و در روش گلهای الوان بر فراز شاخهای درختان در جیب لباس برگهای زمردی رنگاری بجلوه در آمده و مرغان خوش الحان بر منابر غضبان [قضبان] بنغمه سرائی مشغول گشته **بیت**

دده هر مرغ را عیش فراخی | نشستی سال از شاخی بشاخی

عرفی بدرون آن باغ در آمد و، در آن حدیقه را چنان محکم بسته که این محقر از صدای در بیدا [ر] شد، و در میانه دو نماز روز آینده آن شب همان هرزه جهان گرد نزد من آمد و کیفیت واقعه را بطریقی که بنده دیده بود بیان کرد و پس

شاها منم که چون فرسِ طبع زین کنم — گیرد بدوش غاشیهٔ عجزِ تو[51] فراس*

فرماندهی نداشته چون من جهانِ نظم — وین حرف با ظهیر توان گفت بی هراس

طرزِ کلامِ غیر کجا وین روش کجا — نسناس را کسی نشمارد ز نوعِ ناس

ور شعرِ من چه کار کند ناخنِ حسود — بس فارغست خوشهٔ پروین ز جورِ داس

نظمِ حسود و شعرِ مرا در میان بود — بُعدی که واقعست میانِ امید و یاس

عرفی بس است بیهده، بهرِ دعا برآر — نزدِ خدای عزّ و جل دستِ التماس

لبریز باد جامِ حیاتِ موافقت — تا هست گرمِ دورهٔ این واژگونه کاس

بی خوشه باد کشتِ مرادِ مخالفت — چندانکه دانه آرد شود در دهانِ آس

ساقی نامه مولانا عرفی اینست

بیا ساقی این تشنگی را بسنج — پس از آرزوی دلِ ما مرنج

که مستیم و ترکِ ادب می کنیم[52] — ز جامِ تو بوسی طلب می کنیم[52]

بیا ساقی آن شاهدِ خام سوز — صلا حیّت آشوب اسلام سوز

زنی[53] ز بی برقع و مقنعه — که خمیازه گیرد رهِ صومعه

بیا ساقی آبی بکِشتم رسان — ز مستی بباغِ بهشتم رسان

که گویم پس از شکرِ مستی و می — خوشا می که هستم قیامت ز پی

بیا ساقی اندیشه کار کن — به خُم دست و ساغر نگونسار کن

بیفروز این پیکرِ سیم تاب — بده صبح را غوطه در آفتاب

بیا ساقی از راهِ عقلم بگیر — که تابِ شبستان ندارد بصیر

بده گوهرِ لعلی سومنات — بخندان لبم را ز آبحیات

۵۱: تو فراس ۵۲ آ: کنم ۵۳ آ: برفتی — این بیت در آ نشان اشتباه (؟) به حاشیه دارد،

نی سایه اش لباس ببر کرده از علوّ
نی کرده نور مهر زر اندودی لباس

از بس که نور بارد ازو در حوالیش
خورشید روشنی کند از سایه اقتباس

گر بشنود نسیم هوای حریم[1]* او
بر مغز نوبهار بجوم آورد عطاس

گفت آسمان مرا که بگو این چه منظر است
کز رفعتش نه وهم نشان داد نی قیاس

گفتم که عرش نیست ز جا جست ولب[2]* گزید
گفتا نعوذ بالله ازین طبع دون اساس

شرمی بکن چه عرش چه کرسی نه بارها
گفتم بصرفه حرف زن ای پایه ناشناس

این قصر جای واسطهٔ آفرینش است
یعنی علی جهان معانی[3] امام ناس

آنجا که لطف او عمل کیمیا کند
زر دارد التماس طلائیت[4] از نحاس

معجونی از بلاهت خصم و شعور دوست
کیفیتی که کرده قضا نام او نعاس

ای از شمیم جعد عروسان خلق تو
پیچیده در مشام نسیم[5] صبا عطاس

(۱۳۱ ب) نه اطلس فلک نشود عطف دامنش
بر قد کبریای تو دوزند اگر لباس

دشمن چو یافت حزم ترا گفت[6] با زحل*
چون بخت من بخواب که فارغ شدی ز پاس

با صیقل ضمیر تو چون عکس آینه
مرئی شود ز ظل بدن صورت حواس

لیل و نهار نسبت شان منعکس شود
گر مه ضیا کند ز ضمیر تو اقتباس

زلفین مهوشان نپذیرند صید دل
عفو تو عام سازد اگر منع احتباس

حفظ تو گر ندای امان در دهد به بحر
شاید که سطح آبشه و شعله را مماس

گرمابه[7] جهان جلال ترا بود
از مهر و ماه جام و ز هفتم سپهر طاس

جاه ترا سپهر سمندی بود که هست
از آفتاب شعشعه[8]* در گردنش قطاس[9]

۱؎ از دیوان، آ: حریم هوای ۲؎ ت: ولست ۳؎ دیوان: معالی ۴؎ ت: طلاسی است
آ: طلای است ۵؎ دیوان: نسیم و صبا ۶؎ ت: بارجل ۷؎ آ: گرمایه،
۸؎ دیوان۔ آفتاب و شعشعه ۹؎ یعنی مگس ران (حاشیه دیوان) ،

بیا ساقی آن دلفریب نصوح ❊ که همشیر لعل است و همزاد روح
بمن ده که در عقد خویش آرمش ❊ دو صد بوسه نقد پیش آرمش
بیا ساقی آن شیر ام الفرح ❊ بدورت لبالب کن از وی قدح
که طفل[1] است هر توبه ام[2] گریه ناک ❊ لب هر یک از تشنگی چاک چاک
بیا ساقی آن چشمهٔ زهرخند ❊ که تلخیش ریزد حلاوت بقند
بمن ده که کاو دلب شادیم ❊ تبسم بجوش شد که قنادیم
بیا ساقی آن شیشهٔ صاف دوش ❊ که نیمی ز وی ماند و رفتم ز هوش
بیا و بده ساغر متصل ❊ کز اندیشهٔ آن دو نیم است دل
برآر از تهٔ شیشه یاقوت را ❊ که سحرش کند تشنه یاقوت را
بیا ساقی آن دُردهٔ التاج لعل ❊ که بخشید رنگش بگل تاج لعل
که سیراب سازم لب خامه را ❊ گلستان کنم معصیت نامه را[3]
بیا ساقی آن شمع فانوس دل ❊ که پروانهٔ اوست ناموس دل
(۵۱ ب) بده تا برقص آورم جان مست ❊ که پروانه بینیم سوزیم مست

ذکر

مولانا قدسی مشهدی

شاعری رنگین و سخنوری شیرین بوده، هرچه گفته است ناخنی بر دل می زند چنانچه

---

[1] از روی مآ، آ: که طفل است هر توبه من [2] در مآ: بعدش ایزاد کرده —

بیا ساقی آن باطل السحر هوش ❊ کز و ساغری کرده ماوی گوش (گوش) [کذا]

[3] در آ این بیت را به نقاط شک آورده است،

بیا ساقی آن می که حور بهشت / شراباً طهوراً بنامش نوشت
بمن ده که تفسیر آیت کنم / جگر تشنگان را هدایت کنم
بیا ساقی از لجهٔ شیشه نام / برانگیز ابری کش از فیض عام
(۱۴۸ب) گهر سنج کفر و عمل دار دین / برآیند ز آلایش آن و این
بیا ساقی آن ابروی گرم / بده تا بریزم بدیر و حرم
بهم کفر و دین آشنائی کنند / ز هم جذب دلها گدائی کنند
بیا ساقی آن چشمهٔ آفتاب / که روی دو عالم ازو یافت آب
بده تا بشویم در و بام دل / در آغاز بینم سر انجام دل
بیا ساقی آن مست تهٔ جرعه نوش / بر تا سر کوچهٔ می فروش
که چون کعبه در سجدهٔ گرده گم / بسازد خراباتی از خشت خم
بیا ساقی آن مشک[۱] پرور گلاب / که بر لعل عیسی زند آفتاب
بکام دل داغ داغم فشان / چو بیخود شوم بر دماغم فشان
بیا ساقی آن لعل سومنات / میندیش ازین عصمت بی ثبات
که پیمان عصمت در آب و گلم / شکسته پدید آمده چون دلم
بیا ساقی آن آتشین خوی مست / که بر تارک توبه ساغر شکست
بمن ده که رنجور و دل خسته ام / بهر موی دردی فرو بسته ام
بیا ساقی آن شمع قندیل روح / که روشن ترش کرد طوفان نوح
بمن ده که تا من گه سیر دل / شود روشنم کعبهٔ دیر دل
(۱۴۹الف) بیا ساقی آن مست فیروز جنگ / که مه را نهد در دهان پلنگ
بده تا در آرم قدح در رکاب / بفتراک بندم سر آفتاب

---

۱ نا : خشک ،

سیدالمرسلین شاه عباس حسینی صفوی رسید، همگی بدیدن او رفتند و از صحبت کثیرالبهجت او مبتهج و مسرور گشتند و بمقتضی وقت بعزّ عرض باریافتگان خسرو فلک مرتبت، خورشید منزلت رسانیدند که عزیزی اقدسی تخلص از خراسان آمده، شاه بمجرّد شنیدن این خبر آن سر دفتر ارباب هنر را بحضور طلبیده بالطاف خسروانه و اعطاف بادشاهانه مفتخر و سرفراز فرمود،

بر خاطر مهر آئین نکته سنجان متین و ضمیر منیر خورشید تزیین فصحا سخن آفرین پوشیده نماند که بانی میخانه عبدالنبی فخر الزمانی از عهده توصیف شعر و شاعری مولوی مذکور بر نمی آید و بر احوال او هم چندانی اطلاع ندارد، بنابران از کتاب مجموعهٔ خیال افلاطون ثانی حکیم رکن الدین مسعود کاشانی حکایت نظمی که منحصر است بتعریف اقدسی و تقرب او در بندگی شهریار گردون اقتدار با تاریخ فوتش دریوزه نموده درین تالیف به بیاض برد تا رتبهٔ فصاحت و بلاغت او بر عالمیان ظاهر گردد، سن شریف آن افصح المتکلمین بسی و شش رسیده بود که از عالم فنا بعالم بقا می خرامید و مزارش در دارالسلطنه القزوین است

حکایت از مجموعهٔ[1] خیال در تعریف اقدسی*

سخندان اقدسی آن بلبل مست — که بودش چون زبان بر بر سخن دست
بیانش در فصاحت جان دمیدی — ز طبعش بر جگر ریحان دمیدی
خیال بکر بر طبعش مسلّم — نزاید بکر آری غیر مریم
در فیض سحر بر رویش مفتوح — که باد صبحدم بود آن سبک روح
مزاج صبح با نطقش موافق — ضمیرش پیش خیز صبح صادق

---

[1] ن: مجموعه الخیال مسیح ثانی — برای صفت این کتاب رجوع کنید به صفحه ۳۶۳ ببعد

از ساقی نامه اش معلوم می شود که پایهٔ نظم او تا کجاست، تولّد آن بلبل گلزار معانی در شهر سبزوار واقع شده ولیکن در مشهد مقدّس بسنّ[1] رشد و تمیز* رسیده و در ایّام شباب از شهر مذکور خروج نموده بسیّاری مشغول گردیده است، و در ایّام سیاحت بسعادتِ زیارتِ شاهِ کربلا مستسعد گردیده، قصیدهٔ در مدح شاه شهیدان برشتهٔ نظم در آورده از کربلا به نجف اشرف رفته و قصیدهٔ در مدح امیر المومنین و قاتل الکفرة والمشرکین بر سبیل راه آورد گفته و از روی اعتقاد در برابر مرقدِ منوّر آنحضرت ایستاده بر آستان شاهِ مردان و شیر یزدان خوانده، بعد از ان طوافِ مزارِ فایض الانوارِ آن شهریار کرده است این چند بیت از ان قصیده است ابیات

والی ملکِ ولایت، علیِ عالی قدر | دُرِ دریای نجف، کانِ کرم، کوهِ وقار
گر شود دائره سازِ فلکِ رفعت او | عقلِ اوّل که بود مصدرِ این هفت و چهار
وسعتِ مرکزِ او را چو در آرد بخیال | از سرِ عجز بدور افگند از کف پرکار
(٦١١١) ای امیری که از انسوی فلک چون گردد | قصرِ اجلالِ ترا فکرِ مهندس معمار
کمترین پارهٔ[2] خشتی که برو نصب کنند | کسبِ پهن آوری از وی کند این سبز حصار
گر شود دستِ تو با نامیه چون دستِ کلیم[3] | پنجه در پنجهٔ خورشید کند برگِ چنار
از ضمیرِ تو اگر نور برد شمسِ منیر | ور کند کسبِ سخاوت ز کفت ابرِ بهار
پس از آن[4] ذرّه شود مشعله افروز نجوم | بعد از آن[5] قطره شود مکرمت آموز بهار

بعد از زیارتِ آن درگاهِ والا از انجا بدار الموحدین قزوین آمد، نسیم فضل و هنر ان عندلیب گلستانِ فصاحت و بلاغت بمشامِ جانِ مجلسیانِ خسروِ جمشید شان، فریدون نشان، کیوان مکان، ملایک آشیان، کیخسرو دستگاه، کیومرث بارگاه، آسمان خرگاه، انجم سپاه، عالمیان پناه ظلّ الله فی الارضین، قهرمان السماء والطین، اشرف اولاد

[1] آ: بسن و رشد تمیز [2] آ: باره [3] آ: کلم [4] از آ این لفظ ساقط شده [5] آ: ازین

فلک بر نوش بر وی نیش کرده | نسیم گل تنش را ریش کرده
دوا در پیکر او درد گشته | ز جان خویشتن دل سرد گشته
تنش تیر ملامت را نشانه | برای تیغ نشتر بهانه
عیان از سینه اش صد چاک غربت | نهان در استخوانش خاک غربت
نشسته گرد غربت بر جبینش | روان صد جوی اشک از آستینش
در آب چشم خود بی گفت گوی | فتاده چون بدریا تار موی
آلوده باد مهجوری تنش را | گرفته خاک غربت دامنش را
مسیح و خضر عاجز از علاجش | ز هم پاشیده اصل امتزاجش
پی تاریخ او کز جهان رفت | روان گفتم ز عالم اقدسی رفت
چو ملک همتش زیر نگین بود | سگی از آستان شاه دین بود
بنوعی شد ضعیف از تب تن او | که جان گم بود در پیراهن او
(۱۰۰۸) فلک گویا ز ضعفش باز نشناخت | دگر ره بر سگ شه نامزد تاخت
خداوندا بحق آن غریبان | که بیمارند و محتاج طبیبان
بحق آه آن بیمار مایوس | که چون میرد نهان مانند فانوس
ز کس در مرگ او آهی نخیزد | همین شمع از برایش اشک ریزد
که مدح اقدسی را شاد داری | ز عصیانش بعفو آزاد داری

ساقی نامهٔ اقدسی

دلا صبح شد خیز و بشکن خمار | چو نرگس سر از خواب مستی بر آر
ز عشرت دل می پرستان شگفت | گل باده بر روی مستان شگفت

۱؎ بقول تقی کاشی (سپرنگر ۴۴ نمبر ۲۲) تاریخ وفاتش ۱۰۰۸ھ است

خیالِ او بر آوردی گل از بید | لباسِ نور بخشیدی بخورشید
(۱۷۱ الف) فضای فکرتش ابری جهانگیر | که در جوفش فلک ماندی چو تدویر
زبحرِ فکر خوردی جامِ آتش | گشودی آبِ خنجر از کامِ آتش
زسوزِ سینه اش دل ناله کردی | لبش وقتِ سخن تبخاله کردی
زفکرِ او فلک را دست کوتاه | که بستی زورِ فکرش بر فلک راه
بهار از فیضِ لطفش سبز و خرّم | صبا بودی اگر بودی مجسّم
طراوت از سخن بر لاله بستی | ز دورِ مهر[2] بر مه هاله بستی
ضمیرش چون خیالِ اوج کردی | چو بحرِ آفرینش موج کردی
فلک یک چند سرگردان نشاندش | میانِ خاک و خون چون جان فشاندش
ولی آخر بکامِ دل رساندش | ببزمِ شاهِ عالمگیر خواندش
زلطفِ خسروی جانش بیاسود | بمرهم داغِ پنهانش بیاسود
درین گلشن سرا کائی بر آورد | چو بلبل در چمن نائی بر آورد
زبحرِ فکرِ آن طبعِ فسون ساز | چه میگویم چه افسون عینِ اعجاز
جهانی را بافسونش بنده می کرد | اجل پنهان برو صد خنده می کرد
که ای بیچاره کامِ خود گرفتی | درین میخانه جامِ خود گرفتی
زبس کاورد مضمونِ بکر در بکر | تنش بگداخت چون مو ز آتشِ فکر
(۱۷۱ ب) ز دقّت شد بپیکر زارش هلالی | سراپای وجودش چون خیالی
بنوعی ضعف کرد آخر زبونش | که پیدا بود از بیرون درونش
درین بیماریش بر رسمِ عادت | دمی رفتم بآئینِ عیادت
چه دیدم بیدلی از پا فتاده | عنانِ عافیت از دست داده

---

[1] کذا، [2] یعنی شاه عباس اول که مسیح مجموعه خیال را بنامش نوشته [3] آ: جنده،

کند دودِ شمعش بصد پیچ و تاب / چو زلفِ بتان تکیه بر آفتاب

دران بزم هر دل که مجمر شود / ز دودش فلک گوی عنبر شود

غبارِ کدورت ز دلهای تنگ / کند پاک[1]* مطرب بگیسوی چنگ

× ز ذوقِ تماشای آن بزمگاه / در آغوشِ مژگان نگنجد نگاه

(۱۱۹ الف) در آن انجمن ساقیِ جلوه گر / که لب گردد از نام او پر شکر

نگاری خطش غیرتِ مشکِ چین / رخ و زلفش آرایشِ کفر و دین

چو در خنده آید لبش از فرح / نگنجد می از خرمی در قدح

می از حسرتِ آن لبِ کام ده / شده در گلوی صراحی گره

از ان روی نازک ز تابِ شراب / بجای عرق می چکد آفتاب

چراغِ طرب روشن از روی او / شبستان معطر ز گیسوی او

ز شادیِ آن مجلسِ چون ارم / لبِ جام از خنده ناید بهم

ز یوسف عذارانِ آن انجمن / جهان گشته بر من چو بیت الحزن[2]

دران بزم جامِ پیاپی خوش است / ز دستِ چنین ساقیی می خوش است

بیا ساقی از بهرِ دفعِ خمار / قدحهای گلگون بگردش درآر

ز رازِ دل خم بر افگن نقاب / که در رنگ نهان کردهٔ آفتاب

مرا از می و شیشه جان در تن است / بروی قدح چشم من روشن است

دلم گشته در سینه از اضطراب / خروشان و جوشان چو در خم شراب

همین آرزو باشد اندر سرم / که چون ریزد از یکدگر پیکرم

گِلِ تربتِ من شود ساغری / مگر لب نهد بر لبِ دلبری

(۱۱۹ ب) بیا ساقی آن آبِ آتش فروز / که سازد شبم را بیک شعله روز

---

[1] از روی تما در آمتن «کند پای» داده و بر حاشیه بدلش «برد دست» نوشته۔ [2] به بینید ص ۱۹۳ حاشیه نمره ۱۔

خروشیدنِ چنگ و گلبانگِ عود — گره از دلِ شیشهٔ می کشود

تو هم لحظهٔ بیخبر باش و مست — مده دامنِ بزمِ عشرت ز دست

پی سرّ وحدت بهر سو مدو — بیا رازِ سربستهٔ خم شنو

× شرابی[1] بلب نه که صد آفتاب — بچرخ آمده بر سرش چون حباب

شرابی بگرمی چو خوی بتان — بهر قطره دریای آتش نهان

شرابی کزو کفر ایمان شود — اگر مور نوشد سلیمان شود

× اگر بر فلک پرتو افگن شود — فلک همچو قندیل روشن شود

وگر عکس افتد بچرخِ برین — بسوزد پر و بالِ روح الامین

× (۱۱۸ ب) ز[2] کف ساقی از بهر این تلخکام — اگر افشرد لای خم را بجام

× چو جوشد برون باده از مشتِ او — چکد آفتاب از سرِ انگشتِ او

شد از گرمیِ آن می بی خمار — چو شعله سراپای خم بیقرار

ازین می بخاری بر افلاک شد — ز سیاره رویش عرقناک شد

شده خاکِ میخانه چون مشک ازو — لبِ هفت دریا شده خشک ازو

ز تاثیر این باده بعد از هلاک — ز خاکم تراوش کند جانِ پاک

خم باده بکریست مریم نهاد — که هر طفلِ عشرت ازو می بزاد

زبس چشمِ[3] او بوده از باده سیر — نخوردی ز پستان خورشید شیر

× چنین باده گر ترا آرزوست — برون آی چون غنچه یکدم ز پوست

× ببزمی قدم نه که صد جبرئیل — کند خونِ خود را بمستان سبیل

درو ساقیان با دلِ پر نشاط — بزلف طرب رفته گرد از بساط

---

[1] هفت بیت ازین ساقی نامه صاحب هفتِ اقلیم در کتاب خود درج کرده است؛ آن ابیات را بخط صلیبی (×) نشان کرده ام، [2] هفت اقلیم: به [3] از ع، آ: جسم او بودی،

به بالش[51] نشسته شه داد گر | که باشد گلِ باغِ خیر البشر*
فلک قدر، جمجاه، عباس شاه | که دوشِ ملک[52] باشدش تکیه گاه
جهان راضی[53] از ابرِ انعام اوست | سرِ چرخ در گردش از جامِ اوست
ز سمّ سمندش چه خیزد غبار | نشیند بتان را چو خط بر عذار
فلک بهرِ چوگانِ او هر سحر | برون افگند از بغل گوی زر
چو مستانِ بزمش گه گیر و دار | در آیند در عرصهٔ کارزار
شهان را به امدادِ بختِ بلند | در آرند[54] با*طوقِ زر در کمند
بهر سو که *مرکب دوانیده مست | برای دعا از زمین رسته دست
کرم خاصِ دستِ جهان بخشِ او | فلک مهرهٔ از دُمِ رخشِ او
نه ماه نو است این که روی سپهر | نهاده لبش بر لبِ او بمهر
بود عکسِ جامِ زر اندودِ شاه | که افتاده در سقفِ این بزمگاه
درین بارگه *پرده دارانِ عرش | فگنده بهر گوشه شاهانه فرش
بود این *طرب گه لبالب ز نور | تو[56] در روی خرامان* چو موسی بطور
درین بزم هر سو هزاران چراغ | درخشد چو در سینه گلهای داغ

---

۵۱ تا: نشسته دران بزم شاهِ ظفر؛ گلِ باغِ اقبال خیر البشر، در تا ازین جا پانزده بیت را برصد ۱۹۱ بعد س ۱۱ آورده است، باشتناءِ س ۲، و بتقدیم و تاخیر س ۴ و ۵ و باضافهٔ این دو بیت ـه

سرا بی چنان مجلسی همنشین | خداوند مجلس شه پاک دین
رخِ ساقیِ گل دران بزمگاه | زده آتشِ رشک (برجاه؟)

در آ از س ۳ تا صد ۱۹۴ س ۶ بخط غیر کاتبِ اصلی بر حاشیه نخورده است

۵۲ از تا، آ: فلک، ۵۳ آ: رازی ۵۴ تا: برآرند بر ۵۵ این الفاظ از حاشیهٔ آ ساقط شده بود از تا نقل کرده شد، ۵۶ تا: درو شه خرامد،

چو سوزد دران شعله پا تا بسرم
نگردد نمک گرد جان نشترم (؟)

درین باغ پر حسرت دلپذیر
شکسته دلم همچو مرغ اسیر

چو بهر ترنم بر آرم نفس
جهد خون گرم از شگاف قفس

بیا ساقی آن آب گلفام را
چراغ دل شیشه و جام را

بده تا ز تن خرقه دور افگنم
چو خورشید بر خلق نور افگنم

سرشت گل آدم از باده بود
که گردند پیشش ملایک سجود

اگر این بود نشاء لای خم
بسی سر شود سوده در پای خم

بیا ساقی آن جام گیتی نما
که آئینه ام یابد از وی جلا

بده تا نمایم در آفاق سیر
شوم آگه از راز این کهنه دیر

گرت هست با آب حیوان سری
ز خمخانهٔ ما بکش ساغری

چو در دیر پیچد مناجات ما
کند کعبه طوف خرابات ما

نفس گر نداریم در سینه پاس
بسوزیم چون شعله بر تن لباس

چو احیای این عمر باقی کنم
سر اندر سر زلف ساقی کنم

ز سرمستی چشم شهلای او
بیفتیم چون زلف در پای او

(۱۲۰ الف) ندارم بمحراب طاعت سری
بده می که بر لب نهم ساغری

ز مسجد بمیخانه آرم پناه
بمی شویم از چهره گرد گناه

قدح پر کن از بهر رندان مست
که مهر لب روزه داران شکست

ملک صف زده گرد این بزمگاه
شده جام می رشک خورشید و ماه

بود پیش مستان بزم شهود
صراحی انا الحق زنان در سجود

دل قدسیان بهر دفع گزند
در آتش برقص آمده چون سپند

بعذر گنه چنگ و نی در خروش
خم می چو دریای رحمت بجوش

اید و از جمله تصنیفاتِ[1] دلپذیر و مصنفاتِ عالمگیر او یکی اینست که تفسیرِ بی نقطی بر کلام
لکِ علّام نوشته است، تکلّف برطرف که فیضی در عهدِ خویش فضیلت را بمعراج
رسانیده و در سخنوری منظوماتِ امثال و اقران خود بر طاقِ نسیان نهاده است،
از هر قسم اشعار بسیار و[2] از هر[*] جنس مثنوی [وغیره[3]] ابیات بیشمار دارد و در دیوانی
له در حینِ حیاتِ خود ترتیب داده و دیباجهٔ بران نوشته بایران فرستاده است حقیقتِ
نشو و نمای خود باین عبارت بیان می نماید که :

قادری (۲۰ اب) که زبان را چاشنی سخن داده گواه است که هرگز دست
بمائدهٔ همگنان دراز و دهن بلقمهٔ دیگران باز نکرده ام، بر راتبهٔ مقرّر و وظیفهٔ
معهود که از دیوان مبدأ فیّاض بموجب قسمت می رسید خرسند بوده ام،
ولیّ نعمتِ من پدرِ حقیقی و خدای مجازی منست که از ریعانِ ریحانِ طفولیت
که عقلِ هیولانی داشتم صورِ معانی بمن وا می نمود و قریحهٔ جامده را به بلندی
راهنمون می شد، وقتی که نصاب می خواندم آن قدر از گنج الٰهی نصیب
برده بودم که بگرسنه چشمان سخن زکوة[4] می دادم، خواستم خود را بپایهٔ سریر
شاهی رسانم و ظلمت زدای ستارهٔ بخت شوم، ناگاه منشورِ التفات
حضرت شاهنشاه عالم فرمان روای اعظم مظهرِ قدرتِ الٰهی موردِ کرامت نامتناهی
یگانهٔ درگاهِ صمدیّت، مقرّب بارگاهِ[5] احدیت، گوهرِ معدنِ شاهنشاهی، فصِّ
خاتمِ ید اللّهی، فروغِ خاندانِ گورگانی، چراغ دودمانِ صاحبقرانی [غرّهٔ[6]]
ناصیهٔ صبحِ هدایت، قرّهٔ باصرهٔ آفتابِ ولایت، انتخابِ مجموعهٔ قضا و قدر،
مقدّمهٔ جنودِ فتح و ظفر، رفعت بخشِ افسر و اورنگ، عقده کشای دانش و

۱ـ مثلاً از روی تا: در آ از حاشیه ساقط شده ۲ـ تا: از ۳ـ در تا افزوده ۴ـ آ تا: ذکوة ۵ـ در کلیات فیضی خطی
(کتابخانهٔ پنجاب یونیورسٹی، تحریر ۱۲۵۵ھ) بجای بارگاه، لفظ "بساط" دارد ۶ـ از طلیات، در تا و آ ندارد،

همان[1] به* که در ردی نشینی[2] به کام ... چو لعل بتان باده ریزی[3] بجام[4]
شها[5] ! تا نظر کردهٔ سوی من ... کند سجده پیشم زمین و زمن
بهر ذرّه پرتو فگندی ز دور ... کند قرص خاور از کسب نور
بهر کس دولت گرم اشفاق شد ... چو خورشید مشهورِ آفاق شد
بلی در کفت سنگ گوهر شود ... بخاک ار توجّه کنی زر شود
کیم من شها ! خاکِ درگاهِ تو ... سری دارم افتاده در راهِ تو
تنم چون بفرساید از روزگار ... نشیند برین آستان چون غبار
[بجز[6] درگهِ شاه انجم سپاه ... کجا رو کنم ؟ و زکه جویم پناه ؟]
بانشاء مدحت در این انجمن ... تراوش که می ریزد از کلکِ من
کند هر سحر زهره و مشتری ... بجاروب خورشید گرد آوری

[ذکر[7]

قافله[8] سالارِ وادی —— شیخ* ابو الفیض[9] فیضی هندوستانی

شرح کمالاتِ آن زبدة المتاخرین و وصفِ فضایل آن افصح[10] المتکلمین را[11] کتابی علیحده

---

[1] این الفاظ از حاشیهٔ آ ساقط شده بود از تا نقل کرده شد [2] تا : نشیند [3] تا : ریزد [4] تا بعد این دو بیت افزوده اعنی :- بیا ساقی ای خانه پرداز غم ... می ده که گردم من از خویش گم
کنم حالِ دل را بیان پیش شاه ... که شکرِ عطایش نباشد گناه
[5] در آ نیست ، از تا نقل شد ، [6] در آ ترجمهٔ شیخ فیضی را برحاشیهٔ کتاب ثبت کرده است ،
[7] تا : ملک الشعراء عهد جلال الدین اکبر عرش آشیانی —— در آ بعد ' وادی ' بقدر یک لفظ بیاض است ،
[8] در تا حذف کرده ،
[9] از ردی تا ، در آ از حاشیه ساقط شده ،

گرفت سخن بی تکلفانه می گفتم نظم

فیضی اگر محرم این پردهٔ | قوت دل از مغز سخن کردهٔ

دیده فرو بند ز ردّ و قبول | نیست خوش آینده گدای فضول

(۱۲۱ ب) پای بدامن بکش و سر بجیب | تا چه رسد ماحضر از خوان غیب

باده و خون هر دو بخوان تو باد | منت آن بر دل و جان تو باد

چون من دشوارپسندی بر خود نپسندیده ام پسندیده آنست که بزرگان سخن هم این بار بر من نه بندند و این کار بر من نپسندند، و این رطب و یابس که بر طبق عرض نهاده ام نه هزار بیت و کسریست نمونهٔ از اقسام شعر من که اختلاف طبایع و تفاوت امزجهٔ شعرشناسان منظور داشته اختیار کرده ام، و اگرنه سیاهی لشکر سخنم نسخهٔ سواد هندوستانست و سواد شعر معانیم سنبلستان این کهن بوستان قطعه

صد آفرین بخامهٔ فیضی که سر نقش | هر موی جلوه میکند[۱] این آتشین کمیت

از بهر باز کردن گوش گران سر آن | گوشی بنه فلک ده زین نه هزار بیت

بتحقیق پیوسته که اسم آن افصح الفصحا شیخ ابوالفیض بوده، در اول فیضی و در آخر فیاضی تخلص[۲] کرده و با اهل فضل بغایت خوب پیش می آمده و رعایت بسیاری بشعرا می کرده[۳] گویند در آن وقتی که شیخ فیضی تفسیر بی نقط ترتیب داد بلبل گلزار نکته سرائی میر حیدر معمائی بجهت تاریخ اتمام آن تفسیر سورهٔ اخلاص پیدا نمود[۴] و بدان نادرهٔ زمان اعلام کرده آن منصف بانصاف از زبان تحسین بسیار و از جان آفرین بیشمار

---

[۱] ر: آن [۲] از ر و کلیات، [۳] در ر بعدش افزوده :- چنانچه خود می فرماید نظم

زین پیش که سکّه ام سخن بود | فیضی رقم نگین من بود

اکنون که شدم بعشق [مرتاض] | فیاضم [فیاضیم] از [محیط فیاض] [الفاظی که بخطوط قوسی محدود

فرهنگ چشم جهان جود و افضال، خالِ رخسارِ سلطنت و اقبال، فروزندهٔ گوهرِ بختِ[1] بختیاری، فرازندهٔ پایهٔ تختِ تاجداری، قدردانِ جوهرِ خردمندان[2] قیمت[3] شناسِ گوهرِ همّت بلندان، گره کشای کارِ فروبستگان، مرهم بندِ ناسورِ دلخستگان، صاحبدلِ روشن رای، جان بخشِ جهان پیرای، روحِ مصوّر و عقلِ مجسّم، عالم (۱۲۱۱) جان، دجانِ عالم نظم[4]

پادشاهِ زمانه اکبر شاه	شمعِ شش طاق و شاهِ نُه خرگاه
وز بهارش زمانه گلشن باد	کز رخش روی[5] بخت روشن باد

رسید، در زاویهٔ فقر و فنا نگنجیده بدو پای دیده شتافتم، و به تقبیل پایهٔ اورنگِ والا سربلندی یافتم، نظری که آفتاب بخاکِ چمن اندازد و سهیل بسنگ یمن کند کرد، عنایتِ پادشاهی چون نعمای الهی بیحساب دیدم، درخشنده رقمی که از لوحهٔ سرنوشتِ من روزگار خواند و منّت ازل و ابد برمن نهاد، نقشِ سعادتِ استادیِ شاهزادهٔ کامگار کام بخش بود که بشاگردی بختِ فرخنده بخدمتِ تعلیمِ این مستعدّانِ انتظامِ سلسلهٔ کونی و الهی ممتاز شدم به بزرگی عقلِ طفل وار بابجد خوانیِ دبستانِ اقبال نشستم، القصّه بیدرقهٔ تربیتش سلوک در مدارج صورت و معنی نمودم، و پست و بلند بوادی ظاهر و باطن پیمودم، رفته رفته در بندگی فاش شدم و بسعادتِ ابدخواجه تاش گشتم، هم در حساب امرا در آمدم و هم خطاب ملک الشعرا گرفتم، اگرچه شمشیر بر میان بسته ام امّا کزلک مجبره ام کارگرترست، اگرچه تیر به کمان می نهم امّا قلم در بنانم[6] راست ترمی رود، زهی پادشاهِ بنده نواز که قطرهٔ بی وجود را چنین موج داد و ذرّهٔ نابود را چندین بادج برد، چون همّتِ من والا بود کارِ من بالا

---

[1] کلیات: تخت، [2] کلیات: قدر، [3] کلیات: افراد [4] ایضاً: روز [5] تہ: بنان [انا] ان راستر آ: بنانم راستر

هیچکس نیست که در دائرهٔ حیرت نیست / صید گاهیست که جبریل بدامست اینجا

(۲۲۲ ب) راز سربستهٔ خم پیش خرد مگشایید / سخن از عشق[1] مگوئید که خامست اینجا

نام و ناموس ز ما خاک نشینان مطلب / این مقامیست که ناموس ز نامست اینجا

چون شدی معتکف میکده فیضی هشدار / کز دم پیر مغان فیض مدامست اینجا

وله ۳

ساقی بده آن دشمن هوش و خرد ما / کامد ز ازل عشق و جنون نامزد ما

غافل مشو از کسوت ما خاک نشینان / کائینهٔ خورشید بود در نمد ما

رسوائی و دیوانگی و شور ملامت / در مملکت عشق بود چار حد ما

گلزار دل آراست بشرطی که خرامد / نسرین بدن لاله رخ سرو قد ما

ما را منگر زیر زمین خفته که پنهان / راهی سوی[2] فردوس رود از لحد ما

ما خود به نبردیم درین معرکه فیضی / وقتست که همت برساند مدد ما

وله ۴

مطرب بلند ساز کن امشب ترانه را / وز شعر من[3] بخوان غزل عاشقانه را

روغن بر آتشم زن و همدست شوق کن / با شعر تر ترانهٔ چنگ و چغانه را

آن چنگ شکنم که بتار بریشمین / بر توسن خرد نزند تازیانه را

ای کام دل بیا که بصد حسرت دراز / فرصت وداع می کند امشب بهانه را

گل گل شگفته زمی و از شگفتگی / در گل گرفته در و دیوار خانه را

روزی که گنج گنج نهادند آرزو / عشرت[4] بدست داد کلید خزانه را

---

[1] ر، د کلیات: پخته [2] ر: سوی [3] کلیات: ما [4] ر: عشقم،

بسیر (۱۰۲۲) مذکور فرمود و پنجہزار روپیہ بجایزۂ آن تاریخ بدو داد،

مولدِ آن عندلیب گلستانِ خیال از دار الخلافہ آگرہ است و در لاہور در چہل و پنج سالگی در سنہ اربع و الف از دست ساقی اجل شربتِ مرگ چشیدہ و تیغ زبان در نیام کام بناکام کشیدہ است، نزدیکانش کالبدِ وی را بعد از فوتش باگرہ آوردہ در مقبرۂ کہ برادرش شیخ ابو الفضل در حینِ حیاتِ خود ترتیب دادہ مدفون ساختہ اند،

بر رای انور اربابِ ہنر پوشیدہ نماند کہ از وارداتِ شیخ فیضی ساقی نامہ بنظرِ این محقر در نیامد بنا بر ضرورت پنج غزل از منظوماتِ آن نادرۂ عصر کہ مناسبتی بسیاقِ این اوراق پریشان داشت بر بیاض برد امید کہ مرضی طبع دشوار پسندانِ این ایام گردد،

غزلِ اوّل

ساقی و جام می و گوشۂ دیر است اینجا
للہ الحمد کہ احوال بخیر است اینجا

نکتۂ عشق میپرسید کہ ہوشم باقیست
سخن از یار نگوئید کہ غیر است اینجا

آبِ این میکدہ جان بخش تر از آبِ بقاست
پرس ای خضر کہ سرِ منزلِ سیر است اینجا

بادہ در جلوہ و مرغانِ چمن می جوشند
گو سلیمان کہ ہمہ منطقِ طیر است اینجا

فیضی افسانۂ عیسی نفسانم ہوست
چہ سرِ قصۂ موسی و عذیر است اینجا

ولہ ۲

این چہ مستی ست کہ بی بادہ و جام ست اینجا
بادہ[۱] کز جام ننوشند[۲] حرام است اینجا

زاہد[۳] منتظرِ چشمۂ کوثر منشین
کہ بیک جرعۂ می کار تمام است اینجا

---

[۱] آ، آ: باد [۲] آ: ننوشند [۳] بجایش در آ و کلیات این شعر را دارد
ای کہ از بادیۂ عشق خبر می پرسی ٭ پا می بردار کہ کونین دو گام است اینجا

به تحقیق پیوسته که در صغرِ سن همراه پدرِ خود شیخ محمود از وطن بهند آمده (۲۰ ب) و بعزم دیدنِ خواجه ابو القاسم سیری که نسبتِ خویشی بایشان داشته بگجرات رفته و خواجهٔ مذکور در گجرات صاحب سامان بوده، پدرِ او را فراخورِ حال امدادی نموده بوطن روانه ساختند، چون محمد رضا در خدمتِ پدر به مشهدِ مقدس می رسد پدرش در انجا بقیهٔ عمر بخدا پرستی مشغول می شود و می گویند که خیلی صاحب حالت شده و از اکسیرِ ریاضت بمرتبهٔ ولایت رسیده بود که عالمِ فانی را وداع کرده بعالم باقی می خرامد، بعد از فوت پدر پسر در مشهد مقدس در مقامِ انتظام نظم می شود و میراثِ پدر در اندک زمانی با مردمِ اہل خوش طبعانه صرف می نماید. بعد از اتمام آن سامان بار دیگر ارادهٔ سیرِ ہند می کند، این مثل میانِ عالمیان اشتهارِ سرشاری دارد که ہرکس یک نوبت گشت ہند نمود و بهره ازین ملکِ فیاض برداشت وقتی که با ایران رفت اگر در راهِ این سرزمین و این بلاد نمیرد البته در آرزوی این خاکِ مراد می میرد، بہر تقدیر محمد رضا بار دیگر از خراسان بلاہور آمده از گردِ راه در جرگهٔ ملازمانِ خانِ عالی شان میرزا یوسف خان در آمد و همراهِ آن خانِ جم نشان به ذارالعیش کشمیر رفت از فیض آب و ہوای آن گلشنِ ہمیشه بہار طبیعتِ او رنگ (و) بوی دیگر بہم رسانید چنانچه اشعارِ او دلپذیر (۲۱ الف) و سخنانِ او مقبولِ طبعِ صغیر و کبیر شد و تخلصِ خود آنجا نوعی قرار داد،

گویند کمان دارِ بی نظیر و پشته سوارِ شمشیری بوده، یک روز پنج مرتبه در حضور میرزا یوسف خان ہدف را به تیر بوده، چون رتبهٔ موزونیت و مرتبهٔ اہلیت او معروف و مشهور گشت رفته رفته به تقریبی به سمع مبارک شاهزاده عالی جاه شاہزاده دانیال شاه رسید، آن قدردانِ نکته سنجان از روی خواہش نوعی را از میرزا یوسف خان گرفته داخلِ بساطِ بوسانِ محفلِ حشمت و شوکتِ خود گردانید، آری نسیمِ فضل و ہنر اطرافِ

۱؎ ترا آ: استمدادی، ۲؎ آ: نذیر ۳؎ ترا: جلک (خنگ؟) سوار،

فیضی تو خامشی و حریفان در انتظار ‌ ‌ ‌ ‌ تا آتشِ نهفته بر آرد زبانه را

وله

شبِ عید است ساقی چرخ ده جامِ ہلالی را ‌ ‌ ‌ ‌ صلای باده زن دُردی کشانِ لاابالی را
تفاوت‌ها است در مستان نگه کن باده کم کم ده ‌ ‌ ‌ ‌ ببد مستی که از حد می برد بی اعتدالی را
حریفِ آن مسیحا مشربم کز ساغرِ عشرت ‌ ‌ ‌ ‌ بتر سازادهٔ نوشد شرابِ پرتگالی را
زلالِ خضر بر خاکِ سیه ریزم چو اسکندر ‌ ‌ ‌ ‌ که می افزاید این آبِ زندهٔ پیرانه سالی را
تعالی الله چه عید است اینکه در دوران نمی یابم ‌ ‌ ‌ ‌ دلی از شوق محروم و سری از ذوق خالی را
بتان در جلوهٔ نازند نازم بر خداوندی ‌ ‌ ‌ ‌ که می بخشد بر عنایان چنین نازک نهالی را[1]
خوشا اقبالِ سرمستانِ دریادل که چون فیضی ‌ ‌ ‌ ‌ ز بزمِ اکبری دارند فیضِ لایزالی را[2]]

ذکر

عندلیبِ گلزارِ معانی مولانا نوعی خبوشانی

شاعری مرغوب و نکته پردازی با سلوب است، اکثر اشعار او ناخنی بر دل می زند، نام او محمد رضا است و مولدش از خبوشان است، و این خبوشان متعلق به نسا و باوردِ خراسان است؛

---

[1] بعدش در تر و کلیات افزوده: غنیمت دان به دورِ خسروِ اکبر جلال الدین ؛ نشاطِ عید اسفندار مذ ماه جلالی را
امّا در کلیات "والا" بجای "اکبر" و 'عهد' بجای 'عید' است،

[2] بعدش در تر افزوده: الهی چون جهان آسوده شد در سایهٔ چترش ؛ کنی همدوش با خورشید چتر این ظلِّ عالی را
— در آ بعدش نوشته، بعد ازین احوال نوعی باید خواند [در تر 'ظلفل عای' نوشته بجای ظلِ عالی، تصحیح از روی کلیات است

صبوحِ چمن کآفرین خوانِ تست | شکرخندهٔ بزمِ مستانِ تست
توئی مجلس آرای هشیار و مست | چو گل بر سر و بم چو ساغر بدست
ز بزمت که شد صبحِ دل شامِ او | چراغیست خور کرد گل نامِ او
گل و باده انشاگر رازِ تست | شب و روز زیر و بم سازِ تست
(۲۲۱ الف) توی نغمه آموز منقارها | گلِ خارها[1]* نغمهٔ تارها
برت آهی از نکهتِ عود به | صفیری ز الحانِ داؤد به
قفس کرده در محفلت[2] مجمری | بخورش نفسهای نیلوفری
نفسهای پرورده در خونِ دل | همه بازوی شاهینِ خونِ بجل
نوائی چو از پردهٔ دل کشند | سراپردهٔ زهره در گل کشند
توئی منبعِ نقشهای شگفت | که نگرفت کس بر شگفتت گرفت
ز کُنهِ تو دانشور آگاه نیست | که صنعت ز صنعت گر آگاه نیست
خسی را که بر موج باشد گذر | کجا یابد از قعرِ دریا خبر
درین پرده کآسیبِ غماز نیست | نفس محرمِ نکهتِ راز نیست
ز شیخ حرم تا برهمانِ دیر | در اسرار ازین پرده غیرند غیر
درین پرده ره انبیا کرده اند | ولی نقشِ هستی ز دل برده اند
فصیحِ عرب چون در آمد بگفت | بجز ما عرفناک دُرّی نسفت
خدا آگهان را درو راه نیست | چه جای کسی کز خود آگاه نیست
کیم من که با این تُنک مایگی | بجهد افگنم طرحِ همپایگی
دلیرانه یزدان ستائی کنم | بمیخانه ظرف آزمائی کنم
(۲۲۲ ب) همانا که دزدم[3]* زبانِ ابکام | که شمشیرِ خونین به اندر نیام

[1] کذا در آ و ترا [2] آ: محملت [3] ترا: همان به که دزدم،

چمنِ ایّام را چون گلِ معطّر می سازد و نافه مشک افشانِ مناقب سخن گستر حواشیِ انجمنِ عالمِ خجسته فرجام را چون عنبرِ تر معنبر می نماید، **قطعه**

هنر چو مشک بود مشک اگر نهان دارند	ز فیضِ رایحهٔ او مشام را خبر است
نمی توان بگِل اندود چشمهٔ خورشید	زمان زمان اثرِ نورِ او زیاده تر است

چون داخلِ مدّاحانِ آن شهزادهٔ عالی مقدار گردید قصاید غرّا در مدحِ آن جوان بختِ عالی تبار گفت، دیوانش قریب به چهار هزار بیت است و سوای ساقی نامه مثنوی دیگر در بحرِ خسرو و شیرین حضرت شیخ گرامی گفته و آن را سوز و گداز نام نهاده قریب به پانصد بیت باشد و این دو بیت (۱۲۱ ب) ازان کتاب است **قطعه**

جوانی چون نسیم نو بهار است	ولی بر رنگ و بوی گل سوار است
اگر دریافتی بر دانگشت بوس	وگر غافل شدی افسوس افسوس

بعد از حیاتِ شاهزاده دانیال باقی عمر خود صرف خدمت نوّاب سپه سالار خانخانان کرد و در سن چهل و نه در برهانپور در سنه ثمان عشر و الف پیمانهٔ عمرش پُر شد، قدم در ملکِ خموشان نهاد، **بیت**

درین دنیا که بوی خرّمی نیست	گیاهی بیوفاتر ز آدمی نیست

ساقی نامهٔ نوعی

تویی اوّلین پیر میخانها	بیادِ تو شبگیر پیمانها
ز نامت که رنگِ لب و آبروست	لبِ لعلِ پیمانه گلبانگ گوست
بیا بوسِ نامِ تو در انجمن	کند شیشه را می زبان در دهن
ز نامت که پیمانه هر لبست	صراحی ز می پای تا سر لبست
بجوری که منظورِ هر محفلست	ز بزمِ تو بوی کباب دلست

از ان پیش کین نقطه ناگشته حرف — نگردیده این قطره دریای ژرف

سزد گز لب این نقطه در دل برم — وزین قطره کشتی بساحل برم

بیا ساقیا! ای راز دارِ سخن — کفت چون زبان دستِ یارِ سخن

بده می که پیشِ سخن هر نفس — خلد در زبانم چو در دیده خس

زبان گردد از فیضِ دل حق شناس — کند مه ز خورشیدِ نور اقتباس

حسد هر کرا سایه بر دل فگند — ز نیلوفرش تخم در گل فگند

اگر شعلهٔ شمعِ محفل بود — چو سوسن زبانش سیه دل بود

دلِ آئینهٔ دستِ اسکندریست — زبان تختهٔ مشقِ پیغمبریست

(۲۲۳ اب) سرِ گنجِ دل را لبِ نکته سنج — دو لختی دری دان نگهبانِ گنج

کلیدِ زبان قفل دار[1] دل است — که بر قفل بیرون شبیخون زدست

نفس ابر و معنی چو باران درو — سخنهای روشن تراز جان درو

نفس کان نه از محملِ دل بود — بخاریست افسرده کز گل بود

سخن در عیانِ نفسهای سرد — چو شمعیست همخانهٔ باد گرد

کسی تا کی از راه فرزانگی — کند زیست با دشمنِ خانگی

بده ساقی آن دشمنِ خانه سوز — می آشنا سوزِ بیگانه سوز

که بی می دو غم داد عمرم بباد — غمِ خانه و دشمنِ خانه زاد

الهی ببادِ چمن زادِ صبح — که شب خفتگان را دهد باد صبح

به بیداری شبنم و خوابِ گل — به آمیزشِ آتش و آب[2] گل

بمنقارِ بلبل کش آید صفیر — ز هر پرده بیرون چو آب از مطیر

بمضرابِ مطرب که از خارِ چنگ — گلِ تر دمانید[3] از تارِ چنگ

---

[1] آ: وار، م: دار   [2] آ: آب و گل   [3] آ: دمانید، م: دماید،

سخن گرچه از هر چه برتر بود — خموشی ز شکوهِ سخنور بود
بیا ساقی! ای گلشنِ رازِ دل — که بادِ نفس گشت غمّازِ دل
ز پیمانه ام مُهر نه بر دهن — که ناید برون نکهتِ این چمن
ز بیمِ رهِ بال فرسای من — چو منزل گره شد سراپای من
کسی را که منزل بود سنگِ راه — چه آگاهی از قطعِ فرسنگِ راه
گرم نامدی دامنِ دل بچنگ — بماندی سرم سبزه وش زیرِ سنگ
مرا این گلین اسب جادو فریب — به از کاغذین بالِ بازو فریب
نه تنها گلین اسبِ طفلانست دل — که شد بر خورشید جولانست دل
تذروِ چمن زارِ بینش دلست — جگر گوشهٔ آفرینش دلست
دلست آنکه فیضش در آهن سرشت — که آهن شد آئینهٔ خوب و زشت
یکی طرفه گل چشمِ هر مجلسی — درو آسمان دستهٔ نرگسی
نگهبانِ گنجِ الٰهیست دل — سلیمانِ اورنگِ شاهیست دل
ازین دل مرادِ آن مقدس دلست — که عرشش کهن پردهٔ محملست
دلی ساز و برگِ الٰهی درو — بجز آرزو هر چه خواهی درو
(۲۳۱۱) دلی عرش پروازِ شاهِ رسل — که شد برزخِ جامعِ جزو و کل
کسی را درو جز خدا راه نیست — دران آسمان جز خدا ماه نیست
گرانمایه دُرجی لبالب ز دُر — تهی گشته از غیر و از دوست پُر
بصدق و بعدل و بحلم و بجود — برآراست ارکانِ قصرِ وجود
وزان دل قلم نقطهٔ نقش بست — که آن نقطه شد مصدرِ هر چه هست
وزین نقطه اندیشه سر در گم است — که هر ذرّه یک قطره صد قلزم است

۱ ن: سری ۲ ن: است ۳ ن: بای ۴ ن: دل

چه شیشه سهی سرو باغ[1] بهشت | تذروی مرصع ز باغ[2] بهشت
شراب گل و سبزه پیرایه اش | سحاب چمن خفته در سایه اش
بده ساقی آن می که دل جام اوست | لب تشنه پروانهٔ نام اوست
شرابی که از دل برد بد هوس | فروغش کند شعلهٔ جاروب خس
هما سایه در نور آن گم کند | چو شپّر که روز آشیان گم کند
دل از غم لب از تو به زنگار بست | خمارم برخ رنگ هستی شکست
رخی را که رنگش چو مه شد دو نیم | باعجاز می وصل کن ای کریم
بیا ساقی! آن ابر گوهر فروش | بسیلاب ساغر ده این عقل و هوش
بموج قدح شانه کن موی غم | خس موج کن چین ابروی غم
ز تاریکی شیشه روزم شبست | شب از عکس روزم سیه کوکبست
برافروز از نور می سینه ام | چو فانوس کن دلق پشمینه ام
بیا ساقی آن گوهر شب چراغ | که در شب چراغست و در روز باغ
بده تا چمن را چراغان کنم | شب تیره را باغ[3] زاغان کنم
بده ساقی آن خون افراسیاب | که کیخسرو دل شد از غم کباب
کسی کش پدر[4] کشتگی* با غمست | اگر خون غم را بنوشد[5] کمست
(۱۲۵ ا) بیا ساقی آن مست هشیار دل | چو نرگس گران خواب و بیدار دل
شب است و صراحی ز غلغل خموش | گل از خنده و ز ناله بلبل خموش
می نغمه در جام منقار کن | شکرخندهٔ خفته بیدار کن
که ای خنده و ناله شبها تار | دو صبحند بر مست و بر هوشیار

---

۱ آ: پر ۲ آ: زاغ، تصحیح از روی مآ، ۳ از روی مآ آ: زاغ،
۴ آ، مآ: پدر کشتگی، ۵ مآ: بنوشد،

بآن باده کز شعله چابک تراست ز نامش زبان پنبه و آذرست
چو نامش ستایم ز بیم گزند بلب خاک پاشم بجای سپند
که طفلان چو بر دست اخگر نهند بکف خاک و بر خاک آذر نهند
(۱۲۴ ا) بآن نغمه کز لب چو تازد بگوش چو مرغان بسمل کند عقل و هوش
بچاک گریبان تا بُرده دست که چون شیشه بی سنگ بر خود شکست
که تقصیر مستان بساقی به بخش به ته جرعهٔ جام باقی به بخش
لبم[1] را که چون باغ بی شبنمست دل بی غم و داغ و بی مرهمست
بپابوس میراث کوثر فرست بگلگشت آن دست و ساغر فرست
کف دست گاه یداللهیش پرستنده از ماه تا ماهیش
سبیل کفش آب صد سلسبیل خس روی آبش کف[2] جبرئیل
گهر گر به بحر و بچرخ اختر است سپند کف ساقی کوثر است
کفی پنجهٔ رایت کردگار بران پنجه انّا فتحنا نگار
ز شرمش چو عکس مه نو در آب شود مرتعش پنجهٔ آفتاب
چه دستی که کونین سر دست اوست لب خار و گل چشم بر دست اوست
لب خشک نوعی که مخمور باد چو ساغر بآن دست مخشور باد
بیا ساقی آن جانشین کسی که ماه نو آمد ز راهش بسی
به بین دست تو نایب دست کیست؟ چنین دست در آستین بهر چیست؟
بر آر ای سلیمان ساغر نگین کفی چون گل از غنچهٔ آستین
(۱۲۴ ب) بآن کف بساغر درودی فرست ز پیشانی دل سجودی فرست
تبسم گه شیشه را باز کن شکر خندهٔ صبح گو ناز کن

---

۱ در آ نقاط شک دارد ۲ در حاشیه آ (نسخهٔ دیگر) : پر

خروشِ نفس از خراشِ دلست
که بر مرغ بسمل نوا بسمل است

بمنقارِ خونی چو کحل البصر
کشم ناله در دیده شب تا سحر

بکنج قفس بهر دفع گزند
سرِ خود بر آتش نهم چون سپند

زگل دست و دستارِ دهقان نگار
مرا خار در چشم و گل در کنار

بده ساقی آن توتیای نظر
که چون چشم بختم گدای نظر

برین چشم دیرینه مخمورِ می
نگاهی کرامت کن از نورِ می

(۲۶ ا) فشرد آنچنان غم سراپای من
که گشت استخوان خون در اعضای من

زغم بس که در دل شکستم سنان
شدم پیکرِ آهنین استخوان

بدیوار رویم چنان یار شد
که مژگان من کاهِ دیوار شد

سر از غم چنان گشت زانو نشین
که زانو نگین دان شد و سر نگین

نگین با نگین دان چنان در سرشت
که نقشِ نگین شد خطِ سرنوشت

زبس بارِ غم قامتم شد کمان
عصا در کفم چلّه شد بی گمان

کمانی که مورش ببازو کشد
چو پای ملخ سوی هر کو کشد

شبی خوش نیامد ببالین سرم
که ماری نزد حلقه بر بسترم

من از بیم جان در جگر کاستن
نه یارای رفتن نه برخاستن

همه شب با فسونگری تا سحر
نفس بایدم زد ز راهِ جگر

مرا دل ز بیداریِ شب دو نیم
ز من مار را خواب بی ترس و بیم

مگر بسترم دخمهٔ کافر است
که ماریش همخوابهٔ بستر است

ولی من ز کافر سبق برده ام
که در زندگی کافرِ مرده ام

بیا ساقی آن جرأت افزای دل
بشو زنگِ دهشت ز سیمای دل

به می که در چشم شب زنده دار
جهان تیره تر شد ز سوراخِ مار

صراحی بساقی و صهبا قسم | بفرقِ دل و خاکِ آن پا قسم

که گر بگسلی دستم از دامنت | کند خونِ من دست در گردنت

گلی باده در غنچهٔ شیشه چند | ازین گل تهی باغ اندیشه چند

بران گل بصد دیده باید گریست | که در ماتمِ خنده بایدش زیست

بیا ساقی ای نوبهارِ هوس | کفت در چمنها گل پیش رس

ازان گل که در شانِ حُسن آیتیست | جنون در سرم تشنهٔ نکهتیست

بهار آمد و دشت و گلشن شگفت | دمیدن دمید و شگفتن شگفت

گلی تخم نارسته در رگِ گل نماند | زمین را گره در رگِ دل نماند

مگر تخم همت که در رگِ گل فسرد | که زر داد و در خاک و در خاک مرد

بیا ساقی ای ابرِ نیسانِ جود | برین تخم و گل ریز بارانِ جود

برویان باعجازِ پیغمبری | گلِ جعفری از زرِ جعفری

(۱۲۵ب) یکی مرغِ بیمارِ نازک دلم | به تحریکِ بادِ چمن بسملم

بفضلِ گُل آن جادوِ چشم بند | رسانیده از چشم بندم گزند

چنان در دم از مردمک برده هوش | که نشناسم از هم گل و گلفروش

بروزم زگشتِ چمن بی نصیب | چو کوران شده در وطنها غریب

بود شبنم آغشته بادِ سحر | بچشمم[۱۵] نمک پاش لختِ جگر

زچشمِ ترم تا دلِ دردناک | نظر لخت لخت و نفس چاک چاک

ز دردم بچشمانِ نادیده خواب | شود سرمه چون مُو در آتش کباب

بود پیکرم چون قفس چاک چاک | بهر چاک صد نالهٔ دردناک

نهی گوش گر بر شگافِ قفس | خراشیده آید بگوشت نفس

۱۵ بچشم ؟

بی سینه از کینه صافی کنم
بدی را به نیکی تلافی کنم

بده ساقی آن آب آتش منش
که بر آب و آتش کند سرزنش

که بی باده (آن مایهٔ صلح و جنگ)
دل از جنگ با صلحم آمد به تنگ

مغنی دلم تشنهٔ سازِ تست
که آب خضر دُردِ آوازِ تست

شرابی که دُردش فزاید حیات
خوش آن دل که بر صافش آرد برات

مغنی سر از خوابِ مستی برآر
بناخن رگِ خفتگان را بخار

فروکن بهر دل سرِ ناخنی
چو دهقان بگل در نشان گلبنی

چه[1] گلبن؟ گلش مستی بی خمار
چه[1] گل؟ خارِ او نغمهٔ آبدار

مغنی صبوحیست بیدار شو
فروزندهٔ ناخن و تار شو

بمی تارِ طنبور را آب ده
غبارم بسیلابِ مضراب ده

(۲۷ب) کزین تنگنا رخت بالا برم
درین سیل راهی بدریا برم

مغنی یکی زخمه بر تار زن
بچشمی که خوابش برد خار زن

بمضراب تر کن رگِ خشک ساز
چو مژگانِ عارف ز اشکِ نیاز

مغنی شبم تیره از خوابِ تست
کلیدِ درِ صبح مضرابِ تست

برین چشمِ ناخفته هر اختری
نماید چو قفلِ درِ خیبری

باعجازِ انگشتِ خیبرگشا
سرِ شب چو قفلی ازین در گشا

مغنی ز پیشینیان یاد کن
بیک پیشرو روحِ شان[2] شاد کن

در افگن ز هر شعبهٔ تازهٔ
بهر گوشهٔ محشر آوازهٔ

مغنی ست جبریل و وحیش سرود
که در شانِ صاحب دل آمد فرود

گرت گوشِ دل محرمِ رازِ اوست
دواند چو می ریشه در مغز و پوست

---

[1] تا: چه، آ: چه وچه هردو نوشته، این طور: چه [2] آ: شان

(۲۰۶ اب) شنیدم که ابرِ کرم بهر زیست — چهل سال بر خاکِ آدم گریست
ولی بر منِ آن ابرِ دریا نورد — چهل سال بارید بارانِ درد
بده ساقی آن ارغوانی نبید — که دورِ جوانی بپایان رسید
چمن مایهٔ طبعِ جوان پیر شد — می لاله گون در قدح شیر شد
خزان در چمن طبلِ بیداد زد — سلیمانِ گل خیمه بر باد زد
ز غم خاک بر سر کن ای باغبان — که شد باعثِ ترکِ تازی خزان
چو خرمن گهِ سفله عریان زمین — نه مرغ از وی آسوده نی خوشه‌چین
بیا ساقی از عمر چیزی نماند — وزان گنج بر کف پشیزی نماند
بگردان از و عمرِ بگذشته را — چو شاهِ نجف روزِ شب گشته را
بیا ساقی آن بدرِ ناکاسته — که خورشید از و چون سُها کاسته
بمن ده که اندر لگدکوبِ دَرد — سراپا ملالم[1] چو دشتِ نبرد
سپهر ابلس است این صف آراستن — ز دلها ز بی‌کینه کین خواستن
حذر کن که این آهِ آماده جنگ — بر آئینه زنگ است و بر سینه سنگ
حریفِ تو چون من نحیفی بس است — که ضحّاک[2] و جمشید آتش خس است
چو مرد آزمائی کند دردِ من — چه بیژن چه بهمن هم آوردِ من
(۲۰۷ ا) بر آرم بیک قطرهٔ اشک[3] سیل — دمار از عیارت چو فرعون و نیل
مرا خود شکیبائی از جنگ نیست — که خون ریختن تیغ را ننگ نیست
ترا صرفهٔ جنگ با من کم است — که زخمِ ترا تیغِ من مرهم است
بیا تا بر آریم خفتانِ جنگ — بپوشیم دلقِ می رنگ رنگ
جبینهای آغشته در خاک و خون — بشوئیم از بادهٔ لاله گون

---

۱ ا: هلالم، تصحیح قیاسی ست،
۲ تصحیح قیاسی، آ: ضحاک جمشید و آتش ۳ ر: آب،

(۱۲۸ ب) خودی خضر سرچشمهٔ بیخودیست   بده می که مرگ خودی بیخودیست

مغنی بیا ای جهان نو ز تو   غم آباد دل بزم خسرو ز تو

نکیسا صفت نغمه پرداز شو   بناهید کلکم هم آواز شو

بر آمیز در پردهٔ زیر و بم   صریر قلم با صفیر قلم

که بلبل نوائی کنم تا ابد   ببزمی که خسرو سزد بار بد

بیا ساقی آن ماه گلگون نقاب   درخشنده تر در شفق ز آفتاب

شرابی که خون در بدن گل کند   بتن مو چو منقار بلبل کند

بمن ده که مستانه با صد زبان   شوم نغمه پرداز این بوستان

بحمد الله این خامهٔ نقشبند   یکی نقش فرخنده زد بر پرند

که مو از سر کلک شاپور رست   ز لوح نظر نقش شیرین نشست

نگاری که یوسف خریدار اوست   زلیخا کهن زال بازار اوست

تنش چون گل و پیرهن بوی اوست   نسیم چمن مرحبا گوی اوست

ز بس پیرهن صاف و نازک بدن   نظر بر تن افتد نه بر پیرهن

چو هندوی زلفش کند عزم خواب   نهد پای در دامن آفتاب

نگنجد خیالش در آغوش کس   که آتش نگنجد در آغوش خس

(۱۲۹ الف) خدایا تو این بکر بی عیب را   که آئینه شد صورت غیب را

ز حسن قبولش حسد دور دار   ز نیک اختران چشم بد دور دار

ختن مایه مشک جگر بیختم   بگلگون گلاب دل آمیختم

بدانسان که باران اردی بهشت   بیک اربعین خاک آدم سرشت

چهل شب سر خامه در خون نشست   که این نقش بر پرنیان نقش بست

---

[۱] ازین چار بیت در ت محذوف و در آ بر حاشیه افزوده است

ورت سنگ شد پنبهٔ هوش گوش ‎ خورد[۱] نغمه چون شیشه بر سنگ گوش

دران دم که مطرب شود نغمه زن ‎ سراپا چونی گوش باید شدن

بود چشم آیینهٔ گوش و هوش ‎ به پوشیدن چشم بگشای گوش

چو پوشی نظر نغمه عریان شود ‎ چو اختر که در شب فروزان شود

مغنی بیا کانتظارم بکشت ‎ خمار می نغمه زارم بکشت

(۱۲۸ ا) فگن سایهٔ نغمه در گوش من ‎ که در سر برقص آورد هوش من

بیا ساقی آهنگ اعجاز کن ‎ بناخن رگ شیشه را باز کن

که ناخن گر از خون او تر[۲] شود ‎ چو منقار طوطی سخنور شود

بیا ساقی آن چشمه سار کرم ‎ دم خضرم ده تو از جام جم

بجام می تازه کن کام من ‎ که موجش زند سکه بر نام من

منم نوعی آن خضر جمشید بخت ‎ که دارم ز لوح و قلم تاج و تخت

خرد[۳] نوجوان بخت جمشیدیم ‎ سخن بی کران عمر جاویدیم*

خرد تاج و دل درة التاج من ‎ سخن تخت و معنیست معراج من

قلم در کفم چون عصای کلیم ‎ کلید طلسمات امید و بیم

بهر در گذشتم بروی گشاد ‎ بسان در موج بر روی باد

نماند این کلید ولایت ستان ‎ در بسته در زیر هفت آسمان

مغنی گر از غم دهد دو دریم ‎ چو خسرو نوازد لب شاپوریم

بر آرم به نیرنگ دستان دل ‎ یکی لعبت از لعبتان چگل

که از غیرتش لعبت خاوری ‎ کند چهره و جامه نیلوفری

بیا ساقی از خود رهائیم ده ‎ شکیبائی از خود ستائیم ده

---

۱ تر: چوزد ۲ تا: تر، آ: پ ۳ در تا حذف کرده

برین گل که در موسمِ دی شگفت — ز بادِ نی و شبنمِ می شگفت

به گلبانگِ تحسین نوایی بزن — به بلبل نوایانِ صلایی بزن

که از سدره ناهیدِ بلبل سرود — بدهقانِ این گل فرستد درود

بیا ساقی [آن] داورِ داد رس — چو مرهم بهر زخم فریاد رس

که طبعِ شرابِ سخن گشت مست — ز بد مستیم شیشه بر لب شکست

خراشی که از سینه بر لب رسد — هم از قبهٔ سینه مرهم سزد

لبم کآتش افروزِ پیمانه شد — ز بتخاله[1] تسبیح صد دانه شد

که در سلکِ این سبحهٔ نا شمار — کشم از دعا گوهرِ بی شمار

(۱۱۳۰) الهی! بمستانِ صهبای فیض — نهنگ آشنایانِ دریای فیض

بشادابیِ جامِ گوهر نثار — که شبنم نگارهٔ گلست و بهار

بآزادیِ دستِ ساغر بدست — که هرگز درِ فیض بر کس نه بست

بسر گرمیِ پای میخانه سیر — ز سودای آن گنجِ ویرانه سیر

برخسارهٔ زردِ اربابِ درد — که چون آفتابست در زیرِ گرد

بشب زنده دارانِ ناموسِ دل — که بر عرش بستند فانوسِ دل

کزین دیرِ دلگیرِ نا دلگشای — بمیخانهٔ وحدتم ره نمای

بجسم ز شورابهٔ آب و گل — که در هم بر آمیخت با خونِ دل

ز تلخیِ آن زهر کم بر تن است — چو بادیست کز زهر[2] آبستن است

ز لب طعمِ زهرِ هلاهل بشوی — پر و بالِ این مرغِ بسمل بشوی

جگر خشکِ شورابهٔ کشورتم — نفس تر کن از بادهٔ وحدتم

به آن آبِ پاک ای خداوندِ پاک — بشو دامنِ دلقم از حیضِ تاک

---

[1] آ: بتخانه، تا: بتخاله [2] تا: زهره،

بهر سحر معجز بر آمیختم | گزینسان نگاری بر انگیختم *
ولی حیف ازین لعبتِ حور زاد | که چون عطرِ گل[2] زاد بر شد بباد
دلِ[1] دیر و طبعِ* چمن داغ شد | که تاریخ این بادهٔ باغ شد
چو شمعِ مزارِ غریبان فسرد | سیه بخت زاد و سیه بخت مرد
نشد تهمت آلوده اش مغز و پوست | نه نفرینِ دشمن * نه تحسینِ دوست
گل و باده گرید بران نوعروس | که کابینِ او شد دریغ و فسوس
حریفانِ این بزم بی ساز و برگ | چو اصحابِ کهفند در خوابِ مرگ
کفِ دستها بر زنخ بسته اند | ز افسردگی جمله یخ بسته اند
چو صورت لبِ دخل و تحسین خموش | شنیدن بلبها و تحسین بگوش
به تحسین لب از گوش افگنده تر | ز پستانِ بی شیر شرمنده تر
درِ گوشِ شان در سخن نیم باز | چو باغِ لئیمان بر اهلِ نیاز
لبِ دخل چون زخمِ خونین جواب | تبسم به لب چون نمک در شراب
دل از سختی سینه چون سم گره | بر ابرویشان چین چو در دُم گره
(۲۹ ب) ز حدِ رسائی نه یارای دخل | که دستِ بریده است کوته ز نخل
ز شرم و حسد آستین بر جبین | ز دندان همه سنگ در آستین
چو از کینِ من لب بدندان گزند | همی سنگ بر شیشهٔ خود زنند
خدایا ازین قومِ نا اهل دل | که بوذر[3] زبانند و بوجهل دل
مصون دار این تازه ابیات را | که شرح اند انجیل و تورٰیت را
دلِ صاف را بادهٔ صاف ده | دلِ تیره را نورِ انصاف ده
مغنّی درین برگ ریزِ سخن | توئی مرغِ طبل تمیز سخن

۱ه تا: دلی دیر طبع ۲ه کذا در تا و آ — [illegible]؟ ۳ه تا آ: بوزر

نه پیچد قدر سر ز فرمان تو | نباشد فلک مرد میدان تو

بدوزی تو از تیر چشم زره | کشاید سنانت ز دلها گره

عدو[1] تیغ خو کرده پشت سپر | دهم توشهٔ آب دل را جگر*

سمند تو کافلاک پیما بود | بری نام هر جا هما نجا بود

سپهرت زمین و کواکب سپاه | مسلّم بود بر تو دیهیم و گاه

کمین بنده ات بادشاهی گرفت | شکوهت ز مه تا بماهی گرفت

ولی نعمت مرغ و ماهی توئی | سزاوار اورنگ شاهی توئی

(۱۲۳۵) گدای زمان تو قارون بود | بعهد تو مفلس کسی چون بود

بروی تو گرمست پشت ظفر | بود وصفت از حدّ امکان بدر

چو حقّ مدیح تو ناید ز من | روم بر دعا ختم سازم سخن

جهان را بغیر از تو داور مباد! | بدست عدوی تو ساغر مباد!

مبیناد چشم تو روی گزند! | ببزم تو خورشید بادا سپند!

الا تا بود آتش و خاک و باد | فلک گوی میدان قدر تو باد!

دمی ساقیا ساغر از کف منه | ز احوال دردی کشان شرح ده

بهر جا که باشد خریدار کس | گل[2] ما نباشد کم از خار* کس

کسی درد ما را نداند علاج | بخاشاکها میدهد شعله باج

غم درد گویم بود ماحصر | سزد بادهٔ من ز خون جگر

اگر باده از بهر رفع غم است | صراحی چه باشد که خم هم کم است

بدشمن کس ار دوست باشد منم | بود دشمن جان خود دشمنم

همین بس گلی را که خار منست | بود یار خود هر که یار منست

[1] مشکوک در آ، در ب 'بوسه' بجای توشه ' [2] آ: گل ما نباشد کم از خاک (تصحیح قیاسی است)

چو اعرابی گویم و آب شور | که دریوزه دارم شراب طهور
صدف وارم آغوش بر ابر باز | چو آغوشِ خمیازه بر می فراز
لبم را بیک قطره شرمنده کن | بیک جرعه خمیازه ام خنده کن

ذکر
مولانا غیاثای منصف

خردمندی منصف و نکته سنجی بی تکلف است، اشعار او هموار و کم استعاره واقع شده، شعر را خوب می فهمیده، تمیز را از روی انصاف می کرده است، چنانچه اگر کسی دخل حسابی در شعر او می نمود فی الحال قبول می کرد و کج بحثی بر خود لازم نمی ساخت، گویا ازان ره گذر است که تخلّص خود منصف قرار داده، نام او غیاث الدین علی است ولیکن در هند بغیاثا اشتهار یافته است، مولدش از اصفهان است و در صغر سن از وطن بشیراز رفته و دران شهر بسن رشد و تمیز رسید و پارهٔ کسب فضیلت کرد و طبیعت را از صیقل صحبتِ خوش طبعان شیراز بمرتبهٔ موزونیت رسانیده، و در سن بیست و سه از ایران بهندوستان آمده خود را بشرفِ خدمت خان نکته دان میرزا جعفر آصف خان مشرف گردانید و آن خان جم نشان در تربیتِ او کوشید تا بتوجه او در هند نشو و نما یافت، بعد از مدّتی مدید از مخدوم خود مرخص شده بدکن رفت، ملازمت نواب نامداری میرزا رستم قندهاری اختیار کرد و میرزای مذکور در رعایتِ خاطر منصف کمال مهربانی بجای آورده و وکالتِ سرکار خود باو مقرر فرمود، چندی در خدمتِ آن سلالهٔ دودمان (۱۳۱) رسالت و ولایت بآن امر مشغول بود تا آنکه زیاده طلبی کار برو دشوار

مکن ریش زخم نمک سود را — مغنّی بعادت بزن عود را

گر از می ترا هست جانی بتن — ز قانون مستی ست قانون زدن

مغنّی ز یک نغمهٔ ارغنون — برون کن ز دل فکر دنیای دون

(۲۴۳ب) اگر شوقکی هست در انجمن — نباشد کم از دف زدن کف زدن

مغنّی ز عشّاق رنجش چراست — اگر می نوازی نوا را بجاست

مغنّی ز طنبور شو پرده در — برای خدا پردهٔ ما بدر

اگر ضرب و نطقت بود ای فضول — چو رقصند مستان نگهدار اصول

اگر مست باشی اگر هوشیار — باهنگ مستان اصولی بیار

مغنّی ز غیچک دلی ساز شاد — که ساز تو بی کوک هرگز مباد

گر از نغمه گوشت شنیده است بوی — چو سازی نوازند حرفی بگوی

مغنّی بکوری ایمان من — که از کفر دستی بناقوس زن

بمی صرف شد روزگاری مرا — بقول و عمل نیست کاری مرا

مغنّی صلای بدستان بزن — دمی همره می پرستان بزن

چه حظ یارب از حسن دارد گلی — که نبود بگلزار[1] او بلبلی

نه تنها گل باده را بلبلم — که از فیض می غیرت صد گلم

بیا ساقیا وعده تا کی بود — می ده که نقلش هم از وی بود

عبث راه پرخوف عقبی مپوی — چو مشرب نداری ز مذهب مگوی

دلا تا بمیخانه یک گام کن — سراغ می دوزخ آشام کن

(۲۴۴الف) شوی تا که از خلد هم بی نیاز — عبیر کفن خاک میخانه ساز

چه میخانه؛ خلدی پر از آفتاب — که شب را در و کس ندیده بخواب

[1] آ، بگلزار

کسی را که دیدم دگر دوستم | ز رنجم اگر برکند پوستم
بر هر که بینا بود روشن است | که انکار من نفی خود کردن است
(۳۵ب) یکی گشته در پیش من بود و باخت | بمن هر که شد خصم کاری نساخت
زبانم بخواهش نگردیده است | لبم عرض حاجت نفهمیده است
بهر سایلی خان و مان را دهم | بدشمن توانم که جان را دهم
ازین بی نیازی هویدا بود | که حاتم گدای درِ ما بود
سزاوارِ افسر نباشد سرم | اگر سر بگردون فرود آورم
فلک روز و شب در شکستِ منست | نداند که مرگش بدستِ منست
بدانش فلاطونِ عصر خودم | بشعر ارچه اعجاز باشد بدم
که چون من گلی از حسب دیده است | ز بلبل نسب کس نپرسیده است
کنم بندگی زانکه آزاده ام | خرد عقل آموز از باده ام
بمستی ز بس هوشم افزون بود | دلِ باده از دستِ من خون بود
شده[1] است از زرِ داغ قارون تنم | بدینسان منم تا[1] که من منم*
ز رحمت دلم گرچه نومید نیست | مرا خود امیدی بامید نیست
نماندست همت بشاه و گدا | کرم کیمیا گشته در عهدِ ما
خرد گرچه باشد پرستارِ من | بجان می خرد دهر آزارِ من
(۱۳۶ا) ازان دم که من در جهان می زیم | ازین آتش و من سپند ویم
چنانم درین دیرِ پر درد و غم | که در دستِ اعمی بود جامِ جم
کشد آتشِ ما زبونی ز دود | مگر کوکب ما ندارد صعود
کسی در جهانِ پر افسوس نیست | که در گنبدِ چرخ محبوس نیست

---

[1] این بیت در آ مشکوک است و در مصرعهٔ ثانیه 'تا که من میم' نوشته تصحیح قیاسی ست' ا: که من میم'

چو هستند در کار خود جمله مات — بجویی مراد خود از ممکنات

بممکن بود پای هستی ستم — وجود آن بود کو ندارد عدم

باین مایه هستی مزن گر حکیم — چو نادان ندارد جهان را قدیم

بزندان گیتی نسازی مقر — که این خانه را نیست راهی بدر

درین باغ تعمیر بیجا مکن — بزور نفس غنچه را وا مکن

بباغی که آتش زخون دلست — چه حظ باشد آن را که پا در گلست

برون رو تو چون باد ازین خاکدان — چو آتش مخور آب ازین گلستان

مشو سبزه وش فرش در این چمن — چو گل بر سر خاک منما وطن

کنی همچو نادان بخود دشمنی — اگر کار امروز فردا کنی

مخور غم که فردا کسی زنده نیست — منه دل بچیزی که پاینده نیست

چو در خاکدان مصیبت نهاد — که کس را درو زندگانی مباد

بهر گوشه اش مرده خفته است — زشادی بر و بوم او رفته است

بیا تا کنیم از می خوشگوار — زمین را بهشتی زمان را بهار

(۲۳۲ب) ازان می که نامش کنی چون بیان — سخن مست آید برون از دهان

ازان[1] می که تا روی او دیده ام — نگه بیخود افتاده در دیده ام

بده[2] ساقی آن زیور نو بهار — سحاب صراحی ببارش در آر

ازان می که آتش بود آب رو — بود نور خورشید مهتاب او

جهان تا بود باغ ما خرم است — شب جمعه[3] در هفته[4] تا کم است

مرا خود غم این جهان هیچ نیست — برمن هم این و هم آن هیچ نیست

تو هم قید هستی زخود دور کن — چو زور آورد سختی زور کن

---

[1] بر حاشیه نوشته است: این بیت را با مولانا مرشد توارد زده است که به بینید ص۲۱۴ س۲۴. [2] ن: بیا [3] ن: هفته [4] در جمعه

شود آب سرچشمه اش چون شراب
بود خاک او نیز لعل مذاب

در انجا تجمّل تجمّل بود
اگر گل بآنجا رسد گل بود

در ان قبله جا بر کسی تنگ نیست
بهم کفر و اسلام را جنگ نیست

نباشد بهر جا که باشد شراب
نه امّید عفو و نه بیم عذاب

بیا ساقی آن راحت روح را
بطوفان غم کشتی نوح را

بده تا کنم پست افلاک را
رسانم بگردون سر خاک را

چه حاجت بتعریف دیگر بود
می را که ساقیش حیدر بود

چو فردای محشر توئی عذرخواه
کم از حظّ طاعت نباشد گناه

جهان خود ز روی تو شرمنده است
ندانم فلک بی تو چون زنده است

فلک برگ سبزی ز بستان او
جهان مشت خاکی ز میدان او

چه شادی که در بزمش آماده نیست
سفالی درو خالی از باده نیست

بود خاک او آبروی جهان
تن خاک را جسم او داد جان

نیارد دگر کس بخورشید رو
نگردد اگر چرخ برگرد او

(۱۳۴ ب) بجرم از و بس که احسان شده
شفاعت پرستار عصیان شده

ندارم چو دارم ترا ای کریم
نه امّید خلد و نه بیم جحیم

فلک چون بجوید بجاهش پناه
که خاک ره اوست عباس شاه

سلیمان شکوهی، فریدون فری،
محمّد نژادی، علی گوهری

عجب گر نگردد که در مدح شاه
نتد لفظ از بار معنی دوتاه

شراب ترا نیست رنج خمار
بود روزگارت سراسر بهار

همی غم بعهد تو غمگین بود
جهان بی تو چون کفر بی دین بود

بنزد تو یکسان بود بزم و رزم
قضا بی تو عزمی نکرده است جزم

کرده و راه سفر در پیشِ او نهاد، از صاحب خود جدا گردیده بگل کنده رفت و در انجا پارهٔ
ماند فاما نقش بمدعای او ننشست، جم جاه انجم سپاه محمد قلی قطب شاه مطابق مطلب او بحالِ
او نپرداخت، آن منصف بانصاف دانست که بد کرده که از خدمتِ میرزا رستم
مفارقت گزیده، دیگر بار برهانپور به بندگی میرزا [ی] مذکور عود نمود باز آن دُرِّ صدف
شرفِ نبوی در مراعاتِ خاطرِ او کوشیده او را در بندگی خود نگاه داشت،

بر رای انور ارباب هنر پوشیده نماند که عزیزی از دوستان و یک جهتان غیاثا باین
ضعیف برخورد و نقل کرد که در سنه تسع عشر و الف در دکن منصف بیمار شد و من بر بالین
او بودم دران ایام اشعار خود فراهم آورد همگی از قصیده و غزل وغیره پنج هزار و دویست
بیت شد، دیوان ترتیب داد و بعزیزی از دوستان یکجهت خود سپرد و وصیت کرد که این
مجموعه مرا بایران برسان، دو روز بعد ازین وصیت از جهانِ فنا بدار الملکِ بقا ارتحال نمود،
[1] [وصیت نامهٔ آن منصفِ زمانه بخطِ[2] خودش* بنظر این ضعیف در آمد، بدین[3] عبارت مرقومِ[4]
قلمِ مشکین رقم گردانیده بود* که حیران این کارخانه هیچ ندانست بچه مصلحت آمد و رفت،
غیاثا باری باحتمالِ اینکه شاید تجردِ نفس باعثِ کمی خست[5] و عصیان گردد مرگ را معشوقی از
خدا مسئلت نمود، نهایت دید، درین کارخانه خود را بیکار دیدن و بچشم اعتبار در دنیا دید[6]*
الهی هیچکس را با[7] خلق کار نباشد، در جنبِ عنایتِ خالق معصیت بسیار را سهل انگاشتن
آسانست، خدا کریم است، این عاصی را وصیتِ آن که بسر راه تیموری[8] مکانِ
تدفین بجهت او تعیین نمایند و اسپ ابلقِ آقا جعفر را که بسیار خوش قدم است باو باز
پس دهند، و دیوان و وارداتِ این بنده را به نظر بیگ سپارند، شاید بولایت رساند،

[1] این عبارت را در آ بخطِ غیر کاتب اصل بر حاشیه افزوده اند اما در ت شامل متن است، [2] در ت ندارد، [3] ت: بخط خویش باین [4] ت: بی کم و بیش مرقوم ساخته بود [5] ت: جست [6] آ: نادیدنست [7] منقول از ت، در آ از حاشیه ساقط شده [8] ت: تیموری، ر ک به حواشی

ازان می که سرمایهٔ خرّمی است
یکی از بدیهای او بخیلی است

زمانِ گل از دستِ ما می رود
ندانم که ساقی کجا می رود

چه ساقی که می مستِ دیدارِ اوست
خرد همچو مستان پرستارِ اوست

ندارد سرِ باده سرمستِ او
بود باده خونین دل از دستِ او

نیارد برِ او شدن باده فاش
اگر ساقی اینست می گو مباش

دلم را هوای شرابی بود
که هر قطره زو آفتابی بود

کجائی تو ای ساقیِ گلعذار
که هستی گلستان ما را بهار

ازان آب کآتش بادِ داد باج
بده تا کنم تشنگی را علاج

می نشّه اش مایهٔ دردِ عشق
هوس گردد از دیدنش مردِ عشق

(۱۳۲۳) شرابی کزو بخل همّت شود
عداوت بیادش محبّت شود

بیا ساقیا فکرِ نوروز کن
شبِ عیدِ ما را بهی روز کن

ازان می که رستم کند زال را
کند عیدِ سر تا سری سال را

بده ساقی آن بادهٔ شعله خو
که بتوان بدوزخ شدن بهرِ او

شود تا بکی آبِ دریا و جوی
بیک جرعه گردِ تعیّن بشوی

ازان می که بینا کند کور را
کند خون دل آتشِ طور را

می کافتابش کند ساغری
گلِ جرعهٔ او کند کوثری

زند برق چون عکسِ خورشید ز آب
اگر ساغرِ او شود آفتاب

اگر می نباشد جهان گو مباش
وگر نغمه باشد فغان گو مباش

مغنّی کجائی بی ساز کن
بهوشِ ز خود رفته آواز کن

دمی با غمِ دهر پرخاش کن
دو عالم بیک نغمه شاباش کن

مغنّی دمی چنگ در چنگ زن
فلک گو سرِ خویش بر سنگ زن

مرا کز غلامان بود عقل کل | زمین است کنده سپهر ست غل
چه خون کین فلک در دل ما نکرد | بپامال ما سر ببالا نکرد
ازان با خوش این جهان ناخوشم | که اکسیرم و مفلسی می کشم
چو من از غنایم غنی تر بسی | مراد مرا چون بر آرد کسی؟
نصیبم شود هر نفس ماتمی | بجز مرگ چیزی اگر خواهمی
اگر منصف اینست شادی و غم | خوشا آنکه ناید برون از قدم
کنم خلق را تا به کی بندگی | بسی مرگ بهتر ازین زندگی
بد از مرگ این زندگی بیش نیست (کذا) | تو می نوش کایام بی نیش نیست
بیا ساقی آن آتش نام و ننگ | بده تا زدایم ز آئینه زنگ
مغنی تو هم لحظه گوش شو | ز نیک و بد دهر خاموش شو
(۳۶ ب) بندا یا بنوز صراحی و جام | بآن می که خصم است با ننگ نام
باشکی که باشد ز خونابه[1] دل | بخونی که ریزند باشد بحل
که شادی ما از غم خویش کن | ز عصیان ما مغفرت بیش کن
کن ذوق می از سر ما بدر | مرا همچو ساغر مکن در بدر

ذکر

مربی هنرمندان میرزا غازی ترخان[2]

جوان خوشخوی خوش روی کریمی بوده و اکثر پاس خاطر ارباب معنی می داشته و با آن

---

[1] خونناب؟
[2] به بینید تذکرهٔ احوالش در توزک جهانگیری مطبع علی گڈھ ۱۸۶۴ء ص ۱۰۶ و آیین اکبری ترجمهٔ بلاکمین ۱: ۳۶۳ و مجمع الفصحا ۱: ۶۲ و مآثر الامرا ۳: ۳۴۴

دیگر خدا بخشاید، مگر عنایتِ الهی کاری کند وگرنه[۱] کار مشکل افتادست]

ساقی نامه غیاثای منصف

دلا کهنه شد دور، نو شد خمار | بمی تازه کن چهرهٔ روزگار
(۱۳۱ ب) چو دارد زمان از جهان کینه بیش | بمی خوارگی صرف کن عمرِ خویش
جهان چیست؟ یک مشتِ خاکِ غرور | کز و دیدهٔ شادمانیست کور
زمان چیست؟ بیهوده گردی چنان | بسر آور روزِ عمر کسان
بگیتی ندیدم دماغِ تری | برغم فلک ساقیا! ساغری!
فلک چیست؟ نگونه بر سراب | که از جوی او کس نخورد است آب
فزون از دو صد ره درین دیرِ غم | اگر کعبه گردیده باشد صنم
فلک هیچ ازین سیر سیرش نیست | جوانی بسر برد، پیریش نیست
زمان اوّلِ خود ندارد بیاد | ولی در جهان مُرد هر کس که زاد
همی خاک آبِ رخ قیصر است | همی خاک آبِ رهِ حیدر است
زمان از غم ما چه پروا کند | بآنها چه کرده که با ما کند
بگشتیم سر تا بسر خاک و آب | ندیدیم جای که نبود خراب
بکشتیِ دنیا نگردی سوار | که بحرش چه موجست ناپایدار
دو روزی بقای جهان بیش نیست | زمانِ گل از گلستان بیش نیست
حبابیست گردون و بادی دروست | ترا خود گمان اینکه هستی ازوست
بقائی[۲] ترا راست ز انجم ز باد | *چراغیست خورشید در راهِ باد
(۱۳۲ الف) که[۳] جان را ز دستِ اجل برده است | مگر آنکه در زندگی مرده است

---

۱ ت: واگرنه ۲ مشکوک در آ، محذوف در ت ۳ محذوف در ت،

خورشید ذرّه پرور از (۱۲۷ ب) استماع این خبر چنان مکدّر شد که فی الفور شهباز خان را طلبید و اظهارِ آشفتگی فرمود و اعتراضی بسیار بدو نمود، چون آن مقرّب حضرت میرزای دید که پریشانیِ دماغ صاحبش از حد گذشت لاعلاج گردیده وجه آزارِ آن مرد معروض داشت، ایشان فرمودند چرا دران وقت که بدِ ما از زبانِ این بدگوی شنیدی زبانش در دم نبریدی تا دیگر بادفروشان را عبرت شود، پس آن بادفروش را به یکی از نزدیکان خود سپرد و حکم کرد که این را فردا بدیوان بیاور تا قطع زبان کنیم که دیگر مردم این قسم جرأتی ننمایند و بدزبانان متنبه شوند، القصّه آن ذم کننده را آن شخص آن شب در خانهٔ خود برد و با او کمال مهربانی بجای آورد، روزِ دیگر که خورشید خاوری جهان ظلمانی را نورانی ساخت آن بادفروش را حاضر ساختند، رنگ از رویش پریده و دست و پایش فرو مرده بود، تماشائیان از هر طرف بمانند اعدادِ نجوم از طرفین هجوم آوردند تا ملاحظه کنند که چه بر سرِ هجو کننده خواهند آورد، به یکبار دیدند که پیلی آوردند، مردم نظارگی را گمان این شد که مگر او را در تهِ پای پیل پست خواهند کرد، چون نیک ملاحظه نمودند دیدند که بر بالای (۱۲۸ ا) پیل بلند شده و شخصی در عقب او نشسته سروپای در بر او می پوشانید و یک خریطهٔ زر که دران هزار روپیه بود بکنارِ او نهاد و گفت این نقد و پیل بتو تعلّق دارد بهر جا که خواهی ببرو برو، و از عقب بادفروش خود را از فیل بر زمین گرفت، آری بزرگانِ دانشمند و سرداران همّت بلند زبانِ بدگویان را به تیغ احسان قطع می نمایند تا نامِ نیک ایشان بر سرِ صفحهٔ روزگار همیشه پایدار نماند، درین جزو زمان این قسم مروّت و همّتی از کسی سر نزده،

بر رای انورِ هنرمندان و ضمیرِ ضیا گستر خردمندان پوشیده نماند که میرزای ترخان جامع الفضایل والکمالات بوده، شعرش کم از شعرای این جزوِ زمان نیست چنانچه ازین دو سه بیت معلوم می توان کرد،

جماعت بی تکلّفانه سلوک می کرده، مروّتش بمرتبهٔ خوب وسخاوتش بحدّی مطلوب بوده که کمالِ این هر دو شیوهٔ بزرگی ازین قصّه که درین تالیف عبدالنّبی فخر الزمانی بربیاض برد اظهر من الشمس می شود

حکایت

در ایّامی که آن قدردانِ نکته سنجان حاکم باستقلال قندهار بود دران ایّام یکی از باد فروشانِ هندی بعزمِ سفرِ خراسان از هندوستان برآمده بآن جانب روانه شده بود، چون بقندهار رسید افلاس او را دامن گیر گردید چنانچه نه قدرت رفتنِ ایران و نه قوّتِ برگشتن هندوستانش ماند، چند روزی در قندهار توقف کرد که شاید به تقریبی سعادتِ ملازمتِ میرزای بلند همّت را دریابد و از کرمِ طبیعی او بهرهٔ بردارد، بمقتضی این (۱۱۲۷) حدیث حضرت ختمی پناه که "الامورُ مرهونةٌ باوقاتها" میسّرش نشد، چرا که موقوف بوقتِ دیگر بود، القصّه از استیلای اندوه و ملال خرد آن شکسته پر و بال پا از حدّ اعتدال بیرون نهاد تا چند بیت بزبانِ هندی در مذّمت میرزای ترخان گفت و از شهر قندهار بزیارت بابا حسن ابدال که برکوهی که بلدهٔ قندهار اتصال دارد رفت، دران زیارت گاه دو سه باد فروشِ دیگر باو برخوردند و نشانِ آشنائی از جانبین بیکدگر دادند تا آشنا برآمدند، و این باد فروش اشعاری که مذکور شد شروع در خواندن کرد تا همکارانش بشنوند و چشم بر عیب و هنر آن بکشایند، در حین خواندن آن مزخرفات یکی از مقربان میرزای عالی جاه که خطاب شهباز خانی یافته بود رسید، بر مآلِ حالِ آن جماعه اطلاع یافت بنوکران خود اشاره فرمود تا کتک مستوفائی[1] برآن باد فروشان زدند و خود برگشت و این راز مخفی داشت که لایق فاش نمودن نبود، فامّا آن باد فروش که لت خورده بود بر سرِ راهِ شکار گاه میرزای دانش پناه از دست خانِ مذکور بفریاد آمد و عرض نمود که مرا فلانی بی تقریب آزار داده است، خاطر شریف آن

---

[1] ن: مستوفی،

وتخلص او وقاری است و این تخلص را در قندهار از شاعری که صاحب همین تخلص بوده
بمبلغ هزار روپیه خریده و او را تسلی نموده که این تخلص را ابن دا گذار که مرا خوش آمده
است، آن شخص هم منفعت خود دانسته زر گرفته و تخلص خود را فروخته،
اکثر اعزه و اهل دانش در خدمت آن قدردان اصحاب هنر بوده اند مثل
مرشد بروجردی و ملا اسد قصه[۱] [خوان] وطالب آملی و میر[۲] نعمت الله وصلی که پسرخوانده
مرشد است وخیلی[۳] در سخنوری رتبه دارد و بیخودی کوزه و دیگر[۴] مردم ازین عالم بسیار با ایشان
بوده اند، باوجودیکه در قندهار اندک زمانی حکومت کرده فاما آثار خوب ازو بسیار مانده،
عجب چیزی ست که از نرم و درشت عالمیان هرکه از کتم عدم قدم درچنبر پروزین[۵] عالم
نهاد دست (۱۲۹ الف) قضا هنگام بیختن آنچه نرم و هموار ترست اول از روزنهای آن
می گذراند تا رفته رفته نوبت به سبوس رسد، وازین سبوس هم هرچه درشتی اش بیشتر بقای
او درین پرده زیاده تر است، بنابران میرزا غازی ترخان در سن بیست و پنج که ایام شباب
جوانی و ابتدای نوبهار زندگانی ست در قندهار در سنه عشرین[۶] والف از ساغر مرگ
مدهوش شد و چراغ عمرش خاموش گردید **بیت**

برداشت ز خاک عالمی[۷] را	در خاک نهاد روزگارش

۱ آ، آ: قصه (نیز بر صفحه ۱۹۲ ب)، اما رجوع کنید به صفحه ۲۳۳ ب، ۲ در ت ندارد
۳ ت، : ودر سخنوری خیلی رتبه ۴ مثلاً حکیم فغفور گیلانی ببینید صفحه ۱۹۲ و (و آئین اکبری ترجمه بلاکمین ص ۶۴۳)
۵ آ، : بروزین، بمعنی پرویزن، در برهان قاطع پروزان را مخفف پرویزن نوشته است ۶ هکذا اکثر آبر صفحه ۳۸۹
۱۰۲۰ه در ت، تو (ص ۱۰۳ ب) بحواله مقالات الشعرا و تذکرة الامرا (تصنیف کیول رام) و تاریخ
محمدی (تصنیف محمد بن رستم) و در سرو آزاد ص ۳۴،
جهانگیر را خبر فوتش در ۲۵ اردی بهشت (هفته دوم ماه ربیع الاول) ۱۰۲۱ه رسید (تزوک ص ۱۰۹)، قول صاحب
مآثر که میرزا در ۱۰۱۱ه مرد غالباً درست نیست، ۷ ت: عالمی، آ، تو: عالم،

ابیاتِ متفرقهٔ میرزا غازی

در عهدِ تو ما را همه با غیر خطاب است | هر پنجهٔ مژگان و گریبان عتاب است
شاخِ مژه ام سبز شد و غنچه خون کرد | این[1] ها همه از تربیتِ چشمِ پُرآب است

ولهٗ

با محرمانِ زلفِ توام سینه صاف نیست | تا قتلِ هر هم چه نسیم و چه شانه را

ولهٗ

گریه ام گر سببِ خندهٔ او شد چه عجب | ابر چون[2] گریه نماید لبِ* گلشن خندد

در نغمه شناختن و طنبور نواختن هم خیلی کار ساخته چنانچه هنگامِ طنبور نواختن همیشه مضرابِ دستِ او (۱۳۸ ب) ناخنی بر دل می زد؛ مرشد بروجردی درین دو رباعیِ مدحِ او گفته اظهارِ این معنی نموده:

رباعیاتِ مولانا مرشد

گر نغمهٔ سازت بسکون می آید | رمزیست بگویمت که چون می آید
از بس که بگردِ زخمه ات می گردد | پیچیده ز طنبور برون می آید[3]

ولهٗ

دل می سوزد ترنّمِ پُرشورت[4] | جان می بخشد نوای[5] نیشابورت
در سیم کشیِ عمر بسر برد شهاب | تاری نکشید[6] در خورِ طنبورت

دیوانِ آن بلند همّت نکته پرداز (از) قصیده و غزل وغیره یکی پنجهزار بیت است

---

[1] تصحیح از روی مَر، آ: این هم [2] مجمع الفصحا (۱: ۶۲): هر چند بگرید رخ [3] رباعی در دیوان مرشد (= مب) و آر: مثل متن [4] مَر، آ: پر سوزت، در دیوان جائی مثل متن و جائی "پرسورت"، [5] نوا مقامیست از جملهٔ دوازده مقام موسیقی و نیشاپور شعبه ایست (از موسیقی) مشهور به نیشاپورک برهان، مصرعهٔ ثانی در دیوان مثل متن [6] مب: بکشید*

گر از درد خود شمّهٔ سر کنم — نیوشنده را گوش جان کر کنم
اگر نسخهٔ سوی هامون کنم — دد و دام را دیده پرخون کنم
وگر بوی او سوی گردون شود — دگر گردش از یاد گردون رود
مگر این غم از خاطر من بمی — توان شست با نالهٔ چنگ و نی
(۱۴۰ الف) بده ساقی آن نوش داروی روح — برغم دل زاهدان در صبوح
که تا چهرهٔ خویش گلگون کنم — ز حسرت دل لاله را خون کنم
به بستان درآیم به آواز چنگ — ز روی گلستان برم آب و رنگ
هم آوای[1] مرغ بستان شوم — وز انجا سوی می پرستان شوم
درآیم بمی خانه با نای و نوش — چنان کم نماند بدل جای هوش
بپای خم افتم چنان بی خبر — که در رگ نماند ز خونم اثر
بروزش بوم بیخود و در شبش — گهی پای خم بوسم وگه لبش
کشم از لبش شربت زندگی — نویسم بخونم خط بندگی
که تا زنده باشم مقیمش بوم — چو خورشید خشت حریمش بوم
حریمی به پاکیزگی چون ارم — ز بنیاد او دور زخت[2] الم
صفا خانه زاد در و بام او — می خرمی جرعهٔ جام او
گروهی درو پای بر جا چو خم — غم اندر ته خشت شان گشته گم
همه از لباس تعلّق نفور — برون و درون شان چو خورشید نور
بیک جرعه داده کم و بیش را — بیک جام می باخته خویش را
ز خمخانه بر داشته توشهٔ — ز جور فلک رفته در گوشهٔ
(۱۴۰ ب) ز ساقی یکی جام می خواستم — زبان را بخواهش بیاراستم

---

۱ ن: آواز، ۲ کذا، خشت؟

ساقی نامه میرزا غازی

بباغ ار فتد عکس از روی یار | شود نوک هر خار رشک بهار
وگر بر فلک چهره تابان کند | خور از شرم او چهره پنهان کند
وگر سوی آتش بتازد سمند | دگر شعله ز آتش نگردد بلند
رسد بوی او گر بباد بهار | همه کوه و صحرا شود مشک بار
به آب ار بشوید دو زلف سیاه | به تاثیر سنبل شود هر گیاه
کشد حسن او گر سوی خاک خیل | زمین را نماند بآرام میل
وگر سوی میخانه تازان شود | می از چادر شیشه عریان شود
ازان می که گر ریزیش در ایاغ | ایاغت فروزان شود چون چراغ
(۱۳۹ اب) ازان می که جان عکسی از نور اوست | ادیب خرد پاک دستور اوست
می لعل چون چهرهٔ دلبران | رسنده تر از دست خنیاگران
می کو چو در جام گردان شود | چراغ دل می پرستان شود
حرارت فزای فسرده دلان | کدورت زدای فرو ماندگان
اگر یاد آن می رسد در ضمیر | شود چهرهٔ دل بدانسان منیر
که آئینه آسا همی زان نبید | درو چهرهٔ جان توانند دید
بمن ده که تا باز هوی زنم | سراپرده بالای جوی زنم
که در این چنین فصل و این نوبهار | نشاید ز شادی بدن بر کنار
بهاران و فصل گل و بوی یار | می خواه کان می بود بی خمار
پری چهره ساقی بهنگام گل | کدورت زدای از دل ما بگل
مرا پای شادی همی در گلست | گریبان و اندوه و دست دلست

دماغش شود مشک (و) عنبر دگر نگاهش گلستان شود در بصر
بروی زمین پرتو آن شراب نگار و همه صورت آفتاب
اگر قطرهٔ زو بگردون شود دگر چرخ بر چیده دامن رود
صراحی اگر بشنود نام او دگر آفتاب آید از کام او
اگر هوشمندی و پاکیزه رای بمیخانه شو زین سپنجی سرای
که تا کی زنی این سرای فسوس کند روز عیش ترا آبنوس
فلک پیر زالیست بی آبروی ازو آب و رنگ جوانی مجوی
ازو گر تمنا کنی مردمی زند سنگ بر شیشهٔ خرّمی
(۱۴۱ب) امید نکوئی ازو داشتن بود تخم در رهگذر کاشتن
بسوی خرابات گامی بزن ز دست سبو چند جامی بزن
که تا دیدهٔ عیش روشن کنی چو مستان بمیخانه مسکن کنی
در افگن بجام آن عقیقی شراب کند باده در ساغر آفتاب
کنم گر روانی او را بیان زبانم شود آب اندر دهان
جگر تشنگان را صلائی بده بیک جرعهٔ می صفائی بده
دوای جگر خستگان کیست؟ مَی دوای دل عاشقان چیست؟ نَی
میست آنکه آباد سازد ترا ز بند غم آزاد سازد ترا
طلسم غم بیکرانست مَی تن بی روان را روانست می
چنان دان که می گوهر بی بهاست که خورشید در جنب نورش سُهاست
اگر تیغ این گوهرت آرزوست اگر جان دهی در بهایش نکوست
که گر جان یکی باشد از بوی او شود صد اگر بنگری سوی او
نه می بلکه عیش جوانی بود کلید در زندگانی بود

بگفتا که این نیست در خورد تو | به بوی برد بر هوا گرد تو
چو گفتار او جای کردم بگوش | دریدم به تن جامهٔ صبر و هوش
جگر ریش گشته به تیغ خمار | کشیدم ز جان نالهٔ زهردار
خمارش چو تیغ جفا بر کشید | ز دام دل آهوی عشرت رمید
پیاله چو دید آن تنگ پوی من | گلاب می افشاند بر روی من
گلابی ز پاکیزگی همچو روح | ازو باد در دست طوفان نوح
اگر نام او را نگارد قلم | زبانش نگردد بحرف الم
درون پیاله همان نور بود | که گاهی تجلّی بموسی نمود
ز طور خم آن نور شد آشکار | که موسیٰ همی جستش از هر کنار
ز عکسش جهان نور شد سربسر | تو گوئی ز خورشید شد مایه ور
ازان می اگر جرعهٔ دیدمی | گل عیش از خار غم چیدمی
شرابی ز تلخی چو پند پدر | باخر همه نیکوئی سربسر
شرابی ز پاکیزگی چون روان | بیک شعلهٔ آتش زن قیروان
بچرخ ار فتد پرتوی زان شراب | کشد میل در دیدهٔ آفتاب
(۱۴۱) بخاک ار فتد قطرهٔ زان شراب | کند خاک کحل بصر آفتاب
وگر صبحگاهی در آید بجام | کند نیّر اعظم او را سلام
شرارش ز تیزی چو خوی بتان | زده پنجه در پنجهٔ آسمان
شعاعش ز پاکیزگی داغ روح | روان بخش بیچارگان در صبوح
فرح بخش چون چهرهٔ دلبران | جگر سوز چون نالهٔ عاشقان
نباشد شراب آنکه اندر دن است | تو گوئی بروح الله آبستن است
کسی گر نگاهی کند سوی او | اگر آشکارا شود بوی او

(۴۲ اب) خوب دارد، این دو بیت از ان کتابست

در توحید گوید

لب بی ذکرِ او جوئیست بی آب	سرِ بی فکرِ او پائیست در خواب

ایضاً

بمال از ناله گوشِ آسمان را	که داند گوشمالِ عاشقان را

و این سه رباعی نیز از وارداتِ طبیعت اوست

رُباعیات

آنانکه ز راهِ عقل[1] دور زند ز هم
گر نورِ نظر شوند کور زند ز هم
مانند دو رخ که تا ایشان مختلف است[2]
اپیچیده بهم ولی نفور زند ز هم

وله

این نادره دوستان شرابی نخورند
گر سینه یکدگر کبابی نخورند
صحبت بنفاق و مهربانی بدروغ
ابی گوشهٔ چشمی دمِ آبی نخورند

وله

نی نام ز زخم بی نشان از دلِ من
نی داغ ز عشق بی فغان از دلِ من
زان شاخ گلم ز بس بدل خار شکست
بلبل نشناسد آشیان از دلِ من[3]

نام او محمد رضاست و مولدش از صفاهانست[4] و لقب سلسلهٔ ایشان امامیست چنانچه

---

[1] خزانه (ص ۲۶۹) : طمع [2] ایضاً : رنگ [3] چند ابیات دیگر از شکیبی هم منقول است در خزانه عامره و بدایونی (ص ۳۷۴) و هفت اقلیم و آئین اکبری (طبع کلکته ۱۸۷۲ء ص ۲۴۸)،
[4] در نهصد و شصت و چهار بقول خودش که در خزانه (ص ۲۶۷) بحواله خوشی مندرج است،
[5] در غلبه خوش گو (در فهرست کتابخانه بادلی ص ۲۳ عدد ۵۵)، و مآثر رحیمی (در ترجمه آئین اکبری از بلاخمین ص ۵۸۵

هر آن زندگی کین کلیدش بود — شود عیش باقی امیدش بود
بتابد اگر پرتوش بر جهان — شود چشمهٔ زندگی هر سنان
۱۱۴۲ ا، شرارش اگر سوی دوزخ رود — زبانه چو بلبل خوش الحان شود
وگر جانب آسمان بگذرد — ملک جامهٔ زهد بر تن درد
وگر سوی چارم فلک رو نهد — به خورشید صهبای خجلت دهد
خدایا بجام می بیدلان — که سرخوش ازان جام شد آسمان
کزین می که گفتم مراد ور دارا — اگر از می وحدت کردگار

ذکر

دیباچه دیوانِ نکته دانی مولانا شکیبی صفاهانی

تتبّع بسیار نموده بود و سخنانِ خوب بیشمار بخاطر داشت، مجلس آرای شیرین و نقّالی رنگین بود، و باعتقادِ اکثر اربابِ امتیازِ این جزوِ زمان که دیوانِ او را مطالعه کرده وصحبتش را دیده اند صحبتِ او بمایه از شعرِ او ادراک کرده اند، مؤلّف کتاب میخانه عبدالنبی فخرالزمانی نیز مکرّر بخدمتِ آن محفل آرای سلاطین نامدار رسیده و از مجالستِ او فایز و بهره ور گردیده، ازبس که مولوی را شیرین کلام و رنگین دریافته تصدیق بر قولِ اہلِ تمیز می نماید و الّا شعرِ او هیچ یکی از[1] شاعرانِ این عصر ندارد [بلکه سرآمدِ همه است[2]] دیوانی که از ایشان الحال درمیان مردم است چهار هزار بیت است وسوای دیوان مثنوی دیگر در بحر خسرو شیرین ساخته، آن مثنوی ابیات

له آ: از اشعار، ۵۲ برحاشیه آ افزوده است، ٭

مهابت خان بسعادت خدمت پادشاه کامگار، نامدار، گردون اقتدار، خورشید اشتهار، خدیو جهان گیر، کشورگشای، شاه نورالدین محمد جهانگیر پادشاه مستسعد گردید و قصیده بر سبیل ره آورد گذرانید، این سه بیت از ان قصیده است

ابیات سر قصیده اینست

فتاد بر سر هم از هجوم نقش جباه | بر آستان جهانگیر شاه اکبر شاه
(۲۴۳ ب) چه رفعتست تعالی الله آستانش را | که از بلندی آن پر بریخت مرغ نگاه
ز بسکه ناصیهٔ خویش سوده اند ملک | نگارخانهٔ چین گشته خاک آن درگاه

این ابیات مرضی طبع مبارک چمن آرای گلشن صاحبقرانی گردید، لیکن مولوی توقع از ایستادگان آن آستان ملک آشیان آن داشت که همان شب او را بغسل خانه طلبند و با او کمال مهربانی فرمایند این خود از مجلس اول و دوم میسّر نگردید، بعد از چند روز اولیای دولت قاهره را بران داشت که رخصت او را از ان پادشاه عالمیان پناه بگیرند تا به ایران برود، چون اعیان آن درگاه بمقتضی وقت معروض داشتند که حضرت شکیبی را رخصت فرمایند تا به ایران برود آن پادشاه قدردان و آن مربّی هنرمندان رو بمولوی فرمودند که مولانا شکیبی! بایستی که روزی چند بموجب تخلص خود می شکیبیدید و از ما نمی کبیدید! شکیبی این الطاف خسروانه و اعطاف پادشاه ناصیهٔ عبودیت بر زمین سود و زبان بشکر آن عطیه کشود و شبی دیگر این رباعی را در معذرت مقدمهٔ مذکور معروض داشت، رباعی

گفتی بشکیبی که ز ما کبیدی[۱] | یعنی که ز قبلهٔ دعا کبیدی
حد نیست مرا که گویم این بهتان است | گویند بسگ که از وفا کبیدی

(۲۴۴ الف) طبع دشوار پسند حضرت از استماع این دو بیت بغایت شگفته شد، روی بقایل رباعی کرده فرمود که: مولوی ما این رباعی شما را بخطّ خاص خود بر بیاض خویش نوشته ایم،

---

[۱] آ: کبیدی، هر سه موضع تا: کبیدی (دو موضع اول و ثالث) و کبیدی (در ثانی)۔

این کمتر خود از و شنیده و بخط او [بظهر مکاتبتی که بیاران اہل نوشته[1]] دیده در اوّل[2] جوانی دل از حُبّ یار و دیار برداشته بهندوستان آمده و خود را داخل جرگهٔ ملازمان نواب سپه سالار خانخانان ساخته آن خان عالی شان در صدد[3] تربیت او شده تا او را نشو و نما داده در حلقهٔ خادمان خود در آورد و ورتة شر[4] ده ہزار روپیه بصله[5] ساقی نامه بدو داد' (۱۴۳ الف)

جاه و سامان شکیبی از مین دولت خان سپه سالار بمرتبهٔ اعلیٰ رسید چون استعداد خود مستعد دید از خان عالی شان رخصت مکّهٔ[6] معظمه استدعا نمود' آن بزرگ قاعده دان مولوی را بسامان و سرانجام تمام عیار روانه بیت الله کرد' چون محمد رضا کعبهٔ مقصود را دریافت بعد از مراجعت [از[7]] دریا کشتی او از صرصر حوادث بحری* بملک عدن افتاد' آنچه مال و اسباب با او بود عدنیان بغارت بردند' مولوی جان شیرین خود بصد تلخی از چنگ آن جماعه بسلامت بر آورده با جهان جهان محنت در کمال فلاکت و عسرت خویش را بهند و دکن رسانید و خانخانان را ملازمت کرد[8] فامّا این بار چندانی میان ایشان صحبت راست نیامد بنابران شکیبی از برہان پور بدار الخلافه اگره آمد و بتاریخ بیست و ہفتم ربیع الاول سنه ہزار و نوزده باستمداد[9] رکن السلطنة القاهره [عضد[10] الدوله الباهره] خان جم[11] نشان

(بقیه حاشیه صفحه ۲۳۵) نام پدرش ظهیر الدین عبد الله امامی اصفهانی ست ' حاشیه صفحه ہذا [1] این عبارت را در ت افزوده است [2] "در عمر سی و چهار سالگی ہوای سیر ہندوستان شور در سر انداخت از اصفهان براه لار بهرمز آمد و از انجا در کشتی بندر چیول نشسته خود را بساحل کشید(خزانه) قبل از ورود ہند" برخی علوم در شیراز و لختی در اصفهان کسب نمود" (منه) شاگرد امیر تقی الدین محمد شیرازی بود (بلاکمین بحواله ماثر رحیمی) بقول صاحب آئین اکبری "از سال و رسمی علوم لختی آگاه و از پاکی گوہر بوارستگی آشنا" [3] آ: سدد ' [4] ہفت اقلیم و خزانه عامره ده ہزار (اما به بینید بلاکمین صفحه ۵۷۶) [5] آ: بسله [6] در ت افزوده است [7] ر: طلاطم امواج بحر عمان '

[8] بعض جزئیات احوال این سفر در خزانه عامره مذکور است' در سنه ۱۰۱۲ شکیبی بزیارت حرمین شریفین رفت" و بعد سه سال رخت معاودت بر ساحل بندر سورت انداخت'

[9] کذا در مراة العالم (به بینید بلاکمین صفحه ۵۷۶) اما قول صاحب خزانه این است: در سال ۱۰۱۸ التماس انتزوا کرد خانخانان برای او از درگاه جهانگیری صدارت صوبه دہلی و میوات (میوہ غال؟) گرفته رخصت آرام گزینی داد' [10] ت: عالی شان [11] زمانه بیگ

بهارِ دلِ می‌پرستان بیار
طرب را کلید[1] گلستان بیار

که بیخود مرا تا گلستان برد
منش جان دهم، او غمِ جان[2] خورد

مغنّی! دمِ صبح شد نَی کجاست
بلب گیر تا گویمت می کجاست

در آور بزلفِ نوا تاب را
ز چشمِ صراحی ببر خواب را

بسوزان غمِ جانِ مهجور را
بزن نشتر این زخمِ ناسور را

چه می بود ساقی؟ ز جامِ که بود؟
بیاد که خوردیم؟ نامِ که بود؟*

که وقفِ خرابات شد خانه‌ام
سبیلِ شرابست پیمانه‌ام

بجز محفل و می نجوید دلم
چو شمعِ سحر کشته محفلم

مغنّی! رهِ آشنایی بزن
ز مرغی نه کم، نوایی بزن

بزن عندلیبانهٔ صبحِ پگاه
صفیری بمرغانِ این دام‌گاه

که سرها بر آرند از زیرِ پر
درین دام پیچند بارِ دگر

بیا ساقی من ایاغی بیار
شبِ غربتم را چراغی بیار

بود ره درین شب بجایی برم
که سر بر درِ آشنایی زنم

ازو پرسم افسانهٔ خویش را
سراغی کنم خانهٔ خویش را

(۱۴۵) مغنّی! ازغربت به تنگ آمدم
درین جست و جو پا بسنگ آمدم

مقامی کزان ره بمنزل برم
زِ رخِ تازه بر درِ دل برم

بیا ساقی آن لاله‌گون می بده
طرب نامهٔ آذر[5] و دی بده

مکن تکیه چون سبزه بر جویبار
که نه سرو ماند، نه گل، نه بهار

بجنبیدن آید چو بادِ خزان
زگل برگ ریزد ز بلبل زبان

---

[1] اندروی ها، آ: کلیدی [2] ایضاً: از جان برد [3] ایضاً: مغنی بگفتن بکام که بود، [4] در ها آ ازین موضع نُه بیت را حذف کرده [5] آ: آزر، [6] اندروی ها، آ: ریزد ؛

رُباعی

نردیست جهان که بردنش باختن است | نرّادی[1] آن بداو کم[*] ساختن است
دنیا بمثال[2] کعبتین و نرد[*] است | برداشتنش برای انداختن است

القصّه بعد از چندگاه که از شرفِ آستان بوسی آن درگاه عرش اشتباه جهان جهان فخر کسب نمود خسروِ سکندر شکوه، دارا لوا، بادشاهِ جمشید فر، خورشید لقا، صدارتِ حضرت دہلی باو مرحمت فرموده او را بآن طرف مرخّص ساختند، مولانا شکیبی تتمّهٔ عمر خود را در دہلی بسر برد و نقد حیات خود در سن شصت[3] و ہفت در انجا بی باقی گردانید، شکیبی[4] رفت تاریخ فوتِ اوست
۱۰۲۲

ساقی نامه مولانا شکیبی صفاہانی

بیا[5] تا ز میخانه بُستان کنیم | بویرانه گشتِ گلستان کنیم
خرد را گُل باده بر سر زنیم | چو گُل تا دمی ہست ساغر زنیم
گلی را که بلبل بود شیشه اش | نشانیم در باغ دل[6] ریشه اش
بشینه[7] درختِ گُلی پروریم | که بر ہر گُلی بلبلی پروریم
دم[8] صبح از غنچه اش خنده[9] را | بہار بہشتش پرستنده را
(۱۴۴ ب) بیا شیشه بردار ساقی بیا | بیا چشمهٔ عمرِ باقی بیا

---

[1] مز: آن را کم بدوا، آئین: بنقشِ کم، [2] آئین: بمثال چو کعبتین نرد، [3] بقول بلاکمین عمرش ۶۷ سال بود، امّا اگر بقول خود او چنانکه مذکور شد ولادتش در ۹۶۴ بود و وفاتش بقول صاحب خزانه در ۱۰۲۳ سنش قریب به ۵۹ بوده، [4] در خزانه تاریخ فوتش: "صدر دہلی رفت" و "واویلا وامعیبتا وا شوقتاه" از سرخوش و سراج اسپرنگر (صنشا) ہم ہمین سنه ۱۰۲۳ منقول است [5] جزو صالحی ازین ساقی نامه در ہفت اقلیم (= ھآ) منقول است
[6] ھآ: گل [7] ھآ: ندارد،
[8] آ: نشان، مز: خنده، — مز: لعبش را (بجای بہشتش)*

مغنی بنوای طرب ساز کن | ز فردوس بر دل دری باز کن
نوایی[1] که جان را بجانان برد | مرا بر در خانخانان[2] برد
ز دوری دلم خانه گرد مست | بهر ذره[3] رستخیزی گمست
بیا ساقی آن آب آتش[4] نژاد | که پنداری از آتش طور زاد*
بده تا درو[5] پرده* شرم را | قلم بشکنم حرف آزرم را
بگستاخ[6] گویی علم برکشد | بمستی خرد را فتاده کشد*
که شد کار[7] از بی زبانی خراب | برون آرم از زیر آن[8] آفتاب
(۱۴۶ ا) بگوهر[9] کنی* سر دهم تیشه را | در گنج بگشایم اندیشه را
نهان خانهٔ خاطرم پر ز حور | که نه سایه شان دیده هرگز نه نور
عروسان خلوت سرای الست | منزه ز آسیب شهوت پرست
ز مشکل پسندی و بی شوهری | همه پیر گشتند در دختری
در[9] حجله بستند بر روی خود | نشستند هر یک به پهلوی خود
نه مشاطه را از ایشان خبر | نه دلاله سوی شان راهبر
سر افگنده هر یک چو ابروی خویش | نشسته پراگنده[10] چون موی خویش
گره کرده دامان بدامان صبر | چو بر دامن کوه دامان ابر
نفس[11] بر نیارد تمنای شان | که بیند کسا دست کالای شان*
بر آنم که اقبال یاری دهد | فلک ترک ناسازگاری دهد
بدلالگی خامه[12] سر کنم | بمشاطگی کار آذر کنم

---

۱ منقول در خزانهٔ عامره ص۲۶۵ ۲ حا: میرزا خان، خزانه: میرزا جان ۳ حا: ذره ام،
۴ حا: آتش شرار که با عقل دارد سر کارزار ۵ نسخهٔ حاشیهٔ آ، متن آ: بود آتش (آتشی)، حا: بر آتش نهم
۶ در ماندار ۷ حا: کام زیر آفتاب (زیر ابر آفتاب) ۸ آ، آ: بگو هر کشی، حا: بگوهر کنی ۹ در حا ندارد ۱۰ حا: سیه بخت،
۱۱ آ، حا: قرض بر نیارد ز شاهی شاه که بیند کشاده ست کالای شاه، حا: نفس بر نیارد تمنای شان، چو بیند کسا دست بالای شان،

مغنّی! سر این مقامم نماند ... می بود در خور جامم نماند!
فزون کن ز آهنگ[1] خود پرده[2] را ... که خالی کند قلب آزرده[2] را
ندانم[3] که آخر کدامم، بگوی ... ز صافِ خمم یا ز دُردِ سبوی
بیا ساقیِ تشنه چشمان مرو! ... مرو! ای سرِ زود خشمان مرو!
شبم را به ته جُرعهٔ ساز روز ... ز خاشاکِ من آتشی بر فروز
که تسبیحِ صد دانه را طی کنم ... سپندِ سرِ آتشِ می کنم
مغنّی! از خود بی خبر کُن مرا ... بیک نغمه زیر و زبر کُن مرا
بر آشفتگیِ خاطرِ من خوش است ... که پروانه ام، جای من آتش است
دلم را بهر پردهٔ راز هاست ... درین پرده گوشم بر آواز هاست
بهارست ساقی! بده ساغری! ... که هر شاخ را غنچه شد خاوری
(۱۴۵ اب) ازین جرعه چمن[4] شد هوائی وِش ... چو گل مغزِ بلبل در آمد بجوش
چمن را چنان شورِ می در سر است ... که هر شاخ دستی و صد ساغر است
مغنّی! بخاشاکِ من آتشی! ... برون آور از پرده لیلی وشی!
بمجنون گذاری[3] عَلَم گشتهٔ ... بلیلی قدم بر قدم گشتهٔ
ز رازِ دلِ عاشقان با خبر ... همه رمز و ایما ز پا تا بسر
بیا[4] ساقی! آن آبِ حیوان بده ... ز سرچشمهٔ خاتخانان بده
بده صاف یا دُرد ازان جُرعهٔ ... که بر نامِ دولت زنم قرعهٔ
سکندر[4] طلب کرد لیکن نیافت ... که در هند بود و[5] بظلمت شتافت

---

[1] ها، بر — پردهٔ (بجای پرده را)، — ول دل آزردهٔ (بجای قلب آزرده را) [2] ازین موضع سیزده بیت را در ها قلم انداز کرده،
[3] کذا در آ، آ؛ گدازی؛ [4] منقول در خزانهٔ عامره ص ۲۶۸،
[5] ها خزانه: او،

زگوهر تهی کردم افلاک را[1] غنی ساختم تودهٔ خاک را *

قیامت پدیدار از خامه‌ام[1] که حشر معانیست در نامه‌ام *

(۱۴۷) پی بزم تو محفلی ساختم[1] درو گنج اندیشه پرداختم

چه محفل یکی جام گوهرنگار[1] می لعل آن چهرهٔ شهریار

نهادم اساس طرب خانهٔ بهاری برآوردم از دانهٔ

که تا حشر در وی نشست آوری گهی جام و گه دل بدست آوری[2]

درو آب و آتش در آغوش هم[1] زمین و صبا دست بر دوش هم *

خرد این عمارت چو بنیاد کرد خطابش فلک عشرت آباد کرد[3]

می و مطرب و ساقی هوشمند[4] نمی بایدش هیچ غیر از سپند *

بیا ساقی این بزم را تازه کن چو گل دفتر لهو شیرازه کن

برون کن حریفان افسرده را ز گلبن بِبُر شاخ پژمرده را

بمجموعهٔ بزم نظاره کن ورقهای بیهوده را پاره کن

چو می گوش بر حرف ادراک کن ز ابیات بد صفحه را پاک کن

طلب کن رفیقان آزاده را حریفان هم بزم و هم باده را

صبوحی کشان را برآور زخواب که آید ز مشرق برون آفتاب[5]

---

[1] در «عا» ندارد

[2] در «عا» بعدش افزوده:

اساسی نه کش چرخ برهم زند خرابی تواند درو دم زند،
چو گردون منزه ز تغیّر (تغییر) حال عجب ملک امنی ست ملک خیال
خبر نه ز آشفتگی باد را خصومت فراموش اضداد را

[3] در «عا» بعدش افزوده:

بنای نهادم در ایام تو که جاوید ماند درو نام تو

[4] «عا»: نوشته‌اند — نماند ش درپیش غیر از سپند، و بعدش افزوده:

حصاری ز انصاف می بایدش که هر کس درو دخل نگشایدش
درو بام این خجلت افزای چین مصون باد از دیدهٔ عیب بین

نمایم[1] بهر شمع پروانه را — بر آشفته مویان دهم شانه را

کشایم[2] در حجرهٔ فکر را — بیک شو دهم این همه بکر را

بدامادی صاحب روزگار — نهم تاج بر تارک افتخار

محل خوش کنم شغل پیوند را — بدریا سپارم دُری چند را

(۲۴ ب) عراقی نژادان جادو زبان — سپارم بدارای هندوستان

سکندر نژادی، فریدون فری — باقبال تو شمشیر[3] اسکندری

چو گل نغمه فرمای هر بلبل است — درین باغ هم بلبل و هم گل است

به بزمش رخ آرزو لاله گون — برزمش دل آسمان پرز خون

اگر می دهد تو به پیمانه است — وگر کین کند[4] کعبه بتخانه است

بوقت غضب شعله در خار زار — گه لطف گلزار[5] در نو بهار

بمجلس چو باد خزان برگ ریز — بمیدان چو خورشید در رستخیز

بمردی سپه دار شاه اکبر است — سر تیغ او آسمان را در است

نهال[6] تو برش یافت نشو و نما — چو اقبال در خدمت پادشا

در اخلاص از صبح صادق تر است — بخورشید از ذره عاشق تر است

بلند اخترا! فتح کار تو باد — سر کام دل در کنار تو باد

بگیتی کست هم ترازو نیست — جهان آب تیغ ترا جوی نیست[7]

بسی سال دُر سفتن آموختم — نثار تو شد آنچه اندوختم

---

[1] در ها ندارد [7] مصراع ثانی توارد زده است به مصراع صحیفی رجوع کنید به ص ۲۴۸ س ۱۶

[2] در ها بعدش افزوده: زکلکش که چون ابر گوهر کش است — عطارد سپند سر آتش است،

[3] ها: کشد [4] آ: کلذار [5] ها: نهالی [6] بعدش در ها افزوده: —

در تست بازار فضل و هنر ٭ نگاه تو معیار فضل و هنر ٭ نظر کن بجنس گرانمایه ام ٭ فزون کن بقدر هنر پایه ام

زگوهر فروشان منم یادگار ٭ درم را به نرخ خذف بر مدار

کم از هیچکس نیستم در سخن ٭ نه رسم زکس این من ای این انجمن

یکی از اکابرِ ذو القدر است منتہی می‌شود[1] اشعارِ ترکی را بغایت خوب می گفت و ابیاتِ فارسی بی نہایت مرغوب از وی سر می زده، اکثر منظوماتش[2] دلاویز و اغلب سخنانِ شور انگیز او در مدح حضرت ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین (است)، در خوش نویسی فرید زمان و در کتابہ تاتہ مرتب ساختن وحید دوران خود بوده[3] مدفن آن بلبل ہزار داستان در سہ تنان مسجد جامع صفاہان واقع است، سرغزلِ دیوان نکتہ سرائی حکیم شفائی کہ یکی از دشوار پسندانِ این جزو زمان است بسیار معتقدِ اشعارِ مولانا صحیفی است چنانچہ در تاریخ فوت مولوی مرحوم اظہارِ این معنی نموده

تاریخ فوت مولانا صحیفی کہ حکیم شفائی گفتہ اینست

چون صحیفی جوہری ز قضا — از جہان رفت جانب عقبی
دل خلق جہان بسوخت بر او — ہمہ را دیده گشت خون پالا
بی بدل بود در فنونِ سخن — در فن شعر بود [بی] ہمتا
تا قیامت برین کتابۂ دہر — رقم خط او بود بر جا
سالِ فوتش ز عقل جستم گفت — رفت ملا صحیفی از دنیا

ساقی نامہ مولانا صحیفی

بدہ ساقی آن آب فکرت گداز — کہ بیرون دہد دل ازین پرده راز

---

[1] یعنی ترکی الاصل است، تقی کاشی در ۹۸۶ھ او را در اصفہان دیده و سپرگر هست ۲۸،
[2] از حاشیہ آ ساقط شده از ج نقل شد،
[3] ہفت اقلیم، صحیفی بوسعت مشرب موصوف بود، از خط و تذہیب و صحافی و دقاقی ہنر (؟) بخشی داشتہ، درہمین کتاب تاریخی از تصنیفِ صحیفی مندرج است کہ ۹۸۶ھ از و برمی آید،

حریفان که از ما نهان خفته اند | ز بدمستی آسمان خفته اند
(۱۴۷ ب) ندیدند جای بدامانِ خاک | کشیدند سر در گریبانِ خاک
ز بزمِ سخن شاه خواران شدند | شکیبی تو ماندی و یاران شدند
سپردی درین راه دامن به خار | رفیقان بمنزل کشودند بار
ثنای خداوند معنی برفت | ز دنبالِ عرفی بدعوی برفت
چو افتد گذارم بطرفِ چمن | خروشم ز تنهایی خویشتن
سرایم بهر شاخِ گل اندکی | که گلبن هزار است، بلبل یکی
همان به کز افغان به بندم زبان | که بر گوشِ گل ناله ماند گران
خدایا بتقصیرِ ایشان مگیر | بخود رایی می پرستان مگیر
نگویم ز خجلت سر افگنده ام | اگر نیک اگر بد ترا بنده ام
گر از کمبر ایم و اگر از کنشت | قلم بر سر این حرف از اوّل نوشت
درختم اگر میوهٔ تلخ داد | سحاب تو این نخل را آب داد
نهالی که پرورد در بوستان | بدستِ تبرکم دهد باغبان

ذکر[۱]

مولانا صحیفی

مولدِ آن عندلیبِ گلشن راز از دار الفضل شیراز است، نسب او بعمونی خلیل لد

(بقیه حاشیه صـ۲۴۳) ۵ از بر بیت ... باقی نامه در مآثیست، ۶ بعدش در آ یک بیت ممسوخ و منسوخ است این طور :— ۵ صراحی و پیمانه ز را پسند ؛ که صبح است مستان الے
در ... این را حذف کرده،
(حاشیه صـ۲۴۴) ۱ کاتب کتاب ... مولانا صحیفی را بر حاشیه آنکاهر بعد کتابت کتاب نوشته است،

بود پیرِ رندانِ لاهوت سیر — شرابِ کهن سال در کنجِ دیر

مریدم من این پیرِ گلفام را — که روشن کند از رخش جام را

بده[1] ساقی آن آبِ آتش مزاج — که هستی گداز ست و صاحب رواج*

بمن ده که بادِ بهاری وزید — نقابِ عفاف از رخِ گل کشید

خروشی بمرغانِ بستان فتاد — که بستا نشان رفت مطلق ز یاد*

شهِ گل بر اورنگِ شاهی نشست — چو پروانه شد بلبلِ آتش پرست

شگوفه درم ریز شد در چمن — به شاباشِ خوبانِ گل پیرهن

برافروخت گلهای بستان فروز — شبِ سبزه[2] را کرد روشن چو روز

(۴۸) آب برومند گردید نخلِ امید — بکامِ دل از هر طرف سر کشید

بهر شاخِ گل کرده جا بلبلی — فگنده بسطحِ چمن غلغلی

بیا ای مغنی! تو هم تارِ عود — بپرداز خاطر تو از کارِ عود

باهنگِ مرغِ چمن ساز کن — گره از دلِ اهلِ دل باز کن

فزون شد جنونِ دلم زین بهار — برون رفته از دستِ عقل اختیار

جنونم بپرخاشِ گردون برد — که تا از دلم عقده بیرون برد

بده ساقیا یکدو جامِ دگر — که افزون شود مستیم را هنر[3]

ز مستی زنم تکیه بر دوشِ چرخ — ز افغان درم پردهٔ گوشِ چرخ

بزیر[4] افگنم طاسِ خورشید را — بهم بر زنم چنگِ ناهید را

کمربند جوزا ز هم بگسلم — گرههای این بندِ غم بگسلم

درم شقهای سپهرِ کبود — برون افگنم جنسِ نابود و بود

قلم بشکنم در کفِ چرخِ پیر — دبیرِ فلک را بدوزم به تیر

له از حاشیه آ کم و بیش ساقط شده، از ته نقل شد ۲ه آ: تیره ۳ه آ: راهبر

(۴۸۱) کشایم ز روی مدار انقاب — نبیندایم از گل رخ آفتاب

عیانت کنم در پس پرده چیست — نیارم ازین بیش در پرده زیست

درین پرده باشد مهی جلوه گر — که هم پرده دارست و هم پرده در

ز پنهانی از ذرّه مخفی تر است — ز پیدائی از مهر روشن ترست

بده ساقی آن نشّهٔ زندگی — حباب از جام فرخندگی

ز[1] دوران فراموشیم آرزوست — بزندان هم آغوشیم آرزوست

ز هشیاریم هیچ نگشود کار — گره زد بکارِ دلم روزگار

مغنّی! بیا پردهٔ ساز کن — دری از نوا بر رخم باز کن

منم تشنهٔ نغمهٔ آبدار — تو کام من تشنه لب را برآر

بمضرابِ جان بخش همدست باش — خلاصم کن از فکرتِ دلخراش

فگن برقع از چهرهٔ شاه زن — ببر قع ز سر گوشهٔ همدست ساز

مخالف درین دور شد نشّهٔ[2] روح — مرا دلنوازی کن از نشّهٔ روح

ز سلک رهی نیست سوی حجاز — ز مضراب جان بخش ستّدی بساز

مخالف ندارد درین پرده راه — نمایان کن از شش جهت پنجگاه

من بینوا در عراقم اسیر — نشد از عجم هیچکس دستگیر

مغنّی! نوا از تو، حالت ز نی — تکلّف ز ساقی، و گرمی ز می

ز مطرب اصول، از صحیفی غزل — معانی ز من، از تو صوت و عمل

غرض صوت و حرفیست کارِ جهان — بصوتی و حرفی زعشرت[3] ممان

بیا ساقی آن آب آتش خواص — که با طبع من باشدش اختصاص

کرا تاب این آب رخشنده است — که این آب چون برق سوزنده است

[1] به بیند ص ۱۲۹ س ۱۷، [2] تر: اشد [3] از روی تر تصحیح شد، آ: زعسرت تر: درعشرت ممان،

بود ساغرت خاتم پُر فرح	نگین بادہ وان و نگین دان قدح
بظلمات چون آب حیوان دری	تو ئی وارثِ شانِ اسکندری
ز آہن سکندر بر آراست سد	کہ از شرّ یاجوج مفسد رہد
تو[1] آنی کہ از تیغِ نصرت مآب	کشی بر رخِ خصم سدّی ز آب
اگر ساخت جمشید جامی ز زر	کہ در بزم خاصش شود جلوہ گر
ترا[2] جامِ حالی[2] دلِ روشن است	کہ ہر لمعہ اش رشکِ صد گلشن است
صحیفی[3] ز اخلاص دستی بر آر	طلب کن ز حق نصرتِ شہریار
کہ تا[1] در فلک ہست خورشید و ماہ	نگردد کم اقبالِ عبّاس شاہ]

ذکر

بلبل بوستان نکتہ سرائی سنجر بن میر حیدر معمّائی

وارداتِ آن شاہ بیت مجموعۂ سخن گستری اکثر بہ رتبہ واقع شدہ، بعد از عرفی در استغنا کردن کسی بہ از و مرتکب این شیوہ نشدہ بعضی از اعزّہ او را درین (۱۰۴۸) فن کمتر از عرفی نمی دانند، بہر تقدیر صاحبِ سخن است و سخنانِ خوب ازو یادگار ماندہ[4]، مولدِ آن مطلعِ دیوانِ فصاحت از دار المومنین کاشان است و نام او محمد ہاشم است، بعد از چندگاہی کہ پدرش میر حیدر[5] معمّائی بہند آمد او نیز در سن بیست و سہ

---

[1] از حاشیہ آ ساقط شدہ، از ب نوشتہ شد، [2] کذا در آ و ب، [3] آ و ب

[4] برای اقوال اصحاب تذکرہ نسبت بہ شعر او رجوع کنید بہ حواشی [5] برای احوال پدر سنجر اعنی میر رفیع الدین حیدر طباطبائی المتخلص بہ رفیعی کاشانی رجوع کنید بہ تاریخ عالم آرای عباسی ص ۱۳۱ و بدایونی ۳: ۲۳۲، و بلاکمین ص ۵۹۳ حاشیہ ۳، بقول عبد الباقی نہاوندی میر حیدر در ۹۹۹ھ بہ ہند آمد، صاحب تاریخ عالم آرای می گوید ''آصف خان با آنکہ او را امساکی در طبیعت بود موازی سی ہزار روپیہ اکبری کہ ہزار تومان شاہی عراقی باشد بجناب میر رعایت کرد''

کشم تسمه از پشت شیر فلک غریو افگنم در صفوف ملک

کنم تسمه را چنبر شاخ ثور که چون گاو عصّار افتد بدور

صحیفی[1] مکن بر آتش جنگ تیز بکش جام و آبی بر آتش بریز

جنون[2] را باهل جنون واگذار اگر باده عقل داری بسیار

بنوشش[3] آن بشادی روی کسی که از وی بدلهاست شادی بسی

. . . .[4] عباس شاه که گلبانگ عشرت رساند بماه

باقبال شاه حسینی نسب عجم گشت رشک عراق عرب

سترده شد از دهر هول نفاق برست از گزند مخالف عراق

همه کام و[5] عیش است و نای و سرود همه ساز بزم است[6] و گلبانگ عود

نه بینی ازین پس دلی[7] را غمین بجز خاطر عاشق اندوهگین

گرههای[8] ابروی غمخوارگان ز بس ریخت مانند توز کمان*

چو دست کرم برکشد[9] ز آستین نماند کسی[10] مفلس اندر زمین

چه پای شجاعت* نهد در رکاب شود چرخ را در بدن زهره آب

سمندش ز نعل کواکب نشان کند حلقه در گوش گردن کشان

چو شمشیر کین برکشید از غلاف کسی جز اجل جان نبرد از مصاف

(۲۹ الف) بلند اخترا! صاحبا! سرورا! باقبال و شمشیر اسکندرا!

سلیمانی و خاتمت ساغر است جهانت بفرمان انگشتر است

---

[1] این بیت را در ته ندارد [2] این بیت را در ته ندارد و اولش ز حاشیه آ ساقط شده [3] در آ واو را ندارد [4] ته: کسی [5] اکثر این بیت ز حاشیه آ ساقط شده، از ته نقل شد [6] آ: راستین، ته: ز آستین [7] از حاشیه آ ساقط شده، از ته نوشته شد [8] ته: و گر پای جرأت [9] در ته این بیت را بعد از ص ۲۴۹ آورده است و "ممدت" بجای "سمندش" نوشته [10] ببینید ص ۲۴۲ س ۶

تقریبی که این مختصر گنجایش آن ندارد بگجرات رفت، چندانی درانجاهم توقف نمود، ازهمانجا کشتی نشسته از راهِ دریا به بیجاپور رفت و در بیجاپور به وسیلۂ شاه نوازخان ابراهیم عادل شاه راملازمت کرده داخلِ ملازمان او شد، مولانا ملک قمی در شهر مذکور در خدمتِ عادل شاه بوده بر احوال او اطلاع یافت دخترخود را بدو داد و او را دامادِ خود گردانید،

سنجر در دکن ترقی تمام عیاری نموده اشتهار سرشاری یافت، پاره از اشعار او (۴۹ الف) متفرق مردم با یران بردند، به تقریبی در مجلس بهشت آئین دُرِّ صدف شرفِ نبوی و میوۂ درخت بخت مرتضوی، شاه عباس حسینی صفوی خوانده شد، مرضی طبع دشوارپسندان آن محفل قدسی گردید و اکثر اربابِ طبع از بسیار و یمین آواز تحسین باوج علیین رسانیدند، شاه عالمیان پناه فرمانِ عالی شان بطلبِ او فرستاد، چون حکم فرمان روای ایران بدکن رسید ابراهیم عادلشاه در سامانِ فرستادن سنجر شد که او را باعزاز و اکرام بعراق فرستد و این مطلبی بود که محمد هاشم همیشه در آرزوی آن بود، فلک کی تاب می تواند آورد که آرزومندی دوستکام گردد و دست آرزو در گردن عروس مقصد حمایل کند، بزرگی درین باب بیتی خوب گفته بیت

فرشته ایست برین بام لاجورد اندود   که پیش آرزوی عاشقان کشد دیوار

القصه در آن ایام سرانجام کردنِ سفر ایران بمرضِ اسهال گرفتار شد، از عزیزی که با آن یگانۂ عصر کمال دوستی داشت چنان استماع افتاد که هنگام ضعفِ سنجر با حکیمی بعیادت او رفتم طبیب فرمود که چون ترکِ شراب نموده اید بنا بران شما را این کوفت دست داده باز باید که شرابی می خورده باشید، سنجر در بدیهه این بیت گفت و بران جمعی که حاضر بودند خواند بیت

(۴۹ ب) گونۂ زردم دو اندانشت و گرنه   شد لبِ ساغر کبود بس که گرفتم

دران مرض در دلش سرایت کرده بود که مرض او علاج پذیر نیست دیگر شراب نخورد بعد از

له بقول آزاد: در ایام اقامت بیجاپور فرمان طلب شاه عباس ماضی با خلعت فاخره بنام او صدور یافت اما پیش از وصول فرمان منشورِ اجل نام زد او گردید (سرو آزاد صـ۲۶)

سالگی بعد از پدر از وطن خروج نموده بهندوستان که دار العیارِ نکته سنجان، نشو و نما دهندهٔ خردمندان است آمد و در دار الخلافه آگره از مساعدتِ بخت داخلِ بساطِ بوستانِ[1] محفل حشمت و شوکتِ بادشاهِ سکندر شکوه، دارا لوا، فریدون فر، عالمیان پناه، جلال الدین محمد اکبر بادشاه غازی گردید، و از شرف آستان بوسی آن درگاهِ عرش اشتباه معزّز و مکرّم خاص و عام شد و بندگانِ حضرت خلافت پناه بجهت وجه معیشت او یک اشرفی روزینه مقرر فرمودند،

بتحقیق پیوسته که پیش ازانی که سنجر بهند بیاید پدرش میر حیدر[2] بهند آمده و بوسیله میرزا جعفر آصفخان بسعادتِ ملازمتِ جانشین صاحب قران، دارای هندوستان در آگره مستسعد می گردد، و خان مذکور از بادشاه جهان پناه بجهت او چهل هزار روپیه انعام می گیرد و خود هزار اشرفی باو مردمی نموده بمکه معظّمه اش مرخّص می سازد، گویند که در راه غارتیان بمیر معمّائی برمی خورند و اموالش بغارت (۴۸ اب) می برند، او باز بهند عود می کند، خانِ نکته دان آصف خان دیگر باره بدستوری که ذکر کرده شد او را به بادشاه می گذراند و بجهتِ او انعام می ستاند و هزار مهر از سرکار خود باو می رساند، درین مرتبه فرزندش سنجر داخل بندگان حضرت شده و در دار الخلافه نشو و نما نموده بود که میر بهندوستان معاودت نمود، ملخّص سخن آنکه بعد از رفتن پدر محمد هاشم در هند در خدمتِ بادشاه ماند بعد از چندگاه بسبب سخنان ناخوشی که ازان بلبل گلستان نکته سنجی سرمی زد و ادابای خارجی که قاعدهٔ جوانی جوانان است ازو بفعل آمد بفرمان روای بحر و بر جلال الدین اکبر خاطر اشرف از سنجر گران کرده و او را از مردودان درگاه عرش اشتباه خود گردانید،[3] آن نادرهٔ عصرِ خود به

[1] آ: بوستان (مصحفاً)، [2] اینکه صاحب مخزن الغرائب در ترجمه میر سنجر گفته که "چند بعد پدر و پسر در عهد شهاب الدین شاهجهان بادشاه بهند آمده" اعتبار را نشاید ازانکه جلوس شاهجهان در ۱۰۳۷ بوده و میر حیدر بقول صاحب آتشکده در ۱۰۳۲ وفات یافت،
[3] از مآثر رحیمی ظاهر است که سنجر بحکم شاه جلال الدین اکبر مدتی محبوس بود، و چون رهائی یافت به احمد آباد و ازانجا به بیجاپور رفته (بلاکمین)،

درنیامده، ساقی نامهٔ بسامانی در بیجاپور گفته و می گویند که قریب به پانصد[1] بیت است، فاماً چندانی درین هند اشتهار نیافته است، این ذرهٔ بی مقدار چند بیت از ساقی نامهٔ او بدست آورد چون کم بود بنابران چند بیت دیگر که آن مطلع قصیدهٔ سخنوری در معذرت بدمستی که ازو واقع شده گفته درین تالیف بر بیاض برد امید که هنگام مطالعه این مجموعه منظور نظر کیمیا اثر اصحاب هنر گردد

[۱]

ساقی نامه میر سنجر

شکار حمل چون کند آفتاب — شگونست در دست جام شراب

گرامی بود ساقی پاک زاد — بساقی کوثر رساند نژاد

کف دست ساقی مستای* حکیم — دهد روشنائی چو دست کلیم*

باو هرکه دست ارادت دهد — گل فسق او بوی طاعت دهد

(۱۵۰۱) طلب گر بود بادشاهی بدست — بجز ساقی از هرچه خواهی بدست

چو می آورد خواستن کاستن — حرامم بود غیر می خواستن

بیا ساقی آن دستگیر همه — گرانمایه عیش خمیر همه

بده می که تا از زبان آوری — کند خامه شکر ترا یاوری

بپرس از حلیمی که می خورده است — که بر روی دانش حیا[6] پرده است

می اندر سر مرد بیدار مغز — نگهدار عقل است از پای لغز

---

[1] در نسخهٔ دیوان که به کتاب خانهٔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال محفوظ است (رجوع کنید به فهرست نمرہ ۵۱۳) و در ۱۰۴۲ در بیجاپور تحریر شده. ساقی نامه فقط ۲۵۱ بیت را دارد. و ساقی نامه سنجر که درج متن میخانه است

دو روز در سنه ثلث و عشرین و الف در سن چهل و یک داعی حق را لبیک اجابت گفت، [باقر[1] خورده مرثیهٔ بجهت آن سرآمد مستعدان گفته و تاریخ فوت او در ان مرثیه بدین طریق ادا نموده است:

تاریخ

سنجر ز سر نهاد تمنّای سروری	بی پادشاه ماند جهانِ سخنوری
تاریخ او به تعمیه گفتم بوالدش	افگنده پادشاه سخن چتر سنجری[1]

(۱۰۲۳-۲=۱۰۲۱)

بر رای ارباب هنر پوشیده نماند که منظوماتِ سنجر بسیار است و دیوانی که در آگره ازو جمع شده قریب بدوازده[3] هزار بیت است فامّا آنچه در دکن از وی سرزده بنظر این کمترین

---

[1] از تاریخی که باقر یافته است و ظاهراً خود مؤلف درج کتاب میخانه کرده است (و آزاد همین تاریخ را در سرو آزاد ص۲۷ خزانهٔ عامره نقل کرده) سنه ۱۰۲۱ برمی آید، و عبدالباقی نهاوندی نیز وفاتش را در ۱۰۲۱ سنه ضبط کرده (ر ببینید بلاکمین ص۵۹۵ حاشیه ۳) و همین است قول سراج (سپر نگر ص۱۵) و همین سنه ۱۰۲۱ را سپرنگر (ص۵۷۱) و ریو (ص۶۷۵) اختیار کرده، [2] این عبارت را غیر کاتب کتاب بر حاشیهٔ کتاب بخط جلی نوشته و به علامت اتصال درین موضع بمتن ملحق کرده، باقر خورده کاشی بقول صاحب مخزن الغرائب "بو به نسبت مقصود خورده فروش که از شعرای مقرر کاشان و برادر او [یعنی برادر باقر] بود باین لقب مشهور شده" [که ظاهراً عبارت واله را نقل کرده است] و بقول خوشگو (فهرست مخطوطات فارسی در کتاب خانه بادلی ع ۱ و ۲۳۰ ع۵۸۵) شاگرد میر معز الدین کاشی و محتشم کاشی است، در سنه ۱۰۰۶ به دکن آمد و ابراهیم عادلشاه بیجاپوری را ملازمت کرد، و همدران سرزمین در سنه ۱۰۳۴ فوت شد نیز رجوع کنید به سپرنگر ص۲۴۳ و هفت آسمان ص۱۳۳، [1] افگندن چتر سنجری کنایه از اسقاط یای پادشاه است ازانکه یای منعکس (ـــ) مشابه است به چتر، پس از پادشاه سخن باسقاط یا ۱۰۲۱ حاصل می شود،

[3] در نسخهٔ دیوان سنجر که در موزهٔ برطانیه است تعداد ابیات ظاهراً قریباً ۲۶۰۰ هست و در نسخهٔ موتی محل ۳۲۰۰ و در نسخهٔ ایشیاتک سوسائٹی بنگال (نمره ۵۱۳) قدری زاید از ۵۲۰۰، دیوانش مشتمل است بر غزلیات (به ترتیب حروف تهجی) و قطعات و مثنوی ها و قصاید در مدح اکبر بادشاه و شاهزاده ها و امرای دولت اکبری و ابراهیم عادلشاه و مرزا جانی بیگ والی تته و پسرش مرزا غازی) در حواشی صفحات آئینده از 'دیوان' مراد همین نسخه ایشیاتک سوسائٹی هست که مذکور شد.

بیا ساقیا شام غم روز کن
چراغ از می مجلس افروز کن

برآر آفتاب طرب را ز جام
که شد روز عیشم سیه همچو شام

مغنّی! بیا و بچنگ ساز کن
مه نو بخورشید همراز کن

بدستان برون بر ز دف راه را
ز هاله نما پنجهٔ ماه را

بیا ساقیا زان شراب طهور
که خجلت برد زان لب لعل حور

بمن ده که گردد ز فرخندگی
فراموشم از چشمهٔ زندگی

(۱۵۱) بیا ساقی از دورِ جم یاد کن
بده جام و جانِ دلم شاد کن

پُر از باده کن جامِ گیتی نمای
که بنشست جمشید ثانی بجای

مغنّی! بیا ساز کن تار را
بدست آر سر رشتهٔ کار را

ز مضراب زن بر رگِ عُود نیش
که خون ریزم از چشمِ غمناک خویش

هوا شد هوا بزم مستان کجاست
چه شد می؟ کلیدِ گلستان کجاست؟

بگوئید با باغبان در بهار
کلیدِ گلستان بمستان سپار

ضرور است دادن بکوری خواب
دل و دیده را از گل و باده آب

به انداز ماهی برنگ تذرو
لبِ جوی می بوسم و پای سرو

چنان از می و گل بسامان روم
که چون تاک افتان و خیزان روم

نیارم گذر کردن از روی پل
چه از نشأه می چه از بوی گل

چو زد دست مطرب بآوازِ چنگ
برقص اندر آمد می لعل رنگ

(بقیه حاشیه ص ۲۵۳) ۲ه دیوان بچشم ۳ه ا: بدست حکیم، (تصحیح از روی دیوان)
۴ه دیوان: هرکه ۵ه دیوان: ای ۶ه ا: جها بده
(حاشیه صفحه ۲۵۴) ۱ه دیوان: ودلم ۲ه ا: سرآبندگان،

دلم را که از گشتِ گلشن گرفت — همین خاکِ میخانه دامن گرفت

نبوداست در هر زمین منزلم — که مشکل پسنداست چشمِ [۵] دلم

چو خلدِ برین دلکشا محفلی — بعشوه ز هر سو بلای دلی

سرِ دست ساقیش را جام می — شده لاله و ساعدش ساقِ وی

ز هر جانبی گل رخی نیم مست — چو شاخِ گلی جامِ گلگون بدست

جهان در جهان گلشن و گلعذار — سرایندگان [۶] همچو بلبل هزار

غزل خوان غزالانِ تازی زبان — بغمزه شکر ریخته از لبان

باهنگِ ترکی بتانِ چگل — ربوده دل از نغمهٔ معتدل

زصوتِ خوش آیندهٔ پهلوی — ترنّم کنان زهره و مشتری

(۵۱ب) نوای خوش و نالهٔ ارغنون — ز دل صبر می برد و ز جان سکون

کمانچه چو ابروی خوبان بزیب — ز راه رباب آمده دلفریب

رخِ ساقی از باده گل گل شده — مغنّیش از شوق بلبل شده

صراحی چو دیده رُخِ مهوشان — بر آورده گردن بنظّاره شان

بروی چو خور داد ساقی شراب — درون سوخت ز آتش بر او ز آفتاب

بیا ساقیا بادهٔ صاف ده — به از می چه باشد خود انصاف ده

دمی بی می صاف دلجو مباش — نباشد گر آبِ خضر گو مباش

از آن شد چنین سبز و خرّم سپهر — که دارد بکف ساغرِ ماه و مهر

مده جز بمی نقدِ جان زینهار — شراب و جوانی غنیمت شمار

(بقیه حاشیه ص۲۵۳) تعداد ابیاتش فقط ۷۸ است، امّا ابیات ذیل را که ۲۹ بیت است در دیوان ندارد :—
ص۲۵۴ س ۳ تا ص۲۵۵ س ۱۰ – ص۲۵۶ س ۱ – ص۲۵۷ س ۱۴ و ۱۵ ،

بلا نیست (دور از بر دوستان) | تهی دستی انگه بهندوستان

(۱۵۲) دریغا که این هند بیدادگر | فرو برده دندانم اندر جگر

زهندم مجال[51] گریز است کی | که دریاست در پیش و پیلم ز پی

ازانم[52] چو پیلان جنگی بخشم | که هندم شب تیره آید بچشم

عصا کرد ازان پیل خرطوم را | که تاریک دید این بر و بوم را

در احوال هند از[53] جهان دیدهٔ | بپرسید شخصی پسندیدهٔ

که دیدی ز اهل مروت چه کس؟ | بگفت: از بزرگان همین پیل و بس

که بس تنگناها بگوپال رفت | زپهلوی من دوش دزدیده[54] رفت

گر آرد کسی را بزیر قدم | فراوان شود[55] توتیای قلم

بده ساقی آن بند بسته کدو | که ناید بجام[56] و خم* سر فرو

سهیلی در آغوش زرین کدوست | که سیب سمرقند ازو سرخ روست

منادیست در کوچهٔ میفروش | که امروز در هر که یابند هوش

گریبانش گیرند و دامان کشند | کشانش بدیوان مستان کشند

بیا مطرب دلبر دلنواز | بزن بهر عشاق راه حجاز

زنعت نبی پردهٔ ساز کن | دران پرده ام محرم راز کن

[۲]

این چند بیت[57] در معذرت بدستی گوید

معذرت نامهٔ از من ببرای باد صبا | بگذران بر ملک ملک پس از عرض دعا

---

[51] ا: مجال (تصحیح از روی دیوان و تا) [52] آ: ازایم (ازانم را مبدل به ازایم کرده)، تا و دیوان: ازانم
[53] ا: ار [54] ا: در دیده (به نقاط شک)، تصحیح از روی دیوان [55] دیوان: کنند (در آ این مصرع را هم به نقاط شک آورده است) [56] دیوان: بجام جم [57] دیوان ورق ۲۶ ب،

بکف جامِ می ساقیِ عشوه ساز | سوِ ماهِ نو دستِ مردم دراز
مگر مطربم دستگیری کند | که او جای ساقی دلیری کند
بمطرب رسان ساقیا ساغری | که در پرده دارد نوای تری
زبس نغمه ترکه در عودِ اوست | روان زنده رودی زهر رودِ اوست
(۱۵۱ ب) ز سیرابی نغمه گاهِ شراب | بطِ بربطش تا بگردن در آب
چو بر[1] دست گیرد* رامش گری | شود ناخنش برگِ گل از تری
بسا صوفیِ خشک و بس خود پرست | ز تردستی او ز خود شُست[2] دست*
ز می رفت هوش و بنی ماند گوش | فدای می و نی چه گوش و چه هوش
مغنّی! تو در کارِ خود باش چُست | که چشمم بساقی و گوشم به تُست
ز تر دستی[3] تو برفتم* ز دست | کز و نغمه تا[4] خاست* در جان نشست

بمن آنچه کرد است بختِ سیاه | غریبانِ هندند یکسر گواه
چو هند و بخونم گواهی دهد | بجیبالِ هندم دو راهی دهد
جبینم بداغِ غلامی بسوخت | تباریک بازارِ هندم فروخت
چه سودم رسید از خریدارِ هند | بسودای تاریکِ بازارِ هند
سیه روزم از کیدِ هندوی خویش | نمی آرم از شرم بر روی خویش
همان است این بختِ وارون نژاد | که بودش در ایران لقب خانه زاد
چو می دید آنجا قوی مایه ام | دوان در قفا بود چون سایه ام
کنون هند را ملکِ خود یافته است[5] | سر از خطِّ پیشانی ام تافته است

---

[1] دیوان: بر دست گردد [2] ا: دست شست تصحیح از روی دیوان [3] دیوان: تیزی دست تو رفتم [4] ا: تاخواست تصحیح از روی دیوان [5] دیوان یافت - تاخت (بجای تافته)

ذکر

مردم دیدۂ مردمی ملک محمد قمی

شاعر تمام عیار یست، اکثر اشعار او برتبه است[1] چنانچه از ساقی نامه شعر و شاعری او معلوم می شود، واردات ایام شبابش برتبه تر از منظومات هنگام شیخوخیت[2] است، و این چند بیت از ابیاتی است که در جوانی گفته

بیت

قبول از طاعتم برخاست تا قرب آرزو کردم | اثر رفت از دعا تا حرف خواهش بر زبان آمد

ایضاً

داشتم خوش حالتی امشب میان کفر و دین | دیده مشغول بت و دل گرم استغفار بود
جان هنوز از محرمان خلوت هستی نبود | کار زو از ساکنان مجلس دیدار بود

بر اکثر هنرمندان این جزو زمان ظاهر است که مولدش از ملک قم است و این قم اگرچه چندانی وسعت ندارد فاما یکی از شهرهای مشهور و معروف عراق است،

به تحقیق پیوسته که نام او ملک محمد بوده است، تخلص[3] را از نام خود برآورده است[4]،
گویند که در اوائل جوانی از وطن برآمده بهند دکن آمد، داخل مجلسیان نظام[5] شاه بحری شد، بعد از فوت نظام شاه مولانا ملک (۵۳ اب) داخل بساط بوسان محفل عزت ابراهیم[6] عادلشاه شد و قصاید غرا در مدح او گفته بدولت ممدوح خود جاه و سامان تمام عیاری

---

[1] رجوع کنید به حواشی [2] ۵ آ: شیخوخیت [3] تخلص او ملک است [4] بقول تقی کاشی (سپرنگر ص۳۸) که در ۹۸۵ھ به هند رفته در احمدنگر مقیم شد و بقول آزاد (سرو آزاد ص۳۱) در رمضان ۹۸۷ھ از قزوین برآمده سری بدیار دکن کشید و از مرتضی نظام شاه دیوانه والی احمدنگر و بعد او از برهان شاه اکرام و انعام فراوان یافت" — آزاد می گوید که از قم بکاشان آمده، ایامی آنجا بود آخر متوجه قزوین شد قریب به چهار سال در آن مقام گزرانید و از انجا بدکن ولد شد،

[5] مرتضی نظام شاه دیوانه از ۹۷۲ھ/۱۵۶۵ء تا ۹۹۶ھ/۱۵۸۸ء والی احمدنگر بود، و برهان ثانی نظام شاه از ۹۹۹ھ/۱۵۹۱ء تا ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۵ء.

(۱۵۲ب) کای بخورشید چراغ تو فرستاده فروغ — وای بمریخ نهیب تو رسانیده صدا

دوش می آمدم آنجا که تویی رقص کنان — ذوق[2] در پیش و طرب همره و شادی زقفا

نیمهٔ ره به خرد روی به رو بر خوردم — گفت کای قافلهٔ[3] ناطقه را راه نما!

بچنین ذوق[1] کجا می روی و مطلب چیست؟ — گفتمش بر در کیخسرو خورشید لقا

گفت زنهار دگر باده باندازه بخور — کز تو ظاهر نشود نغمهٔ خارج ز نوا

از دم سرد تو دی روز گلستان نشگفت — سرو در معذرت جرم تو ننشست ز پا

دست بر دست ز افسوس تو می سود چنار — کز تو اینها بظهور آید! لاحول ولا[4]!

عرق آلوده جبین گفتمش ای عیب تو اش! — خجلت آشنا[5] به بیان گفتمش ای هرزه درا

من نه خاقانم کز کاسهٔ فغفور خورم — من کجا حوصلهٔ ساغر جمشید کجا

من تنک حوصله و ساقی او دریا دل — پرم محیست که در کوزه نگنجد دریا

گرچه معقول خرد[6] ساختم از وجه ولی — شرم برتافت بعد زجر عنانم بقفا

گر نه تکلیف تو همسایهٔ آن[7] می بودی* — توبه می کردم ازین آینهٔ عیب نما

لیک این[9] عهد بخود کردم *کز بعد سه جام — نخورم باده گرم دست[8] ببوسد صهبا

به حیای نگه یار که از پردهٔ شرم — برنمی آیم تا آنکه نگویی که بیا

به پریشانی مستان، به تنک ظرفی من — به صلاح و به ثواب و بگناه و بخطا

(۱۵۳ا) تا زنیرنگی ایام و زناسازی بخت — دشمنت صبح طرب را نرساند بمسا

باده نوشان تو هر صبح به از صبح دگر — با می و نی برسانند هوا را بهوا

---

[1] دیوان: شوق [2] ز: غافله [3] دیوان: باچنین شوق — جمشید لقا (بجای خورشید لقا)
[4] بعدش در دیوان افزوده —
توکه خاقانی عهدی زتو اینها عجبست — توکه سحبان زمانی زتو دو رست اینها [5] آ: آسا به تصحیح از دیوان) [6] دیوان: بخود [7] دیوان: امکان می بود [8] آ: کردم بخود این عهد کز [9] دیوان: مینا

حیفست[1] که بهر یک شتر زر گیرم | خون دو هزار بیت را بر گردن[2]

شاه دکن یک شتر زر بصلهٔ[3] این رباعی بآن منصف بالصاف مرحمت فرمود[4]، به تحقیق پیوسته که ملک نود سال عمر کرده در بیجاپور بیمار شد و در حالت (۱۰۲۴ھ) نزع غزلی مبنی بر وصیت خود گفت و اشاره بدان نمود که مرا در پهلوی میر سنجر بخاک بسپارید این مطلع از آن غزل است بیت

جانم بروز واقعه پهلوی او کنید | او قبلهٔ منست رخم سوی او کنید

[[5]این مطلع را مسوده این اوراق پریشان در دیوان اهلی شیرازی دیده و ازیکی که برقول او اعتماد تمام بود شنیده که این بیت را مولانا اهلی در حالت نزع گفته و وصیت نموده که مرا در پهلوی قبر خواجه حافظ مدفون سازید اما چون توان گفت که ملک از اهلی این مطلع را برده، یقین حاصل است که توارد زده است]

در سنه اربع[6] عشرین و الف ودیعت حیات را بامانت داران کارخانهٔ قضا سپرد بنابر وصیت مولوی در بیجاپور او را بر کنار تال شاپور[7] نزدیک میر سنجر مدفون ساخته اند

---

[1] خزانه و مخزن: مپسند — بیت بدرد (بجای بیت را بر) [2] صاحب مخزن الغرایب می گوید: عجب است از ذهنی که درحق هردو شاعر معتبر چنین گوید باوجودیکه مولانا ظهوری ویرا بستوده باشد، شاید که این کنایه ذهنی بگوش مولانا ملک نرسیده وگرنه بلای بسرش می آورد که بسوراخ مار در می رفت باندک حرف نا ملایم که از مولانا مایلی سرزده بود او را آنقدر رسوا کرده که حد ندارد..... [3] آ: بسله، [4] در خزانه قصه ص۱۲ این رباعی مذکور نیست، [5] این عبارت بر حاشیه آ افزوده است [6] و همین است قول ناظم تبریزی (سرو آزاد ص۳۶) اما ابوطالب کلیم سال تاریخش از "او سر اهل سخن بود" (۱۰۲۵) یافته — ناظم مذکور گفته است که وفات ملا ظهوری یک سال بعد از وفات ملک بود، اما بقول دیگر عبدالباقی در ربو ص۱۰۹۱ و خوشگو در فهرست کتابخانه بادلی عمود ۲۲۹ عدد۵۶) وفات هردو شاعر در یک سال بود و ظهوری دو ماه بعد ملک انتقال کرد، و بقول بدایونی (۳: ۲۶۹) "درین ایام شنیده می شود که دکنیان ..... این هر دو بیچارهٔ مرحوم را نیز هنگام هرج و مرج بقتل رسانیده اند" بقول واله داغستانی (هفت آسمان ص۱۳۳) ملک فی الجمله چهل سال در دکن مقیم بود، [7] آ: کنال،

بهم رسانید'

دیوانش[1] بنظر این کمترین در نیامده' فامّا یکی از اہل قم که با مولوی لاف خویشی می زد گفت اشعار ایشان بسیار است قریب بیک لک بیت می شود' دیوانش با مثنوی ها آنچه در میان مردم اشتهار یافته قریب به بیست و پنج هزار بیت باشد[1]، والعهدة علی الرّاوی'

گویند که بحکم عادلشاه در برابر مخزن اسرار شیخ نامی گرامی شیخ نظامی کتابی گفت واز نظر عادلشاه گذرانید' شاه یک شتر زر بصلهٔ[3] آن به ملک عنایت نمود[4]'

میر حیدر ذهنی[5] که یکی از اصحاب نظم است و او نیز مدّاح ممدوح ملک است شاه باو گفت که میر ذهنی توچرا جواب مخزن نمی گوئی؟ او بعرض رسانید که: الحال چون حکم شد خواهم گفت' روز دیگر بعوض جواب کتاب مخزن اسرار این رباعی گفت و بنظر ممدوح خود آورد

رباعی

در مدح وثنایت ای شهنشاه دکن	معذورم دار[6] اگر نگفتم مخزن

(بقیه حاشیه صـ ۲۵۹) ابراهیم ثانی عادلشاه از ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ع تا ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ع در بیجاپور فرمان روائی کرد'

[1] نسخهٔ کلیات که سپرنگر در موتی محل دیده بود ونسخهٔ که در کتابخانهٔ دیوان هند محفوظ است (فهرست نمبر ۱۴۹۹) ظاهراً نصف این ابیات ونسخهٔ دیوان که در ایشیاٹک سوسائٹی بنگال است (فهرست صـ ۱۱۶) غالباً آن قدر هم ندارد ۔ امّا رجوع کنید به حواشی [2] آ: بسله [3] در خزانهٔ عامره (صـ ۳۱۱) از خان آرزو نقل کرده که مولانا ملک قمی وظهوری در برابر مخزن کتابی تصنیف کردند الی آخر القصه' ودر مخزن الغرایب هم گفته است که این مثنوی را هر دو شاعر مذکور منظوم کردند' ـــ برای ذکر صله که بر کتاب نورس یافتند رجوع کنید به خزانه (همان صفحه) و سپرنگر صـ ۳۸۱ ظاهراً همین مثنوی بنام منبع الانهار در هفت آسمان صـ ۱۳۳ و فهرست مخطوطات فارسی در دیوان هند عدد ۱۵۰۰ مذکور است'

[4] میر حیدر ذهنی صفاهانی" در دکن سکونت اختیار نموده' وی مدّاح عادلشاه بیجاپوری است' اگرچه کم شعر است لیکن هرچه گفته تمام انتخاب است ..... ظهوری در نثر خود وی را ستوده' در نقاشی و ترادی استاد بوده' روزی تمام مملوکات خود را در باخته ....." (مخزن الغرایب) [5] در آ: واو اضافه کرده [6] آ: معذور دارم (خزانهٔ عامره صـ ۲۲) ومخزن الغرایب: معذورم دار'

درین پوست خونست مغزی که هست | نگاوی که نقشی نیاید بدست
ز طبع عناصر مجو فتح باب | مده خاک بر باد و آتش بآب
٥ جهان چیست؟ افسانهٔ مار و گنج | که خاکش خوراکست[۱] و امساک* و رنج
طلسمی بهم بسته نام آدمی | وزو دیو ترسان ز نامردمی
ازین خاک آلودهٔ ساخته | چه سرها که شد کیسه پرداخته
کجائی ایا پردهٔ پیرای تاک | بهر قطرهٔ بخیهٔ دلق چاک
یکی سر برآر از گریبان خم | که پوشیده غم کسوت اشتلم
مغنّی! مجال نشاط است خیز! | گل نغمه بر خندهٔ جام ریز!
بزن آتشی در سراپای نی | که افسرده شد خون در اعضای وی
٥ جهان در خور سیر درویش نیست | که جولانگه یک نظر بیش نیست
٥ (۱۵۵) به افسون و نیرنگ او سر منه | اگر زندهٔ مرده را دل مده
ازو کم کسی جان بدر برده است | که ابلیس هم عشوه خورده است
٥ خوشا ذوق اقلیم آسودگی | که رخ شسته از گرد آلودگی
٥ توکّل[۲] نهال گلستان او | تجرّد غزال بیابان او
صراحی که دل زندهٔ نام اوست | خورد جرعهٔ کز ته جام اوست
چنان لعبتی شد می ناب ازو | که آغوش ساغر شود آب ازو
بنازم خم طرّهٔ تاک را | که آویزه شد گردن خاک را
خوشا خُلق دهقان و اطوار او | ملایم خس و خار دیوار او
بدان نرمی آب و گل منظرش | که لنگیده آهستگی بر درش
دل باده در شیشه بگرفت زنگ | چه[۳] شد صیقل جام آئینه رنگ

---

۱ آ: بود کشت آماس، تصحیح از روی ها ۲ ها: تجرّد شمال — توکّل (بجای تجرّد) ۳ آ: چه،

ساقی نامهٔ مولانا ملک قمی[1]

٥ خراباتیم، بادهٔ ناب کو؟	بیابانیم، چشمهٔ آب کو؟
٥ خرابم، و بزمِ[2] می پرستان کجاست	کبابم، طرب گاهِ مستان کجاست
جگر تشنه ام، ساقیا دیر شد	دگر نغمهٔ غم گلو گیر شد
لبم را بپا بوسِ آبی رسان	دماغم بوی گلابی رسان
صراحی! نه هنگام گردن کشی است	سری بر زمین نه که وقت خوشی است
بنه قعلِ گردنکشان برکران	بزانو در آ پیشِ رطلِ گران
بر آمد ز میخانهٔ دِل خروش	دگر قلزمِ شوقم آمد بجوش
٥ الا ای مسیحای خورشید جام	که دریای[3] کوثر شکستی خرام
٥ بر آور ز آغوش مینا سری	بکش از[4] سرِ خاینان چادری
٥ که افسانهٔ ما بجایی رسید	که جز گوش ساغر نیارد شنید
٥ (۱۵۴ ب) بده ساقی آن جامِ کوثر[5] مزاج	که از آبِ کوثر ستاند خراج
٥ که شاید بشوییم دامانِ دلق	بداریم دستی ز دامانِ خلق
کسی چند در عالمِ نام و ننگ	ترازوی دل را نهد پار[6] سنگ*
خرد حلقه دارِ رکابِ خم است	گهر مهرهٔ رشتهٔ ماتم است
جهان تلخ و شکر[7] هم آغوشِ شیر	طرب عام و خاصان بمحنت اسیر
٥ فلک کهنه گرگیست در زیرِ پوست	خرد را تصوّر که مغزی در وست

(بقیہ حاشیہ صـ۲۶۱) ۵ تصحیح قیاسی است،

[1] سی و سه بیت ازین ساقی نامه در هفت اقلیم (= هفا) آورده است و یک بیت افزوده، اشعار مشترک را به علامت دائره (٥) ممیز کرده ام [2] هفا: ره، [3] هفا: نای [4] هفا: در [5] هفا: گوهر [6] = پاسنگ، آنانند بهار عجم صـ ۱۸۵ ،

بنایی که خشتش زلای خُمست ... در آب و گلش گنج قارون گمست
دلیری مکن با می لعل رنگ ... که ساغر بزرگ است و میخانه تنگ
(۱۵۶ ا) مبادا عنانت بدست آورد ... درستِ ترا در شکست آورد
نه این خردی[1] و وین درشتی همه ... نه این نرمی و سخت مستی همه
جهان نیست جز استخوان ریزهٔ ... سگان را بگردن در آویزهٔ
بیا بر درش قفل خنده[2] ان زنیم ... بر این استخوان چند دندان زنیم
[3] بیا ساقی آن خسروانی قدح ... که می روید از خاک و آبش فرح
مگر پای بر فرقِ خواری[4] نهیم ... عنان در کفِ رستگاری دهیم
اگر[5] آتشم گل بدست منست ... وگر خاکم افلاک پستِ منست
به آیین شیرم، بسیمای گرگ ... بصورت حقیر، و بمعنی بزرگ
مکن طره[6] حرفی انگشت پیچ* ... نه[7] اختر شناسی مبر نام زیچ*
حذر کن گهر در خورِ مشت نیست ... برین خاتم آثارِ انگشت نیست
میالا بانگشت شهد ترم ... که داغ مگس نیست بر شکرم
نه جوهری، زحمتِ دُر مده ... محک نیستی، داغ بر زر منه
گلست این، بوی[8]ش ضیایی مکن ... شرابست، ظرف آزمایی مکن
میفشان درین عرصه گستاخ بال ... که گر رستم آید خورد گوشمال
مگو میوهٔ این چمن سرسریست ... که این هم گلِ باغ پیغمبریست
(۱۵۶ ب) باعجاز اگر متّهم سازیش ... که دم می زند تا سر اندازیش

[1] این لفظ و جملهٔ مصراع اول را در آ به نقاط شک (؟) آورده است، [2] ها: بده [3] آ: خاری،
[4] پیش ازین: بیت در ها افزوده: خرابم مبین گنج خاک من است: ملک رقعه دهر پاک من است،
[5] ها: طره حرفم بر انگشت مپیچ، آ ما: طره حرفی انگشت پیچ، آ: طره حرفی انگشت هیچ [6] ها: باختر شناسی نبیند از برنج، آ: نه آخر شناسی مبر نام زیچ، [7] آ: ضیایی تصحیح از روی ها، [8] آ: خوردی،

٥ بیا ساقی آئینه ام زنگ خورد — خزان از گل عشرتم رنگ برد

٥ بدستم ده آن ساغر آب دار — کز آئینهٔ دل بشوید[1] غبار

نفس در گلوی طرب شد گره — بلا بافت بر پیکر غم زره

پریزادهٔ باده در شیشه چند — بت عیش در ستر اندیشه چند

بر آب بقا پشت پایی بزن — بخضر و مسیحا صلایی بزن

حکیمانه نبض صراحی بگیر — در اعضای تزویر[2] گو خون بمیر

(۵۵ اب) شرابی درین خانه دارم نشان[3] — که خاکش بود تاج گردنکشان

٥ شرابی که آئینهٔ بینش است — درو نعل صد خرقه در آتش است

٥ اگر لب گشاید بافسون گری — نهد مُهر بر نسخهٔ سامری

٥ اگر موجه* ریزد[4] بوقت صبوح — کند خاک در چشم طوفان نوح

ره بیخودان را کمین گه بس است — دلیری مکن کین نه حدّ کس است

خرد هر که این ره بسر برده است — تجرّد کلاه نمد کرده است

که بود این که هوش از من مست برد[5] — خرد را بیک نغمه از دست برد

٥ مغنّی ازما بردی آئین هوش — کجا خوردی این بادهٔ کت باد نوش

مگر گرد[6] این نغمه گردم بگو* — غبارم بآب سرودت بشو

من آن مرغ محبوس پا در گلم — که چون غصّه نیشی زند بر دلم

بر آرم سری از شگاف قفس — صفیری زنم، باز دزدم نفس

بهارم ولی برگ ریزان زمن — میم لیک مستی گریزان زمن

گل عیش پامال اندیشه است — دل لعل بازیچهٔ تیشه است

---

[1] ها، آ: بشویم [2] آ، آ: تذویره [3] کذا [4] ها، آ: وگر موج [5] ها، آ: برد'
[6] آ: کرد این نغمه کردم بگو'

زمستی عود بر بود ہوش | می نغمہ خوردیم از راہِ گوش
سرودی کہ دل وسعتِ آہ یافت | خزان برگلِ عشرتم راہ یافت
بگو تا کنم چارۂ بیخودی | کشایم سرِ بادہ سرمدی
عروسی ازین حجلہ آرم برون | کہ از سینہ ہا بردمد بحرِ خون
ہمہ داغ آغوشِ بر پیکرش | ہمہ بوسہ گشتہ زپا تا سرش
رخش وقفِ بستانِ باقی کنم | لبش نذرِ پابوسِ ساقی کنم
کلیدِ طرب خانۂ کائنات | کہ خاکِ درِ اوست آبِ حیات
ورد ساغری می تمنا کنم | چو بر درگہِ او تولا کنم
نہ آن می کہ گلگونۂ خجلت است | می کابروی مئ وحدت است
ازین لعبتان کآب دل خوردہ اند | زبی پردگی در پسِ پردہ اند
(۱۵۷ب) چو از نسخۂ گل خبر داشتم | صد و چارده سورہ بنگاشتم
فضولی ز حد رفت ساقی بیا | بدہ جامی و ختم کن، والدعا
الٰہی بفضلِ خودم دہ پناہ | مصون دار نقدم ز دزدانِ راہ

ذکر

منتخب دیوانِ نکتہ دانی مولانا ظہوری طہرانی

شاعری رنگین و نکتہ سنجی متین است، اربابِ معانی این جزوِ زمان ہمہ کس او را در سخنوری قبول دارند، در دکن اشتہار تمام عیاری یافتہ، با ملک قمی و میر حیدر ذہنی

---

۱ آ: بیخودی ۲ ہ آ: دید ۳ ہ آ: خم ۴ ہ آ: جام می، ۵ کذا ایضاً در مراۃ العالم د فہرست بانکی پور ص۳۳،

مغنّی بگو گنج در دست ماست — سر افسر خسروان پست ماست
بگوشم زن آن نغمهٔ آبدار — که از گنج قارون بر آرم دمار
بزم کسوتی بر قد راستین — تواضع گریبان و عذر آستین
چو مقراض بر اطلس زر نهم — کلاهی بخاقان و قیصر دهم
دهم ساغر فکر را پاره‌ای — گهر بر تراشم ز گل پاره‌ای
چو من ساغرش محرمانرا ثواب (کذا)[1] — من این منصب از دو[1] یابم خطاب (کذا)
سگ طوقی آستان ویم — اگر نیک اگر بد از آن ویم
ملک رتبهٔ وحی داند که چیست — محمد شناسد که جبریل کیست
چه شد گر یکی نیک و دیگر بداست — نه در هر بن غار یک احمد است
چه شد خوارم[2] اما نیم نا امید — که گنجینه را آهن آمد کلید
بده ساقی آن ساغر سرمدی — همه هوشیاری همه بخردی
کریمان ندارند خود را معاف — چو زد لشکر خامه کوس مصاف
بدستم ده آن جام خورشید چهر — که بازی کند با کلاغ[3] سپهر
گلی چیده‌ام گل بگو[4] باک داغ — که داغست ازو سینهٔ صد چراغ
(۱۵۷) بیفشارم ار گوشهٔ دامنش — کند موج می دست در گردنش
عروسی که در بر نگنجد تنش — بود بار تن تار پیراهنش
مگو پارهٔ[5] زیورش درخوراست — که از ساعدش آستین پرزر[6] است
قلم تا کی افسانه گویی بس است — زمانی مکن عیب جویی بس است
مغنّی بجائی بر آهنگ زن — سر ناخنی بر رگ چنگ زن

---

[1] کذا در آ به نقاط شک، در مآ جواب بجای ثواب و دور بجای دو [2] آ: خارم [3] مآ: کلاه،
[4] مآ آ: مگر، تصحیح قیاسی است [5] مآ: پاره [6] آ: آستینها زد است، تصحیح از روی مآ،

رفته باز بدانجا معاودت کرده و عمر خود صرف نموده،

ابیاتِ او از قصیده و غزل و مثنوی و ترجیع و ترکیب و مقطعات همگی قریب پانزده هزار بیت باشد[۱]،

و گویند که هشتاد و یک سال عمر کرده و در سنه اربع عشرین والف[۲] در بیجاپور ساغرِ مرگ چشیده و دم درکشید،

ساقی نامه مولانا ظهوری

ثنا[۳] می کنم* ایزدِ پاک را
ثریا دهِ طارمِ تاک را

که خورشید را صورتِ جام ازوست
شرابِ شفق در خُمِ شام ازوست

ازو لاله نثار بر فرقِ مَی
وزو شکر نغمه در کام نَی

رگِ تاکِ امید را نم ازوست[۴]*
لگدکوبِ مستی سرِ غم ازوست*

سکون در رهش هم عنان با شتاب
ازو مست گر ذره گر آفتاب

(۵۸ اب) پرستارِ او رندی و زاهدی
طلب گارِ او دیری و مسجدی

یکی در حرم پای بستِ نماز
یکی در خرابات مستِ نیاز

پی شب نشینانِ بزمِ طرب
پُر از نُقلِ اختر کند خوانِ شب

(بقیه حاشیه صد ۲۶۸) ۹۸۸ھ به دکن رسید (فهرست بانکی پور ۳ : ۳۳ سفینه خوشگو در فهرست ایته)،

(حاشیه صد ۲۶۹) [۱] رجوع کنید به سپرنگر صد ۵۸۰ و برای ذکر نسخ کلیات به فهرست بانکی پور ۳ : ۳۲

[۲] کذا در مرآة العالم امّا نزد جمهور اصحاب تذکره سال وفاتش ۱۰۲۵ھ است ازرجوع کنید و به صفحه ۲۶۱ حاشیه ۶ و فهرست بانکی پور، [۳] ساقی نامه ظهوری نسخه خطّی (که در ما بعد علامتش خ است) : ثنا ها بهه - به بینید ریو صد ۶۷۹

[۴] در ساقی نامه مطبوعه مطبع مصطفائی لکهنو ۱۲۶۳ھ (که در ما بعد علامتش مع است) و خ : 'ازو' بجای 'ازوست' (بهر دو جا)

کاشی در بیجاپور معاصر بوده، فامّا میان ملک و حکیم ظهوری کمال محبّت و اتحاد و نهایت اخلاص و اعتقاد بوده،

به تحقیق پیوسته که دران ایّامی که ملک قمی حسب الحکم جمجاه انجم سپاه، ابراهیم عادلشاه دربرابر مخزن[1] حضرت شیخ دو هزار بیت گفت و آن را نورس[2] نامه نام کرد ظهوری نیز دران زمان[3] بحکم شاه مذکور در مقابلهٔ مخزن درآمده دو هزار بیت بنظم درآورد و همچو ملک صلهٔ[4] خوب یافت، فامّا باطن حضرت شیخ نامی گرامی شیخ نظامی نگذاشت که این دو عزیز در تتبّع[5] آن کتاب کاری بسازند، آری اگرچه ذرّه[6] در برابر آفتاب درمی آید فامّا در جنب عظمت او نمی نماید و هرچند که ذرّه در برابر خورشید بهتر جلوه می کند سرگردانی بر(۱۵۸ ا) پریشانی خود بیشتر می افزاید، چنانکه قطب مرکز فصاحت و بلاغت طوطی بوستان نکته پردازان خواجه شمس الدین حافظ شیرازی می فرماید شعر

نه هر که چهره برافروخت سروری داند | نه هر که آینه سازد سکندری داند
هزار نکتهٔ باریک تر زمو اینجاست | نه هر که سر بتراشد قلندری داند

نام ظهوری نورالدین محمد است، و مولدش از طهران است، در ایام جوانی از وطن برآمده سیر عراق و فارس کرده، از انجا بهند دکن افتاده و در انجا نشو و نما یافته، و از دکن بکهٔ معظم

(بقیه حاشیه صـ۲۶۷) امّا نزد جمهور اصحاب تذکره اصلش از ترشیز (ولایت خراسان) است، خوشگو (فهرست کتابخانه بادلی عمود ۲۲۹ عـ۵۵۹) می گوید که مولدش درخجند بوده که در نواحی ترشیز است نـ۵ رجوع کنید به صفحه ۲۶۰ حاشیه ۴۲

(حاشیه صـ۲۶۸) نورس[1] نامه، ظاهراً همین مثنوی بنام منبع الانهار در کتابخانه دیوان هند موجود است کما مرّ، و تعداد ابیاتش غالباً از چهار هزار پنج صد کم است امّا صاحب تاریخ عالم آرای عباسی (صـ۱۳۲ و صـ۵۲) می گوید که ملک قمی و مولانا ظهوری باتفاق کتاب نورس که نه هزار بیت است تمام کرده، هر یک چهار هزار و پانصد بیت گفتند و نه هزار هون بالمناصفه صله یافتند، برای لفظ نورس رجوع کنید به مجلّه نورس اورنگ آباد دکن جلد اول نمبر ۱ (سنه ۱۹۲۵) صـ۲، ۲ ه ز: زمان روزها ۳ ه آ: زمان ۴ ه آ: سله، ۴ ه ز: زره ۵ ه کذا در سرو آزاد (صـ۳۴)، می گویند که مدتی در یزد و شیراز قیام نموده بالآخر در

بهارست بی می حرامست زیست — براحوالِ زهّاد باید گریست
چرا می ننوشم بهار آمدست — نهالِ نشاطم به بار آمدست
بهارست ای خلوتی مژده باد — چسان می نشینی؟ جمادی جماد
بهارست رختِ ورع کن گرو — می کهنه دارد شگون سالِ نو
بهارست و[۱] بلبل برآورده جوش — بخند[۲] است مینای قلقل فروش
صبا دم زد از معجزِ عیسوی — جهان را[۳] مبارک بساطِ* نوی
عروسِ چمن گشت رشکِ بهشت — بشاطگی آمد اردی بهشت
وداعِ چمن کرد پژمردگی — هوا را از[۴] دم ریخت* افسردگی
اگر[۵] تو به همسر نشد با شکست* — که دارد درین فصل پای نشست؟
دهد ابر تا کشتِ غم را آب — ز باران روان کرده سیلِ شراب
کند کودکِ غنچه تا خوابِ ناز — صبا مهد جنبان بدستِ نیاز
شد از برجِ گلبن کواکب عیان — که[۶] در چشمِ تو روشن ای باغبان
(۵۹ ب) دگر طرّه‌ها برزد از تاک سر — دلت شاد[۷] از می کشان شاد تر[۸]

(بقیه حاشیه صفحه ۲۷۰) ۵: در تعریف بهار — و در خ: بعد از حمد و سپاس ایزد تعالی زبان خامه را در تعریف بهار گویا داشتن و بهوای آن گل گل شگفتن — و آغاز ابیات از س ۳ کرده است،

(حاشیه صفحه ۲۷۱) ۱ در خ و مع «و» حذف است — آورد بجای آورده — خنده بجای خند ۲ در خ و مع بعدش افزوده — بهار است کو ساقی جانفزا — که آمد لطافت بسیر هوا (در خ: بسیر هوا)،

۳ خ و مع و آتشکده (ص ۶۹): کهن را مبارک ۴ تصحیح از روی خ و مع (ص ۲) آز؛ در م ۵ پیش ازین بیت در خ و مع افزوده ز مغوله مویان در ایام گل — دگر تابان را کجه کرد کل — و مصرعه اول را این طور آورده: دگر تو به همسر شد با شکست،

۶ مع: دگر ۷ مع: «واز» در خ هم «و» افزوده اما ظاهرا غیر کاتب کتاب،

۸ بعد این بیت در خ افزوده: ... زنابو ... افشان — که آورد از زلف ساقی نشان — کدو خوش به نزدیک نرگس بکار — سفارش چه حاجت توئی پیرکار — در مع هم این دو بیت را افزوده مگر بعد بیت اوّل "بیا دجبین ارغوان الخ" را آورده که بر ص ۲۷۲ در حاشیه ۱ درج است،

کند مطرب بزم غم ناله را ‌‌‌‌‌‌ دهد ساغر لعل تر لاله را

زخم خانهٔ فیض هر بامداد ‌‌ بجام طلا راتب[1] صبح داد

خمار کسی را ز کوثر شکست ‌‌ که از مهر ساقیش گردید مست

میی[2] داد در مجلس شاهدی ‌‌ که شد نقش او سبحهٔ زاهدی

شقایق از آنست سرخوش مدام ‌‌ که دارد شراب هوایش بجام

ز فیض می حکمتش ذوفنون ‌‌ فلاطون دل در خم اندرون

ز هم رازی نرگس مست یار ‌‌ به دردسر خویش راضی خمار

ز شوق شراب شبستان راز ‌‌ در این مه نو به خمیاره باز[3]

صبوحی کنان صبح از جام مهر ‌‌ سیه مست دایم شب دیو چهر

مضرت ربای غم سینه گز ‌‌ بجان دار روی چهرهٔ تاک[4] رز

ز رشح می قدرتش ماه و سال ‌‌ بتدریج پرگشته جام هلال[5]

ز لطف[6]* ارسه احی بغفور[7] داد ‌‌ که و نیز در بزم رندان نهاد

(۱۵۹ الف) پی می کشی[8] بی ضیاع عقار ‌‌ بیار است باغی ز فصل بهار

منم آری آن رند بی خان و مان ‌‌ که آوردم از بی نشانی نشان[9]

ﻫ[10]

بهارست نرگس قدح برگرفت ‌‌ بروی چمن لاله ساغر گرفت

---

[1] آ: رایت، تصحیح از روی خ و مع (ص۲) [2] حاشیه خ: یای تعظیمی [3] در مع بعدش و در خ بعد "ز شوق شراب" افزوده: درختان رعایاو ز کیقباد به برگش از آن صورت چتر داد [4] تا (مصحفاً): بار — در این بیت را به نقاط نشا(؟) آورده است [5] خ بعدش افزوده: بلطف چمن بهر هر عبهری تراشیده از کهربا ساغری [6] مع (ص۳): به لطف، خ: زلطف [7] آ تا: لغفور، تصحیح از روی خ [8] مع: میکش، خ مثل متن [9] در خ و مع ترتیب اشعار این طور است: س۱ و ص۲ س۲ بعدش افزوده — کشیدم دگر خوان برگ و نوا بدو نیک و پیر و جوان را صلا و ص۲ س۱ بعد تا افزوده بهار است ای باده خواران بهار فرارست تجمیل واعظ فرار (در خ قرار بجای فرار به هر دو جا) [10] در مع این جا عنـ[وان]

بیا ساقی آن سبز مینا بیار ‌ ‌ ‌ کزان خرّمی می چکد بر بهار

بر اندازهٔ آن زجاجی قدح ‌ ‌ ‌ که عکسش بر آورده قوس قزح

فروریز ازان غیرت ارغوان ‌ ‌ ‌ وزان خاطرم را چنان بشگفان

که صد نوبهارش براه افگنم ‌ ‌ ‌ اگر سوی خاری نگاه افگنم

بیا ساقی ای باز خاطر شکار ‌ ‌ ‌ که خونی ست چنگ عقاب خمار

زگلبن چمن گشته طاؤس دم ‌ ‌ ‌ برون آر خون کبوتر ز خم

بده تا درین دام گاه مجاز[1] ‌ ‌ ‌ ز گنجشک من وا[2] خورد شاهباز

بیا ساقی ای من سگ کوی تو ‌ ‌ ‌ بده می که شاید به نیروی تو

شکاری بهنجار طرح افگنم ‌ ‌ ‌ سر شیر غم را ز تن برکنم

بیار آنچه زو غم شود گم بیار ‌ ‌ ‌ بجان خودت کز سر خم بیار[3]

بعشق لبت نعل در آتشم ‌ ‌ ‌ بکشتی میم ده، قلندروشم

ازان باده در ساغرم ریز[4] خم ‌ ‌ ‌ که قلزم زرشحش کند[5] اشتلم

نگردد خراب تو از باده مست ‌ ‌ ‌ باندازه ساغر بده ظرف هست

ز من[6] باده وقتی رباید توان ‌ ‌ ‌ که ریزد نگاه تو مستی بران

(۱۶۰ ب) بیا ای بخوبی[7] قباد احتشام ‌ ‌ ‌ بجمت کمترین بنده بردار جام[8] ۵

(بقیه حاشیه ص ۲۷۲) ۷ خ مع (ص ۶): بند ۸ خ مع: سینه ها را زلی،

(حاشیه ص ۲۷۳) ۱ آ: جماز، تصحیح از روی خ و مع ۲ خ: رم، مع مثل متن، ۳ بعدش در خ و مع افزوده:

بگرد دلم گشت بیهوشی ‌ ‌ ‌ بنازم بده جام سرجوشی

چه غم گر شود دلق پرهیز تر ‌ ‌ ‌ بنازم بلطف تو لبریز تر

۴ در مع فقط: کن ز ۵ مع (ص ۸): بکشد، خ مثل متن ۶ در فقط خ تقدیم و تاخیر با بیت سابق،

۷ آ، مع: بخوم، تصحیح از روی خ و مع ۸ بعدش در مع و خ افزوده ـ ز ستر تازه کن عیش بهرام را ـ بکش داغ خود گور ایام را

(در خ نسخه بکن بجای بکش، و بهرام را بهم درج کرده است) ؎

مگر عزم می‌خانه دارد چمن | که پُرکرده دامان وجیب از سمن
چه می ریخت دیگر هوا در اياغ | که گل گل شگفت است رخسارِ باغ[1]
دگر وقتِ عطاری گلشن است | بصد نافه هر غنچه آبستن است
زجوش گل و لاله در طرفِ باغ | زمین و زمان پُر ز جام و اياغ
هوا گشته از عکس پیمانه زار | در اندازِ میخانه[2] دست چنار
زعطّاری نافهٔ یاسمن | صبا کاروان کش به ملکِ ختن
زکیفیّتِ اعتدالِ هوا | دمِ روح در آستینِ صبا
جماد آمد از شوق در اهتزاز | صبا می دهد جان، تو قالب بساز
زدم سردیِ واعظان برمجوش | غفور است ایزد تو ساغر بنوش
به گلبن نگر کز هوای فرح | بهر دست برداشت چندین قدح
چنان مست[3] از شوق هر چیز هست* | که بر دوشِ شاخ افگند جلوه دست
زلطفِ صبا شاخِ گل در چمن | چه مستانه غلطید[4] بر یاسمن
عجب نیست گر کودکِ بی زبان | بلفظِ می اوّل کشاید زبان
گهِ ذکر شیخ ورع اکتساب | همه گفته یا ساقی و یا شراب[5]
(۱۱۶۰) چنان برشده می طبع ها از دست | که در سینه آوازها گشته مست

ا؎ در خ بعدش افزوده

بیاد جبین ارغوان را ببوی | ببوی گریبان سمن را ببوی
دگر نخل پر جلوه [و] نور پاش | شد از عود و صندل مشبک تراش

در مع بیت ثانی را این جا افزوده و بیت اوّل را طوری که در حاشیهٔ آخرین ص ۲۷۱ مذکور است ۲؎ خ مع: پیمانه،
۳؎ مع (ص ۵) هست . . . . مست، خ مثل متن ۴؎ مع (ص ۵): غلطیده، خ مثله بعد تصحیح،
۵؎ در مع درین موضع ۱۲ و در خ ۲۲ ابیات افزوده، ۶؎ بعدش در خ و مع افزوده: ــ

چنان ذوقِ می ریخت در سینه جوش | که پرهیز شد امّت می فروش

مه روزه[1] که*؟ روز آدینه چیست؟ | بده می بده، الغفور اسم کیست؟
چو آدینه را عزّتِ دیگر است | اگر صاف صاف آوری بهتر است
کسی نقدِ ایام تاراج کرد | که از هفته آدینه اخراج کرد
زعهدِ جم ایّام رندان به است | که سال و مه و هفته پر شنبه است[2]
بیا ساقی از من مرا وارهان | بجانم ز قیدِ چنین و چنان
ز حد رفت این اختلافاتِ عمل | حلاوت نماند است در نقلِ نقل
شو و زاهد را بحثِ بیهوده طی | بداند اگر معنیِ لفظِ می
گر از طاقِ ابرو شوی قبله ساز | نمازی گذارم بشرعِ نیاز
هوس کرده ام کعبهٔ بی سفر | چه گردد اگر گردمت گردِ سر
ز طاعات[3] دارم امیدِ فلاح | که رهنِ شراب است دلقِ صلاح
چرا خاطرم نشگفد باغ باغ | ز می خرقهٔ زاهد شد داغ داغ
ز ما زاهدِ ساحلی را سلام | که راندیم کشتی بگرداب[4] جام

(۱۶۱ ب) بروزا[5] هد از زهدِ خود بر ملاف | که از دُرد خواری شود سینه صاف
چه حاصل که سوزیت حاصل نشد | جگر ماهی[6] تا به* دل نشد
لبت را نه بوسید بجنا لهٔ | زبانت نشد شعلهٔ لالهٔ[7]
تبی[8] سوز در استخوانت نریخت | دمی زهر در کامِ جانت نریخت[9]

---

۱ مع: شب جمعه و — در خ اوّلاً مثل متن نوشته، باز 'که' را قلم زن کرده 'و' نوشته و زیر مصراع بخط خفی نوشته: می آور بی عذر آدینه چیست — خ مع: پر بده (بجای می بده) ۲ مغ و مع (ص۹) افزوده: نگویم پی باده شنبه نکوست چه شنبه چه جمعه همه روز دوست ۳ در آ، زهن بجای رهن نوشته و بر بیت علامت محو درج کرده است، و در مآ بیت ها حذف کرده، در مع طامات بجای 'طاعات' — تصحیح از روی خ ۴ مغ و مع فقط: بدریای ۵ در مع: این جا عنوان ذیل درج است :—

بده می که گردم فریدون حشم | پریشان کنم مغز ضحاک غم

سرت گردم ای ساقی نازنین | منه جام می یک نفس بر زمین

چو از جام شد پنجهٔ جم جدا | به فرقش کشید ارّه دست بلا

فدای تو خواهیم عمر شریف | نگوییم خود می شناسی حریف

گدائیم امّا گدائی بنام | جم وقت خویشیم پرساز جام

خراب ار شود کاخ کون و فساد | چه پروا خرابات آباد باد

ز بی لطفی چرخ پروا کراست | اگر لطف ساقی نباشد بلاست

دهد گر بمن التفات تو بخش* | ازان جاه افزون کن عمر بخش

غنا را شمارم بدامان زکوة | کنم سلخ بیرون ز ماه حیوة

شوم خواجه چاره ساز غنا* | کنم نقطه در کار عین عنا

توان جام بزم اجل را شکست | بدستی که پیمان به پیمانه بست

ندارم ز حکم ورع سرکشی | ازان می کنم مشق ساغر کشی

که پیمانه چون پر شود از قضا | کشم در زمان و گذارم بجا

نیارد دگر موج غم اشتلم | فتد رخت عقل ار بگرداب خم

(۱۶۱۱) توان دید راز درون نقاب* | اگر عینک آرد قدح از حباب

کسی در نظر راز انجام داشت | که در دست آئینهٔ جام داشت

ولی از فکر فردا مشوّش مدار | عیانست انجام ز آغاز کار

---

۱ مآ: کز ۲ آ: پخش تصحیح از روی مآ و خ و مع ۳ آ: کش ۴ آ: عنا،
۵ خ مع: چارسوی بقا، آ: چاره ساز عنا ۶ این بیت را در خ و مع ندارد،
۷ مع: درون بی نقاب، در خ مثل متن،
۸ مع: ایام، و در خ مثل متن

بیا همره من بمی خانه آی | اگر می توانی ز سر ساخت پای[1]
وگرنی[2] بتعریف آن گوش دار | توان گفت شاید یکی از هزار[3]

[4]

بنازم[5] بآن قصر گردون جناب | که بر درگهش خضر پاشیده آب
زهی بارگاهی زمین آسمان | که یک حجرهٔ اوست کوان[6] و مکان*
شمال و صبا خاکروب فضا | ز حجّاب ور گهِ یکی مرحبا[7]
اساسش ز خارای کوهِ وقار | همه محکمی برده بنّا بکار
بلندی برآوردهٔ پیش طاق | خرد خرده کار مقرنس رواق[8]
نشد ابر بر بامِ او قطره بار | ز کوثر نگردید تا مایه دار
شو و عفّه چون خرّمی تازه رو | گذر گر کند زیر میزاب او
دران بارگاه هنر ور نواز | زمرّد گداز خرد[9] شیشه ساز
سبو و خم از خاکِ پاکِ حرم | گل و جام و ساغر ز باغِ ارم

---

[1] در مع بعدش افزوده:

بیا معنی سرخ روئی بدان | درین پایه تیره بختی ممان

در خ هم این بیت را افزوده، امّا تقدیم و تاخیر با بیت سابق دارد، [2] خ مع: نه،

[3] در خ و مع بعدش افزوده: گرو ساز بیشم دمی رخت هوش | که چشم تو خون بارد از رشک گوش

[4] در مع این جا عنوان ذیل درج است: تعریف میخانه و در خ: در صفت میخانه، [5] آ: نیازم بآن مصر، تصحیح از روی خ و مع

[6] خ مع: کاخ مکان [7] بعدش در خ و مع افزوده:

در از سدرهٔ بوستان ثواب | ز گل میخیش روشناس آفتاب

[8] در خ و مع تقدیم و تاخیر با بیت سابق و بعدش افزوده: ز بامش طرب میدمد چون گیاه | بلی در گلش زعفران است کاه
(در خ بیامش و گلش)

[9] آ: از خرد، تصحیح از روی خ و مع (ص۱)،

چراغ فراغ[۱] آن کسی بر فروخت — که لخت جگر را به داغی فروخت[۲]

ز راحت دل آزرده خیر دید — که زخمی ز شمشیر جور[۳] ی خرید

نه کاهیدهٔ یک جو از بود خویش — ز خلوت نشینی مگو[۴] سود خویش

ریا خوش ترا زنده در گور کرد — جهان بر تو چون دیدهٔ مور کرد

زبس کرده زهد از شرابت نفور — عجب گر بنوشی[۵] شراب طهور

بترس از خدا بگذر از گول[۶] خلق — مکن سبحه را دانهٔ دام دلق

ز سر برکش این خرقهٔ زرق[۷] شید — بفرسود جان تو در قید قید[۸]

ز عمامه بگذر که در کار نیست — بلی سربزرگی به دستار نیست

نه صاحب حال، بر خود مبند — تو ننگی همه، فکر ناموس چند؛

ز اوضاع رندان تعجب مکن — نداری تعقب[۹] تعصب مکن

ازین بیش رخش تمنا مران — برون کن[۱۰] ز دست طبیعت عنان

(۱۱۶۲) خرابست معمورهٔ عقل و هوش — به آبادیش در خرابات کوش

نخواهی بنای بقا را خراب — بکن پای[۱۱] بستش به لای شراب *

(بقیه حاشیه ص ۲۷۵) خطاب به زاهد —— و در خ نشاه تعریف شراب جمعیت خاطر صرف نمودن بخطاب زاهد زبان کشودن و مصراع اول این سه برو زاهدا از صفا بر ملاف (در خ آ "پر"، بجای "بر") ۶ خ مع: تا به ماهی ۷ خ مع: نالهٔ ۸ آ: بسی. تصحیح از ر: ی خ مع — خ مع: لبی (بجای دمی) ۹ بعدش در خ و مع افزوده سه:

بدستت نیفتاد سر رشتهٔ — ز آه بخون دل آغشتهٔ

(حاشیه ص ۲۷۶) ۱ آ: فراق، تصحیح از روی خ مع ۲ در آ فقط، ر خ مع: بسوخت ۳ خ مع: جوری، ۴ خ مع: بگو، ۵ خ فقط: ننوشی، ۶ فقط مع (ص ۹): گول — آ: بجبه بجای سبحه تصحیح از روی خ و مع ۷ ۸ مع: کید، در خ کید را نسخهٔ دیگر نوشته ۹ کذا در ر و آ، خ مع: تعصب ۱۰ فقط مع: کش، ۱۱ خ مع پای بستی ز

(۱۶۳ ا) نه آید ز هر کس چنین منزلی — نهاد این بنا را سکندر دلی
بدورش نه خمهاست پهلوی هم — که سدّیست در دفعِ یاجوجِ غم
بدیوارِ او پشتِ امن و امان — سعادت نظر کرده ساکنان

---

[1] جهان پشتِ پا خوردهٔ هر یکی — نه بسیار دانند نی اندکی
بهر جا که تخمِ وفا کاشتند — زیک دانه صد خرمن انباشتند
چو تازند هر یک به میدانِ عشق — شود نُه فلک گردِ یکرانِ عشق
بکشتی چو نوشند می در صبوح — ندارند پروای طوفانِ نوح
چو اشجارِ باغِ سخا سایه دار — چو انهارِ بحرِ بقا مایه دار
ز حسنای که دارند بر روی عبور — کنند[2] عقلِ کل کیمیای شعور
سرِ حرص در راهِ شان پایمال — گرفته ز دیدارِ شان دل نوال[3]*
ز گلزارِ رخسارِ خوبانِ مست — توان لاله و ارغوان دسته بست
چو ریزند خوی از رُخِ آتشین — زند جوشِ یاقوتِ شرم[4] از زمین
همه جُرمِ عاشق فراموش کن — نصیحت شنو در دل گوش کن
بحکمِ تغافل اگر ساعتی — شود پاره پیراهنِ طاقتی
کند در زمان نرگس عذرخواه — رفوکاریِ آن به تیرِ[5] نگاه
(۱۶۳ ب) وگر نادر از سرکشیهای ناز — رود زهر چشمی بکارِ نیاز
برای تلافی ز گلبرگِ تر — تبسم بخروار ریزد شکر

---

[1] عنوانش در مع: تعریف اهل میخانه (خ در تعریف الخ)، [2] خ مع: کند — آ: شکور (بجای شعور) [3] خ مع: بی‌نال [4] در خ سرخ و نسخهٔ شرم ده مع: سرخ
[5] خ مع: تار

زلبستانِ تصویر سقف و جدار ‏ گل و لاله در جیب باغ و بهار

کند روح مانی[1] گر آنجا گذر ‏ ز حیرت شود نقشِ دیوار و در

(۱۶۲ ب) مصوّر به نقشی که آورده روی ‏ همان نقش گردیده احسنت گوی

هوایش ز انفاسِ خضر و مسیح ‏ ز آبش کنایت[2] بکوثر* صریح

معطّر جهان از بخارِ[3] بخور ‏ ز مجمر بر آورده سر زلفِ حور

سحر سایه پروردهٔ فیضِ شام ‏ ز قندیلِ خورشید در زیر دام[4]

ز شمع و چراغِ کواکب شرر ‏ بگرد سرِ شام گردد سحر

وفا پای مرد و سخا دست یار ‏ ظرافت ندیم و ادب پیش کار

شکایت ندانسته راه لبی ‏ به نفرین نجسته نرکس[5] یا ربی

بهر گوشه از لب شکر ریخته است ‏ گل[6] و نغمه در یک* دگر ریخته است

ز انهاز[7] اوتارِ* قانون و عود ‏ رود آب عشرت بباغِ سرود

ز جوشِ گلِ[8] نغمه* در باغ ساز ‏ شده بلبلِ جان همه اهتزاز

ز تر دستی مطرب تیز چنگ ‏ فرو می چکد نغمه از تارِ چنگ

رگِ تار را بس که مضراب سُفت ‏ توان گوهرِ نغمه از خاک رُفت

ز قلقلِ[9] صراحی است چینی نواز ‏ دهانِ قدح مانده[10] در خنده باز

اگر نقلی[11] از نقلش* آید به پیش ‏ کند نطق تا حشر لبهای خویش

شگفتی[12] بچشم خلایق نمود ‏ گزان نگذرد محتسب بی سجود

---

۱ آ: باقی؛ تصحیح از روی خ و مع ۲ آ: کتابت بکوبر؛ تصحیح از روی خ مع ۳ آ: بحار؛ تصحیح از روی خ و مع ۴ خ فقط: بام ۵ آ: کس؛ تصحیح از روی خ و مع ۶ خ مع: گل نغمه بر ۷ آ: در انهاز اوتاد، مع: در انهار و اوتاد؛ تصحیح از روی خ مع: ۸ آ مع: گل و نغمه — آ: احتزاز (تصحیح از روی خ و مع) ۹ خ فقط: را، آ مع: غلغل ۱۰ مع: ازدر خ مثل متن ۱۱ خ: نقلی از نُقلش، مع: نقلی از نقلش — خ مع: آرند (بجای آید به) ۱۲ آ: شکوهی در متن و شگفتی بر حاشیه، خ مع (ص ۱۱): شکوهی — آ: بگذرد، مع: نگذ

پی جوهر معرفت بحر و کان | برای تن شوق روح[1] روان
لغت دان قاموس اسرار عشق | گره بند تسبیح و[2] زنار عشق
محشی[3] ز کلکش کتاب وصال | بفتوی او خون هجران حلال
فراست نظر کردهٔ دید او | فنا حلقه در گوش تجرید او[4]
بقا بخش همچون زلال[5] سخن | همه منفعت چون شراب کهن
جوان نخل بستان فضل و کمال | کهن مفرد نکتهٔ وجد و حال
بهین[6] رهنمای فضای طلب | مهین کدخدای سرای طلب
گزین میزبان سر خوان دهر | ولی نعمت سیر چشمان دهر[7]
بامید نزدیک، از یاس دور | مؤید بتایید رب غفور

[8] بگویم که ساقی چها می کند | بناز و کرشمه بلا می کند
بهر عشوهٔ نرگس پرفنش | نهد خون صد توبه بر گردنش،
چکاند ز رخ چون عرق در شراب | دماند ز روی حریف آفتاب
(۱۶۴ب) بدر سفتن آید چو سحر لبش | نهد غمزه صد مهر[9] بر مثقبش*
اگر کفر زلفش شبیخون برد | ورع کی سر خویش بیرون برد
ملک[10] را نماند جگر بی خراش | زند غمزه چون دشنهٔ دور باش
ز مژگان اگر نار[11] خنجر زند | شگاف دل از سینه سر بر زند

---

[1] مع فقط: روح و [2] واو فقط در آ محذوف [3] آ خ: محشا،
[4] در خ و مع بعدش افزوده: سعادت ثمر نخل باغ دلش مروت گهر بحر آب و گلش
[5] آ. ذلال [6] در مع فقط مهین در اول و بهین در ثانی [7] مع (ص۱۳۱) شهر [8] در مع عنوانش: تعریف ساقی
خ: در تعریف صفت ساقی [9] خ مع: الماس [10] مع: فلک [11] آ: نار سینهٔ (بجای سینه)،

شراب و کباب است و ساقی و شمع — پریشانی زلف و دلهای جمع

8[1] بآیین جم حضرت می‌فروش — بکف جام[2] از بهر ارباب هوش

زند گر ز اعجازش انکار دم — بدستش دهد آب و آتش بهم

برندان دهد هر سحر عمر نوح — بجوشش نغمهٔ الصّبوح الصّبوح!

بفرمان آن حاکم ملک جان — بخلوت[3] ربایندهٔ* زاهدان

چه آذر چه خورداد هر یک[4] بکار* — بشاگردی خلقش اندر بهار

چو بر خوان[5] اکرام و احسان نشست — بیک لقمه دریوزه شد چرب دست

مه و مهر نان ریزهٔ خوان اوست — چه روشن ضمیری که مهمان اوست

وقارش اگر مایه بخشد بکاه — شود سایهٔ[6] کاه* البرزگاه

سُها[7] تا شد از جرم* او بهره‌ور — چو اختر نه زد چشم بر یکدگر

چو در شیرمردی کمر[8] چست بست — میان پلنگ تکبّر شکست

ز لطفش صد امّید اقطاع خوار — موظّف ز طبعش چو عشرت هزار

لبش نکته‌پرور به تحسین دل — مروّج ز فتوی[9]* او دین دل

(۱۶۴۰) برون از فضای مکان سیر او — سلیمانست[10]* ناقوسی دیر او

توکّل بیابانی همّتش — ز حق توقّع بری ذمّتش

ز شهد قناعت طمع زهرچش — هدایت بر آن[11] بی طلب بوسه‌کش*

---

[1] در خ بلا عنوان، در مع عنوانش: تعریف می‌فروش [2] در خ فقط: جامی [3] خ مع (ص۱۲): ربایند درخلوت [4] خ مع: بر یک قرار آمد (بجای اندر) [5] آ: نان اکرام احسان، خ مع مثل متن
[6] خ مع: سایه اشکوه، [7] خ مع: سهرتا شد ازحزم؛ (در آ 'سهر' را حک کرده 'سها' نوشته است)
[8] مع: میان، خ: میان (مع نسخهٔ کمر)، [9] فقط مع: بفتوای [10] خ مع: مسیحاست،
[11] خ مع: براه طلب توشه کش،

نگارا نشانِ سعادت طراز   مطرّز بطغرای زلفِ دراز
مکرّر کرده سودا به آن زلف[1] و موی   که گردیده گل تاجِ رنگ و بوی
بنازم بآن خالِ طرفِ عذار   مگر تخمِ جان هست در زنگبار
بمصرِ تمنّا ز کنجِ دهان   شکر می رود کاروان کاروان
نمک را چو از خنده قیمت فزود   جراحت بدریوزه دامان کشود
چو فردا شود زینتِ حشرگاه[2]   زمستان نخواهند عذرِ گناه
مه[3] و زهرهٔ برجِ نیک اختریست   جگرگوشهٔ مادرِ دلبریست
نظر[4] اهلِ دل را بر انعامِ اوست   بنازم بر آن می که در جامِ اوست

(۱۶۵ ب) فلک[5] گر ازان باده* بوی برد   گریبان برغمِ حکیمان درد
گر اندازد آن باده پرتو برون   بایمان شود کفر را رهنمون
اگر عکسِ جامش فتد بر بحار   نه بینی بجز ابرِ یاقوت بار
شود گر نصیبِ طمع یک ایاغ   ز رویش توان کرد روشن چراغ
اگر حشمتش فقر را دل دهد   گدا پای بر فرقِ طغرل نهد
ازو ضعف یابد اگر یاوری   ز جا بر کند سدِّ اسکندری
زند دیو گر غلط[6] در لای او   پری چهره گردد سراپای او

---

[1] خ مع (ص۱۸۱): روی — گردید (بجای گردیده)، خ مثل متن [2] تا فقط: جترگاه،
[3] بیت در تا محذوف، و در آ به علامت محو این طور نوشته: مه و زهرهٔ نیک برج اختریست جگرگوشهٔ ماه در الخ، تصحیح از روی خ و مع، [4] در خ و مع مقدم بر بیت سابق، و بعدش عنوان "تعریف شراب" (خ: در صفت شراب) و این بیت افزوده — نگویم که می مایهٔ زندگی ازو جرعه جو خضر پایندگی،
[5] خ مع: ازان باده گر چرخ — آ: ز رغم (بجای به رغم)،
[6] خ مع: غوطه،

ترنجی زغبغب فتادش بدست — که بر دستِ یوسف‌رخان زخم بست

ملک را بدل زخمها جا گرفت — کمان دارِ ابرو چو مجرا گرفت

چو زلفش کسی بوی دولت شنود — گزو نافه بر جیبِ طالع گشود

ز پیچانِ[1] کاکل تا کمر — تماشاست زنجیرِ پای نظر

چو برخیزد از صبحِ رویش نقاب — فتد لرزهٔ رشک بر آفتاب

ز بس جاهِ[2] خوبی* بر رخ همچو ماه — فشاند سراسیمگی بر نگاه

چنان باده‌کش نرگسِ عشوه‌ساز — که گردد ز وصفش زبان مستِ ناز

حیاتِ ابد خنده را پیش رو — صفای گهر پیشِ دندان گرو

نمکدانِ خوانِ[3] ملاحت دهن — ترنجِ نهالِ لطافت ذقن

لطافت ز گلبرگِ تر برده آب — ملاحت نمک کرده در چشمِ خواب

صباحت بآبِ سمن شسته روی — بجنبِ حلاوت شکر خاکِ کوی

(۱۶۵ ا) در آئینهٔ چهرهٔ صبر کاه — ز حیرت بدیوار پشتِ نگاه

دیارِ تحمل خرابِ نظر — نزاکت پرستارِ تابِ کمر

تغافل برای نگاهی بجان — گره مردهٔ گوشهٔ ابروان

تواضع صف‌آرای خیلِ غرور — بنزدیک نزدیک وز دور دور

برای سرانجامِ کارِ نیاز — نگاهِ[4] نهان میر دیوانِ ناز

[5] پر از نافهٔ دل شکنهای موی — بآبِ نگه تشنه گلزارِ روی

زده طعنه بر روحِ لطفِ بدن — بناگوشش مالیده گوشِ سمن

---

۱ مع: پیچاک ۲ تر: جاه و خوبی، خ مع: جاه حسن آن ۳ آ: خان — ذقن (بجای دهن)

۴ بعد این بیت در خ و مع افزوده: بجنون در رع سرخ چشم سیاه — تفنن ز اجری خوران نگاه

۵ در خ و مع تقدیم و تاخیر میان مصراع اول و دوم.

کسی در مصافِ سخن داد داد | که تیغِ زبان را بآن آب داد
به هندارخواصش نویسد قلم | بواسطِ طرب بر فرازد علم[1]
مگس ران شود شهپرِ جبرئیل[2] | چو از خشم بر آرند آن سلسبیل
چو بر جبهه زان می نویسی بهشت | بدوزخ نبیند از دست[3] سرنوشت
فرو تر نشیند ثواب[4] از گناه | گناه از خمش گر کند تکیه گاه
علم بر فرازد تجلی[5] ز طور | چو ساقی نهد از سرش خشت دور
سرِ هوش در پای مینای اوست | ردای وَرَع لای پالایِ اوست
صُداعِ اجل را دوا کرده اند | چو بر جبهه[6] لایش طلا کرده اند
(۱۶۶ ب) باین نشه باشد اگر سلسبیل | قبول است زاهد را من وکیل
شراب[7] این و ساقی و میخانه آن | بیا زاهدا خویش باز خوان
ز پیرِ مغان تا نیابی[8] نظر | دل و جان[9] ازین هرزه گویان ببر*
تا هست حالت درین رستخیز | اگر می توانی باو در گریز
چو بر آستانت رساند طرب | تهی ساز[10] از سجده فرقِ ادب
درِ کارِ خ بد اعتقادی مکوب | خسِ شبه از کوی مستی[11] بروب

(بقیه حاشیه ص ۲۸۴) ۱۳ آ: وام، خ و مع: وام ۱۴ مع فقط: پرکش (بُرکش) — در (بجای بر)
(حاشیه ص ۲۸۵) ۱ بعدش در خ و مع (ص ۱۹) افزوده:
نویسند عاشورگر زین نبید ✽ تراود از و معنی لفظ عید ✽ انده شد مجمر گل زنگیان ✽ ازان غم ندارد دلِ رنگیان
ز روح ست ازان جسم را صد فتوح ✽ که مشتق ازین راح گردیده روح ✽ چو خورشید گردیده هر جا علم ✽ بخفاشی افتاده شاهین غم
۲ آ: جبرئیل، خ مع: این (بجای آن) ۳ آ مآ: بیند از دست، تصحیح از روی مآ و خ ۴ مع فقط: صواب
۵ مع فقط: تجلی — مع خ: کند (بجای نهد) ۶ آ: جبهه ۷ عنوانش در مع: خطاب به زاهد، در خ
بلا عنوان، خ مع: خویش را ۸ خ مع: بیابی ۹ خ: و دین و جان نذر گویان، مع: و جان و دین نذر گویان
۱۰ آ: سازد، تصحیح از روی خ و مع ۱۱ خ مع: نیت

فشانی بر انگشت اخگر شود	ازو ریگ تر گردد اختر شود
برنگی که گیردش[1] گر نطق نام*	چو یاقوت گردد[2] زلال کلام*
بنوری که از عکس جامش سُها	بخورشید بخشد شکوه[3] ضیا
بجاهی[4] که در[5] اوج نیک اختری	زحل را کند خواجهٔ مشتری
بخلقی که یک قطره اش بی درنگ	تف کبر جنبند[6] ز مغز پلنگ
بنفعی که دُردش کشد درد را	زلالش کند مرد[7] نامرد* را
بجودی که گر ابر ازو نم کشد	ز مغز نباتات حاتم کشد
گر[8] از وی سیه کار* شوید عذار	گل سرخ روئی کند در کنار
(۱۶۶۱) چکانی ازو قطره در گوش کر	ز سرگوشی وهم گردد[9] خبر
فشانی ازو رشحه بر بال زاغ	خرامد بطاؤسی صحن باغ
برد گلخنی جرعهٔ[10] زو* بکار	دمد از جبینش گل صد بهار
ز نورش اگر شب شود بهره ور	شود بر رخش خال جرم قمر
کند[11] فیض ازو گر گدایی* هلال	شب اوّل آید باوج کمال
به[12] بخل ار رسد فیض انعام او	به پیش کرم افگند دام[13] او
ازو نرگس[14] حسن ساغر زدست	که بر سینهٔ صبر خنجر زدست

ـه خ مع (ص۱۵): گرگیردش ۲ـه خ مع: ریزد لآل کلام، آ: گردد ذلال کلام ۳ـه خ مع: زکوة
۴ـه در خ و مع پیش ازین دو بیت افزوده :—
بنوری که در مجلس شیخ و شاب زیادش فتد یاد مست و خراب ∴ بعطری که گر زو رسد حظ بکام نقا بر تراود ز سین مسام
۵ـه خ مع: در برج ۶ـه آ: جنبید، ر: جنید ۷ـه خ مع: مرد تر مرد (در خ «نا» را به «تر» مبدل کرده)
۸ـه خ مع: سیه کاره ازو به ۹ـه خ مع: گوید ۱۰ـه مع فقط: جرعه گر زو ۱۱ـه خ مع: گدائی کند نو
ازو گر — در آ خ و مع تقدیم و تاخیر با بیت سابق ۱۲ـه در خ مع پیش ازین بیت افزوده :
ازو اهرمن گر دهد رخ جلا ∴ زند طعنه بر حور طعن بجا

شد از آهِ ظلمت صباحم مسا | بساغر کن آن بادهٔ پر جلا
که دزدد فروغش بدستِ عناب | لباسِ ضیا بر تنِ آفتاب
بیا ای سهی سروِ باغِ امید | که می لرزم از غصّه چون شاخِ بید
بده زان شرابم بدفعِ ملال | که گر ماتمی آردش در خیال
شود اشکِ تلخش روان خشک بند | برد نقل پیش لبش نوش خند
بیا ای غزالِ ریاضِ حرم | امانم ده از گرگِ صحرای غم
بیک ساغرم گر کنی شیر گیر | کشم پوست از فرقِ این گرگِ پیر
فلک خاکِ ایام غربال کرد | نشاند مگر ابرِ پیمانه[۱] گرد
نباشد اگر راهبر خضرِ می | نگردد بیابانِ اندوه طی
توئی ساقیا غیرتِ نوبهار | منم کهنه تاریخیِ روزگار[۲]
(۱۶۷ ب) بده می که گویم بآوازِ نی | که کی کی طرب کرد و جمشید کی

---

[۳]

عیانست بیداد و عدلِ جهان | نه حجّاج ماند[۴] نه نوشیروان
برستم چه کرد این جفا پیشه رای[۵] | تو خود تا توانی به بین چیست جای
بشود دست[۶]* از صلحِ این پُر نبرد | که خونِ سیاوخش در طشت کرد
چهی کنده دستان و مکر و فنش[۷] | که هم گیو آنجاست و هم[۸]* بیژنش

---

۱ مآ: همسایه، تصحیح از روی خ و مع (۱۸) ۲ در خ و مع بعدش افزوده:
نه دارا ز لیتی مدارا ندید سکندر جفا بخش خود هم چشید (کشید در آخ) ۳ عنوانش در مع: در مذمت روزگار
(در خ بعدش "غدار" افزوده) ۴ آ فقط: دانه ۵ مع: زال — ناتوانی (بجای تاتوانی) — حال (بجای جای)
۶ آ: شود دشت، تصحیح از روی خ و مع — خ مع: سیاوش (بجای سیاوخش) ۷ کذا در مع و مآ و خ، در آ
حذف ۸ کذا در آ و خ و مآ، مع: هم، ❊

مژگان فرو روب از صُفّه گرد — چو پروانه برگردِ ساقی بگرد[1]
اگر زهر اگر شهد بخشد بنوش[2] — بگیر و ببوس و بنوش و بجوش
تو دانی و اوضاعِ[3] اطوارِ خود — که من می روم بر سرِ کارِ خود

[4]
بیا ساقی ای مایۀ گفت گو — بساغر کن آن وایۀ[5] جست وجوی
که در کوچۀ رگ دود[6] همچو جان — بدل صد نشان جوید از بی نشان
بشبام طلب برفروزم چراغ — زگم کردۀ خویش یابم سراغ
بده زان می روشنِ دلپذیر — که شد لایش[7] اکسیرِ کشفِ ضمیر
که سازم بسر سایۀ نورِ آن — نهانِ نهان را عیانِ عیان
بیا ساقی آن آتشِ تر بیار — لب عیش خشک است ساغر بیار
(۱۶۷ الف) زمی آتشم در درون برفروز — متاعِ سرای تعلّق بسوز
که باید چو تاراجِ بنگاهِ عمر — امیدی نگیرد[8] سرِ راهِ عمر
دهی گر از آن آبِ آتش نهاد — که حکمش روانست بر خاک و باد
زنم چون شهنشاهِ انجم حشم — ببامِ سرای عناصر علم
بیا ای مه و زهره و آفتاب — ثوابست بر تیره روزان بتاب

---

[1] خ آ مع: بگرد [2] مع آ (ص ۱۷۱): خموش — فقط خ: مجوش و بنوش — بعد این بیت در مع افزوده "چو آن می کند نخل هوشت زبن دگر نیست حاجت که گویم چکن ٭ چو گشتی مبرّا زما و منی در ارشاد همچون خودی چون منی ٭ وگر نیستی دولتی طورِ خویش نگفتی بر لبم نیست بیش (در خ "چو خوردی مبرّا" بجای "چو گشتی مبرا"، "دولت" بجای "دولتی") [3] مع: اوضاع و اطوار خویش — خویش (در مصراع ثانی) [4] در مع: عنوانش "خطاب به ساقی" [5] آ: دایۀ جست وجوی، تر: دایۀ خشت و خوی، مع: وایۀ جست وجوی، خ: وایۀ جستجو [6] خ مع آ: دود — گوید (بجای جوید) [7] آ: رایش، تصحیح از روی خ و مع [8] آ: بگیرد، تصحیح از روی خ و مع

خلد از گلش خار در چشمِ شوق | کُمَد زهر از شکرش کامِ ذوق
جگر تشنگان را کند جان کباب | بصحرا[1] بر لو* از زلالِ سراب
بمشقِ محبّت چو بر[2] زد* رقم | همه حرفِ خصمی فشاند قلم
توان داشت چشمِ محبّت ز دهر | اگر کار تریاق[3] آید* ز زهر
زمانی شود دوست زالِ جهان | که عشّاق گردند نامهربان
فلک راست گردد براهِ وفا | اگر حلقه گردد خطِ استوا
گر از دفترش برکشایند حال[4] | برآید که ای وای براهلِ فال!
ندارد غم از[5] عالمی در هم است | که تخمِ نشاطش ز اشکِ غم است
ندارد دغل بازیِ دهر شرح | بفرزینِ رخش کجروی داده طرح
مزن لافِ منصوبه حس[6] بسی | که قایم نکرد است با او کسی
به نردِ دغا طالعش ابن نکوست | اگر یک اگر شش همه نقشِ اوست
(۶۸ ا ب) عبث مهره پیش بینی مچین | که شد فکرِ لیلاج[7] ششدر نشین
مدان در رهِ آز، رهبر کشش | که وا از[8] ونه زد نعل بر استرش
گر ا بادهٔ عیش در جام ریخت | که صد شام بر فرقِ صبحش نه بیخت
نهاد ست بر بیوفائی مدار | ز زنهارِ این بی وفا زینهار
نه تنها خود ست اینچنین پُر جفا | ز پروردگانش مجو هم وفا

---

[9] بر آورده از شهدِ شان زهر جوش | گرفته[10] بر عهدِ شان نقضِ گوش

---

[1] خ مع: بصحرای ریو [2] خ مع: ریزد [3] خ مع: شکر بر آید [4] خ مع: فال – حال (بجای فال) [5] مع فقط: از [6] مع: کش، در آ کاف کش را حک کرده 'حس' ساخته است خ مع (صفحه ۲) : مبنی [7] مع فقط: نجلاج [8] آ خ: وا ابونه — مع: اشتر سِش (بجای استرشش) [9] عنوانش در مع: در مذمت اہل روزگار (در خ شکایت بجای مذمت) [10] خ مع: گرفت است

ستمهاء گردون نه رسم نو است[1]*	که هر دخمهٔ غارِ کیخسرو است
نگویم[2] بخون سیاوش دریغ	چو اندازد افراسیاب[3] او ز تیغ*
ندارد وفا بانوِ[4] روزگار	چو چم گشته شوهر[5] هزاران* هزار
سفید ست زلف سیاهش چو شیر	شد از دودِ آه اسیران چو قیر
ز زلفش مشکین[6] طرازی مکن	بمارِ سیه دست[7] بازی مکن
مشو[8] در رهِ عشوه پامالِ او	هراسی که افعی است خلخالِ او
چه سازی[9] بابروی او ماهِ نو	باین داس کردست سرها درو
ز خون قد کشد نخلِ بالای او	چه بُرّی[10]* سرِ خویش در پای او
تعجب نداری ز نیرنگِ دهر	که آرد ز یک حُقّه[11] تریاق و زهر
درین عقدهٔ آرزو بر[12] مپیچ	که چون می کشائی از[13]و نیست* هیچ
(۱۲۸ ا) چو[14] هر روز همیان بنالد بگاه	که قارون فرو رفت در چاهِ جاه
ز نمرود و شدّاد بُردی گرو	ز بامِ عمارت بگردون مرو
گرفتم حریرِ تمنّا قباست	نه زخمِ درشتِ اجل در قفاست
چه[15] لذّت ز انعامِ عامِ فلک	که خوانِ نوالش ندارد نمک

۱ آخ مع: نولیست — مع: دخمه اش، آخ مثل متن — خ مع: کیخسرو بیت (بجای کیخسرو است)، ۲ خ مع: نگوید ۳ تما: افراسیاب وز، آخ مع: افراسیابانه ۴ مع: باتوئی، آخ: بانوی، ۵ آخ مع: هرگوشه شوهر ۶ آ: بمشکین تصحیح از روی آخ و مع ۷ مع: مهره، آخ: دست، ۸ آخ مع: مشو ۹ آ: چو سازی، آخ مع: چه نازی — آخ مع: این (بجای او) ۱۰ مع: چه داری، آخ: چه بُرّی — بعد این بیت در آخ و مع: شش بیت افزوده است، ۱۱ آ: تحفه، تصحیح از روی آخ مع (ص ۱۹) ۱۲ مع: در، آخ: بر ۱۳ مع: درو نیست ۱۴ مع: چو، آخ: که — آخ مع: بنالد بگاه، تما: بنالد نگاه ۱۵ آ فقط: چه،

بیا ای خرامنده طاوسِ مست ٭ بنه بر سرم پا که رفتم ز دست
بیا ای پری نام ساقی لقب ٭ بمن بر فشان رشحِ جامِ طرب
[1] بختم از جان برد تاب را ٭ بمالدیکی چشمِ پُرخواب را
تویی لاله‌رخ[2] سروِ نسرین عذار ٭ منم صاف دل رندِ دُردی گوار
خطابِ تو مستغنی ماه[3]وش ٭ مرا نام بیچارهٔ آه‌کش
ز تابِ رخت بر دلم[4] داغ نه* ٭ نگاهِ مرا ـــــ درین باغ ده
بدندانِ دُردی کش پُر[5] زبان* ٭ حدیثی زکوة لبِ دُرفشان
برویم درِ خنده بستن چرا؟ ٭ تبسّم بلب در شکستن چرا؟
چه گردیده واقع؟ که چشم[6] سیاه ٭ نگه باز گرداندی از نیمه راه
(۱۶۹ب) چه دنبالِ ابرو گره کردهٔ ٭ کمانِ سیه توز[7] زه* کردهٔ
خدنگِ تو در سینه زانسان نشست ٭ که سوفار بر جای پیکان نشست[9]
مکش[8] پرده بر چهره ای رشکِ ماه ٭ که دارد نقاب از هجومِ نگاه
خرد کرده این توبه در کارِ من ٭ بجانِ[10] من این توبه را در شکن*
کشیدم بگوی ورع گر سری ٭ ندارد ز من توبه دشمن تری

---

[1] این بیت را در خ ندارد [2] خ مع : لاله‌رو [3] آتشکده فقط : و ماه‌وش — و آه‌کش،
[4] خ مع : چشم بد داغ نه [5] خ مع : بزبان — در آ لب را به لبت مبدّل ساخته، تصحیح از روی خ و مع [6] خ و مع و آتشکده و خزانه : چشم — گرداند (بجای گرداندی) — خزانه : بیم (بجای نیمه) خ مع نیم [7] خ : را توزه، آتشکده : توبزه، خزانه مثل متن [8] مع فقط : بر [9] در خ بعدش افزوده
جفا بس کن ای شوخ مژگان دراز ٭ مزن دست بر ترکش خشم و ناز و بعد مکش پرده الخ دو بیت دیگر افزوده :
بیا ساقی ای دل ز چشم تو مست ٭ نگاهی سوی رند ساقی پرست ٭ در مع ترتیب ابیات این طور است : چه دنبال الخ، مکش پرده الخ، خدنگِ تو الخ، [10] خدنگ افگنی از که آموختی ٭ که صد حسرتم بر جگر دوختی ٭ جفا بس کن الخ،

همه گرگ طبعان ضرغام[1] کین | همه زیر دستان بالانشین[2]
همه مست لیک از شراب غرور | به پیکار نزدیک و از صلح دور
همه کس ولیکن کسان ناکسی | در اکرام واپس تر از واپسی
همه در مروت همین حرف گفت | بگوی ترفع[3] شهیدان مفت
همه[4] آشنایان بیگانگی | محل جوی چون دشمن خانگی
همه[5] خاین رشتهٔ همدمی | گه محرمی ننگ نامحرمی
همه در طبیعت گزی چون مرض | بتار نفس بسته پای غرض
برآورده بیگانه و آشنا | در آشنائی بخبث جفا
بصدق ار فشانند تخم وفاق | دهد[6] زهر انبان کذب و نفاق
(۱۶۹۱) سپند[7] به آتش چو گرمی کنند | درشتی سر اسد چو نرمی کنند
بخاطر کشائی سراسر گره | چو دنبال عقرب آره بر گره
بمیدان یاری پناه گریز | بقطع محبت چو مقراض تیز
بخواهش گلو گیر تر از خناق | دهان در طمع باز تر از شقاق[8]
گهر قحط شد بحر و کان را چه شد؟ | همه مور[9] شیر ژیان را چه شد؟

---

[10] بیا ساقی ای خرمن گل بیا | تو گل من خزان دیدهٔ بلبل بیا [11]

---

[1] آ، آ: فرغام مع: ضرغام [2] در خ و مع بعدش افزوده: همه راستان لیک اندر کجی ز هر یک جدا حقها بر کجی
[3] خ مع: توقع [4] در فقط این بیت با بیت سابق تقدیم و تاخیر دارد [5] پیش ازین در خ و مع افزوده:
همه صاحبان نفاق قدیم در ایثار نقد و فا بو لئیم [6] خ مع: نهد در انبار [7] خ مع: بهندت [8] در خ و مع
بعدش افزوده: ز بس مهرمی مایه سل و دق مفاجا در آزار ایشان محق [9] در خ و مع بعد این بیت افزاید:
همه نیش افسانهٔ نوش چیست همه خار گل در گلستان کیست [10] عنوانش در مع (ص۱۲) خطاب بساقی (در خ ندارد)
در آ و ای را ندارد [11] (ه) علامت ابیات است که در خزانهٔ عامره (ص۳۱۵) منقول است

بدُرپاشیِ آتشِ آبدار — بسرپیچیِ سنبلِ تابدار

بزخمِ سنانهای مژگانِ خویش — بذوقِ نگه‌های پنهانِ خویش

بروی که سوزد ز تابش نقاب — بچشمی که از چشمها برده خواب

بپیچاکِ آهم که در موی تست — بکجِ نگاهم که در[1] روی تست

بدستانِ چشمانِ هاروت فن — بمژگانِ بر گنجِ جان نقب زن

بتقوی که خونش هدر کرده — برندی که سویش نظر کرده

بگوشی که در پیچِ فرمانِ تست — بباغی که در رهنِ زندانِ[2] تست

بمستی که دارد ختن در دماغ — بدستی که مرهم تراشد ز داغ

باهی که لختِ جگر آورد — باشکی که داغِ نظر آورد

بتیغی که زخمش ندارد سپر — بشامی که گم کرده[3] راهِ* سحر

بجیبی که چاکی برو یافت دست — بصیدی که چشمی[4] برو شست بست[ع]

بجوش و خروشِ مناجاتیان — بغل بانگِ نوشِ خراباتیان

(۱۰ اب) بعجز و تضرع بسوز و گداز — بمعشوق و عاشق بناز و نیاز

بعزِ قناعت بذلِ طمع — بناموسِ رندی به ننگِ ورع

بزنارِ کفر و بتسبیحِ دین — ببستانِ مهر و بزندانِ کین

بافغانِ چنگ و خروشِ رباب — بسوزِ کباب و بسازِ شراب

بتسبیح خوانانِ بتخانه[5] گرد — بگلگونِ سرشکانِ رخسارهٔ زرد

(بقیه حاشیه ص ۲۹۲) خود ۱۲ عنوانش در خ و مع (ص ۲۳) ؛ قسمیه ۱۳ در خ و مع محذوف ،

(حاشیه ص ۲۹۳) ۱ مع فقط : بر ۲ آ : رندان ، تصحیح از روی خ و مع ۳ مع فقط : شامش ندارد ، خ مثل متن ۴ آ : شصت ، ــــ در خ مصرع ثانی مثل متن ولی بر حاشیه نوشته : بچشمی که چشمت برو چشم بست ۵ کذا در آ و مع ، خ و آ : آتشکده : میخانه ، ع بعدش در خ و مع یک بیت (۱) افزوده ،

زبان کرده این توبه خونش بحل ○ چه[1] باشد* درین جرم بیچاره دل

زبان بار آن[2] سنگ* برداشتست ○ بحال دگر دل خبر داشتست

دلم خون شد این مایه[3] بر حالش چیست ○ تو ساقی و من تایب! این عقل کیست؟

شکستن چه[4] سان* یافت بر توبه دست ○ که زلف تو زود وام خواهد شکست[5]

دران توبه امید بهبود نیست ○ که چون لعل ساقی می آلود نیست

عبث تهمت آلود تقوی شدیم[6] ○ بی پرده پوشی که رسوا شدیم[7]

بده می کزین توبه در خجلتم ○ بده خوش پیاپی، مده مهلتم[8]

که این سر فدای می و شاهد است ○ دگر گون نگردد[9] خدا شاهد است

بیا ساقیا بگذر آن[10] روز را ○ بده آتش معذرت سوز را

گر از افعی توبه دل زخم خورد ○ توان جان بتریاق عفو تو برد

(۱۱۷۰) از تو عشوه صرف این توبه باد ○ که ذوق شکستن مرا توبه داد[11]

ترا توبه هم[12] از ستم می دهم ○ علاجی ندارم قسم می دهم

[14] بشیرینی از[13] شهد کنج دهن ○ بجوش اسیران چاه ذقن

(بقیه حاشیه ص ۲۹۱) بیا ساقی الخ ۱۰ مع فقط: بکش ۱۱ خ فقط: برغم خرد توبه ام را شکن، و نسخه دیگر: بجان خودت توبه را در شکن،

(حاشیه ص ۲۹۲) ۱ آ: حیا شد، تصحیح از روی خ و مع و آتشکده، ۲ مع (عد ۲۲) و آتشکده: این ننگ، خ: این سنگ (و نسخه ننگ) — خ مع آتشکده: بجان تو گر (بجای بحال دگر) ۳ خ مع: نازو، ۴ خ مع: چنان — آ: دام (بجای وام) ۵ بعدش در خ و مع افزوده: درست است دعوی رندی زمن که با کاکلت توبه شد هم شکن؛ کسی توبه گفت است این توبه را — ببین رنگ عاشق مبین توبه را، شعر اول در خزانه هم آورده است (و رندی من نوشته بجای رندی زمن)، ۶ خ مع: شدم ۷ بعدش در خ مع دو بیت [11] افزوده است، ۸ مع فقط: نگردم ۹ خزانه: بگذر آن ۱۰ بعدش در خ و مع یک بیت [12] افزوده، ۱۱ آتشکده فقط:

به عنقای عیش غم اندیشگان
با کسیر مهر ستم پیشگان

به زود آشنایان بیگانه خوی
به کم حرف گویان نزدیک گوی

به گلگون قبایان تیغ آزمای
به قاتل پرستان خنجر ستای

به عید تمنای قربانیان
به نوروز صحرای زندانیان

به فریاد خاموشی اهل درد
به گلگونهٔ زینت روی زرد

به سوز جگر تشنهٔ باده خوار
به اشک درون قطرهٔ شعله بار*

به جان بازی مرد میدان عشق
به غمازی مشک دکان عشق ◦

به حسن جهان سوز آتش مزاج
به عشق تهی دست بی احتیاج ◦

(۱۷۱ ب) به نازک نیلهای خونخواری کشان
به لبهای خاموش عاشق کشان*

به کم فرصتیهای دهر دغا
به پژمردگیهای کشت وفا

به جان تحفهٔ عاشق شرمسار
به صبر آفرین عاجز بی قرار

به سیماب آرام نو عاشقان
به نقل کلام کهن صادقان

به رنگینی لالهٔ باغ داغ*
به پروانهٔ عاشق بی چراغ*

به طغیان سیلاب ابر جنون
به طوفان خون خراش درون

به مغبون سودای بازار سود*
به سود زیان کار کالای بود

به ذوق متاع کساد رواج*
به سودای درد غلوی مزاج*

به توفیق برگ فنا ساختن
به بحث دل از خویش پرداختن

---

۱ خ مع: دوران ۲ خ مع (ص ۲۵)، "دجله خوار" در آن لفظی را حک کرده و "باده" نوشته است ۳ ت: "شعله قطره بار" در آن را مبدل به "قطرهٔ شعله بار" کرده، خ مع: تفتهٔ شعله بار ۴ خ مع: عاشق فغان ۵ مع: تحفه بر، خ تحفه مر ۶ در خ نسخه باغ و راغ ۷ خ مع: پای شمع و چراغ ۸ خ فقط: خون و ۹ خ مع: بازار سودای درد ۱۰ خ مع: درد ۱۱ خ مع: رواج متاع کساد ۱۲ تا: دردی علو مزاج، مع: درد و علو مراد (حاشیه: ای جوش و هجوم زیادتی درد)، خ: درد و غلو مراد

بافتادگان ثریا مقام — به بیت الحرام خرابات نام

بلبیک حجاج دیر مغان — به نهای سرشار پیر[1] مغان

به سیمای مینای[2] کلفت زدای — به آیینه جام مقصد نمای

به نقل[3] کدوی سر آرزو — به رشح سبوی می آبرو

به یاقوت سیال سیلان خم — به جوهر[4] شناسان در خویش گم

به لب تشنگان سراب[5] فنا — بالماس کاران دشت بکا (۱۵۶)

به آوازه کام دارا وشان — باندازه جام دریا کشان

به پیمانه[6] پیمای تقوی پناه — بیک حبه محتاج بی[8] دستگاه

به صحرا نوردان ملک جنون — به کشتی نشینان دریای خون

به زنجیر خایان مجنون نهاد — به مهر آشنایان لیلی نژاد

(۱۷۱) به وارستگان بجان مبتلا — به بیگانگان بکار[9] آشنا

به هم بخت[10] تیره روزان دهر — به هم چشمی نوش نگاهان شهر

به ترکان غارتگر صبر و هوش — به کشمیریان ملاحت[11] فروش

به شکر دهانان هندی نسب — به رعنا ملیحان بر عرب

به رنگین تذروان[12] بستان زیب — به جستی غزالان دشت فریب

به پروین فشانان خوی کرده روی — به عنبر فروشان واکرده موی

به گلدسته بندان بستان کام — ببالا بلندان کوی[13] خرام

---

[1] مع: وخیر. خ: خیر و نسخه پیر، در آ خیر را مبدل به پیر کرده [2] آ: بینای. تصحیح از روی خ و مع (ص ۱۴۱)
[3] کذا در مع و حاشیه آ، در متن آ: بنقل، خ مع: نقش [4] خ فقط: جوهر فروشان [5] خ مع: شراب
[6] در حاشیه خ نسخه بقا هم هست [7] این بیت را در خ ندارد [8] خ مع: کان دستگاه
[9] خ مع: بنگاه [10] کذا در آ و مع، خ را تشنه: هم بخت [11] خ مع: صباحت، در خ نسخه ملاحت
[12] آ: تزروان [13] کذا در آ و خ، در خ نسخه رعنا، مع: طوبی

به جوشی که از سینهٔ خُم دمید — به هوشی که در مغز هستی خزید

به عجزی که در طبعِ بیچارگی ست — به راهی که در پیشِ آوارگی ست

به عیبی که گفت ست درسِ هنر — به اشکی[1] که خوردست خونِ جگر*

به سوزی[2] که جوشید ماتم بروِ — به زخمی که مویید مرهم بروِ

(۲۷ اب) به دودی که تیزیش[3] شعله سوخت* — به جانی که زخمی بر و چشم دوخت

به صیدی که از رنج راحت گریخت — به خونی که بر[4] پای صیّاد ریخت

به خاری که پای دِلی[5] را نواخت — به سوزی که در مغزِ جانی گداخت

به کامی که تلخی در و غوطه خورد — به نامی که از ننگ او نام مرد

به دوشی که بارِ ملامت کشید — به گوشی که زهرِ نصیحت چشید

به اشکی که غلطید بر ارغوان — به رویی که خندید بر زعفران

به باغی کز و خلد بو می برد — به داغی که دو زخ فرو می برد

به عمری که عشقی عنانش گرفت — به مرگی که جان در میانش گرفت

به آن دل که برخیزد آهی ازو — به چشمی که آید نگاهی ازو ٭

به آن سر که با ننگِ سامان نساخت — به سوزی[6] که در سینهٔ جان* نساخت

به جامی که ساقی خود اوّل چشید — به نُقلی که شکّر دهانی گزید

به دستی که بندِ قبایی کشاد — به مستی که بر[7] خاکِ پایی فتاد

به قندی[8] که شد تکیه گاهِ نبات — به شهدی کز و گشت شیرین حیات

به عطری که عطّارِ گیسو دهد — به تیری که از بخششِ ابرو جهد

---

[1] خ مع: بامنی که خوردست خونِ خطر [2] مع فقط: سوری [3] مع: از تیزیش شعله سوخت، خ: از تیزیِ شعله سوخت، آخ مع: داغی (بجای زخمی)، [4] آخ مع: در [5] آ فقط: دلم [6] آخ مع (ص ۲۷): شد که در سینه با جان [7] خ فقط: در [8] آخ مع: عهدی - مع: ثبات (بجای نبات)، خ: نبات (و نسخهٔ حیات) - مع: زهره (بجای شهد)، آخ مثل متن، خ: حیات (و نسخهٔ نبات)،

به آرایشِ فقرِ زیورفروش[1]* — به آلایشِ قطرهٔ بحرجوش

به آمیزشِ[2] بادهٔ بی‌غمی — چو[3] بربط شغب بالبِ ماتمی

به بینائیِ[4] دیدهٔ احتیاط — به شیرازهٔ دفترِ ارتباط

به جمشیدیِ رندِ ظاهرگدای — به خورشیدیِ بادهٔ صاف‌لای

به مخموریِ چشمِ مستِ بتان — به فریاد و افغان ز دستِ بتان

به بیهوشیِ[5] بادهٔ همدمی — به سرگوشیِ دولتِ محرمی

(۲۷الف) به مرغوبیِ جورِ عاشق‌پسند — به دل‌کوبیِ لطفِ اربابِ پند

به پروازِ[6] کنجشکِ عجز و نیاز — به چنگالِ گیرایِ شاهینِ ناز

به رم کردنِ صیدِ آرام‌بر — به چالاکیِ آهویِ دام‌بر

به بُرندهٔ[7] شمشیرِ بیدادِ هجر — به خونِ آشنا دستِ جلادِ هجر

به بزمی که وصل آبِ حیوان چشید — به رزمی که گردد جدائی شهید

به زهری که پهلو زند بر شکر — به تلخی که چیره شود با تبر

به آهی که بر شعله دامن کشد — به برقی که حسرت به خرمن کشد

به شامی که در سایهٔ اوست روز — به آبی که بر آتش افگنده سوز

به خاکی که از کوچهٔ[10] مقبل* است — به بادی که در دشتِ[11] بیحاصل* است

به سعیی[12] که در عهدهٔ جست و جوست — به صوتی که در پردهٔ گفت‌گوست

---

۱ خ مع: زیورفروش ــ آرامش (بجای آلایش)
۲ آ: آرایش، تصحیح از روی خ مع ۳ در خ مع: محذوف ۴ خ مع: بیتابی ــ اختلاط (بجای ارتباط) ۵ این بیت در مع فقط مقدم بر بیت سابق است ۶ در تمام بیت را محذوف کرده، و در آ مصراع ثانی را بصورت "بچنگال پرای شاهین ساز" نوشته و علامت محو بر جملهٔ بیت درج نموده تصحیح از روی خ و مع کرده شد ــ در خ و مع بیست و پنج ابیات را ازین موضع به ترتیب مختلف آورده است، و یک بیت برین ها افزوده ۷ در خ و مع این بیت را ندارد ۸ در خ این بیت راندارد ــ مع (ص۲۶)؛ با (بجای بر) - آ: چهره، مع: بچیره ۹ خ فقط: افشانده ۱۰ خ مع: در کوچهٔ مقبلی
۱۱ خ مع: دشت بیحاصلی ۱۲ در خ دو بیت پیش ازین و یک بیت بعد ازین افزوده

(۱۷۳ ب) ز غم مرده ام زنده[1] ام چیستم؟ | ستم چند؟ بیچاره کیستم؟

ز شوق لبت چند خایم جگر | بیا ساقی ای[2] از خدا بیخبر!

ز ساطور غم استخوانم شکست | بسلاخی غصه بر مال دست

بیا ای نمک پاش ریش جگر! | که بختم[3] ز اشکم* بود شورتر ○

به[4] بین تلخی عمر شیرین من | بده ساغر و بگذر از کین من ○

برافروز آتش بکانون جام | مگر شهد عیشم پذیرد قوام ○

بیا ساقیا جان فدا می کنم | تو دشنام ده، من دعا می کنم ○○

ز لعل تو تلخی که سر می زند | ره کاروان شکر می زند ○

مرا تاب جور و جفای تو هست | ولی می رود ناتوان دل ز دست

خرابم پی ترکتاز تو من | ولی کرد طاقت جلای وطن

مرا از تو صد نار[5] توفیر بشد | ولی توبه ام آرزو میر شد

شکایت ندارم جفاها بجاست | که گوید جفا محض مهر و وفاست؟

مرا از همه بیش می خواستی | که این مجلس ناز[6] آراستی

دلم یافت تنبیه دیگر بس است | لبم سوخت در هجر ساغر بس است

ز رویت عیانست آثار صلح | بساغر کن آن[7] جنس بازار صلح

(۱۷۴ ا) بیاور کلید در آشتی | که آمد نگه بر سر آشتی

به هاتف فگن گوش کاواز داد | که پیمانهٔ لطف سرشار باد!

---

[1] خ مع: زنده [2] در آ ندارد ـ تصحیح از روی مآ خ مع (ص۲۸) [3] مع فقط: اشکم ز بختم [4] در مآ محذوف، در آ 'اعمی' بجای 'عمر' و مصراع ثانی این طور: بده ساغری مکر را رکس من' و جمله بیت به علامت محو درج کرده ـ تصحیح از روی مع خ و خزانه' (خ و خزانه: ساغری بگذر' بجای 'ساغر و بگذر) [5] کذا در آ، خ: بار' مع: ناز (در آ بار را به نار مبدل کرده) [6] مع فقط: از ناز [7] خ فقط: این'

به خوبی که آتش به عالم زند — به خوبی[51] که از* گرباد دم زند

(۱۷۴۳) به قدی که طوبی عبارات ازوست — به چشمی که در شهر غارت ازوست

به نازی که صد کشته را خون بهاست — به قهری که با آشتی آشناست

به جرمی که بر عفو منت نهاد — به عفوی که روی گنه بوسه داد

به بیرحمی[52] چاره سازی کنی — به عجز ظهوری به بازی کنی

که دیگر مکن بر نگاهت جفا — بزنجیر نازش مفرسای پا

شراب سخن ده ز تنگ شکر — ز بادام تر ریز نقل نظر

چه داری در آشتی میخ دوز — بساغر کن آن شعله[53] جنگ سوز*

کنی صلح ماند بیادم نه جنگ — نه ناموس آید بکارم نه ننگ

نروید زلب قصهٔ هیچ کس — همین با تو ماند سروکار و بس

نهی تا بکی بر تغافل مدار — نداری مروت ندارم قرار

کشی[54] چند باشد چنین تنگدل — سرت گردم ای ساقی سنگدل!

اسیر خمارم شرابی کجاست — دلم[55] بر دلم* سوخت آبی کجاست؟

مکش خنجر انتقام از غلاف — سرت گردم ای ساقی سینه صاف!

دل تیره ام را صفایی بده — اگر صاف حیفست لایی بده

چرایی چنین از ترحم نفور — سرت گردم ای ساقی پرغرور!

---

۵۱ مع: کوئی که با نخ و آتشکده: کوئی که از ۵۲ ر، تا این بیت محذوف و در آ به نقاط شک درج است، در نخ و مع و آتشکده: چاره سازکسی (بجای چاره سازی کنی) در مصراع اول و نازکسی (بجای بازی کنی) در ثانی،
۵۳ مع: آتش کینه سوز، نخ مثل ا، نسخهٔ چنگ سوز هم دارند، ۵۴ پیش ازین بیت در خزانه این سه بیت دارد که در آ و ر و نخ و مع نیست: بیا ساقی ای باز خاطر شکار که خونی است چنگ عقاب خمار
زگلبن چمن گشته طاوس دم ❊ برون آر خون کبوتر زخم،
بده تا درین دامگاه مجاز ❊ زگنجشک من واخورد شاهباز ۵۵ آتشکده فقط: در برم،

دلست این که از گریه بارد[1] شرر | دلست این که بر ناله بندد اثر
دلست این که مفتاح گنج خود است | دلست این که بقراط رنج خود است
دلست این که ساقی پرستی کند | دلست این که بی باده مستی کند
تولّای راحت برنج دل است | طلسم بدن بهر گنج دل است
دل آمد بظاهر یکی قطره خون | کزو[2] بحر عرفان* تراود برون
گر از لعل[3] دل نطق بستی دهن | نمی بود رنگین بساط سخن
بهر کس که دل آشنا می شود | غمش عشق[4] و دردش دوامی شود
کشد جان صد آسیب از آب و گل | گشاید ز بازو اگر حرز دل
دُری حاصل بحر آب و گل است | که در حقّه سر بمُهر دل است
شود خرد در قبضه تیغ خطر | چو بر سر کشد دل سپر[5]* از جگر
بباغی که گردید دل باغبان | خورد سیلی برگ[6] روی خزان
(۱۷۵ الف) هر آن کو دلش[7] دست بر سر زند | فلک را ز نعلین افسر دهد
بملک غنا پادشاهی کنند | کسانی که از دل گدایی کنند
ز دل زنده گردید این آب و گل | خدایا نگهدار از مرگ دل!
اجل را توان چاک بر جیب بست | اگر دامن دل در آید به دست[8]
ز ایجاد ما[9] عشق آمد غرض | دل و دوستی جوهر اند و عرض
شه[10] عشق چون چشم عزت کشاد | در ایوان دل تخت حشمت نهاد

---

[1] خ مع: ریزد ـــ در خ و مع این بیت با بیت تالی تقدیم و تاخیر دارد، [2] خ مع: بحرها می [3] خ مع: نقل، [4] خ مع: عیش [5] آ: شرار، تصحیح از روی خ و مع (ص۳۰) [6] مع فقط: از برگ [7] خ مع: کسی را که دل دست بر سر نهد [8] آ: لست، بعد این بیت در خ و مع بیتی را افزوده [9] مع فقط: دل، [10] در مع این بیت را حذف کرده و در آ ممسوخ آورده و منسوخ کرده این طور: — "حق چون حشم خبرت کشاد در ایوان دل لحت حسمت نهاد" تصحیح از روی مع است، در خ: "شه حسن چون چشم حیرت کشاد الخ"

ازان جام پرهیز حسرت خور است | که همچون دل من ز حیرت پر است
بده ساقیا جام و پر تر بده | وزان بادهٔ لعل جوهر بده
مگر عقل پیدا کند جوهری | برون آرم از جوهر دل سری
مرا خوار کردی زهی اعتبار[1] | ولی دل عزیز است خوارش مدار
بمن صد جفا کن باز جانی بجل[1] | ولیکن به بین در میان روی دل

---

[2] ولست این که عجز و نیاز آورد | ترا بر سر خشم و ناز آورد
ولست این که گردیده زاری فروش | وزو گرم گردیده بازار جوش
ولست این که عشقت نظر کرده است | پرندِ ملامت ببر کرده است
ولست این که دل داد پروانه را | که افروخت از بال کاشانه را
ولست این که می های[3] باقی زند | ولست این که ساقی و ساقی زند
ولست این که زهر غمت نوش کرد[4] | ولست این که حیرت در آغوش کرد[5]
ولست این که زخمش نمک پرور است | ولست این که زهرش[6] پر از نشتر است
ولست این که معیار درد و دوا است | ولست این که طومار مهر و وفاست
(۴۷ اب) ولست اینکه شد خلوت پیر عشق | ولست این که شد بوتهٔ تیر عشق
ولست این که زخمش ندارد علاج | ولست این که از جان ستاند خراج
ولست این که ناز بتان می کشد | ولست این که تشویش جان می کشد
ولست[7] این که بر سینه پرورد داغ | ولست این که بر گلخن افشاند باغ

---

[1] مع (ص ۲۹) بجانت بجل، خ: بجانم بجل (و نسخه: زجانی بجل، که کردم بجل)، [2] عنوانش در مع: در تعریف دل (و در خ صفت بجای تعریف)، [3] خ: مینای، مع: صهبای [4] خ مع: اوست [5] خ مع: زهرش [6] این بیت را در مع محذوف و در آ به علامت محو درج کرده است این طور: ولست این که بر سینه پرور داغ ولست این که بر گلشن افشاند باغ تصحیح از روی مع، در خ در سینه بجای بر سینه و پرورده و افشانده،

سرت گردم ای ساقی بی عدیل! ——— برافروز ساغر بنارِ خلیل!
جهان گشت از گردِ محنت سیاه ——— برانگیخت نمرودِ حسرت سپاه
طلب کرد خسرو بمیدان مرا ——— بخفتانِ دُردی بپوشان مرا
بدستِ کرم تیغِ احسان بکن ——— بمی آب ده گردنِ غم بزن
برطلِ صبوحی بجوشم در آر ——— که خوردم شبیخونِ خیلِ خمار
قوی گشته بازوی خوف و خطر ——— سرت گردم ای ساقیِ پُر جگر!
براسیم برسینه افشرده پای ——— بدان سان شراب طهور افزای*
که گر مور را در رگ و پی دود ——— صفِ شیر را یکه در پی دود
(۷۶۱) سرت گردم ای ساقیِ پرستیز ——— دمید از افق صبح کافور بیز
بگلبانگِ خیر العمل گوش دار ——— صبوحی ندارد قضا، می بیار
مگر آتش زهد دودی کند ——— چو مینا رکوع و سجودی کند
شد از شوق رقاص جان در بدن ——— سرت گردم ای ساقی راه زن!
چو راوق بمینا کنی از سبو ——— کنی دُردیش گر بحلقم فرو
چه مستانه رقاصیی سر کنم ——— که صد زاهد خشک را تر کنم
چه در کارِ دورند این زاهدان! ——— چه مستِ غرورند این حاسدان!
اگر چشم زاهد نمی بود شور ——— بمیخانه می بردم او را بزور ٥٥
کشم چند از پندِ ناصح گزند ——— ضرورست بدمستی، صبر چند
کند محتسب بعد ازین گر عذاب* ——— سرش بشکنم بل سر احتساب
بر از سرم واعظ این شور را ——— بیادم میاور شبِ گور را

---

۱ پیش ازین بیت در خ و مع یک بیت را افزوده ۲ خ مع: زنار ۳ خ مع: حسرت ۴ آ: در تصحیح از روی خ و مع ۵ مع: بده آن شراب تهور فزای، در خ — مثل مع الا زان بجای آن، ۶ آ: العمی، خ مع: العمل.

نظر پروری میکند عکس یار[1] | چو آیینهٔ دل ندارد غبار
نگو کام دل یافتن مشکل است | چو همت ز دل جستهٔ[2] حاصل است
چو داری سر کعبهٔ معنوی | گر از راه دل می روی می روی
چه داند ره گنج جان آب و گل | نباشد اگر نقب تفتیش[3] بدل*
نمی آید از جان چو[4] تن هیچ کار | بد و نیک خود را بدل وا گذار
دهندت بتان در دل خویش جا | بشرطی که با دل شوی آشنا
بیا ساقی ای آگه از حال[5] دل | که حیرت گرفتست دنبال دل ٥
به بین کهربای[6] رخ حال را | بچرخ آر یاقوت سیال را ٥
بده آن عقیقی[7] می پر ضیا* | که سازد فروغش سهیل از سها
(١٧٥ ب) که ریزم می[8] چون خوی از جبین | بجوشد سهیل از ادیم زمین
چکد از جبین اختر[9] و انجم* | دهی گر از آن خسروانی خمم
بجوش آمد از شوق خون درون | سرت گردم ای ساقی گرم خون!
شرابی کرم کن که در رنگ و بوی | بیاقوت و عنبر کند گفت و گوی
نباشد حریفی[10] چرا عطسه ریز* | که کام و زبان گشت خمیازه خیز
زبی التفاتی مکن آنچنان | که ساغر بخمیازه[11] دوزد دهان*
بیا تا دگر تازه کاری کنم[12] | رخ عیش را غازه کاری کنم ٥

---

١ آ: نظر بر دری ٢ خ مع: خواستی ٣ خ مع: تفتیش دل ٤ خ فقط: و ٥ آ: جان و دل، واماں دل، تصحیح از روی خ و مع و خزانه، خ و مع و خزانه: حسرت (بجای حیرت) ٦ فقط در خزانه: کهربای رخ آل، ٧ آ: عقیق می پر ضیا، مع: عقیق می پر بها، خ: عقیقی می پر بها ٨ خ مع: بمستی چو ٩ خ مع (ص ٣١) خسرو ١٠ خ مع: صراحی چرا عطر بیز ١١ آ: بجنار دزد دهان، آ: بجنار دزد زبان، تصحیح از روی مع (در خ دزد بجای دوزد) ١٢ خ مع: کنیم، خزانه مثل متن — بعد این بیت در خ و مع: بیتی را افزوده است، ❊

بر آئینه تا چند زنگ خودی	بلایی بزرگ است ننگ خودی
دمی شاهد جنت در بر[۱] کشم*	که خود را از آغوش خود در[۲] کشم*
برون تا نزد پسته از پوست کام	نشد حاصلش از لب دوست کام

§[۳] (۱۷۷) چه می خواهی ای زاهد از جان خویش	هلاکم ز خجلت لبت گشت ریش
مرنج از من ار در جوابم خموش	که زحمت شنیدن برون جنت[۴] گوش
بهرجا[۵] زبانی* گرو کرده ایم	هر چند گویان درو کرده ایم
برو گو خرد و فنونی بست[۶]	جنون کرد طغیان زبونی بست[۷]
اثر در کمین دعای منست	که دشنام ساقی قفائی منست
سبویی بدوشم نهادند دوش	درین عالم این است معراج دوش
سبو گر بسر می کشم نیست غم	که زد بر کدوی سرم این رقم
مبین جرم مستان خود رای را	به بین رحمت ساقی آرای را
کسی کز وی این نخل بالا کشید	برایش[۸] هم افتاده آفرید
اسیری همی خواهد این گفت و گوی[۹]	خرابی همی آرد[۱۰] این رنگ و بوی
توان دیده بستن ز روی چنین؟	برای خدا رو نه[۱۱] بین* رو به بین
در افشای اسرار رندان مکوش	درین مصلحتهاست واعظ[۱۲] خموش

۱ آ: سرکشم (بجای برکشم) تصحیح از روی خ و مع ـ در (بجای از) ۲ آ مع: برکشم ۳ عنوانش در خ و مع: بخطاب بناصح، در خ: با بجای به ۴ خ و مع: ناصح ۵ در خ فقط: کرد ۶ در آ خ فقط: خارپائی ـ آ: گرو (بجای درو)، مع: درو،
۷ خ مع: بس است ۸ خ مع: برای ۹ خ: برایش (زیر این برایش هم نوشته)، مع: بر آتش ۱۰ خ مع: روی و موی ۱۱ خ مع: واره ـ در مع این بیت را حذف کرده
۱۲ خ مع: مبین،
۱۳ خ مع: ناصح،

کفن را معطّر کنم زان عبیر[1] | که منکر نگوید جواب نکیر
به[2] محشر چه پروا اگر در بدن[*] | نویسی دعای قدح بر کفن
ندارم ز حکم ورع سرکشی | ازان می کنم عشق[3] ساغر کشی
که پیمانه چون پُر شود از قضا | کشم در زمان و[4] گذارم بجا
(۷۶ ب) بالیوانِ عفران کسی برد پی | که خشتِ لحد ساخت از جامِ[5] می
کسی شست از چشمهٔ عفو رُو[6] | که شد در خرابات خاکش سبو
دهانت ز گندِ ریا نیست پاک | اگر نیست مسواک از چوبِ پاک
ازین چوب باخود کلیدی ببر | که در گور بگشایی از خلد در
به تعظیم بر زاهدا نامِ او[7] | که گردون حبابیست از جامِ او[8]
بدِ می مگو زاهد انصاف نیست | غلط کردهٔ مالِ اوقاف نیست
تو کاوردهٔ[9] این همه[*] گیر و دار | ربا خوار بشناس از باده خوار
ندانند رندان بغیر از وفاق | برو لوحِ دل ساده کن از نفاق
دریغا که خود می شوم شرمسار | گرت پرده بردارم از روی کار
بلی محرمانند اربابِ هوش | سرت گردم ای ساقیِ عیب پوش!
چراغِ[10] هنر را ازان برفروز | شبِ تیره ام را بکن رشکِ روز
که از عیب و عارِ خودی وارهم | بفرّ[11] تو در[12] فرقِ خود پا نهم

(بقیه حاشیه صـ ۳۰۳) ۸ آ: زهر، تصحیح از روی خ و مع ۸ در آ محذوف، تصحیح از روی خ و مع ۹ آ: سر، تصحیح از روی خ و مع ۱۰ خ مع: بفرقم ۱۱ خ مع (صـ ۳۲): زاهدان، امّا در خ نسخه حاسدان هم هست ۱۲ آ: کرچه آب، تصحیح از روی خ مع ۱۳ آ: اجتناب، تصحیح از روی خ و مع ٭

(حاشیه صفحه ۳۰۴) ۱ مع: عنسیر — گوید (بجای نگوید) ۲ خ مع: ز محشر چه پروا کر از دُردِ دان ۳ خ مع: مشق ۴ فقط در مع: وا ۵ خ مع: لای ۶ خ مع: روی — سبوی ۷ خ مع: ما ۸ در خ فقط: آورده این قدر ۹ در خ و مع این مصراع ثانی است، و اولش ع بساغر کن آن آتشِ عیب سوز ۱۰ خ مع: (صـ ۳۳): بر،

در انکارِ اربابِ باطن مباش — تو محرم نه رازِ ناشست فاش
بر هم مده زحمتِ داغِ ما — اگر سوده الماس داری بیا
نهالِ نصیحت[1] بر آور ز بن — به بی طاقتی عیبِ عاشق مکن
(۷۷ ب) زبانِ[2] ترا سرزنش‌ها بجاست — که ترکیبِ[3] ما این قدر هم چراست
خوش آن دم که از گریه نقشم بود — بشویم ز لوحِ دبستان بود
دهد مایه چشم لب[4] ابر را — در آب افگنم دفترِ صبر را
چنان شعلهٔ شوق گردد بلند — که خورشید گردد[5] اسپندِ گزند
ز هند آورد یادِ فیلِ جنون — به طغیان کشد گریه نیلِ جنون
چه بینم با این شمعِ تاریکِ عقل؟ — چه کارم با این آبِ باریکِ عقل؟

[6]

مگر رحمتِ عشق دهقان شود — اگر در باغِ جان خارِ ریحان شود
مگر رستمِ عشق گردد سوار — که از خیلِ هستی بر آرد دمار
مگر سایهٔ عشق بر سر فتد — که از سر تمنای افسر فتد[7]
مگر افگند عشق خوانِ کرم — که گردد نهم کاسه لا و نعم[8]
کسی کو؟ که دین را حمایت کند — اگر کفرِ عشقت هدایت کند
ز تطهیرِ دامانِ[9] تقوی مگوی — اگر ابرِ عشق آورد شست و شوی
هوس قصدِ ناموس دارد دریغ — اگر بر کشد شحنهٔ عشق تیغ[10]

۱ے آ: بر آورد، تصحیح از روی خ و مع ۲ے مع: زمانی ۳ے مع: گوئی تشلیب این قدرها؛ خ مثل آ، قدر هم بجای 'قدرها' ۴ے خ مع: (ص۳۴۲): رگ ۵ے آ: کرد، خ: گردد، مع: سوزد (در حاشیه نسخه 'گردد') ۶ے عنوانش در مع: در تعریف عشق (خ: در صفت عشق گوید) ۷ے در خ و مع بعدش بیتی را افزوده ۸ے در خ فقط: نهد ۹ے بعدش در خ و مع شش بیت را افزوده است ۱۰ے آ: دامای شست شوی، تصحیح از روی خ و مع ۱۱ے بعدش در خ و مع دو بیت را افزوده است

بباغ جگر از تف اشک دوش | برآورد صد چشمهٔ خنده جوش[1]
شب گریه از شمع دارم فراغ | که اشک آورد گوهر شب چراغ
دلم[2] فارغ از منت شکر است | که زان گریه تلخ شیرین‌تر است
بجامم[3] نمک ریخت چشم پر آب | اولی بیشتر گشت زور شراب
ز عکس رخت گشته چشم چنان | که جوشیده بر[4] گریه‌ام ارغوان
نهان کرده رو خنده از تاب شرم | که هنگامهٔ گریه گردید گرم
فشاند آتش دیده[5] گویا شرار | ز چشمم جهد اخگر آب دار
دلم شد ز مژگان نشان خدنگ | بلی گریه هم کرد تغییر رنگ
بنوروز غم اشک صحرا پسند | چو اطفال پوشیده گلگون پرند
نصیحت عبث گو لب خود مخای | که شد همزبان گریه با های های
(۷۹) اب ز من خندهٔ وصل افزوده باد | که می کارم از گریه تخم مراد
بنخلی که از گریه ام نم رسید | ز هر برگ آن نام ساقی دمید
سرت گردم ای ساقی نامدار | بجای می ز مغزم برون کش خمار
بیا بر لبم جام لب ریز نه | که شد در گلو گریهٔ غم گره
بروی[6] قدح بر تراش از حباب | برای شب عشرتم آفتاب

دگر[7] شاهد شام شد مشک موی | سرت گردم ای ساقی صبح روی! ○

---

۱ این بیت در مع نیست در خ مصرع ثانی این طور است: برآورده صد چشمه گریه جوش ۲ کذا در آ؛ بجه تصحیح انا در خ و مع بجامم بجای بجانم، ۳ خ مع: از ۴ خ: سینه کوبی مع (ص۳): سینه گونی ۵ آ: مهربان، تصحیح از روی خ و مع
۶ خ مع: ببرج قدح الخ ماهتاب (بجای آفتاب) آ: بروی قدح بر تراست ازحباب. تصحیح از روی خ و مع ۷ عنوانش در مع: در بیان شام، و در خ صفت بخانه بیان، آ: دگر — خ مع خزانه: مشکبوی (بجای مشک موی)،

نبودی اگر سینهٔ عشق ریش — ملاحت چه کردی نمک های خویش؟

ندیدی اگر عشق راز[1] نهان — کی ابرو بایما کشادی زبان

اگر عشق دکّان نمی کرد باز — کجا خرج[2] می گشت کالای ناز

نشد طایر عشق تا جلوه گر — نیفشاند باز نظر[3] بال و پر

نشد عشق تا مرد میدان جان — نشد شحنهٔ غمزه رنگین سنان

ز عشق شد خاک کوی خرام — که قامت پی جلوه برداشت گام

فراغت حرامست در دین عشق — دم تیغ جورست بالین عشق

ببزمی که محکم کند عشق پای — ظفر بندد از گرد میدان لوای

به بزمی که عشاق جان پرورند — مسلمانی و کافری بر درند

طلب گر کند عشق زنّارها — برون کش ز دل ذوق دستارها

چه اسرار بت پیش او گشت فاش — اگر گویدت برهمن باش باش

تف عشق در مغز هر خام باد — می عشق خورشید هر بام باد!

بیا ساقی! ای مایهٔ عشق و شور[4]* — که بر دل غم عشق آورده زور

بیا ساقی ای لعبت نوش خند — که هست اشک عاشق سپند گزند

(۱۷۹ الف) از آن بادهٔ گریه آور بیار — پی قلزم دیده گوهر بیار

که آرم عقیق لبت در نظر — سهیل تر[5]* افشانم از چشم تر

چنان سیل رانم ز چشم پر آب — که جنبد فرو شوید از دیده خواب

زند جوشش خوناب دل در جگر — ز دل حسرتی[6] چند ریزم بدر

شکر[7] گویت از چشم تر گل کنم — که تعمیر ویرانهٔ دل کنم

---

۱ خ مع: را رازدان — این بیت در مع مقدم بر بیت سابق است ۲ و: خرج خ ۳ خ مع (ص۳۶): نگر ۴ و: عشق شور، خ: عشق و شور، مع: عیش و سرور ۵ آ مع: سهیل بر ۶ در مع فقط: حسرت ۷ قبل این بیت در خ و مع: بیچ را افزوده

بباغ[1] جگر از تف اشک دوش
برآورد صد چشمهٔ خنده جوش

شب گریه از شمع دارم فراغ
که اشک آورد گوهر شب چراغ

دلم فارغ از منت شکر است
که زان گریه تلخ شیرین‌تر است

بجامم[2] نمک ریخت چشم پر آب
ولی بیشتر گشت زور شراب

ز عکس رخت گشته چشمم چنان
که جوشیده[3] بر گریه‌ام ارغوان

نهان کرده رو خنده از تاب شرم
که هنگامهٔ گریه گردید گرم

فشاند آتش دیده[4] گویا شرار
ز چشمم چه اخگر آب دار

دلم شد ز مژگان نشان خدنگ
ولی گریه هم کرد تغییر رنگ

به نوروز غم اشک صحرا پسند
چو اطفال پوشیده گلگون پرند

نصیحت عبث گو لب خود مخای
که شد همزبان[5] گریه با های های

(۷۹) اب زمین خندهٔ وصل افزوده باد
که می کارم از گریه تخم مراد

بنخلی که از گریه‌ام نم رسید
ز هر برگ آن نام ساقی دمید

سرت گردم ای ساقی نامدار
بجامی ز مغزم برون کن خمار

بیا بر لبم جام لب ریز نه
که شد در گلو گریهٔ غم گره

بروی قدح بر تراش از حباب[6]
برای شب عشرتم آفتاب

ذکر[7] شاهد شام شد مشک موی
سرت گردم ای ساقی صبح روی! ٥

---

۱ این بیت در مع نیست در خ مصرعهٔ ثانی این طور است: برآورده صد چشمهٔ گریه جوش ۲ کذا در آ، بجهٔ تصحیح، از در خ و مع بجامم بجای بجانم، ۳ خ مع: از ۴ خ: سینه کوبی مع (ص۴۲): سینه گوئی ۵ آ: مهربان، تصحیح از روی خ و مع ۶ خ مع: ببرج قدح الخ ماهتاب (بجای آفتاب) آ: بروی قدح بر تر است از حساب. تصحیح از روی خ و مع ۷ عنوانش در مع: در بیان شام (در خ سمت بجانب بیان)، آ: ذکر — خ مع خزانه: مشکبوی (بجای مشک موی)،

نبودی اگر سینهٔ عشق ریش / ملاحت چه کردی نمک های خویش؟

ندیدی اگر عشق رازِ[1] نهان / کی ابرو بایما کشادی زبان

اگر عشق دکّان نمی کرد باز / کجا خرج[2] می گشت کالای ناز

نشد طایرِ عشق تا جلوه گر / نیفشاند بازِ نظر[3] بال و پر

نشد عشق تا مردِ میدانِ جان / نشد شحنهٔ غمزه رنگین سنان

ز عشق شد خاکِ کوی خرام / که قامت پی جلوه برداشت گام

فراغت حرامست در دینِ عشق / دمِ تیغِ جورست بالینِ عشق

برزمی که محکم کند عشق پای / ظفر بیند از گردِ میدان لوای

به بزمی که عشاق جان پرورند / مسلمانی و کافری بر درند

طلب گر کند عشق زنّارها / برون کش ز دلقِ ورع تارها

چو اسرارِ بت پیش گشت فاش / اگر گویدت برهمن باش باش

تفِ عشق در مغزِ هر خام باد / میِ عشق خورشیدِ هر بام باد!

بیا ساقی! ای مایهٔ عشق و شور[4]* / که بر دل غمِ عشق آورده زور

بیا ساقی ای لعبتِ نوش خند / که هست اشکِ عاشق سپندِ گزند

(۱۷۹۰) ازان بادهٔ گریه آور بیار / پی قلزمِ دیده گوهر بیار

که آرم عقیقِ لبت در نظر / سهیل[5] تر* افشانم از چشمِ تر

چنان سیل رانم ز چشمِ پر آب / که خفته فرو شوید از دیده خواب

زند جوشش خونابِ دل در جگر / ز دل حسرتی[6] چند ریزم بدر

[7] گر کویت از چشمِ تر گل کنم / که تعمیرِ ویرانهٔ دل کنم

---

۱ خ مع : را رازدان — این بیت در مع مقدّم بر بیت سابق است ۲ و : حرج خ ۳ خ مع (ص۳۶): نگر ۴ و : عشق شور، خ : عشق وشور، مع : عیش و سرور ۵ خ مع : سیل بر ۶ در مع فقط : حسرت
۷ قبل این بیت در خ و مع : بیتی را افزوده

طرب آن قدر صرفِ مهتاب شد — که از پرتوش[1] غصه سیماب شد
زجامِ تو مهتاب می زد مگر — که مستانه افتاد بر بام و در ۵
بنازم بآن نرگسِ نیم خواب — بمهتاب در جام کن آفتاب
نشین ماه را در مقابل بناز — اگر روی سازد چه شد گو بساز
چو طاؤسِ مینا کنی جلوه گر — تذروی کند از شعاعش قمر
شبی را که روزی[2] بتابد* بر ان — برند از پی سرمهٔ[3] دیگران
نه شوقت همین از مهر[4] برده تاب — زبس آرزو می پرد[5] چشمِ خواب
بیا ساقی ای جبهه ات صبح کام — ازان رشکِ خورشید ریزم بجام
(۱۸۰) اب که چون در هوایت طوفانِ شوق — شود گریه شمعِ شبستانِ ذوق[6]
به[7] هنگامهٔ گریه چشمِ پرآب — زند بر زمین مشعلِ آفتاب
دمد آفتاب از در و بامِ بخت — شود صبح گرد در رهِ شامِ بخت
چو شامم برآید به تختِ نمود — کشد از جبینِ[8] سحر* صد سجود
بغیر از غمِ تو نماند غمی — شبِ تیره بختی زند پس خمی
صداعِ خمارِ مستیم — کند کم رهِ خانهٔ هستیم
شبِ غصه را پوست از بر[9] کشم — کتانش بمهتاب ساغر کشم
بده ساقی آن شمعِ ساغر لگن — که روبد[10] سحر پرتو از شامِ من
مریضیم غریبیم مروت کجاست؟ — مغنی و ساقی دوا بر شماست ●

---

۱ آ: پرتو، خ مع: پرتوش ۲ ن مع: نور تو تابد ۳ خ مع: اختران ۴ آ: سحر، تصحیح از دوان و ع ۵ آ: پرد، تصحیح از روی خ و مع ۶ در مع فقط: شوق ۷ خ مع: زبر قطرهٔ اشک ۸ آ: جبین بی خبر، خ: جبینش سحر، مع: جبین سحر ۹ خ مع (۲۹ الف): سر
۱۰ آ فقط: روبد

بگلگشتِ مهتاب بیرون خرام — که لب ریز شد ماه را باز جام ٥

چنین پرتو افشاند شمعِ قمر — که زد شعله از مشعلِ لاله سر

زمین را که بود از تفِ مهتاب[1] — کتان پوش گردیده از ماهتاب[2]

براهِ تو شد چشمِ اختر سفید — برون آی ای ماهِ چشمِ[3] امید

بامیدِ سیرِ تو روزِ طرب — فگنده است خود را در آغوشِ شب ٥

برای[4] تماشا فروغِ سحر — بر آورده از روزنِ شام سر

ز شوقِ خرامِ تو ماهِ تمام — زمین را گرفتست در سیمِ خام ٥

ز مرغولهٔ زلفِ عنبر طراز — گریبانِ شب را پر از نافه ساز

برون[5] آ که در بزمگاهِ طرب — ز رویت خورد غوطه در روز شب

زهی خوش[6] آن* روزِ پر شب مشکبوی — که شامش باب سحر شسته روی

معطّر چه ریحانِ باغِ خیال[7] — منوّر چو مرآتِ اربابِ حال

ببوی از[8] کسب کرده* بخور — بنوری ازو برده تشریفِ نور

گریبانِ نسرین عذارانِ چین[9] — رخِ ماه رویانِ خاور زمین

شبِ قدر را پیش این شب چه قدر — ز تبخیرِ مهتا میده[9] نورِ بدر

شبی[10] در عدم ظلمت آویخته — تجلّیست بر روی هم ریخته

تو گوئی نشاط از زمین بر دمید — توان رفت هر گوشه صد روزِ عید

---

[1] آ: آفتاب [2] خ مع: ... [3] این بیت را در خ ندارد، و در خ، مع قبل ازین بیتی را افزوده

[4] در خ و مع این بیت بر بیت سابق مقدم است [5] خ مع (صفحه): خوشا

[6] خ مع: جمال [7] مع: کزو کسب کرده، خ: اگر زر گردد کسی — خ مع: ازو برده (بجای ازو برده)

[8] مع: چینن، آ: جبین [9] در آ «می ده» را «حسد» نوشته و بیت را به الفاظ شک آورده تصحیح از روی آ و مع [10] خ مع: شبی را قضا در عدم ریخته

بعزت[1] ترنم برای که برد / که درکامش آخر بخاری نمرد

مگو ساز ناهید او جان فزاست / که تارش ز شریان اهل وفاست

بیار اصف نغمه پرداز[2] چنگ / که چنگیز غم می زند طبل جنگ

بیا مطربا پرده[3] ساز کن / طرب می رود اینک آواز کن

فروکوب مستانه راه سماع / که دارد دلم دستگاه سماع

(۱۸۱ اب) کسی را که گردون نوازی نواخت / قدش را ز بار بلا چنگ ساخت

چو نی هر کرا دیده گردیده باز / چو طنبور در پرده گفتست راز

مغنی بیا زخمه بر تار زن / که می پیچد از غصه[4] رگهای تن

بیا از در چاره سازی درآی / زمانی بخاطر نوازی درآی

کسی گشته رقاص[5] در انجمن / که دستی فشاندست بر خویشتن

برای تماشا نظر برگشای / که چون من نهم بر سر خویش پای

بکش از حنین[6] پرده برکش خروش / که چون نی سراپا شدم چشم و گوش

صفیر نی و قلقل[7] می خوش است / کی قیل و قال[8] و رع طی خوش است

بیا ای نوا ساز پرکرده[9] پی / زخویشم تهی ساز و بردار نی

ز افسردگی مرده عیش و سرور / زنی صور در دم پی حشر سور[10]

---

[1] این بیت را در خ و مع ندارد [2] مع (مفا): بردار ---- در مع ازین موضع سه بیت بعد از «بیا از در چاره سازی الخ» آورده است [3] در خ فقط: پرده ... ---- میان ص ۱۲۲ (دو تو یک شربت آب انگور ...) این بیت در آتشکده دو بیت را آورده است که در آ و تا و خ و مع نیست اعنی «بیا ساقی آن ... برآور ... » --- «که بیا ... ... که دست بسته خیل غم روزگار»
[4] خ مع: ... [5] از روی مع؛ آ: چنین [6] آ: غلغل ---- خ مع: بی قیل و قال؛ آ: کی قیل و قال [7] لذا در آ و خ اما در مع: برکرده ... حاشیه: بهندی ... که برقاصان تعلیم کنند [8] بعد این بیت در خ و مع بیتی را افزوده

تو یک شربت آب انگور ده | تو[1] انگشت بر نبض طنبور نه ٥

سرود[2]

سرت گردم ای مطرب خوب روی | که مرغوله[3] خوانی* و مرغوله موی ٥

ز رخسار خود پرده یک گوشه نه | بمی[4] شاهد نغمه در پرده نه

صبا بر زد از جیب نوروز سر | بهار گل[5] و نغمه آمد دگر

زغم قامت بی نوایان دوتاست | قدت باد چون قول عشاق راست

بجانم ز دیهر مخالف نواز | بزن بر حدیهای راه حجاز

(۱۸۱ا) پی عندلیبان دارالسلام | توانی ز تار نفس بافت دام

می لاله گون بر دویدت بسر | نباشد چرا نغمه رنگین و تر

بده نغمهای ترم سر بمغز | بگو پای عقل سبک سر بلغز

شود بافت[6] با حسن چون نقش وصوت | نماز و ورع را کند نغمه فوت

ز رخ طعنه در کار خورشید کن | ز دف حلقه در گوش ناهید کن

چو با عارضت دف مقابل شود | دل ماه[7] داغ از *جلاجل شود

چنین[8] در پی دف چو داری نگاه | شود چنبرش* هاله دور ماه

دفت[9] گر ز اشکم کشیدست نم | ز دل آه سوزان بر آرد علم

مکن ظلم بر گوش ارباب راز | صدف را پر از گوهر نغمه ساز

ز چرخ جفا پیشه احسان مجوی | مروت ندارد بدستان بگوی

---

۱ در آتشکده فقط: دو (بجای تو) و ترتیب مصرعین منعکس ۲ عنوانش در خ و مع: خطاب بمطرب ۳ در خزانه فقط: مرغوله

۴ خ مع: بلی — به (بجای نه) ۵ خ: گل نغمه آمد ببر، مع: گل نغمه آمد دگر،

۶ ا ما: بافت، خ مع: یافت — خ مع: حسن صوت (بجای نقش وصوت)،

۷ آ: آه داغ، تصحیح از روی خ و مع ۸ در مع فقط: جبین، — آ: چه (بجای چو)

۹ آ: رخت، تصحیح از روی خ و مع،

نداریم با آنکه پروای سر — برای تو با دردِ سر ساختیم

دل از راحتِ[1] مرهم آسوده شد — که زخم تو حرزِ جگر ساختیم

خوشت باد ای تلخکامی خوشت![2] — که ما زهرِ خود را شکر ساختیم

بنقص آمدیم از طریقِ کمال — همه عیبها را هنر ساختیم

(۱۸۲ب) نبودیم مردِ اراجیفِ عقل — خبر را چو خود بی خبر ساختیم[3]

دعا داشت چشمی بر انفاسِ ما — اثر را دهان[4] اثر ساختیم

بگو شوق یک چند آسوده شو — که ما صبر را پرده در ساختیم

غزالی ز صحرای[6]* جان می گذشت — کمندش ز تارِ نظر ساختیم

چه خوش می زند غلط[7] ایمانِ ما* — بلی زهد و تقوی سپر ساختیم

ظهوری ازین توبه درهم مباش — که با ساقی عشوه گر ساختیم

بیا ساقی ای خصمِ زهد و صلاح! — که از توبه پوشیده تقوی سلاح

بجامم ز پشمینهٔ زاهدی — ببر در فگن اطلسِ شاهدی

بدستم ده آن ساغرِ توبه خوار — که از زهد و تقوی برآرم دمار

کسی را شود دیگری نامزد — که کابین دهد عقل و هوش و خرد

بیا ای ز لعلت شکر را نمک — نگاهت سپاهِ بلا را یزک

اسیرِ خمِ زلف و کاکل شوم — هلاکِ نگاهِ[9] تغافل شوم

۱ف خ مع: آفت ۲ف خ: برد، مع: بُرد ۳ف خ مع: ز ۴ف در خ و مع یک بیت درین غزل افزوده ۵ف خ مع: رهین ۶ف در مع فقط: بصحرای (بجای ز صحرای) — کمندی (بجای کمندش) ۷ف خ: غلط ایمان بخون، مع: غلط ایمان بخون ۸ف در مع (ص۴۳) عنوانش: خطاب بساقی، در خ: با (بجای به) ۹ف در آ فقط: نگاه و

اگر نی وزد[۱] باد بر آتشم — بسوزد تر و خشک در آتشم

اگر نی نهد[۲] آتشم در نهاد — دهد لعبت شعله را رقص یاد

در اوج توجه دلم پر زند — ز هر موی صد بال و پر سر زند

ز سر بر کشم کهنه دلق وجود — بیفشانم از خویش گرد نمود

زنم دست و پایی براه وصال — سر عیش و غم را کنم پایمال

(۱۸۲۱) مغنی بیا زود بردار عود — که از مجمر[۳] غم جگر خورد دود

بزن نغمه بر تار بی احتیاط — که خواهیم[۴] آسان گذشت از صراط

شود چنگ رحمت چو در حشر ساز — کند معصیت رقص از روی ناز

بیا ای مغنی سرودی بکش — ز چشمم بهر قطره رودی بکش

خوش آنکس که در زیر چرخ کبود — بهم جمع کرد دست رود و سرود

شدم پایمال هجوم ملال — بدست کرم گوش قانون بمال

بیک نغمه بنواز گوش مرا — بهر مزد کالای هوش مرا

فغانی که راه فغانم گرفت — گرفتی که غم تار جانم گرفت

چو ساقی کند صاف صاف بکار — تو هم نغمهٔ انتخابی بیار

چو سیر مقامات منظور ماست — غزل خواهی گر شود خوش بجاست

غزل

براه غمت پا ز سر ساختیم — ز هر موی صد بال و پر ساختیم

---

۱ در خ فقط: زند ۲ ما: زند آتشم در، مع: نهد آتش اندر — مع: دهم (بجای دهد) — آ: باد، ما: باد، خ مع: یاد ۳ خ مع: در مجمر دل جگر گشته عود ۳ آ: اکوش، مع (ص۱۴۱)، خزانه: مزد، ۴ آ: کرو[illegible] تصحیح از روی خ و مع ۵ این بیت را در خ ندارد ۶ آ: کوش، تصحیح از روی خ و مع و خزانه، ۷ در مع فقط: صافی — در خ و مع بعدش بیتی را افزوده ۸ در مع فقط: مقالات (مقامات نسخهٔ حاشیه)

شرابی زمین جبین باغ کن | شرابی عقیق یمن داغ کن
شرابی که طوبی رساند ز خس | شرابی که سازد هما از مگس
باین تلخی و خوشگواری شراب | ندیدست جمشید هرگز بخواب
(۱۸۳ ب) گوارا نباشد شکر آن چنان | مگر ریختی زهر چشمی بر آن
درون و برون از تو گردیده مست | نمی آیدم شکر لطفت ز دست
نظر سویم از لطف انداختی | چو من ناکسی را کسی ساختی[1]
هستی در خنده چون شگفته ام | پیامم[2] ته دل لب گفته ام
ز اندیشهٔ بیش و کم فارغم | ز حمالی بار غم فارغم
ردای ریا چنبر حلق[3] نیست | بت عجب در پردهٔ دلق نیست
ندارد وبال طمع کوکبم | ندارد عذاب خوشامد لبم
گران[4] جان ز سودای از نیسم | بهنگامهٔ طعنه کز نیستم
نه فخرم بزر اطلس نه عار از پلاس | نه حاتم شناسم نه جوجی شناس
نه امید لبم ز هر قند کسی | نیم زیر ساطور پند کسی
بشوری بدشت جنون آمدم | که از رشک مجنون برون آمدم
زدم در محبت بپا تیشهٔ | که می خواست فرهاد ازین تیشهٔ
خراشندهٔ[5] شد ناله ام آنچنان | که بلبل بمن واگذارد فغان
شد آن رتبه حاصل که در پیش جمع | چو پروانه گیرم گریبان شمع

(بقیه حاشیه ص ۳۱۶) ۱۱ مع: شرابی (در هر دو مصراع)، ۱۲ آ: سر ... تصحیح از روی خ و مع،

(حاشیه ص ۳۱۷) ۱ بعدش در فقط خ افزوده: فرو خواند از جبهه خوب و زشت | بچشم فراست خط سرنوشت
مراد نظرها تماشای او | سراپای او چون سراپای او ۲ آ مع: بیامی تتی، تصحیح از روی خ و مع ۳ خ مع: غلتق،
۴ این بیت را در خ و مع ندارد ۵ خ مع: از — خ آ: بنشانم (کجای فتراسم) خ: جوجی سپاس (؟) ۶ آ: ... تصحیح از روی ...

سر[۱] انداز شد زلف سنبل شکنج — که گاهی سری می نهد بر قدح

بنازم بآن نرگس پر خمار — که مستی نهاده سرش[۲] بر کنار

نماندست پیش تو تاب نشست — که رفته نگاهم[۳] چو کارم ز دست

(۱۸۳) کسی را خدا جنت بیدار داد — که هر صبح چشمی برویت کشاد

نرو[۴] کرده ناخنی در جگر — نباشد چرا چشم گلبرگ تر

هوس را فتد ساغرت[۵] گر بدست — تواند سر و دست حسرت شکست

رسانی چو نوبت بدردی کشی — نهانی ز اهل هوس لب چشی

سخن گر در آید ز بوس و کنار — طلب مست گردیده معذور دار

بتادیب گستاخ رویان خویش — اگر بر زند غمزه[۶] دامان خویش

ز آرامی افتاد آرام من — اگر ریختی شوق در جان من

شرابت[۷] دم صبح* روز وصال — از کیفیت حال عزست فال

لبم لعل از آن می در آتش تراست[۸] — که از خون یاقوت خاکش به است

نمی رویدم غیر شکر[۹] ز کام — که از التفات تو دارم بجام

شرابت[۱۰] کم آزار بسیار هش — شراب طمع سر بُرِ حرص کش

شرابت[۱۱] نظر باز ساقی گزین — شراب طرب پرور[۱۲] خوش نشین

---

۱ در ما این بیت حذف است و در آ مشکوک — آ: بشبه؛ خ مع: بشنج — مع: کشد؛ خ مثل متن ۲ در مع فقط؛ در ۳ آ: بکامم؛ تصحیح از روی خ و مع ۴ این بیت در ما محذوف و در آ ممسوخ و بجلامت محو این طور درج شده — خردن کردن ناختی در جکر نباشد ترا دیده گلبرک تر تصحیح از روی خ و مع (در خ دیده بجای چشم)؛ ۵ خ مع: بساعدت ۶ آ: غمز؛ تصحیح از روی خ و مع ۷ در مع فقط شراب و دم صبح و — آ: عزاست فال؛ ما: عزست فال؛ خ مع: عزل است قال ۸ مع: ... ۹ خ مع: شکرت ۱۰ در مع فقط (صـ۳۳۴)؛ شرابی (در هر دو مصراع) — ما: هوش (بجای هش)؛ وکش (بجای کش)

دهی زهر از رشک جوشد شکر / زنی زخم مرهم فتد از نظر
روان[1] پرور راحت آزارِ تست / گُلِ دیگران بندهٔ خارِ تست
سرت گردم ای ساقی بی بدل / زکارم دگر برده شوق غزل

[غزل[2]]

زگل عار دارد گریبانِ ما / درآویخت خاری بدامانِ ما
نسیم بهارِ محبت وزید / سمن می فشاند مغیلانِ ما
کمربسته هر گوشه صد نوبهار / بدهقانی باغِ زندانِ ما
نشسته برجبههٔ تیغِ وصل / غبارِ رهِ شامِ هجرانِ ما
نهد جوش در سینهٔ آفتاب / شرارِ چراغِ شبستانِ ما
اثر پای کوبان در آید ز در / چو شد سازِ قانونِ افغانِ ما
توان این زمان درد را در گذشت / که درمانده درمان بدرمانِ[3] ما
نیاورده پی جز جگر تشنگی / بسرچشمهٔ آبِ حیوانِ ما
زند جوش صد چشمه از[4] هر قدم / سرشکستِ خضرِ بیابانِ ما
۱۸۵۱ زیانِ[5] نواسنجی می فروشد بسود / زسودای کالای دکّانِ ما
نکردیم صرف آنچنان زندگی / که از ما ستانند تاوانِ ما
در آئینه[6] خنجرِ عشق کرد / جلا پروری چشمِ حیرانِ ما
برد سیلِ خونِ جگر چاکها / برای سراپای میدانِ ما
زآسیبِ مرهم برون آمدی / نهان ماند زخمِ نمایانِ ما

---

۱ آ: روان بردا، خ: روان پرورا ۲ مع: غزل، خ: غزل سرائی ۳ در خ فقط: ز درمان، ۴ خ مع: (ص۴۵): در ۵ آ: رمان ۶ در فقط خ این بیت با بیت سابق تقدیم و تاخیر دارد،

پُر از لاله[1] سازم گریبانِ باغ　　فشانم چو خوناب دامانِ داغ

(۱۸۴ ا) ز شورابهٔ چشم حسرت فشان　　کنم گر یمن دانه گه ارغوان

جگر از غمِ مرهم[2] آزاد شد　　که از غمزه دل نشتر آباد شد

بمرهم نباشد دلم را نیاز　　که برچیده زخم از دمِ تیغِ ناز

نگیرد دگر زنگ مرآتِ جان　　که زد صیقلش[3] گوشهٔ ابروان

چه گلها که راحت بدامان کند　　چو داغ تو سر در گریبان کند

بمسجد نسازم دل داغ داغ　　که نذرِ خرابات شد این چراغ

ز جورِ تو گردن نسازم کشید　　خدا از برای تو ام آفرید

چو در کارِ من عقل کردی خلل　　بحکم تو معزول شد از عمل

مرا نیست در کارِ خود اختیار　　نشستم تماشا کنان برکنار

نگاهی! اگر عقل دیوانه نیست　　شرابی! اگر گریه مستانه نیست

خبر دارم از خویش، بنمای روی　　ندارد تماشا حرفی بگوی!

ز سودای کون و مکان غافلم　　همین با تو دارم دلی[4] عاقلم

بساقی گری گر کند جلوه حور　　ز دستش نگیرم شراب طهور

نگاهم ز روی[5] تو گردیده مست　　پری گر دهد می خورد پشتِ دست

به بوی گلی گر بگلشن روم　　نگه کی رود پیش اگر من روم

(۱۸۴ ب) کدامست جنت[6] چو کوی تو هست؟　　چه نامست سنبل چو موی تو هست؟

اگر ماه گیرد ز روی تو تاب　　کند مهر را ذرهٔ خود حساب

طرب را زمانی نباشد کمی　　که باشد غمت مایهٔ خرمی

---

[1] این بیت در خ و مع ندارد. [2] آ: برهم، تصحیح از روی خ و مع. [3] آ: صیقل، تصحیح از روی خ و مع (۲۲). [4] خ: دارم دل، مع: دارم سری. [5] خ مع: چشم. [6] آ: حسنت، تصحیح از روی خ و مع.

ز پیری ضعیف است بازوی حال | سرت گردم ای ساقی خورد سال
جوانی هوس[1] کرده ام از عصیر* | که گردیده[2] بالغ ز دهقان* پیر
بستم ده آن زنگ[3] یاقوت را | که سازم جوان عقل فرتوت را
سرت گردم ای ساقی سرگران | بتابان دمی[4] کورهٔ امتحان
ببازار صاحب عیاران درآی | بیاور[5] ازان* جنس نقد آزمای
مسم در تف بوتهٔ کیمیاست | زر گو گردد احمر نگوی[6] کجاست
فرو ریز در ساغرم آب رز | مگو آب رز ز آتش[7] خام پز*
بمغزم رسان شعلهٔ جام[8] را | گرم کن بجوشان من خام را
(۱۸۶ الف) بده[9] ساقی آن بادهٔ عقل و هوش | که مغز سخن را درآرم بجوش
سخن را کنم صاحب اعتبار | ز مداحی صاحب روزگار
بهار آورم بهر باغ بیان | ز تعریف خلق خدیو زمان
نهم[10] مغز در استخوان خیال | بتوصیف خوان جهان نوال
چو[11] عیشم ازین شعر تر کام یافت | بتوفیق الله اتمام یافت

---

۱ خ: طلب کرده ام زان؛ مع (ص۲۶) خزانه: هوس کرده ام زان
۲ خ مع خزانه: گردیده بالغ از عقل (امّا در خزانه و مع 'گردید' و 'ازو' در خزانه 'ازان' در مع) ۳ مع خزانه: رشک — در مع فقط: سازد؛ ۴ خ مع: زمی؛ آ: دمی ۵ خ مع: بباغ [illegible]ن آن ۶ مع: مگو می؛ خ: بگو می
۷ خ: از آتش جام پز [illegible] غلط است)
۸ در خ فقط: غام (غلط است) ۹ این بیت و بیت تالی در خ و مع ندارد، و بجای این ابیات ذیل آورده است:
بیا ساقی ای زینت انجمن | که در بزم با تست روی سخن
بساغر کن آن نیز حرف گوی | که گویم سخنهای خورشید روی
[illegible] رویت دهم کشت اندیشه آب | که در ذره خرمن کنم آفتاب (در مع روی بجای رویت) ۱۰ خ مع: کشم
۱۱ خ مع: کشم — آ: سوال (بجای نوال)، تصحیح از روی خ، مع ۱۲ بجای این بیت در خ و مع بیتی دیگر آورده است:
[illegible]م انتظام مهام بهی | باحکام ایام برهان شهی (در خ شهی بجای بهی)'

نام[1] پدر میرزا ابوتراب بیگ خواجه[1] (۸۶ اب) علی است و مولد خواجه از انجدان
وانکوان است و این موضع قصبه ایست میانِ کاشان و قم واقع شده، در ایام
سلطنتِ جم جاه انجم سپاه، شمع دودمانِ نبوی، شاه سلطان محمد[2] صفوی وقتی که
ولی[3] جان خان ولد محمد خان ترکمان حاکم دار المؤمنین کاشان بود او نیز در انجا وزیر
باستقلال بود، اما تولدِ میرزا ابوتراب در قزوین واقع شده[4]، بعد ازانی که بسنِ
رشد و تمیز رسید در خدمت پدر بسر می برد، چون پدرش در کاشان فوت شد
پارهٔ سامان از پدر میراث بابوتراب بیگ رسید همیشه وقتِ خود خوب می گذرانید
مدتی در دار الموحدین قزوین و چندگاه در کاشان بسر برد، پس بسیر خراسان رفت
وبسعادتِ زیارت روضهٔ مطهر منور اقدس مقدس امام الانس والجن علی بن موسی
رضا علیه التحیة والثنا مستسعد گردید، گویند که در هری چند روز با نادرهٔ عصر خود
ملک الشعرا خراسان میرزا فصیحی صحبت داشت باز بعراق عود

(بقیه حاشیه صـ ۳۲۲) می گوید که اشعارش هموار و نازک است [2] ن: قلونیان (که خطاست) در بهار عجم می گوید: قلونی وقلونیا معجونی ست مسکر که افیون و بزر البنج اجزای اوست، (نیز به بینید عالم آرای عباسی صـ ۱۵۷ س ۱۱ ببعد) و توزک جهانگیری صـ ۱۸۱ ببعد، نیز رجوع کنید بحواشی [3] کذا ایضاً در مخزن الغرایب [4] در همین معنی بیتی از وی در آتشکده (صـ ۲۲۴) ومنتخب الاشعار منقول است ؎ هرکه می چیند گلی از باغ وی برسر می زند مرغ روح بلبلی گرد سرش پر می زند (منتخب "در باغ" بجای "از باغ")۔

حاشیه صـ ۳۲۳؛ [1] در منتخب الاشعار گفته است که وی پسر میرزا علی خان انجدانی است که بخدمت وزارت کاشان وقتی ممتاز بود [2] سلطان محمد پادشا خدابنده پدر شاه عباس اعظم از ۹۸۵ھ تا ۹۹۵ھ فرمان روای ایران بود، [3] در عالم آرای (صـ ۱۶۳ س ۳۲) می گوید که کاشان از طرف بادشاه به پدرش محمد خان موصلو ترکمان مشفقت شده؛ [4] نقطهٔ سرو آزاد ابوتراب را جوشقانی المولد و کاشانی المنشا گفته است، و ریو ظاهراً تتبع قولش کرده، ولی اکثر اصحاب تذکره اورا انجدانی گفته اند و هیچ کس ذکر نکرده که تولدش در قزوین واقع شده صاحب آتشکده گفته است که چون در کاشان نشو ونما یافته مشهور به کاشی شده، جوشقان نام موضعی ست میان اصفهان و کاشان (ریو صـ ۶۹۲) وبقول صاحب بهار عجم که اعمال کاشان است،

ذکر

میرزا ابوتراب بیگ فرقتی[1]

جوان مستعد تمام عیاری بوده، در اوّل جوانی پارهٔ شعر گفته و فرقتی تخلص کرده و اکثر آن اشعارِ او خالی از رتبه نیست، در آخرها شعر کم گفته چرا که فلونیای[2] گذرا شده و کیفیّت افیون او را مغلوب خود ساخته بود، فامّا در هر وقت هر جا که گل و بلبل بسته بسیار خوب واقع شده چنانچه ازین چند بیت ظاهر می شود

بیت

زشور بلبلانم گشت معلوم[3]	که گل چیدن کم از خون کردنی نیست*

وله

بس که داغ سینه ام را گل تصوّر می کنند	در گلستانم ز شورِ بلبلان آرام نیست

وله

بگردِ غیر گشتن بهرِ یارِ خود عجب نبود	چو گل بر سر زند کس، بلبلش بر گرد سر گردد[4]

وله

مشو درهم ز آه و نالهٔ بسیار ما ای گل	که عاشق همچو بلبل هرچه دارد بر زبان دارد

---

[1] در فهرست کتابخانه دیوان هند (مخطوطات فارسی)، عمود ۸۳۱ این لفظ را فِرقتی بالکسر نوشته، معلوم نیست بچه دلیل، در سروِ آزاد (صد۲۳۳) مذکور است که از صادقی بیگ نقاش اصفهانی التماس تخلص کرده بود، او چهار تخلّه تجویز نمود، از آنها فرقتی پسندش افتاد، امّا بقول ریو (سپلیمنٹ صد۲۰۲) بسبب غلبهٔ افیون نوبت این نیامد که تخلّص صادقی را در شعر آورد، صاحب منتخب الاشعار (فهرست کتابخانه بادلی عمود ۲۴۹ نمره ۴۷۹) اوّلاً کامی تخلّص می کرد آخر به فرقتی قرار داد، دیوان او در کتابخانهٔ موزهٔ برطانیه و دیوان هند محفوظ است، صاحب مخزن الغرائب

آن مهر که گر پرتوش افتد بمعاون | یاقوت کند پارهٔ سنگ یرقان را

در جدول اگر عکس گل چهره اش افتد | بر خار چمن شعله کند آب روان را

تا حشر ازو لاله بی داغ بروید | زین باده اگر آب دهی لالهستان را

(۱۸۷) آن باده که مستان به گر برون نامش | در چشمهٔ خورشید بشویند دهان را

آن باده که ما زندهٔ جاوید به اوییم | گو مرگ در آغوش بکش شاهد جان را

ما خشک لبان تشنهٔ دیدار شرابیم
چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

ساقی بده آن باده که خون دل تاکست | آن می که چو جان در بدن شیشه نهان است

آن شعله که در دیدهٔ گم گشته رهش | چون آتش طور از شجر تاک عیان است

آن بادهٔ صافی که ز جامش بتوان دید | هر راز که در سینهٔ افلاک نهان است

شمع لگن شیشه که چون چهره برافروخت | پروانهٔ جان گرد سرش در طیران است

روشن گر آئینهٔ عیش دل ما شد | زان می که بهر نور رخش شعله فشان است

ما طاقت هجران می ناب نداریم | بر هفتهٔ ما بار شب جمعه گران است[1]

فردا چو در محکمهٔ حشر در آئیم | اوّل سخن از دعوی غبن رمضان است

ما خشک لبان تشنهٔ دیدار شرابیم
چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

مطرب بنفسی هم نفس درد کشان شو | از باده لبی تر کن و مضراب زنان شو

در بزم در آ و ز هلال سر ناخن[3] | بر هم زن هنگامهٔ ماه رمضان شو

(۱۸۸) در کینهٔ ما چرخ بزنها دو شریک است | در عیش تو هم از خدم پیر مغان شو

---

[1] این بیت را در مخزن الغرایب آورده است، [2] آ: آور، تصحیح قیاسی است،
[3] آ: ناحق، که خطاست،

نمود[1]،

بر رای ارباب هنر پوشیده نماند که این کمترین در سنه ست عشرین والف در لاهور از عزیزی که بایشان نسبت خادم مخدومی داشت و تازه از عراق آمده بود شنید که گفت امسال در صفاهان میرزا ابوتراب از عالم رفت[2]، والعهدة علی الراوی (۱۸۷ ا) ساقی نامه را بروش ترجیع گفته، الحق که خوب گفته است

ترجیع بند میرزا ابوتراب

ساقی بده آن باده که ماه شب تار است — آن باده که گلگونهٔ رخسار بهار است
آن باده که چون قطرهٔ باران بهاری — شوینده گرد از رخ گلهای عذار است
آن می که ز بس روشنی از سینهٔ مستان — چون شعلهٔ فانوس عیان در شب تار است
آن می که ز عکسش بدن مست پس از مرگ — گویی که بدخشان به ته سنگ مزار است
در مجمع اجسام نشاط دل و جسم است — در مجلس ارواح گل جیب و کنار است
آن شعله که بر وی چو فتد پرتو خورشید — گویی که بر آیینهٔ خورشید غبار است
ما گل نشناسیم که پیش نظر ما — خاک می گلرنگ به از خون بهار است

ما خشک لبان تشنهٔ دیدار شرابیم
چون کاسهٔ انگشت تهی خانه خرابیم

ساقی بده آن شمع سراپردهٔ جان را — آن شعله که از عکس کند شعله دخان را
چون سینهٔ عاشق سر انگشت بسوزد — گر دست به پهلوی نهی شیشهٔ آن را

[1] آذر می گوید که او وزیر سرکار مقصود بیک ناظر بیوتات سرکار خاصه شریفه بود، در اکثر تذکره ها او را در زمرهٔ قافیه سنجان عهد شاه عباس شمرده اند، مثلاً ید بیضا، سرو آزاد و خیر البیان (ریو ص ۲۰۲) و مخزن الغرایب وغیرهم،

[2] تمام است — در تاریخ وفات ابوتراب هیچ اختلافی بنظر نیامده،

چون بنده که از خدمتِ مخدوم گریزد — هر روز گریزند از ان خطه بجایی
در گردنِ شان تا غلِ شیطان ننماید — از غایتِ تزویر به پیچند ره ابهی
زین هرزه رهایی دلِ ما زنگ بر آورد — ساقی بده آن جامِ می زنگ زدا بهی

ما خشک لبان تشنهٔ دیدارِ شرابیم
چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

ما دل شدگان را چمنِ عیش مقام است — آن روضه که سرو[1] و گلش از شیشه و جام است
باغی که ز عکسِ رخِ گلهاش مه نو — تا بر زبر او برسد ماهِ تمام است
آن بقعهٔ پر فیض که از کثرتِ انوار — چون شام از انجا گذرد صبح خرام است
در میکده ساقی دلِ ما برد همانا — نشنیده که در صحنِ حرم صید حرام است
درویشی میخانه کم از سلطنتی نیست — اینجا بدلِ تاج و نگین شیشه و جام است
ساقی دلِ مفلس شدگان را کف آور — زان نقد که اکسیر زرِ ناقص کان[2] است
(۱۸۹) روزی که بود جام تهی در نظر ما — خورشید نهان در پس صد پردهٔ شام است

ما خشک لبان تشنهٔ دیدارِ شرابیم
چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

دی مغبچه می خورد و بما جام فرستاد — بهر لب ما بوسه به پیغام فرستاد
دانست که ما تشنه لب گرسنه چشمیم — افروخته گشت و سوی ما جام فرستاد
زان آب شرر قطره که هر جا که فرو ماند — آتش بجز او شعله به پیغام فرستاد
هنگام گرفتاری مه صد حشرِ نور — عکسش بسر تیرگی شام فرستاد
تا مایه برد مهر سوی پرتو جامش — هر شام قمر را زپی وام[3] فرستاد
هر مرغ که بنشست دمی بر سر تاکش — صد فقرهٔ تهدید سوی دام فرستاد

---

[1] آ: سرو گلش [2] آ، س: کان، [3] در س این لفظ را ندارد،

چون کاسهٔ[1] همسایه بهر جام که گیری / از نغمه عوض بخش دل دردکشان شو
آن باده که در شیشهٔ[2] طنبور نهان است / در جرعه تاثیر کن و ساقی آن شو
ساقی نفسی شد که رخ جام ندیدیم / چون مهر بشاطگی شاهد کان شو
بی ساغر می مجلس ما نور ندارد / برخیز باوردن خورشید روان شو

ما خشک لبان تشنهٔ دیدار شرابیم
چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

ساقی بده آن می که بنور گهر خویش / پشت شجر خویش شکست از ثمر خویش
آن باده که پروانه چو لب تر کند ازوی / گیرد سر صد شمع بمقراض پر خویش
آن شاهد بدخو که چو عارض بفروزد / خورشید تعقل بکند بر زبر خویش
تا آفت چشم بد زهاد نه بیند / سوزد بر او شعله سپند شرر خویش
از جامش اگر راتبهٔ نور نگیرد / خورشید ببازار نیارد قمر خویش
در کاسهٔ سر مست شود عقل به اویش / خشت خم او گر بنهی زیر سر خویش
در کار دل سوختگان کن می نابی / تا چند بسازیم بخون جگر خویش

ما خشک لبان تشنهٔ دیدار شرابیم
چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

(۱۸۸) واعظ که بود طایر بیهوده سرایی / در قافلهٔ[3] اهل ریا هرزه درایی
مرغ قفس شد[4] که طوطی صفت آموخت / در مکتب عرفان خدا لفظ خدایی
راضی شده از گل بنظر کردن روی / قانع شده از باغ به پیغام صبایی
عمریست که تا زاهد افسرده اسیر است / در کشور ابلیس بی کسب[5] هوایی

---

[1] کاسهٔ همسایه در عرف هند بهاجی (بهار عجم) [2] بهار عجم ج ا صفحه (زیر جرعه) : شیشهٔ [3] آ: قافله [4] در م: این لفظ را ندارد [5] آ: کسب و هوای تصحیح قیاسی است [6] آ: نکند؛ تصحیح قیاسی ست

چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

(۱۹۰ ا) ساقی چو مه روی ترا در نظر آریم — گویی که سر از روزن خورشید بر آریم

نور بصر از مهر به دریوزه بگیریم — تا حسن سراپای ترا در نظر آریم

از فیض تو رونق شکن دُرّ یتیم است — هر دُر که ز دریای تفکّر بدر آریم

در ذایقه و سامعه بس نوش گوار است — چندانکه ز بستان طبیعت ثمر آریم

چون فکر بدریوزه فرستیم سوی چرخ — بس تحفه که از ملک قضا و قدر آریم

از تلخ عدو ذوق طبیعت نشود[۱] کم — بر حنظلش از تنگ شکر[۲] صد حشر آریم

ته جُرعه بجام مه و خورشید فشانیم — آن لحظه که با ساقی و ساغر بسر آریم

ما خشک لبان تشنهٔ دیدار شرابیم

چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

هر چند که در حلقهٔ احباب نشستیم — گویی که کتان پوش بمهتاب نشستیم

دیدیم که از صحبت ما سخت ملولند — گر پهلوی این طایفه در خواب نشستیم

شد عمر به تلخی ز کف از بس که به هر دم — در مرگ وفاداری احباب نشستیم

تا ژاله صفت لطمه خور بحر نگردیم — چون قطرهٔ نیسان به تهِ آب نشستیم

چون مردم چشم از همه کس گوشه گرفتیم — بر خونِ دلِ خود بمی ناب نشستیم

کردیم می صاف ز خونِ جگر خویش — آسوده ز درد سر احباب نشستیم

(۱۹۰ ب) ساقی بده آن می که بدل گرمی حفظش — با شیشهٔ صد پاره بغرقاب نشستیم

ما خشک لبان تشنهٔ دیدار شرابیم

چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

بیهوده چه دل در غم اغیار به بندیم — آن به که لب از شکوهٔ بسیار به بندیم

---

۱ آ: نشود ۲ آ: ؟ ؛ اکر: تصحیح قیاسی ست،

قسّامِ قضا در عوضِ عیشِ دو عالم | این قسمتِ رندانِ می آشام فرستاد

ما خشک لبانِ تشنهٔ دیدارِ شرابیم
چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

در کوی خرابات بلا را گذری نیست | بر دُردکشان خیلِ الم را ظفری نیست
خمخانه سپهریست پر از جوش همه ناری | وین طرفه که در ساختِ او شور و شری نیست
چرخیست منوّر که طلوعِ مه و مهرش | موقوف بآمد شدِ شام و سحری نیست
(۱۸۹ب) افروختنِ می ز فروغِ لبِ ساقیست | وین طرفه که بر بادهٔ نمک را ظفری نیست ۹۰
میخانه گلستان شد و خُم کانِ گهر گشت | ساقی به که فیض کم از ماه و خوری نیست
ساقی بده آن آب که در پاکی و گرمی | چون قطرهٔ او در دلِ آتش شرری نیست
آبی که چو بر آتشِ سوزنده فشانی | یاقوت صفت قطرهٔ آن را ضرری نیست

ما خشک لبانِ تشنهٔ دیدارِ شرابیم
چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

ساقی بده آن باده که آبِ رخِ نور است | آن آب که گوئی خلفِ آتشِ طور است
آبی که بدل گرمیِ آن موی تنِ مست | در فصلِ زمستان بدلِ موی سمور[1] است
آن باده که در خُم چو زند جوش تو گوئی | صد شعلهٔ افروخته در جیبِ تنور است
در جامِ می و ساغرِ خورشید توان دید | جرمی که در آئینهٔ خورشید و بلور است
ساقی بده آن آبِ فرح بخش که پایش | در حلقهٔ ماتم زدگان مایهٔ سور است
مستی که شبی می نخورد صبر و قرارش | چون بندهٔ عاصی به شبِ اوّل گور است
در ساغرِ خمّار ضروریست می ناب | زان گونه که در کاسهٔ سر عقل ضرور است

ما خشک لبانِ تشنهٔ دیدارِ شرابیم

---

[1] آ: نمور، ب: سمور،

برچرخ بود کوکب سیارهٔ بختم	چون نقطهٔ بیهودهٔ کاتب بکتابی
پیوسته بود بر سر سیلاب سرشکم	این چرخ نگون همچو پلی بر سر آبی
یک لحظه نکردم ز گرفتاری غفلت	کاری که بمحشر بودم چشم ثوابی
آنم که بصحرای قیامت چو در آیم	افتند بدنبال سرم خیل خرابی
با این همه چون شعله نیایم ضرر از نار	گر ساقی کوثر دهدم جام شرابی

ما خشک لبان تشنهٔ دیدار شرابیم
چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

ذکر

بلبل گلستان معانی حکیم فغفوری[1] گیلانی[2]

بر روشن دلان خورده دان و دقیقه شناسان این جزو زمان پوشیده نماند که حکیم فغفور[3] یگانهٔ سخن سرایان و سر[4] نادره صیرفیان این عصر است نکته سنجی قدرت آثار و سخن وری تمام عیار است، بفرط کیاست و دانش و وفور فراست و بینش از اکثر ناظمان نامی این عهد ممتاز و در شعر فهمی و تازه گوئی بی انباز بود، در فن حکمت[5] نهایت حذاقت داشت

---

۱) کذا در آ، مآ: خرابی، ۲) آ: کز، مآ: کر، ۳) مآ: فغفور — نامش در اکثر تذکره ها محمد حسین است، ۴) در اکثر تذکره‌ها فغفور را گیلانی نوشته اند اما در مرآة الخیال (فهرست بادلی عمود ۲۰۹ ص ۶۳) و خلاصة الافکار ابو طالب (مینیفست ۲۰۶ھ) او را یزدی نوشته اند (به بینید سپرنگر ص ۳۹۱) ظاهرا این التباس است به رسمی یزدی بنابر تخلص رسمی که نسبت به تجدید وقتی می داشت (رجوع کنید به آتشکده ص ۱۵۲)، ۵) بقول سپرنگر (ص ۱۱۲) فغفور در طبابت شاگرد عمش تاج الدین حسن بود و او شاگرد صدر الشریعة گیلانی صاحب هفت اقلیم می گوید که صدر الشریعة در سلک حکما حذاقت دستگاه و علما

کو مطرب مه روی که از دستِ غمِ او — طنبوره صفت برتنِ خود تار به بندیم

بر مسطر[1] قانون وی از خط[2] شعاعی — بر هر ورقِ عیش و طرب تار[3] به بندیم

تا دور شود چشم بد از تیرِ کمانچه — راهِ نگهِ دیدهٔ اغیار به بندیم

تا غیر بعودش نبرد بوی ز غیرت — چون آتشِ سوزان رهِ[4] هر خار به بندیم

تا زهره بچنگش نزند چنگِ رهِ چرخ — از دودِ دل (و) آه شرر بار به بندیم

با این همه اسبابِ فرح گر نبود می — بر خویش درِ عیش بناچار به بندیم

ما خشک لبان تشنهٔ دیدارِ شرابیم

چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

بیرون کنم از سینه غمِ خصم دژم[5] را — در کعبه چرا جای دهم خیلِ صنم را

با طبعِ من ای مدعی از شعر چه لافی — بر شعله چرا جلوه دهی شاخِ بقم را

خود را بمن از خصم بسنجد عجبی نیست — چون جای بپهلوی وجود است عدم را

(۱۹۱ الف) کلکم بود آن شعله که از دودِ وی افتاد — آتش بدرون گرم زبانانِ عجم را

هر چند دهد مشک برابر نتوان کرد — با آهوی صحرای خطا صیدِ حرم را

از دستِ عدو مفلسِ عیشم مگر از لطف — ساقی بگشاید درِ گنجینهٔ جم را

ساقی دو سه جام از پیِ هم قسمتِ ما کن — تا برق شود خرمنِ دیرینهٔ غم را

ما خشک لبان تشنهٔ دیدارِ شرابیم

چون کاسهٔ ما گشت تهی خانه خرابیم

من کیستم؟ آشفته دلی! خانه خرابی! — در بحرِ غم افتاده چو ماهی بسرابی!

در دهر بود خانهٔ ویرانه چشمم — چون در دمِ طوفان به سرِ بحر حبابی

---

[1] آ، ما: مطرب [2] در ما حذف کرده [3] ما: باز [4] آ: دل آه

[5] آ ما: دژم آ: بغم، ما: لغم،

فغفور بی اندیشه و تامّل گفت: بلی، همچنانکه صاحب جبل مرکب و شفایی بهمان حساب باهم موافق و برابرند، صفاهانی از بدیهه گویی گیلانی حساب تمامی گرفت^(۱۹۱ب)^ دیگر با او از روی هزل سخن نگفت، وکیفیت این سوال و جواب بعد از اندک ایامی بسمع شریف شاه بلند اقبال، مهر سپهر سلطنت و شهریاری، مشتری آسمان سعادت و کامگاری، مروّج ملت مصطفوی، شاه عباس حسینی صفوی رسید، فغفور را بحضور طلبیده و ازو سخنان پرسید، بعد ازان آن نکته سنج متین قصاید غرّا در مدح پادشاه ایران زمین گفت و ازان خسرو سکندر شکوه دارا لوا صله ها گرفت،

چون آوازهٔ دانش پروری دارای دار الامان بگوش[1] آن جامع فضایل انسانی کشید وحقیقت قدردانی فرمای روای هندوستان مکرّر شنید، بخاطر رسانید که مرا ازبرای نشو و نمای تمام عیار و تحصیل مالِ بیشمار بدان دیار باید رفت، چه یاقوت در معدن هرچند آرامش دارد بی قدر است (۱۹۲ا) ولعل در کان اگرچه بآسایش می گذراند امّا بی قیمت است، بنابرین عازم هند[2] گردید و در طیّ طریق وقتی به قندهار[3] رسید که مربّی هنرمندان و قدردان خردمندان میرزا غازی ترخان دران بلده حاکم بود، وی را از غایت مهربانی و نهایت قدردانی بمجلس خویش طلبید و با او ملایمت بسیار نمود، مرشد بروجردی و مولانا اسد قصه[4] دران ایام در خدمت میرزای مذکور کمال تقرب داشتند و از رشک در شعر او دخلهای بیجا و اعتراضهای بدنمائی تقریب می نمودند امّا شمع دودمان ترخانان گوش بسخنان حسد آمیز ایشان نمی کرد چراکه خود در مردم شناسی و سخن فهمی از بی بدلان روزگار بود، فغفور را سلوک یاران و نا اهلی ایشان بر طبیعت

---

[1] در "م" بجایش نوشته: وحقیقت قدردانی فرمان روای هندوستان بیشتر از پیشتر بگوش آن جامع فضایل انسانی رسید [2] به قول خوش گو (و سپرنگر) در ۱۰۱۲ه عازم هند گشت [3] بر ص ۲۳۳ب اسد قصه خوان، "م": فقیه [4] همین قصه مجملاً در مآثر الامرا ۳ ۱ ۳۴۷ مذکور است،

وخطِ نستعلیق را بغایت خوب می نوشت و علم موسیقی را نیکو می دانست[1]،

مولدِ آن عندلیبِ گلستانِ خیال از لاهیجان است و پدرش سیّد[2] احمد بگی از مقرّبان خانِ عالی شان، خان[3] احمدِ گیلان بوده، و بتحقیق پیوسته که فغفور در بهارِ زندگانی رسمی[4] تخلص می کرده، بعد از فوتِ پدر سیرِ ایران نموده از انجا بآذربایجان[5] و ازان ولایت بگرجستان می رود و مدّتی در خدمت دارای آن ملک بسر می برد، پاکی شرعِ شریفِ دینِ محمّدی او را از همصحبتی گرجیان و دیدنِ آئینِ کثیفِ ایشان[6] مانع می آید بنابران از دیار کفّار در وقتِ فرصت فرار نموده بارِ دیگر بعراق معاودت می نماید؛ درین مرتبه با سرِ غزلِ دیوانِ نکته سرائی حکیم شفائی ملاقات می کند،

از عزیزی که هنگامِ ملاقاتِ این دو صاحب سخن حاضر بوده چنان استماع افتاد که در درآمدِ آشنائی این دو معنی آفرین اوّل شفائی متکلّم شد و از فغفور باین عبارات بی کم و بیش پرسید که: میرمن! تو کجایی؟ فغفور جواب داد که: گیلک. آن سرِ آن بی عدیل فی الحال بدو گفت که گیلک[80] و کودن[80] بحساب جُمّل در عدد باهم مطابق یکدیگرند

(بقیہ حاشیہ صد ۳۳۲) فضیلت پناه انتظام داشت)،

[1] بقول خوشگو (فهرست بادلی عمود ۲۲۹ نمره ۵۶۴) تعلیق خوب می نوشت' در فهرست فنون فضایل که حکیم فغفور بر آنها حاوی بود سپرنگر دو سه چیز را افزوده است' می گوید که در علم عربی مهارت تامه داشت و شطرنج خوب می باخت وظاهرا در علم حساب هم درکی داشته "رسالهٔ نافع در حساب اصابع" ازو یادگار مانده' (نیز رجوع کنید به حواشی)

[2] حکیم فغفور از سادات لاهیجان است چنان که در اکثر تذکره با مذکور است [3] در آ ندارد و در ب این لفظ را بخط غیر کاتب کتاب نوشته [4] رجوع کنید به حواشی [5] صاحب آتشکده (صد ۱۵۳) می گوید که تا در ایران بود رسمی تخلص می کرده، بعلّتِ شرکت رسمی یزدی متردّد شده در هند فغفور تخلص کرده (نیز به بینید تذکرهٔ طاهر نصر آبادی سپرنگر صد ۹۱ و سرو آزاد صد ۳۰)، برای وجه تخلص نمودنِ او به لقب فغفور رجوع کنید به حواشی' خوشگو می گوید که گاهی میر هم تخلص کرده است (وهمین است قول سپرنگر صد ۳۹۱ و قسمی در آن موضع غالباً تصحیف رسمی است) [6] بقول سپرنگر از وجوهات رجوع او به مازندران و آذربایجان و ارمینیه اختلال عقلی بود که در وطن او راه یافته [7] آ: کسف (نقاط ث را تراشیده است)،

بادشاہ مستعد گرداند، مگر او درین باب تکاہل ورزید، بنابران از دار الخلافہ (۱۹۲ ب)
بہ برہان پور رفت و دران بادۂ طیّبہ بدستیاری اخترِ بلند و مددگاری طالعِ ارجمند، داخلِ[1]
بساط بوسانِ محفلِ شوکت و عظمتِ نوابِ عالی قدرِ کامیاب، سلطانِ عظیم الشان گردون جناب، دُرِّ دُرجِ سلطنت و جہان بانی، اخترِ برجِ عظمت و کشورستانی،

لمؤلفہ

شہی کز مہرِ او دلہاست لبریز　　پناہِ بی پناہان شاہِ پرویز

شد، و در بندگی آن گلِ گلستانِ کامرانی زندگانی کرد، و قصایدِ غرّا در مدحِ آن شاہزادۂ خورشید لقا برشتۂ نظم آورد،

چون بموجبِ فرمانِ قضا جریانِ قدر، توانِ جہانگیری شاہزادہ پرویز بالہ آباد آمد او نیز در رکابِ سعادتِ صاحبِ خویش ببلدۂ مذکور داخل شد بعد از دو سال دران شہر نقدِ حیات بقابضِ ارواح سپرد مدفنش در نیم کروہی الہ آباد بر سرِ راہِ آگرہ واقع است،

صالح[2] تبریزی کہ در فنِ تفنگ سازی درین جزو زمان از بی بدلان و در خدمتِ این شاہزادۂ عالمیان است بہ صیقلِ صحبتِ اربابِ معانی طبیعتِ خود را با نشارِ شعر آشنا ساختہ و اکثر اوقات در مقامِ انتظامِ نظم می شود تاریخ فوتی از برای حکیم مرحوم گفتہ، و فرمودہ کہ بر لوحِ مزارِ او نقش کردہ اند

تاریخ اینست

رفت فغفورِ سخن از ملکِ نظم　|　داغہا بر سینۂ احباب ہست

---

[1] سپرنگر (ص ۳۹۲) می گوید کہ او بتوسطّ خان خانان (عبد الرحیم خان) در ۱۰۲۵ھ ملازمت شاہزادہ پرویز اختیار نمودہ، [2] ظاہرا این صالح ہمان کس است کہ صاحب مخزن الغرایب او را "میرزا صالح تبریزی" نوشتہ است و در حق او گفتہ کہ اشعارش نہایت بہ شگفتگی و [وا] رفتگی واقع شدہ،

گران آمد، بی آنکه کسی را خبر کند از قندهار بدر آمده روانهٔ لاهور شد. کیفیّتِ خروجِ آن نادرهٔ زمان بعد از سه روز بگوشِ میرزای ترخان رسید، به مرشد بروجردی و اسد گفت شما بشومیِ حقدِ جبلّیِ خود ما را رسوا کردید، من در عالمِ مردم‌شناسی بسیار دور از کار می‌دانم که مثلِ فغفور کسی در ایّامِ حکومتِ من برسد [و] بی آنکه فیضی به بیند مفارقت گزیند، به دستِ خود رقعهٔ بآن یگانهٔ زمانه نوشت و دران رقیمه اظهارِ بیگناهیِ خود و بدسلوکیِ ابنای جنسِ او نموده وی را بحضور خواند، و به مرشد و اسد نیز گفت: چون شما او را از ما رنجانیده اید معذرت نامها از جانبِ خویش بدو بنویسید و او را بطلبید، ایشان بفرموده عمل نمودند و حسب الامر در مکاتیبِ خود اعلام کردند که اگر آن نادرهٔ ایّام برگردد تلافیِ تقصیراتِ گذشته خواهد شد و از صاحبِ احسانِ طبیعی برای وی مبلغها خواهیم گرفت، حاملِ مکتوبات در راه آن نوشتجات را به فغفور رسانید و او را بر خواهش میرزا نسبت بدو مطّلع گردانید، فغفورِ ملکِ سخن بعد از مطالعهٔ مراسلاتِ ایشان معاودت نکرد و فسخِ عزیمتِ هند ننمود، و در جوابِ نوازشنامهٔ میرزای صاحب تمیز مکاتیب آن سرد و عزیز این رباعیِ کنایت آمیز فی البدیهه گفته فرستاد،

رباعی

آن جیفه که در چنگ[^1] دو کرگس باشد | حیفست که لوثِ دامنِ کس باشد

خر را طلبِ شاخ زیادت طلبی ست | با یک سرِ خر دو گوشِ خر بس باشد

القصّه آن نکته پرور به هندوستان متوجه شد بعد از طیِّ مراحل و قطعِ منازل به لاهور رسید، پس از سیرِ دار السّرورِ لاهور باگره رفت، چندی بطریقِ مهمان در خانهٔ افلاطونِ ثانی حکیم علی گیلانی بسر برد و از توقّعِ آن چشم داشت چنان داشت که وی را بسعادتِ ملازمتِ خسروِ فلک رتبه گردون توان شهریارِ مشتری طالع، مهر توامان، سرمایهٔ گوهرِ سعادت و بختیاری، پیرایهٔ رخسارِ سلطنت و کامگاری، قانونِ عظمت و سروری و دیباچهٔ جلالت و برتری، جهاندار، و جهان بخش، و جهانیان پناه شاه نورالدّین محمّد جهانگیر

[^1]: آ: چنگ، ماثر: چنگ ط[2] و: جهانرا،

آن را که نظر نیست بر آیینهٔ جامش | بر آیینهٔ دیدهٔ او نور غبار است*
بر خاست دلِ ما ز جهان تا می افتاد | از غرقهٔ این بحر* دو عالم بکنار است

ما دجله کشی یاد گرفتیم ز استاد
ما را خطِ بغداد به از خطِ بغداد

(۱۹۳) مطرب بنوا غلغله در انجمن افگن | صد دام به مرغوله* بمرغ چمن افگن
از زمزم می زمزمه را آب دگر ده | وز شاخ نوا برگ گل و یاسمن افگن
از بادِ نفس باغ و بهاری بدل آور | کوس طرب از نغمه چو گل در چمن افگن
داؤد برون آیدت از چاه چو یوسف | از نغمه به پستی ز بلندی رسن افگن
بر مردهٔ پرهیز بخوان آیت یاسین | صد چاک ز بیطاقتیش در کفن افگن
واعظ به نصیحت درِ افسانه کشاد است | این هرزه درا را نفسی از سخن افگن
از شانهٔ چنگی* بگشا گیسوی چنگی | بس طرهٔ تحریر شکن بر شکن افگن
با اهل طرب هر که سر عربده دارد | از زخمهٔ مضراب سرش از بدن افگن
با شیشه کدوی سرم از حال فرو بند | گو: «ساقی» آنگاه بدریای دن افگن

ما دجله کشی یاد گرفتیم ز استاد
ما را خطِ بغداد به از خطِ بغداد

ساقی زخم آن دشمنِ فرهنگ بر آور | گو بود و نبودِ همه یکرنگ بر آور
آن دخترِ رز را که خرد روی نما شد | از پرده باوازِ دف و چنگ بر آور
خشت از سرِ خم برکن و پیمانه دران زن | صد لاله ستان از تهِ این سنگ بر آور

(بقیه حاشیه صفحهٔ ۳۳۶) ۵۶ نسخه: تار، ۵۷ از حاشیهٔ نسخه ساقط شده، از نسخه نقل شد،

(حاشیه صفحهٔ ۳۳۷) ۱ از حاشیهٔ نسخه ساقط شده بود از نسخه نقل شد ۲ مصراع ثانی در نسخه: بر آیینهٔ او دیدهٔ او الخ ۳ نام خط دوم از [illegible] ۴ نسخه: زمرغوله ۵ کذا، گویا «بدر» را «بل» نوشته است ۶ نسخه: ساپچنگی کرخطاست ۷ نسخه: بر سشد (بجای بند) ۸ واو در نسخه افتاده

تا دهد آب از سحاب چشم ما | گوهر یکدانه را در خاک کشت
چون بهشتی بود شد تاریخ او | همنوا با عندلیبان بهشت[1]

دیوان آن فغفور ملک سخن‌دانی از قصیده و غزل[9] قریب پنجهزار بیت[2] باشد، ساقی‌نامه در بحر مثنوی[3] نگفته، ترجیع‌بندی که بطرز ساقی‌نامه منظوم ساخته این ضعیف درین اوراق پریشان بر بیاض برد،

ترجیع‌بند حکیم فغفور

ساقی بده آن باده که خورشید شرار است | چون آتش گل ریزد امان بهار است[5]
آن آتش بی‌دود که موسیش مجوسیست | و آن نور فروزنده که سوزنده نار است
چون غنچه جامش زدم شیشه بخندد | گوئی که لبالب دهنش از لب یار است
آنجا که رسن تاب شود گیسوی تاکش | صد دست چو منصور بخمیازه دار است
موج قدحش دل بَرد از دست حریفان | چون طره پُرتاب که بر روی نگار است
خُم کوی صلاحست، می آتش زده دروی | بی خشت بود بر سر خم سنگ مزار است
آنروز که از مشرق خُم مست صبوحیم | روزش نشماریم* اگر روز شمار است

---

[1] سراج (سپرنگر ص۱۵۱) و آزاد (سرو آزاد ص۳۹) وفات فغفور در ۱۰۲۹ه نوشته و طاهر نصیرآبادی و خوشگو (ورق ...) در ۱۰۳۰ه سپرنگر هر دو قول را نقل نموده، [2] طاهر نصیرآبادی که دیوانش را دیده بود می‌گوید که تعداد ابیاتش قریب به چهار هزار بوده باشد (نیز ببینید سرو آزاد ص۳۸)؛ نسخه موتی محل ۱۵۰ صفحات داشت و هر صفحه ۲۳ سطر (سپرنگر ص۲۹۱)، قصاید بیشتر در مدح شاه پرویز دارد، صاحب مخزن الغرایب گفته است که "وی در مرثیه شاهزاده اشعار سوز و گداز بسیار گفته و حکیم در غزل بی بدلست در دیوانش معنی‌های بکر بسیار است"؛ از سیاق عبارتش (ببینید حواشی) متبادر می‌شود که مراد از شاهزاده پرویز بن جهانگیر است، ولیکن این محال است از آنکه وفات پرویز در ۱۰۳۶ه بوده است (بلاکمین ص۳۱۱)، غالباً این شاهزاده که فغفور مرثیه او گفته است همین پرویز است که در ۱۰۲۶ه مرد و پرویز نهایت تعلق و دلبستگی باو داشت و ازین سانحه "بغایت متاثر و آزرده خاطر گشته اضطراب و بیطاقتی بسیار ظاهر ساخته" (توزک ص۲۴۲)، [3] آ: نقاب [4] آ: سرار، تصحیح از روی آ [5] آ: ز دامان

چون[1] خوشهٔ پروین که ازو نور فشردند	از بهر دلِ ما دلِ انگور فشردند
بر مردمکِ تاک ره افتاد مغان را	زان از کفِ ما آبلهٔ نور فشردند
در ساحتِ میخانه گدایانِ تهی دست	بس گنج و گهر پای چو گنجور فشردند
از شعشعه چون[2] نورِ تجلی کف موسی است	پای که بداغِ جگرِ طور فشردند
این دیرِ مغانست که اینجا بلب مست	آلودگی از دامنِ مستور فشردند
از[3] جنتِ میخانه بنوش از کفِ غلمان	آن باده که گوئی ز لبِ حور فشردند
از مست بجز نالهٔ[4] مستانه نخیزد	بی جا گلوی دعوی منصور فشردند
خون[5] از دلِ من سر زد و از چشم صراحی	چون نای نی وشته رگِ طنبور فشردند
سرمستی و دیوانه دلی قسمت ما شد	آن روز که در مغز جنون شور فشردند

ما دجله کشی یاد گرفتیم ز استاد
ما را خطِ بغداد به ز خطهٔ بغداد

مطرب رهِ بلبل زده، ساقی رهِ گلزار	گل می شگفد بلبله را از سرِ منقار
در مصطبه چنگست که چون تاک به بستان	صد پرده ز مرغوله فروبسته بهر تار
(۱۹۴) از باده ز بس گشته مصفا دمِ نای	نبود عجب ار نور دهد دیدهٔ مزمار
صد نیش زند بر رگِ جان تیرِ کمانچه	گوئی سرِ پیکانست همه تا لبِ سوفار
رازِ دلِ ما با دف و نی گفت مغنی	می خلوتِ ما برد دگر بر سرِ بازار
در رقص و سماع اند دگر جام و صراحی	ای مطربِ مستان! رهِ مستانه نگه دار

[1] ازین بند بیت ۱-۴-۸ را در مرآة الخیال آورده است — آ: وز بهر دل ما، تصحیح از روی مرآة الخیال،
[2] مراة: خون تجلی [3] مراة: در [4] مراة: نعره [5] آ: رگ، آ و مراة: خون، — در آ بجای 'نای نی وشه'، فقط 'نای' نوشته است، در مراة مصراع ثانی این طور است: کرنای نی و کرگ الخ *

در میکده[1] بگشای سر چشمهٔ زمزم | از راه حرم از منزل و فرسنگ بر آور
خاکی ز در میکده بر پرچم جم ریز | از طینت او حسرت اورنگ بر آور
از کشتی می تا لبم و در طرب افگن | طوفان غمم تا بشتالنگ بر آور
از طرهٔ خود در قدح افگن دل ما را | این خوشهٔ افسرده[2] به آونگ* بر آور
تا بو که ز آئینهٔ ما زنگ بر آرد | آن آینه آن صیقل خون[3] رنگ* بر آور
جور است مده دور مرا تا خط محور[4] | ناموس من از دائرهٔ ننگ بر آور

ما دجله کشی یاد گرفتیم ز استاد
ما را خط بغداد به از خطهٔ بغداد

رفتیم بیکبار ره دیر و حرم را | یکدست گرفتیم صمد را و صنم را
دریوزه گر کوی خرابات مغانم | در کاسهٔ سر ریخته ام حق قدم را
آب خضر از کاسهٔ ما جوی که اینجا | عیسی بدم آب دهد معجز دم را
ما مست شرابیم چه دریا و چه قطره | دیریست که نه بیش شناسیم[5] و نه کم را
زان جام مصفا که نسیمی ز شمیمش | بر جای بصر نصب کند قوت شم را
در دیر فروزیم چراغی که فرستند | پروانهٔ معزولی قندیل حرم را
کو ساز مغنی که ز یک[6] پرده کند ساز | با چاشنی مستی او ذوق نغم[7] را
تو منکر پیمانه و من منکر پیمان | زاهد! بخورم جای می ناب قسم را
جام عرقی خوشترم آید ز عراقین | مستان چه شناسند عرب را و عجم را

(۱۹۳ب) ما دجله کشی یاد گرفتیم ز استاد
ما را خط بغداد به از خطهٔ بغداد

---

۱ م: از ۲ م: ز آونگ ۳ م: جون زنگ ۴ م: مخور (که صریحاً خطاست)
۵ در م "او را" ندارد ۶ آ: بک م: بیک ۷ آ: لغم

خون در رگ افسرده شود گرم ز باده ‌‌ / از باده کی[1] گل گل شود این آتش خس پوش

من همچو سبو خانه بمیخانه گرفتیم ‌‌ / تا مست از انجا ببرندم به سر دوش

ما مست جنونیم ره عقل ندانیم ‌‌ / صد مرحله بیش است ز ما تا خرد و هوش

تا پیر مغان عیش بیاد دل ما داد ‌‌ / کردیم غم و محنت ایام فراموش

در کاسهٔ ما کشتی صد نوح بگرداب[2] ‌‌ / طوفان ز تنور خم ما یک کف سرجوش

ما دجله کشی یاد گرفتیم ز استاد

ما را خط بغداد به از خطهٔ[3] بغداد

تلخابهٔ می از کف شیرین حرکاتی ‌‌ / خوشتر که رسد از کف خضر آب حیاتی

مخموری و مستی است وجود و عدم ما ‌‌ / گر هست همین هست حیاتی و مماتی

(۱۹۴ب) زندان فناییم ز خود فارغ و آزاد ‌‌ / نه در غم فکری و نه در قید نجاتی

فرمان بر حکم خط پیشانی خویشیم ‌‌ / کس را نبود بر سر ما خط و براتی

صد خشت ز سر خوردهٔ ارباب[4] سلامت ‌‌ / در میکده افشرده[5] چو خم پای ثباتی

در کیش بتان مستحق باده چو ما نیست ‌‌ / ما را رسد از هست بمیخانه زکاتی

جز باده ننوشیم و بجز عشق نورزیم ‌‌ / در مذهب ما نیست جز این صوم و صلوتی

مستان می معرفتیم و نشناسیم ‌‌ / از خاک[6] در میکده خوشتر عرفاتی

با حوصلهٔ ما چه کند شیشه و ساغر* ‌‌ / در جام بریزند مگر شطّ فراتی

ما دجله کشی یاد گرفتیم ز استاد

ما را خط بغداد به از خطهٔ بغداد

بی عیش مزن دم که جهان در خور غم نیست ‌‌ / می خور که همین یک دمه فرصت همه دم نیست

۱؎ مآ: کجا ۲؎ مآ: بگرداست ۳؎ زسر = به سر چون در مواضع دیگر این ترجیع بند ۴؎ مآ: زارباب ۵؎ مآ: افسرده
۶؎ در مآ ازین موضع دو مصراع ساقط شده، اعنی از خاک تا ساغر،

ازبسکه سرم همچو کدو ییست پُر از می
چون شیشه چکد باده ام از طرّهٔ طرّار

شرطست که در مجلس مستان ننشیند
گر کوزهٔ خالیست وگر آدم هشیار

ما جام ننوشیم مگر جام لبالب
ما کاسه نه گیریم مگر کاسهٔ سرشار

ما دجله کشی یاد گرفتیم ز استاد
ما را خط بغداد به از خطّهٔ[1] بغداد

زاهد اگرت میل سبکساری جانست
بر دوش سبو گیر که سجّاده گرانست

در خود شده گم چند ره صومعه پوئی
یک گام ز خود پیشترک دیر مغانست

اینجا نه مه و هفته حساب از دم نقد است
اینجا نه شب جمعه نه روز رمضانست

گر سنگ بیندازی و پیمانه بگیری
دانی که چه خون در جگر شیشه گرانست

کارت چو شکست است چه پیمانه چه پیمان
گر شیشه همان نیست چه شد سنگ همانست

در جام خزانست که در عین بهارست
در بزم بهارست که در عین خزانست

ساقی همه یک دور بده قسمت ما را
تا دور دگر هستی ما را که ضمانست؟

گر خانه بیغمای عسس رفت چه نقصان؟
صد شکر که جان در گرو رطل گرانست

تا دایرهٔ ازرق پیمانهٔ ما نیست
این لجّهٔ اخضر که محیطش بکرانست

ما دجله کشی یاد گرفتیم ز استاد
ما را خط بغداد به از خطّهٔ بغداد

همّت طلب از مشربِ رندان قدح نوش
چون شیشه یکی پنبهٔ غفلت بکش از هوش

یک ره بلب کاسهٔ مستان بزن انگشت
بنگر چه صداهاست درین میکدهٔ بی نوش[2]

در کار جهان کوشش ما را اثری نیست
باری چو همی کوشی در عیش و طرب کوش

در کینهٔ تهمتن شوکت[3] زال زمانه
از دست منه بادهٔ چون خون سیاوش

---

۱ نام خط چهارم از هفت خط جام جم (برهان)، ۲ آ، لے نوش، تصحیح از روی آ، ۳ آ: شود و تصحیح از روی آ ٭

مرتبۂ ثانی

در ذکر شاعرانی که درین ایّام خجسته فرجام در حیاتند و اشتهار سرشاری دارند

بر رای انور مستان میخانۂ معانی، و ضمیر ضیاگستر (۹۵ اب) شیرگیران وادی سخندانی پوشیده نماند که محنت کش بادیۂ سرگردانی عبد النبی بن خلف فخر الزمانی از اقبال خان عالیشان نواب سکندر شکوه جمشید شان

لمؤلفه

سحاب کرم، خان جمشید شان | بلند اختر دهر، سردار خان

و بقدر وسع خود آن قدر که مقدور بود، احوال خداوندان این بیت و دو[۱] ساقی نامه از متقدّمین و متاخرین از روی اسنادِ ارباب خبر و از قول مردم معتبر بترتیب بر بیاض برد، امیدّ که سهوی واقع نشده باشد، اکنون ذکر هنرمندانی که صحیفۂ ایّام خجسته فرجام از شعر آبدار ایشان زنگین می شود و احوال خردمندانی که درین جزو زمان در حیاتند و اشتهار سرشاری یافته ساقی نامه گفته اند[۲] با ابیات ساقی نامۂ آنها بر بیاض می برد و سعادت ملازمت هریک ارباب معانی که این سرگشتۂ وادی تالیف را میسّر گردید احوال آن نکته سنجان از روی اقوال ایشان درین تالیف ثبت نمود چنانچه جابجا

---

۱ بیاض در س۱ بجای 'دو'، ۲ آ: ذکر، ۳ س۱: نگفته اند

بی موج می این کاسهٔ زرگم ز سفالیست
بی سکهٔ شه رونق بازار[1] و درم نیست

خم چشمهٔ حیوان و حریفان همه خضرند
یک قطره زمی تا بوجود است عدم نیست

زاهد مکن از بادهٔ ما این همه پرهیز[2]
امروز که در کوثر و تسنیم تو نم نیست

آن برهمنانیم که جز حق نه پرستیم
این کفر که می گفت: به بتخانه حرم نیست؟

هر ناقهٔ ما راهب ناقوس نواز است
در محمل ما کعبه روان غیر صنم نیست

تا جام نگیری نرسی از پی مقصود
سر گردن این راه بدست است قدم نیست

گر عهد شکستیم سر جام سلامت
سوگند بپای خم اگر نیست قسم نیست

(۱۹۵) ما دجله کشی یاد گرفتیم ز استاد
ما را خط بغداد به از خطهٔ بغداد

فغفور مریدانه ره پیر مغان گیر
از خویش سبکسار شو و رطل گران گیر

در پای خمش سر بنه از روی ارادت
خود را چو مسیح و خضر از دُرد کشان گیر

تا بو که نشانت دهد از دایرهٔ خویش
خود را بدر از دایرهٔ نام و نشان گیر

این فرصت عشرت چو رود باز نیاید
تا دست دهد ساغر می را به ضمان گیر

از جام بود زندگی جان حریفان
آندم لب[3] جامی که نگیری کم جان گیر

روزی که هلال لب ساغر ننماید
آن روز تو سالی نه که ماه رمضان گیر

شیرین نبود نعمت دنیا چو می تلخ
یک جام به از ناز و نعیم دو جهان گیر

چون شیشه مریز آبروی خود به ته نان[4]
چون خم بدهان خشت بجای ته نان گیر

در کشتی ما هر که بگرداب در افتاد
گو موجهٔ طوفان ز کران تا بکران گیر

ما دجله کشی یاد گرفتیم ز استاد
ما را خط بغداد به از خطهٔ بغداد

---

۱ آ: بازار و درم، تصحیح قیاسی ست ۲ آ: برسر، تآ: برهیز ۳ تآ: کر لب جام ۴ ته نان = تای نان

ذکر

قطبِ مرکزِ سخندانی مولانا محمد[1] مازندرانی

اکثر سخنانِ او شورانگیز و اغلب اشعار او دلآویز است، طرزِ حرف زدنِ او بقدما ماننداست چون صوفی طبیعت و صافی طویت واقع شده بنابرآن بمولانا محمد صوفی اشتهار یافته،

مولدش از آملِ مازندران است، در بهارِ زندگانی هوای سیاحت در سر آن معدنِ فضیلت افتاد، از وطن به شیراز آمد، و مدتی مدید در انجا توطن نمود تا از فیضِ آب و هوای آن خرم فضا[2]* در مرتبهٔ سخنوری نشو نما یافت و از انجا به تقریبی که تحریر آن مناسبتی بسیاق این تسوید ندارد برآمد و دیگر باره مسافر شد،

بر ضمیر منیر و خاطر بیضا تاثیر هنرمندان پوشیده نماند که این آرزومند صحبتِ نکته سنجانِ وادی موزونیت را از مساعدتِ بخت سعادتِ ملازمت آن صاحب سعادت در اجمیر میسّر گردید، هنگامِ ملاقاتِ روشن ضمیری بنظر درآوردم در لباسِ فخر فقر درآمده، درویش نهادی مشاهده (۱۹۶ ب) نمودم حبِّ جاه دنیوی را طلاق داده، خردمندی بر مسندِ استغنای بی نیازی نشسته، دانشمندی درِ طلب بر روی اسباب دولت بسته، با خود گفتم منت خدای را عزّ و جلّ که شرفِ مجالستِ این قسم مردی را دریافتم، بعد از زمانی با این ضعیف هم زبانی آغاز نمود و از هر جا سخنان درمیان آورد، تا به تقریبی سررشتهٔ

---

[1] مولانا را تخلص 'محمد' بود چنانکه از دیوانش ظاهر است' (فهرست بانکی پور ۳ : ۶۱ و مجمع الفصحا ۲ : ۲۸)'
[2] همین است قول صاحب مراة العالم (بلاکمین ص ۵۹۰ حاشیه ۱) از کلام تقی کاشی (سپرنگر ص ۲۳) بظاهر می شود که نزد علما صاحب ترجمه متهم بالحاد بود، [3] ت : سرزمین دانش فزا، آ : خرم فزا'

بمقتضی وقت مرقوم قلم شکسته رقم خواهد گردانید، وجمعی را که از شرف صحبت کثیر البهجت
ایشان فایز و بهره ور (۱۹۶ ا) نگردیده حقیقت نشو و نمای[1] آن جماعه* از دوستان حقیقی
و یکجهتان آن اعزّه از روی تاکید تحقیق نموده بدستیاری خامهٔ مشکین شمامه از روی امتیاز
درین میخانه مندرج گردانید، امیّد که کریم کبیر این تحفهٔ حقیر را منظور نظر صغیر و کبیر گرداند
بمحمّد و آل محمّد،

---

[1] آ: نما آن جماعه،

ازو زبان او نقل می کرد که مولانا فرمود هر کس میل دارد که شعر فهمی مرا امتحان کند منتخب مرا ملاحظه نماید که چون انتخابی بر اشعارِ قدما زده و شصت هزار بیت علیحده نموده و آن را بتخانه نام کرده ام، و هر کس را در خاطر خطور کند که رتبهٔ شعر و شاعری من بر و ظاهر شود ساقی نامهٔ مرا ملاحظه کند که چون گفته ام، الحق که همین طور است، آن بتخانه بنظر این کمترین آمده و ساقی نامه اش خود درین میخانه بر بیاض می رود، دیوانی[1] که از ایشان الحال در میان مردم است هزار بیت و کسری باشد ولیکن بیرون[2] ازین دیوان* سه هزار بیت دیگر متفرقه دارد،

ساقی نامهٔ[1] مولانا محمد صوفی

(۱۹۷ ب) الا ای دل[3] مانده از کار و بار ... بمستی و دیوانگی سر بر آر
ندیدم چیزی ز فرزانگی ... نه بستیم طرفی ز مردانگی[4]
شنیدم که اندر خرابات ما ... همان جای فخر و مباهات ما
یکی آتش آمد سحر در وجود ... که ابلیس بنمود پیشش سجود
ازان آتش ای کودکِ می گسار ... شراری بنزدِ من کافر آر
که در خانهٔ دین و مذهب زنم ... پس آنگاه در روز و در شب زنم
بسوزانم این و آن ای خام را ... براندازم این ناخوش ایام را
مرا ساقی از کفر و از دین به است ... می تلخ از جانِ شیرین به است
بیا ساقی آن شیرِ[5] انگور را ... همان زاده آتشِ طور را

سلہ رجوع کنید به حواشی ۲ تا ۵ : بخیر ازین سے ۵ انیس العشاق تالیف شیخ احمد علی بن محمد حاجی هاشمی سندیلوی المتخلص به خادم که در ۱۱۶۵ھ بقید حیات بود، نسخهٔ خطی در کتابخانهٔ پروفیسر محمود شیرانی، تاریخ کتابت ندارد؛ بیاض سرگور ص ۲۸۶ لا

سے انیس: دیوانگی — بعدش در انیس افزوده: بیا تا سر خویشتن بشکنیم ٭ ز مغز خود این بر شه بیرون کنیم ٭ نگویی که نتوانم این کار کرد ٭ ولی مشکل این کار دشوار کرد ھ انیس: داروی ۲ ۵ و پر، انیس: بستر — مصراع ثانی در آ: همان باعث حرف منصور را، این بیت در ساقی نامهٔ میر ملکی قزوینی با اندک تغییر موجود است رجوع کنید به ص ۲۶۵ س ۹،

سخنش باینجا رسید که گفت مدّت پانزده سال در مکّهٔ معظّمه زادها الله شرفاً[1] توطّن نموده ام و در ایّام توطّن هر سال یک بار بزیارتِ مدینهٔ حضرت ختمی پناه می رفتم، و بعد از سعادتِ زیارتِ آن سرور باز به بیت الله معاودت می کردم و کم جا از اطراف و اکنافِ عالم مانده باشد که من ندیده باشم و درین ایّام گجرات را وطن خود قرار داده[2] ام و گاهی ازانجا بعزم گشتِ اطراف و اکنافِ آن شهرستان از شهر برمی آیم و این سفر اجمیر محض از برای زیارت حضرت قطب المحقّقین خواجه معین الدین اختیار نموده ام، الحق همین طور بود که گفت، چراکه[3] دران ایّام که آن عزیز به اجمیر آمده بود خسروِ سکندر شکوه دار الوا، خدیو جهانگیر کشورکشا، شاه نور الدّین محمّد جهانگیر بادشاه که ایزد تعالی از جمیع آفاتش در پناهِ خود بدارد با خیل و حشم چند روزی آنجا را مقرِ سلطنت خود فرموده (۱۹۷ الف) بوده، مولانا محمّد صوفی هیچ یک از اعیانِ دولت را به طبیعتِ خود ندید[4] مگر آنکه بزرگ اهلی او را از روی خواهش و آرزومندی بخانهٔ خود می برد، بعد ازانی که می رفت فی الحال پشیمان می شد و در خانهٔ آن بزرگ چندانی شگفته[5] نمی شد، کم می گفت و کم می شنید تا ازان منزل بکلبهٔ درویشی خود می آمد، چون خواهشِ بزرگان نسبت بخود بسیار دید بنابران چندانی در اجمیر نماند، دران سال که سنه اربع عشرین والف بود باز بگجرات عود نمود[6]،

از عزیزی که با آن نادرهٔ جهان کمال یک جهتی داشت روزی به تقریبی شنیدم که

---

[1] آ: زاده [2] خوش می گوید ؎ مرا گجرات ازان گشت است مسکن — که از مازندرانم یادگار است (فهرست بانکی پور) از تذکره ها معلوم می شود که ملا محمد در عهد اکبری با ابوحیّان طبیب و ملا حسن علی یزدی وارد هند گشته مقیم احمد آباد شد تقی اوحدی گفته است که در ایّام تصنیف تذکره اش (یعنی سنه ۲۴-۱۰۲۲) ملا مقیم گجرات بود، در ایّام سلطنت جهانگیر در کشمیر هم مدّتی قیام داشت (فهرست بانکی پور دملا کمین و منتخب الاشعار و مجمع الفصحا ۲: ۳۸) نیز رجوع کنید به حواشی [3] شاه جهانگیر بتاریخ ششم ۱۰۲۲ سنه (= ۱۸ نومبر سنه ۱۶۱۳) داخل اجمیر شد و تا مدّت سه سال پنج روز کم توقف کرده به یکم ذیقعده سنه ۱۰۲۵ (= ۱۰ نومبر سنه ۱۶۱۶) ازان بلده برآمد (ببینید توزک ترجمه راجرز و بیورج ۱: ۲۴۰) [4] رجوع کنید به حواشی [5] در آ حذف است [6] رجوع کنید به حواشی،

بیا ساقی از[1] بی بها می دهی — شرابی براهِ خدا می دهی
بمن ده که بس بی نوا مانده ام — ز دورانِ میخانه وا مانده ام
بمن جورِ دوران[2] ز حد می رود — سپهر سراسیمه بد می رود
(۱۹۸ ب) اگر[3] همگنان جمله یکتا شویم — ز تحت الثری تا ثریا شویم
گریبانِ گردون بدست آوریم — کشانش ز بالا[4] به پست آوریم
ازان پیش کین روزگار دو رنگ — کند حمله چون تیر خورده پلنگ
بده ساقی آن می که جوش آورد — زمان[5] و زمین* در خروش آورد
ازان می که در خم چو گیرد قرار — خم آتش بر آرد ز دل چون چنار
ازان می که دوزخ برد تاب[6] او* — بود تیغ خورشید را آب او
ازان می که گر در زمین ره کند — زمین را فروزان تر از مه کند
دلارام[7] را تا ز من سرکشی است — خوشی بر دلِ من همه ناخوشی است
خروشیدن مرغ بر[8] طرفِ باغ — مرا می زند نیش بر روی داغ
درخشیدنِ[9] لاله در صحنِ دشت — مرا آتشین لاله در سینه گشت
ازین باغ افروخته چون چراغ — نصیبِ من و لاله شد درد و داغ
چو آبی نماندیم[10] بی آب رو — چو سوسن نبودیم بی گفت و گو
بده ساقی آن آب روی مرا — همان مایهٔ گفت و گوی مرا
مرا[11] گرچه ره هست در بزم دوست — نخواهم رسیدن هم آنجا که اوست

---

۱ آ و انیس: از ۲ انیس: گردون ۳ ایضاً: کر ۴ ایضاً: ز بالا کشانش ۵ ایضاً: زمین و زمان ۶ انیس: تاب ازو — با آب رو (بجای را آب او) ۷ انیس: دل آرای — خوشی جهان بر دلم (بجای خوشی بر دل من همه) ۸ آ: در، آ و انیس: بر ۹ از اینجا دو بیت در انیس ندارد ۱۰ انیس: بماندیم ۱۱ در انیس نیست ،

بده تا بر آتش نهم عودِ خویش — بسوزانم این بود و نابودِ خویش
برون آیم از کسوتِ[1] وهم وشک — چو عیسی مجرّد روم بر فلک
گذارم بمیخانه[2]* افتاده است — درانجا که ساقی چو مه ساده است
دگر با خودم آشنائی نماند — سرِ[3] وصل و برگِ* جدائی نماند
دریغا[4] که گم شد سراپای من — من از خویش گم گشته ام وای من
برافروز ساقی چراغی زمی — که تا من بخود آیم[5]* از نورِ وی
(۱۹۸ ا) بده می که بنماید آیاتِ من — عوارض کند دور از ذاتِ من
بده ساقی آن جامِ بی جسم را — همان معنی حرفِ بی اسم را
فراقِ عزیزان بسی دیده ام — بسی ناموافق پسندیده ام
بهر ناخوشی پارهٔ جانِ من — برفت از تنِ[6] همچو سندانِ من
بیا ساقی آن کامِ[7] پالوده را — روانِ منِ محنت آلوده را
بمن ده که جانم کمی میکند — تنم با زمین همدمی می کند
بیا[8] ساقی اکنون که بادِ بهار — شنیدم که می گفت در لاله زار
کنون کز هوا آب شاید گرفت — همی داد از باده باید گرفت
کنون کاسمان و زمین خرّم است — زمانه چو دیوانگان بی غم است
مرا سینه مانا که ماتم سراست — جهان پیشِ چشمم یکی اژدهاست
درین عرصهٔ تنگِ امید و بیم — درین بیشهٔ جهل دیوِ رجیم
مرا بیشهٔ شیر نر متکاست — نشیمن گهِ من دمِ اژدهاست

---

[1] انیس: کبرت [2] انیس: که بازم بمی میل — ازانجا که ساقی بت (بجای درانجا که ساقی چو مه)
[3] انیس: وصال نبود [4] ایضاً: بمن ده [5] ایضاً: مگر ره بخود یابم [6] ایضاً: بر
[7] ایضاً: جان [8] ازینجا شش بیت در انیس ندارد،

مکن عیب ما ار توبه کردم عدیم[1] | که واجب بود حفظ نفس ای حکیم
(۱۹۹ اب) بده ساقی آن آب آتش گداز | می کبریا سوز مسکین نواز
ازان می که خورشید بریان[2] کند | ز تف زهره بر چرخ گریان کند
ازان می که خم را کند جانور | نهد در جمادات طبع بشر
ازان می که در مرد چون جا کند | تبرای او را تولا[3] کند
گر این[4] می بر اندازد از رخ نقاب | بسوزاند اندر دل سنگ آب
ور[5] این باده در شیشه عریان شود | فلک تا به و حوت بریان شود
نمی ماند این باده[6] اصلا باب* | تو گوئی که حل کرده اند آفتاب[7]
شبی غرق[8] بودم درین بحر ژرف | بهر باب می کردم اندیشه صرف
شنیدم ز طاس فلک این ندا[9] | که بیهوده تا کی زنی این نوا
مکن فکر در کار این روزگار | که این بحر بی بن ندارد کنار
بگو[10] از چه شد اینچنین و آنچنان | یکی شد زمین و دگر آسمان

[1] انیس: عقیم [2] ایضاً: تابان — چهره بر چرخ بریان (بجای زهره بر چرخ گریان) [3] ایضاً: تانولا
[4] تا و انیس: آن [5] انیس: وز [6] از تا و انیس، آ: بادهٔ اصل ماب [7] در مجمع الفصحا (ج ۲
ص ۳۹) بعد ازین هشت بیت را به ترتیب مختلف آورده است و چهار ابیات را براین ها افزوده یا والهٔ (ص ۲۵۲)
س ۱۰ تام ونقه ۲۵ س ۹ تاس ۱۱) را نقل کرده پس ازان این ابیات را افزوده —

تو گر آهنی روزگار آتش است | وگر آتشی آب آتش کش است
ازان دست ازین جهان داشتم | که در خود جهانی نهان داشتم
زمینم تن ناتوان منست | روانم بلند آسمان منست
تا دیده تنگ است ازان من کمم | دگرنه فزون تر ازین عالمم

[8] انیس و مجمع: غرقه [9] انیس: طنین، مجمع: طنین — انیس: کی روی اینچنین، مجمع: چند پوئی چنین
(بجای کی زنی این نوا) [10] آ: یکی از، انیس: بگو کز — دگری (بجای و دگر)

شب و روز هرگز نباشد بهم[1] — که باهم نبودست شادی و غم

چو بادِ صبا در بدر کو بکو — طلب گارِ اویم طلب گارِ او

(۱۹۹ الف) بیا ساقی آن مرکب روح را — همان جامِ چون کشتی نوح را

بمن ده که راهم دراز است و دور — درین ره نشاید جز از می ستور

براق اندرین ره بیفگند سم — شدست[2] اندر[3] خضر و الیاس گم

زبان دانِ مور و ملخ انس و جان — سلیمان درین ره نفهمد زبان

در آتش روم گر[4] بسانِ خلیل — چو موسی روم گاه در قعرِ نیل

چو اندیشه در هر دلی ره کنم — گهی چون علی سر فرا چه کنم

گهی جای در کوه گیرم چو لعل — گهی در سر[5] راه افتم* چو نعل

چو آب اندر آیم بهر نیک و بد — گهی نیز بگریزم از پیش[6] خود

چو بو در روم گاه در هر مشام — کنم[7] چون هوا راه در هر مسام*

چو[8] مهره کنم جای بر فرقِ مار — روم همچو گل گاه در نوکِ خار

گهی چون سخن جا کنم در کتاب — بهر دیده منزل کنم همچو خواب*

بگردم چو کوران عصا می بدست — که افتان و خیزان روم همچو مست

چو دولاب گریان و پویان شوم — چو دریوزه گر دوست گویان روم

وگر ره نیابم بدان[9] بی بدیل* — کنم خونِ خود را درین ره سبیل

---

۱ انیس: نبوده ۲ ایضاً: شدند اندرین ۳ ایضاً: که ۴ ایضاً: بر سر ره بیفتم ۵ ایضاً: نفس

۶ ایضاً: گهی جو سو راه در بزم شام ۷ در انیس ندارد ۸ ایضاً: بحساب — بعد این بیت در انیس افزوده: گهی هفتمها (کذا) ثریا شوم گهی هشتم هفت غبرا شوم

۹ انیس: بدون بی دلیل — بعد این بیت در انیس افزوده:

کنم خون خود را درین ره سبیل — خروشان و جوشان چو از کوه سیل

گشتم درین دشت چون[1] دام و دد ... بسر بردم ایّام در روز بد

من و سرو آزاد همچون همیم ... که آزاد از بار این عالمیم

نبرد است از من کسی گو نباخت ... دل آزردن من کسی را نساخت

بگردانم از خود[2] بد روزگار ... بلا چون دیو و بافسون مار

(۲۰۰ ب) جهان را بدرد آورد درد من ... خدا گیر گردد هم آورد من

فلک پیر زالیست جولاهه ... بداد و دهش[3]* طفل نه ماهه

ز تار مه و خور ببافد بفن ... یکی را قماط و یکی را کفن

کواکب برین[4] سقف زنبور وار ... نشسته همه لیک با زهر مار

همه نیش بر جان دانا زنند ... همه بر تن ناتوانا زنند

جهان هشت[5] باغی پر از سیمیا* ... پس از چند روزی نماید نما

منم اندرین باغ پر[6] رنگ و بو* ... درین بزم پر رزم پر گفت و گو

هراسنده از صحبت نیک و بد ... فرو رفته چون غنچه دایم بخود

چو لاله تنک[7] رو فروتن چو آب ... چو شب صاحب اسرار و خامش چو خواب

فروزان[8] دل و مهر چهره همچو روز ... چو شمع از تف اندرون عمر سوز

چو[9] صورت درین بزم پر انقلاب ... فروبسته چشم و لب از خورد و خواب*

درین[10] کارگه همچو آلات کار ... پی دیگران بوده در کارزار

---

[1] انیس: با — با نیک و بد (بجای در روز بد) [2] انیس: جور [3] ایضاً: بعقل و بهش
[4] انیس: درین — آ: زنبوردار — آ: چون زهر (بجای با زهر)، آ و انیس: با زهر،
[5] انیس: نیست جز ماغی و آسیا — انیس: بماند بجا [6] انیس: بی برگ بو — باغ و برگ پر از
گفتگو (بجای بزم پر رزم پر گفتگو) [7] انیس: سبک [8] ایضاً: فروبسته چشم و لب از خورد و خواب،
آ مثل آ گر جامش بجای خامش [9] در انیس ندارد [10] بعد این بیت در انیس افزوده:—
سوال و نگاه جواب   گران چون دو رنگ و سبک چون شتاب (دو رنگ بجای دو رنگ باید خواند).

بگفتم[۱] شبی پیر میخانه را	همان از خود و خلق بیگانه را
که ما را بهشت برین آرزوست	خدای زمان و زمین آرزوست
برآشفت و گفت ای نه درخورد من	نخواهی رسیدن تو در گرد من
بهشت برین خاطر شاد ماست	خدای غنی[۲] طبع آزاد ماست
(۱۲۰۰) بده باده ساقی که بس گفته شد	همان[۳] دُرِّ ناسفتنی سفته شد
مگر پرده بر روی کار آوریم[۴]	ز نااهلش اندر حصار آوریم
بده[۵] می که جان در تن من نماند	جوی بار در خرمن من نماند
بده می که رنج خمارم بکشت[۶]	غم و غصهٔ روزگارم بکشت
بیا ساقی آن آفت جهل را	پدید آور اهل و نااهل را
بده تا بدانم که من کیستم	کدامم ز نیک و ز بد چیستم
بده تا بدانم که گردون دون	چرا می رود روز و شب سرنگون
ازان می که گر جان بر آید ز تن	تواند همان[۷] جای آن داشتن
ازان می که در تن چو منزل کند	سراپای او[۸] خجلگی دل کند
بده تا بگویم که این روزگار	چرا نیست با بخردان سازگار
نگشتم درین خاکدان دانهٔ	نبستم[۹] چو باد صبا خانهٔ

---

۱ این بیت را در انیس ندارد — مصراع اول در مجمع: شبی گفتم آن پیر میخانه را، ۲ انیس: زمن (در مجمع مثل متن، ۳ آ و انیس: همان، آ: همه ۴ انیس: آوری (در هر دو مصراع) — آ: آتش (بجای نااهلش)، ۵ این بیت را در انیس ندارد ۶ انیس: نکشت — در انیس این بیت مؤخر از بیت لاحق است، ۷ انیس: دمی، ۸ آ و انیس: تن — بعد این بیت در انیس افزوده:

ازان می که در روی بسوز خلیل	نیارد درو دم زدن جبرئیل
بده تا بگویم که گردون دون	چرا می رود روز و شب سرنگون

۹ انیس: بودم،

(۲۰۱ ب) بخون ریز ما می شتابد فلک … بباید[1] ازو در گذشتن به تک
گذر کرد باید ازین رزمگاه … چو ور[4] جوشن آسمان تیر آه
سپر[2] باشد اندر کف کارزار … ازان می که ور غم بود غمگسار
ازان می که گر شیشه[3] زو گشت مست … تواند سر سنگ خارا شکست
بده باده ساقی درین رستخیز … که هنگام شور[5] است و وقت گریز
ازان می که چون سینه[6] روشن کند … همی پوست بر مرد جوشن کند
بده می که حکمت بیاموز[7] مست … بدانش چو اختر برافروز مست
خرد همچو نورست مر[8] شمع را … بسوزاند و خوش کند جمع را
فلک[9] بی حفاظست و بی آبرست … نگیرد جز امثال خود را بدوست
حیا نیست در دیدهٔ مهر و ماه … ازان سیرت کس ندارد نگاه
بمی شست باید خرد را ز دل … برون کردن آن یار بد را ز دل
ازان می که یاقوت را حل کند … حقیقت در اشیا مبدّل کند
بسی گرد گیتی بگشتم بسی … جگر خون تر از خود ندیدم کسی
همه تام نیکو به ننگ آمدم … ازین زندگانی به تنگ آمدم
چنان[10] خوار و زارم درین روزگار … که گوئی مرا نیست پروردگار
(۲۰۲ ا) چو من رخت بیرون برم زین جهان … خردشان بدانسان که تیر از کمان
بنالم چنان زار ازین[11] درد و غم … که بیرون نیاید کسی از عدم

---

[1] تم: بتابد، نیس: نیارد [2] انیق: از [3] ازانیق، آ: سر باشد — این بیت در انیق بعد "بده باده ساقی درین رستخیز الخ" آورده است، [4] نیس: چون مردازو — آسمان را (بجای سنگ خارا)
[5] ایضاً: صورت ز [6] انیق: شیشه [7] انیق: بیاموز نیست، مصراع ثانی: ز دانش چو اختر برافروز نیست
[8] تم: بر ——— انیق: گوارنده (بجای بسوزاند) [9] در انیق نیست،
[10] در نیس نیست [11] نیس: از ؛

مرا مادرِ دهرِ نامهربان   نیالوده یکرهٔ لبن بر لبان*
غذا چون گل از خونِ دل کرده ام   چو شمع آبروی جگر خورده ام
دمی بر نیاورده ام در خوشی*   نیاسوده ام از رنجِ محنت کشی
(۲۰۱ ا) چنانم درین منزلِ پرخطر   که سنگست در کوزهٔ شیشه گر
جهان آنچنان است در عهدِ ما   که تن بی سر و خانه بی کدخدا
نه بر جای خویش اندر و خیر و شر   که زیرِ پا کفش بالای سر
نماند است گوئی در اشیا خواص   طبیعت دگر گشت بر* عام و خاص
نماند است رفعت بچرخِ برین   امانت جدا شد ز روح الامین
نرو مادهٔ خلق از هم نفور   چو در آب ماهی چو در دشت گور*
دگرگونه شد حالِ دنیا و دین   نه بر جا گمان و نه بر جا یقین*
اگر حالِ دنیا چنین دائمی*   یکی دفترِ غم بر خوانمی*
چو کژدم بر آورده می نیش را   بدر دیدمی مادرِ خویش را
نه میخانه معمور نی خانقاه   نه جرمی ز طاعت نه حظ* از گناه
نه بینم کریمی درین روزگار   که ما را بجامی کند شرمسار
چنان رخت همت جهان بر فشاند   که یارند می خوارهٔ همت نماند
چنان رسمِ بخشش برفت از جهان   که خور نور ندهد همی رایگان
نه گل اندرین باغ بوی می دهد   نه یک قطره دریا بجو می دهد
زمین بند بر دست و پا می نهد   زمان تیغ بر فرقِ ما می نهد

۱ انیس: هرگز خوشی بر زبان ۲ ایضاً آب خون ۳ ایضاً: باکسی — بسی (بجای کشی)، ۴ آ: کوزهٔ، انیس: بوتهٔ
۵ انیس: حقیقت بگرگشت ور ۶ در انیس ندارد ۷ انیس: ذوقی بطاعت نه حفظ ۸ آ: بارند میخانه، انیس: یارند میخانه
۹ آ: همی، آ: همگی، انیس: بمه،

مغنّی بگو کین زمانِ شباب / چو سیلاب دارد برفتن شتاب
حریفانِ این بزم افسرده اند / تو گوئی کز افسردگی مرده اند
مغنّی چنان برکش از دل خروش / که در کاسه می[1] را در آرد بجوش
بر آر[2] آنچنان* نالۀ دردناک / که چنگ از کف زهره افتد بخاک
ز من گوش کن رازِ این روزگار / خوشی نیست در بندگی[3] گوش دار
کسی کو چو سایه است قائم بغیر / چو سایه است بی بهره از حظّ[4] سیر
مغنّی بگو[5] بانگِ و چنگ و عود / که دف جمله گوشست بهر شنود
جهان جز یکی حیرت[6] آباد نیست / وزو در کف مرد جز باد نیست
مغنّی بگو کین فلک چون سراب / لبی[7] تشنه را کشت نا داده* آب
مغنّی ترنّم نکو تر بود / کسی را که مغزش زمی تر بود
مرا[8] قصد ازین شعر گفتن نبود / که سامانِ این کار بر من نه بود*
(۲۰۳ ا) دلم را بیفشرد[9] درد آنچنان / که خون بر جبین گشت ازوی روان*
شنیدی که آن شاهِ مردان علی / همی راز با چاه گفتی جلی
چنان دان که این شعر چاه منست / همی[10] محرمِ اشک و آه منست
چو من روی زین[11] شعر گفتن کنم / شبی تار ز اندیشه روشن کنم
نه در لفظ معنیِ نیکو نهم / که خورشید را در ترازو نهم
از آن[12] زین جهان دست برداشتم / که در خود جهانی دگر داشتم*
ز منّم[13] تنِ ناتوانِ من ست / روانم بلند آسمانِ من است*

---

۱ انیس: مه ۲ ایضاً: برآورچنان ۳ ایضاً: زندگی ۴ آ و انیس: حط ۵ انیس: سا
۶ ایضاً: محنت آباد ۷ آ: لب تشنه را کفت چون داده؛ انیس: لبی تشنه کشته داده چه ۸ این بیت در انیس ندارد ۹ کذا در آ و انیس ۱۰ انیس: در؛

بمی[1] طبع را زین کدورت بشوی | دگر مشنو ای دل ازین گفت وگوی
فراموش کن عالم خاک را | جفای ستمگاره[2] افلاک را
زمانی[3] همچو آب روان است و بس | غم و شادمانی در و خار و خس
اگرچون صراحی بگریه دری | وگر در شکر خنده چون ساغری[4]
بباید ازین دیر دیرینه[5] رفت | بدنبال یاران پیشینه رفت
ازان پیش کایام[6] پر مکر و فن* | کند بر تن ما کفن پیرهن
وزان[7] پیش کاین چرخ و وین اختران | نشانند بر جای ما دیگران
بده ساقی آن بادهٔ ناب را | همان بادهٔ همچو مهتاب را
بده ساقی امروز وامی بده | بباقی کوثر که جامی بده
علی آنکه یزدان علیم[8] وی است | دو عالم دو کف کریم وی است
زمیخانهٔ او فلک یک خم است | بر اندام او قطره ها انجم است
روانم بمهرش چنان شادمان | که عالم بخورشید و قالب بجان
زمهر بد پناهم بدرگاه اوست | شب[9] عمر من روشن از ماه* اوست
(۲۰۲ ب) بده باده ساقی که بگذشت شب | مغنی چرا باز بستست لب
نه هنگام خاموشی[10] و خفتن است | که هنگام آشفتن و گفتن است
مغنی در گفت و گو باز کن | نی و چنگ را نغمه پرداز کن
مغنی بگو کین سپهر عجول | نمی گردد از زهره[11] گفتن* ملول

۱ انیس: دگر بس کن ای دل ازین گفتگو — طبع را زمین کدورت بشو ۲ ایضاً: ستمکار ۳ ایضاً: زمین ۴ ایضاً: شکری ۵ ایضاً: پارینه ـــ دیرینه (بجای پیشینه) ۶ ایضاً: بر کرد من ۷ ایضاً: ازان ۸ از انیس، آ، علم ۹ انیس: شبم روشن از روی چون ۱۰ انیس: خاموش لب بستن ـــ بعدش در انیس افزوده: ـ اگر روشنی روزگار آتش است — واگر آتشی آب آتش کش است ۱۱ آ: هرزه گفتن انیس: هرزه گشتن ،

بفرمای[1] تا سرو آزاد را ... همان ساقی پاک بنیاد را

که ریزد یکی جرعه بر خاک من ... برافروزد این گوهر[2] پاک من

کند گور بر من بهشت برین ... کنم ناز بر زمرهٔ حور عین

نسیمی[3] ز میخانه برخاست باز ... مرا چون بهاران بیاراست باز

گلستان طبعم شگفتن گرفت ... هزاران دُرِ راز گفتن گرفت

چو من بلبلی چند باشد خموش؟ ... چنین نکته دانی نباید بجوش؟

(۲۰۴) زبانم اگر خون فشان شد چو تیغ ... دُر افشانی آغاز کردم چو میغ

پدید آورم زین دل پر ستیز ... به صور سخن در جهان رستخیز

چو من لفظ را معنی آرا کنم ... قیامت بنقد آشکارا کنم

ز یکسو بهشتی کنم آشکار ... ز سوی دگر دوزخی تاب دار

بسازم بحکمت جهان سخن ... در آرم بقالب روان سخن

کنم در جهان سخن آسمان ... کواکب درو ثابتان روان

نسیج سخن را کنم پرنیان ... کنم تازه آئین پیشینیان

بیارم بدین دعوی خود گواه ... شدم تا سخن را کنم رو براه

کنم بار دیگر بمیخانه رُو ... که آخر بدریا رود آب جُو

گرم بود چندی بمیخانه وصل ... کند عاقبت رجعت ما باصل

بود نسبت من بکوی مغان ... همان نسبت پیل و هندوستان

کنون بند و زنجیر می بگسلم ... شب آمد خیال مغان در دلم

دل عاقلم باز دیوانه شد ... طلبگار رندان میخانه شد

---

[1] انیس: بفراید ــــ آرزوی دل شاد را (بجای ساقی پاک بنیاد را)،

[2] ایضاً ــ آتش، [3] ازین بیت تا آخر ساقی نامه متن میخانه بیست و چهار بیت دارد که در انیس نیست و بجای این ابیات در نفیس ۲۳۵ ابیات ساقی نامه پرتوی را بدون اشتباه درج کرده است،

ترا[1] دیده تنگ است ازان من کمم — وگرنه من افزون تر[2] از عالمم

سخن[3] یاب اگر نیستی تنگ یاب (؟) — بسیارید می ریزهٔ آفتاب

می و عشق را در هم[4] آمیختند — وجودِ محمد[5] ازان ریختند

محمد منم وز خرد تاجِ من — فتوحاتِ مکی[6] است معراجِ من

نایم بدین ناسِ نسناس فعل — بدست و زبان جملگی داس فعل

نفس شان ز سردی بود زهروار — دهان و زبان شان چو سوراخ و مار

همه بیهده دو چه بادِ صبا — چونی بادپیما چو مَی بی ضیا

ز رنده نفس شان تراشنده[7] تر — ز اره زبانشان خراشنده تر

(۲۰۳) درین کهنه ماتم سرای[8]* حکیم — درین بزمگاهِ تهی از ندیم

نشستیم در ماتم خود دو[9] شب* — گذشتیم چون جام می جان بلب

شنیدم که از گردشِ آسمان — بفرساید این کوههای گران

ز[10] بس باد و باران ز اجزای او — نماند درازی و پهنای او

ندانم درین مدتِ[11] دیر باز — ازین روزگار بدین سان دراز

چگونه توان بود در زیرِ خاک — چگونه بود حالِ این جانِ پاک

درین فکر و اندیشه جانم بسوخت — تنِ خستهٔ ناتوانم بسوخت

دریغا دریغا دریغا دریغ — دریغا که بستند راهِ گریغ

مگر پیرِ میخانه کاری کند — (؟) بتربتِ ما[12] گذاری کند

۱؎ این بیت: در آ ندارد،
۲؎ تر: ازین ۳؎ مصراع دوم را در انیس ندارد و در آ مشکوک است، تر آ: سخن یاب اگر نیستی ملک یاب
۴؎ انیس: باهم ۵؎ ایضاً: معنی ۶؎ انیس: خراشنده (در هر دو مصراع)، در آ تر: شیده، تراشیده
۷؎ آ: سرای، تصحیح از روی تر — انیس: ای ندیم (بجای از ندیم) ۸؎ انیس: یکشب ۹؎ انیس: زباد و
باران براجزای او ۱۰؎ تر آ: مدتی — روزگاری (بجای روزگار) ۱۱؎ انیس: من،

و یگانهٔ عهد خود است، تخلّص او مسیح[1] و نام او رکن الدین مسعود است، به حکیم رکنا اشتهار یافته و اسم پدرش حکیم نظام الدین[2] است، در حکمت کمال مهارت داشته و در فضیلت تمام مرتبه بود چنانچه رکن الدین (۱۰۶۶) مسعود در مثنوی خود صفت پدر خود نموده این چند بیت ازان ابیاتست ؎

منم فرزند آن پیر خردمند	که او پیر خرد را به ز فرزند
نظام حکمت و دین را از و نظم	گمانش[3] بادشاهِ لشکرِ حزم
چراغ حکمت از طبعش فروزان	ز نشکر او دماغ عقل سوزان
همیشه با محبت در کشاکش	دلش بر یادِ حق عودی بر آتش
عیان از فیضش آثار مسیحا[4]	نهان در طینتش کارِ مسیحا
مسیح چرخ با من سر بسر نیست	که او را چون مسیح من پدر نیست[5]

تولّد حکیم رکنا در دار المؤمنین کاشان واقع شده، در انجا بسنّ رشد و تمیز رسیده و در اوّل شباب بشرف بساط بوسی شهریار نامدار، کامگار، پادشاه حسن خلق، علی نژاد، شمع دودمان نبوی، شاه عباس حسینی صفوی که حق جلّ و علا ذات ملکی صفاتش را از جمیع آفات در پناه خود بدارد مشرّف گردیده، و در بندگی آن حضرت خورشید منزلت کمال قرب و نسبت بهم رسانده، چنانچه از کثرت عزّت در سفر و حضر همیشه در رکاب دولت آن خسرو سکندر شوکت، مرّیخ صولت حاضر می بوده، و جمجاه انجم سپاه سه روز

---

[1] صاحب سرو آزاد میگوید که او مسیح و مسیحا و مسیحی تخلّص می کند (سرو آزاد ص۸۹) [2] منتخب الاشعار و فهرست ریو (ص۶۰۳)؛ نظام الدین علی [3] آ: کمالش [4] در آ این بیت با بیت بر بیت سابق مقدم است [5] در آ بعدش افزوده: نظم

آنکه بی داغ طاعتش تقدیر	تا بد از آسمان بروی زمین
آنکه بی مهر خازنش در خاک	نرهد آفتاب هیچ دفین

نمی شایدش روبره داشتن | بشمشیرش اینجانگه داشتن
ره میکده پُر خطر گرچه هست | ز اضداد وبس کن خضر[1] گرچه هست(؟)
(۲۰۴ ب) توصّل باوازنی می کنم، | توکّل بانوار می می کنم
نباشد درین ره زبرناو پیر | بجز ساغر می مراد ستگیر
بده ساقی آن بادهٔ لعل فام | که آتش زند در غم ننگ و نام
بروبد[2] ز صحن دل اندیشه را | کند چون کف دست این شیشه را
بده ساقی آن آتش تاب دار | همان آب چون آتش مایه دار
هم از معجز پیر دُردی کش است | که یک جزو هم آب و هم آتش است
بسی گفته شد گرچه احوال من | نشد گفته یک شمّه از حالِ من[3]

ذکر

مسیح ثانی رکن الدین مسعود کاشانی

حکیمی است تمام عیار و سخنوری است بلند وقار، اشعار دلپذیرش بغایت رنگین و اصناف سخنانش بی نهایت متین است، بحریست مملو از حکمت، دریای است مالا مال معرفت، آن قدر دانش و فضیلت دارد که شاعری دون مرتبهٔ اوست تکلف برطرف که درین جزو زمان در رتبهٔ موزونیت و در وادی حذاقت نادرهٔ عصر

---

[1] ر: خضر، آ: حذر [2] آ: بزبید [3] در فهرست بانکی پور (۳: ۶۲) بیت آخر ساقی نامه این است —
گر نظم این گوهر آبدار — ز تاریخ هجرت شد سی هزار، که دلالت بر تاریخ تصنیف ساقی نامه می کند،

ست الحق که دران نظم دادِ سخنوری داده و کمال نکته پروری بجا آورده، چنانچه حقیقتِ آن
مجموعه ازین چند بیت متفرقه که درین مختصر بر بیاض رفته ظاهر می شود،

در توحیدِ حضرتِ باری گوید

جهان خشک لب امغزِ جهان اوست | عجب مغزی که در وی گم شود پوست
وجودِ حق چو خورشیدی ست کز دور | نماید سایه اش روشن ترا ز نور
ولی هر چند نزدیکش نشینی | درو چون سایه خود را هم نه بینی

در صفتِ شبِ معراج گوید

شبی روشن برویش چشم امید | گریبانش پر از گلهای خورشید
ز رشکِ خرمنِ ماه اندران شب | فلک را داغ ها بر دل ز کوکب
شبی در وی دمیده صبحدم روح | نه بدر اندران دریای شب نوح
تنورِ بدر از طوفانِ مهتاب | فگنده عالمی را بر سرِ آب
خمار از روشنی در چشمِ مخمور | نمایان همچو نورِ صبح از دور
(۲۰۶ ب) شده زان روشنی رازِ کسی فاش | که شمعِ مهر بخشیدی بخفاش
محمد بادشاهِ کشورِ عقل | روان فرمانِ شرعش بر سرِ عقل
ضمیرش راز دارِ غالبِ غیب (کذا) | غلط گفتم حریفِ غالبِ غیب (کذا)
درین مهمان سرای آنگون ظرف[۲] | چو بیرون آمدی از راستی حرف[۳]
لبش مایل بشکر خنده گشتی | زبانِ صبحِ صادق بسته گشتی

---

[۱] تا: عالم (در هر دو مصراع)؛ این بیت را در آ و تا همین طور مضطرب آورده اند، [۲] آ: طرف،
[۳] ر: ظرف، تا: حرف،

در کاشان مهمانِ آن (۲۰۵ ب) مسیح زمان شده[1]، و بفرمانِ قضا جریانِ شاهِ عالمیان
دران ایّام آن معدنِ فطرت دیوانِ عندلیبِ گلزارِ معانی **بابا فغانی** را غزل به غزل
از ابتدا تا انتها جواب گفته، الحق که آن دیوان را بسیار خوب تتبّع نموده، این دو
بیت و این رباعی ازان دیوان اوست **شعر**

فلک[2] هم با اسیران کینهٔ آن تند خو دارد : کسی داد از که خواهد؟ کاسمان هم خوی او دارد
بهر جا بگذرد تا بوتِ من فریاد برخیزد : که آه این مرده سنگین می رود پر آرزو دارد!

رُباعی

کس نیم گل از روی تو چیدن نگرفت	کان رنگِ گل از کفش چکیدن نگرفت
تا روی ترا خدای دیدن نگرفت	گوئی سامانِ آفریدن نگرفت

بر رای انور اربابِ هنر پوشیده نماند که مدام اوقاتِ ایّام جوانی **مسیح ثانی** بمی کشی و بی
پروائی گذشته و اکثر در مجلسِ بهشت آئین بادشاهِ دنیا و دین فی البدیهه شعرهای خوب گفته
و سخنانِ مرغوب ازو سر زده بخانه خود هم که می آمده[3] می می کشیده و مطالعه می کرده و در
مقامِ انتظام نظم می شده، یکی از اکابر درین باب رُباعی دارد گویا از برای آن مطلع قصیده
گفته دانی گفته، بنابران درین تالیف درج نمود **رُباعی**

فضل تو و این باده پرستی باهم	مانند بلندیست و پستی باهم
حال تو بچشمِ خوبرویان ماند	کانجاست همیشه نور و مستی باهم

(۲۰۶ و) دران ایران ارادهٔ مثنوی گفتن نمود، پاسِ ادبِ حضرتِ شیخ نامی گرامی شیخ نظامی علیه الرحمة
و المغفرة داشته خسرو و شیرین نگفته، فامّا دران بحر پارهٔ از حکایاتِ متفرقه از قدیم و جدید
بنظم در آورده آن را **مجموعهٔ[4] خیال** نام کرده، عددِ ابیاتِ آن کتاب دو هزار بیت

---

[1] آزاد می گوید که: شاه کمر رخانهٔ او را بدولت قدوم خود از فلک گذراند، (خزانه ص۲۱۲ ، نیز به بینید سرو آزاد: ص۸۹).
[2] منتخب الاشعار و آتشکده (ص۲۴۲) — در بیت ثانی "ز هرجا" بجای "بهر جا". [3] آ: آمد [4] ریو (ص۶۸۸ ب) نام این کتاب
را "مجموعه" گفته است ازاین بیت: خودش از روی گویه ز مجموعی شود مجموعه نامش،

کشیده بر سلیمان لشکرِ مور
بر آورده دمار از آتشِ طور
بمویش تار و پودِ صبح در بند
نموی صبح صادق در شکرخند
زکامِ او سخن را شکّرین سقف
تکمدانهای عالم بر لبش وقف
چنان پر نوش عالم زان شکرخند
که ماندی در هوا پای مگس بند

در صفتِ ظلمتِ شبِ فراق گوید

شبی بی بهره از نورِ خدائی
سیاهی بخشِ ایّامِ جدائی
زظلمت مظهرِ قهرِ خداوند
بظلمت خانۀ او مهر در بند
سیه گردیده در وی چشمِ امّید
ز تاریکی در و گم گشته خورشید
ز سودا پیکرِ مه گشته باریک
چو سودائی گرفته کُنجِ تاریک
نه اوّل داشت، نه آخر، نه نیمه
پُر از طفلِ عدم صلب و مشیمه

در صفتِ چنار و عظمتِ آن گوید

چناری همچو طوبی سر کشیده
برین سطحِ کرُی محور کشیده
(۲۰۷ ب) بساقِ عرش ساقِ او هم آغوش
فلک را همچو طفلان بسته بر دوش
به بدمستی کشوده دست چون تاک
کبود از سیلی او روی افلاک
از و گاوِ زمین در داد خواهی
ز ریشه ساخته قلّاب ماهی

تمام اشعارِ این کتاب ازین بابت است، قصائدِ غرّا نیز در توحیدِ ربّ العالمین و نعتِ سیدالمرسلین و منقبتِ امیرالمومنین گفته و در مدحِ شاهِ دین پناه نیز قصاید خوب دارد، اقسامِ اشعارِ وی که از و در ایران جمع شده قریب به بیست و پنج هزار بیت باشد، چون تقرّبِ او در خدمتِ بادشاهِ دین پناه بمرتبۀ اعلی رسید

در منقبت امیر المومنین و امام المتقین گوید

تنش از روح قدسی نازنین تر | دلش از علم غیبی پیش بین تر
تنی صحرای وحدت را وفینه | دلی دریای رحمت را سفینه
اسیر حملہ را سلطان داور | مریض فاقه را فاروق اکبر
چنان در بازوی مردافگنش زور | که در ذات الہی لمعۂ نور
وفاقش در زمین دل دفینه | نفس بی رخصت او بار سینه

در مدح شاه عالم پناه عبّاس بادشاه گوید

خداوند جهانست او خدانیست | ولیکن از خدا یکدم جدانیست
بلی او سایۂ باشد خدائی | نباشد سایه را از کس جدائی

در صفت شراب ناب گوید

می کز آتش خود چون زند جوش | کند حرف بقا گیتی فراموش
(۲۰۷) می کز کشور لب چون کند کوچ | دماغ غم ز مغز خود شود پوچ
می کاندم که بودی در رگ تاک | بخوردی مغز غم چون مار ضحاک
غذا بخشد بجسم لاغر عیش | بخون غم نویسد محضر عیش

در صفت جوان مخطّط گوید

نهالی پای تا سر جلوه و ناز | لبی انجام حسنش به ز آغاز

ل ۲۰۰ : وقارش ،

بخت بلند وقار، شاهزادهٔ سلطان سلیم که درین ایّام خجسته فرجام نزهت افزای ریاض کامرانی، و چمن آرای گلشن صاحبقرانی است مشرّف شد، مدّتی مدید در بندگی آن شاهزادهٔ یوسف طلعت، خورشید منزلت ماند، در ایّامی که شاه سلیم بخدمت پدر آمد او نیز در رکاب دولتِ آن فریدون حشمت، جمشید صولت بپایهٔ سریر سلطنت (۲۰۸ ب) مصیر رسید از ملاحظهٔ این که مبادا بندگان حضرت یادِ گریختنِ او فرموده در خشم شده بسیاست و حبس اشاره فرمایند ننگِ فرار را بر فخرِ قرار رجحان داده از آگره بهند دکن رفت و مدّتی در خدمت فرمان روایان و اعیان آن جا بسر برد و ازانجا نیز برآمده در لباس فقر و سیاحت مشغول گردید[1]،

برهنرمندانِ عالم و خردمندانِ بنی آدم پوشیده نماند که مسوّدِ این مختصر در سنه ثلث عشرین والف در اجمیر در ملازمت خلف[2] سعادتمند و ولد ارشد ارجمند خان عالی شان مهابت خان که موسوم بمیرزا امان الله است، بخدمتِ کتاب داری اشتغال داشت دران سال عریضهٔ از حکّام تتّه باین مضمون بپایهٔ سریر سلطنت مصیر شاه نور الدین محمّد جهانگیر بادشاه رسید که حکیم رکنا به تتّه آمده میل دارد ازین راه بایران برود، فرمانِ قضا جریان صادر شد که او را بدرگاهِ عرش اشتباه حاضر سازند، چون بموجبِ حکمِ اشرفِ اقدس او را بدرگاهِ شاهنشاهی آوردند خان عالی شان فریدون نشان مهابت خان بعرض مقدّس رسانیده استدعا نمود که حکیم رکنا را به بنده مرحمت فرمایند، حضرت او را بخانِ مذکور عنایت فرمودند، آن خانِ عالی همّت، صاحب فطرت، آن قدر مردمی

[1] برای تتمهٔ ناکامی حکیم در دکن رجوع کنید به خزانهٔ عامره ص ۲۱۳ [2] در تا بجایش عبارت ذیل را دارد: فرزند عزیز ارجمند و خلف ارشد سعادت مند جوهر شمشیر شجاعت گوهر دریای همت بازوی دولتِ جهانگیری و جهان ستانی سالار سپاه مسندنشین تخت تیمورخانی نواب سپهر قدر رفیع مکان خان عالی شان مهابت خان میرزای دانش پناه میرزا امان الله،

فلک از رشکِ جبلّی که با اہلِ فضل دارد تاب نیاورده باوی ناسازگاری آغاز نہاد و ترقّی روز افزون او را در تنزّل آورد، از گردشِ گردونِ کج روش و از عادتِ این دیرِ صلح زود رنجش، جمجاهِ انجم سپاه به تقریبی[1] که تحریرِ آن مناسبتی بسیاقِ این تالیف ندارد خاطرِ اشرف ازان یگانۂ زمان گران ساخت و آن نادرۂ عصر را از نظرِ کیمیا اثر انداخته اخراج فرمود، بنابران مسیح از ایران خروج نمود بجہتِ بر آمدنِ خود غزلی گفت که مطلعش اینست مطلع

گر فلک یک صبحدم با من گران باشد سرش
شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش[2]

اکثر اربابِ نظمِ عراق بجہتِ (۴۰۸ ا) حکیم شعرہا گفتند و عزیزی قصیدۂ درین باب بسیار خوب گفته چنانچه فصاحتِ آن ازین بیت که مطلعِ آن قصیده است ظاہر می شود، مطلع

گوہری بفروخت ایران آخر از بی جوہری
کز شرف شد پنجۂ خورشید دستِ مشتری

القصه رکن الدین مسعود از ایران بہندوستان آمد و در دار الخلافۂ ہند بوسیلۂ خانِ جم نشان[3] میرزا جعفر آصف خان بسعادتِ کورنش و تسلیمِ پادشاہِ جم جاه فریدون فر، شہریارِ جمشید حشمت سکندر ظفر، جلال الدین اکبر غازی مستسعد گردید[4]، چند روزی در جرگۂ ایستادگانِ آن آستانِ سلطنت آشیان در آمد، بعد از چندگاه بحسب تقدیرِ ایزدی ازان درگاه عرش اشتباه بی سببی روی گردان شده از آگره[5] باله آباد آمد و دراینجا بشرفِ بساط بوسی محفلِ حشمت و شوکت شاہزادۂ عالی مقدار، شاہِ جوان

---

[1] رجوع کنید به ریو ص ۶۸۸، [2] خزانه ص ۴۱۳، آتشکده ص ۲۴۱ و غیرہما [3] ر: نکته دان، [4] در سنه بمعیتِ حکیم صدرا شیرازی مسیح الزمان، [5] ر: رفت،

سوای این دیوانها درین ایام شعر (۲۰۹ ب) بسیاری گفته و بر بیاض نبرده است اماّ چون آن مسیح زمان قریب بدو سال در اجمیر در خدمت خان عالی شان ماند بعد از انقضاء این مدت مسند نشین بارگاهِ عظمت و اقبال، صاحب سریر اقلیم دولت و اجلال، خسروِ جهان بخش گیتی پناه، شاه نور الدین محمد جهانگیر بادشاه مهابت خان را بخدمت دکن مرخص فرمود و حکیم را از خان گرفته داخل بساط بوسانِ محفلِ شوکت و عظمت گردانید، الحال که سالِ هجرت بهزار و بیست و هشت رسیده[*] در بندگیِ این بادشاه عادل و این مرشد کامل است[1]، ایزد تعالی ذاتِ ملکی صفات این فخر دهندهٔ سریر کشورستانی و وجودِ شریف و عنصرِ لطیفِ این جانشینِ مسند گورگانی را از مکاره زمانه مصئون و محفوظ داراد! بالنبی و آله الامجاد!

ساقی نامه حکیم رکنا

دلا چند ازین دست بردِ خمار	بتاراجِ میخانه دستی برآر
زمینی است میخانه کز فیضِ می	درو گل ومد چه بهار و چه دی
اگر تشنه زاید چو آب از زمین	مخور غم دران خاک و عشرت گزین
که گر شعله بارد چو ابر از هوا	ز گرمی نگیرد زمین خاک پا

[1] در آ: سنه خمس عشرین والف است گر لفظ خمس یقینی نیست، [2] آ: خلیفه [3] بقول صاحب خزانه حکیم ادر سنه ۱۰۴۰ از درگاه شاهجهان بادشاه رخصت مشهد یافت (نیز رجوع کنید به قول میناصاحب بادشاه نامه در فهرست ریو صه ۶۸۸) و بعد زیارت حرمین و مشهد مقدس به کاشان شتافت و چندی توقف نموده با رادهٔ آستان شاه صفی صفوی باصفهان رفت و بسبب بی التفاتی شاه بشیراز رفته مدتی آنجا مقیم شد و وفاتش در سنه ۱۰۶۶ در کاشان رو نمود (ملخصاً از خزانه صه ۲۱۳) اما در تاریخ وفاتش اقوال دیگر هم هست (رجوع کنید به فهرست بانکی پور ۳: ۱۰۷).

و مروّت یدو نمود که درین جزو زمان از اعیان کم کسی تواند نمود، (۲۰۹ ا) این شکسته بال دران ایّام از صحبتِ کثیر البهجت آن حکیم دانشمند صاحب کمال فایز و بهره ور گردید، قریب به یک سال علی الاتّصال این آرزومندِ خدمتِ دانشمندان را دریافتِ مجالستِ آن سرخیلِ هنرمندان میسّر شد، ابیاتی که سوای وارداتِ ایران جمع آورده و در نسخه بر بیاض برده بود قریب به پنجهزار بیت است[1]، به[2] فرمودهٔ مردمِ چشم زمانه و فرزند فرزانه خان عالی شان آن[3] اشعار را خوش[4] نویسی نوشت، بعد از اتمامِ دیوان قایلِ آن دیوان مؤلفِ این تالیف عبدالنّبی فخر الزمانی را طرف مقابله خود کرده دیوانِ خود را تصحیح داد و بکتاب خانه سپرد، هنوز این دیوانش چندانی درمیان مردم اشتهار نیافته، این دو رباعی از دیوان ثانی اوست که[5] یکی در مرثیه فرزند خود گفته دیگری از فراق عزیزان گفته و تسلّی خود داده * رُباعی

آن آهن تفته ام که جوشم بردند | آن کهنه درایم که خروشم بردند
چون خارِ ترنجبین درین عالمِ تلخ | نیشم بگذاشتند و نوشم بردند

وله

آتا[6] نک زیکدگر جگر ریش ترند | قومی پس تر جماعهٔ پیشتر اند
در غربتِ مرگ بیم تنهائی نیست | یاران عزیز آن طرف بیشتر اند

---

۱ بقول نصرآبادی (سپرنگر ص۹) و آزاد و صاحب آتشکده تعداد اشعار مسیح قریب بصد هزار بیت است صاحب میخانه دو دیوان مسیح را ذکر کرده ولی طاهر نصرآبادی می گوید که او ده دیوان مسیح را دیده بود، دیوان چهارم (و یک مثنوی) او در بانکی پور و دیوان ششم او در موزهٔ برطانیه محفوظ است (فهرست بانکی پور ۳ ۱۰۲ و فهرست ریو ص۶۸۸) و میرزا امینا در ۱۰۳۲ه نوشته که مسیح دران ایّام دیوان هشتم خود را تصنیف می کرد (به بقیه فهرست ریو ص۶۸۹)، (نیز رجوع کنید به فهرست مخطوطات دیوان هند محمود ۸۵۸)، ۲ ۸ سه ن: باشد ۳ ن: بفرموده آن خلف زمانه مردم دیده ۴ ن: همان ۵ حکیم در خطاطی ید طولی داشت، نسخهٔ بوستان سعدی که او بخط خوب خود در ۱۰۳۹ه در آگره تمام کرده در موزهٔ برطانیه موجود است (ریو ص۶۰۳) ۶ در ن ندارد ۷ ن: انسان که، تصحیح از روی ن،

زمی مغز هر سفله لاغر شود — بلی آنچنان آنچنان تر شود
گرت مغز پر باشد از ابلهی — ترا نشّا می دهد کوتهی
وگر در سرت شور دانائی است — همه نشاء می توانائی است
ز پیر خرابات غافل مباش — بجز خاک آن رند کامل مباش
برغم فضولان بیداد گر — گشوده ز میخانهٔ کعبه در
نه خود رای و خود روی خیره سر است[1] — که پیش خود از خار و خس کمتر است
زبس صدق دارد بدرگاه دوست — چو صبح آمده فاش بیرون ز پوست
نه چون خویش بین است[2] غرورش بسر — چو نور نظر فکر دورش بسر
همین بی وضو مانده در فکر رو — نمانده است دائم بفکر وضو
همی بی نماز اوفتاده است مست[3] — غرور نمازش نبرده ز دست
بیا ساقی اینجا ز سر گیر دور — چو شد دور ما پیشتر گیر دور
می تلخ تر خواهم از انتظار — که چون شوق وعده بود خوش گوار
(۲۱۱ ا) من آن رند می خوارهٔ مفلسم — که از فیض می رشک زر شد مسم
بسوزد چو من سر دهم دود آه — همه استخوان در تن جسم گاه؟
چو خواهد دلم چاره بیچاره باد! — جگر گاه امیدِ او پاره باد!
مغنی بیا پرده ساز کن — وزان سوی عالم دری باز کن
که گردم سراسیمه دیوانه وار — چو اصحاب سودا ببوی بهار
بده ساقی آن جام گردون نشان — که بوسد لبش را خط کهکشان
ازان می ده ای ساقی تیز هوش — بآیین مست صافی دل دُرد نوش
که منصور ازان گر بُدی جرعه خوار — درخت شگوفه شدی چوب دار

۱؎ ته: سرشت ۲؎ کذا در آ و ته ۳؎ ته: دوست،

اگر یکدم از دهرِ دون (کذا) فارغی   کنون از قماط و کفن فارغی

بسی یافت[۱] گردون درین انجمن   کفن از قماط و قماط از کفن

(۲۱۰ ا) بدست آر آن خم که دریاکش است   درو آب حیوان همه آتش است (۱۰

خمی چون فلک رانده کشتی در آب   درو چون قضا کار فرما شراب

خمی خورده دان همچو گردونِ پیر   سراپای چون دیدهٔ جان بصیر

خمی چون فلک پرتو آفتاب   فروزان درو همچو انجم حباب

خمی فرشِ او خشت و آنگه چه خشت(؟)   که در نیم خشتش نگنجد بهشت

زبس کز بخار می آورده نم   شده خشتِ خم[۱] همچو ابر کرم*

خمی پا بدامن در آورده چُست   فرو رفته در فکرِ روزِ نخست

خمی اندرو گشته می خاکباز   که خاکش به از خونِ اکسیر ساز

بیا ساقی آن آتشِ پرده سوز   که در قالبِ شب کند روحِ روز

بمن ده یکی جرعه از جامِ جم   که در جام پیداست انجامِ جم

میی ده که چون در قدح جا کند   چو آتش روان میلِ بالا کند

شود کاسه گر سرنگون چون فلک   نیفتد چو خورشید از وی به تک

بیا ای خدا[۲] خوان فرخنده پی   که در مصرِ میخانه با بانگِ[۳] نی(؟)*

زلیخای خم را خدا[۴] خوان* کنم   درو یوسفِ می بزندان کنم(؟)

فتد گر دران می بفرضِ آفتاب   بود چون کلوخی که افتد در آب

(۲۱۰ ب) بیا ساقیا آن میِ بی گزاف   میی آنچنان صاف از دُرد صاف

که در طبعِ دانای بیداد گر[۵] (کذا)   نماید درو صورتِ خیر و شر

زهی خود پرستانِ گم کرده راه   که گویند[۶] می را چو خود عقل کاه

---

۱ تا: همچو ابر کرم خشت خم ۲ تا: حدخوان فرخنده می ۳ تا: تاک ۴ تا: حدخوان آ: خدا خوان
۵ تا: حدا جوگر ۶ تا: دانند

ندیده کمانی چنان چرخ پیر — مقوس هلالی ولی گوشه گیر
در آرد ببازوی دولت کمان — کمانی که عقلش نیارد گمان
در افواه بود این سخن دیرگاه — که در قوس جامی کند مهر و ماه
(۲۱۲ ا) چو شه قبضه در دست بیضا گرفت — کنون قوس در مهر و مه جا گرفت
بکف تیغ تیزش بغلطد بخون — چو ماهی که از بحر افتد برون
که دیده جز او شاه روشن ضمیر — مگر خورده از مادر صبح شیر
بر اسپ سفیدش سواره نگر — چو صبحی که مهرش برآید ز سر
نی نیزه اش شیره از جان خورد — بلی نی شکر شیره ارزان[1] خورد
بود خصم اسش آن باد بیهوده گرد — که یادش کند[2] . . . . . .
چو تیغش برهنه شود در مصاف — فلک در شکم دزدد از بیم ناف
یکی آهنین دل نماند بجای — بود تیغ او سنگ آهن ربای
ز بازوش چون گرز گشت آشکار — برآورد گاو زمین زینهار
برآورد ثومین ز بازوی دست — یکی دسته بر کوه البرز لست[3]
دلش عرش و توفیق شاهی درو — کفش بحر و انگشت ماهی درو
بدی[4] سایه تا حشر را سقف باد — جهان جمله بر تیغ او وقف باد
ز عدلت بملکی که آید نسیم — کتان را نباشد ز مهتاب بیم
بملکی که عدل تو مسند نهاد — کتان با بریشم ز یک ملک زاد
اگر خیل خصمت بود بی شمار — چه کرم بریشم نخورد یک بهار
(۲۱۲ ب) همی چند روزش بود کر و فر — نماند ولی زنده سال[5] دگر

---

[1] تا: درمان، در آ «درمان» را به «ارزان» مبدل ساخته [2] بیاض در آ، در تا این بیت را انداخته است، [3] تا: دست [4] تا: بدر — در آ مصراع اول را به نقطه‌های شک آورده است [5] تا، سالی،

بده ساقی آن دُردِ صافی نهاد | که بویش کند روح درچشم[1] باد
بیادش چو قسمت کند خون جگر | شود موی زنگی چو ریحان بسر
بده ساقی آن نقدِ باغِ بهشت | می گرم و تر چون دماغِ بهشت
که در طبع دوزخ گوارا کنم | بهشت از لبش آشکارا کنم
گمو در لبم باده آمد بجوش | نیارم نشست از شکایت خموش
دلم را همین اوستادی که ساخت | ندانم که بسیار یا کم گداخت
همین دانم امّا که بیگاه و گاه | درو غم کند چون صفِ مور راه
(۲۱۱ب) منش بارِ دیگر[2] گدازم ز سر | که تا غم درو ره نیابد دگر
دل من درای پُر از ناله بود | صدا بر لبش همچو تبخاله بود
هم[3] از پنبهٔ داغ ماند جدا | بدان سان که پنبه نهی بر درا
مرا آزموده است آن[4] ..... | که می آید از حق و باطل بدست
که در نسخه[5] آرم نه* ایمان گره | زنم نامش بر رشتهٔ جان گره
گر آرم بهم تارِ دستِ درست | گره بر کشایم ز هر صبح چست
دلش گرچه سنگ است و فولاد روی | نکو[6] می شناسد دغل را بگوی
ز [illegible] در من سرکشی | چرا آبِ حیوان کند آتشی
بدرگاهِ [illegible] من تنگ دل | شکایت برم زین بتِ سنگدل
شهی کآسمان زیرِ فرمانِ اوست | دلِ دشمنان وقفِ پیکانِ اوست
جوان بخت عبّاس شاهِ دلیر | که روبه شد از تیغ او نرّه شیر
کشاید ز نیروی همّت بلند | کمندی که گردون در آید به بند

---

۱ ت: چشم ۲ آ: دگر ۳ آ: همه، ت: هم ۴ بیاض در آ در اهمهٔ این بیت را انداخته است ۵ آ: در نسخه آرم در، تصحیح از روی ت ۶ ت: بکو،

ببزمش حکیمم که چون درخورست	که[1] درخورد آن بزم جان رهبرست
ازین آب و گل دور صد مرحله	غزالان مست اندران صد گله
ز هر موی کاکل ز هر زلبری	اگر چشم داری به بینی سری
هر زلف هریک ز روز نخست	سیاهی ز بخت من آورده چیست

ذکر[2]

بلبل گلستان نکته سرائی حکیم شفائی[3]

نادرهٔ جهان و سرآمد زمان خود است، تکلف بر طرف که اشعار و ابیات امثال [و] اقران خود بر طاق نسیان نهاده و ابواب معانی بر روی اہل دل کشاده، در حکمت و حذاقت نیز عدیل ندارد، واردات آن شاه بیت مجموعهٔ سخن گستری قریب به یک لک بیت می رسد، از مثنوی های خوب و قصاید مرغوب که آن ها را بر بیاض نبرده، ولیکن یک دیوان ترتیب داده که از و بهند آورده اند، عدد ابیات آن قریب به پنج هزار بیت باشد[4] و اکثر شعرهای هزل آمیز او دران مندرج است، واقع که در هزالی سوزنی (۲۱۳ ب)، غاشیه کشی او نمی تواند کرد و این ضعیف دو رباعی از هزلیات

---

[1] درین تا ترجمه حکیم شفائی را از اول تا آخر انداخته است [3] نامش نزد جمهور اصحاب تذکره شرف الدین حسن بن حکیم ملا (را تا در هفت اقلیم حکیم مولانا) است

[4] رجوع کنید به فهرست سپرنگر صفحه برای ذکر نسخهٔ کلیات شفائی که مشتمل بود بر مثنویات (چهار تا) و قصائد و غزلیات و رباعیات، در کتابخانه بانکی پور نسخه مثنویات شفائی و دو نسخهٔ دیوانش موجود است (فهرست ۳، ۵۷ ببعد)، نسخهٔ کلیات که مرا پیش نظر هست (تحریر ۱۰۴۱) زاید از نه هزار بیت دارد، و مشتمل است بر قصاید و غزلیات و مطایبات بدون ترتیب تهجی، در عالم آرای تعداد ابیاتش را اندازه

بحق نبی و ولی خدای — ره از تو توان برد سوی هدای

دلت حمله(؟) از عشق پرمایه باد — شب حمله با صبح همسایه باد

ترا سایهٔ حق جهان خواندش (؟) — ز سایه بعالم عنان راندش (؟)

جهان باد دایم بکام دلت — چو در دست خوبان زمام دلت

مبادا دلت را ز عالم گزند — مگر[۱] زه و زلفنیت آرد به بند*

ثنای تو بر نیک و بد واجبست — دعای تو بر دیو و دد واجبست

[۲] . . . .

بسوزد خلاف[۳] از پی انتقام — نه آتش نه خس پوش[۴] ماند نه دام

سپاه ترا زخم مرهم بود — زمان تو نوروز عالم بود

هران کو کند کج برویت نظر — چو عقرب برون باد چشمش ز سر

[۵] . . . .

بمیخانهٔ شاه[۶] یکره* در آی — که نشناسی آنجا سر خود ز پای

ز جوشیدن بادهٔ صاف او — بود روز چون آب در روی جو[۷]

(۲۱۳) امی چشمه سار خرد اوج آن — همه[۸] راز زلفش شده موج آن*

می در صفا رشک ماه منیر — چو آئینهٔ غیب روشن ضمیر

چنین[۹] می ازان شاه دین پرور است — بلی[۱۰] آینه زان اسکندر است*

---

۱ در آ این بیت را بهمین طور مضطرب روایت کرده است، ۲ آ: مگر زه در لفنیت آرند به بند، آ: مگر زه در دزدیده بین تصحیح (؟)، قیاسی است، ۳ آ: بود آن سفله پوست پوش ـــ که . . . . بوشان صبوحی خروش، در آ بیت را انداخته است، ۴ آ: غلاف ۵ آ: نوش ۶ آ: بود چشم بدبخت سیر تو کور ـــ چو افعی به بیند . . . . ز دور، ندآ ۷ آ: شه بیک ره ۸ آ: او ۹ در آ این مصراع را به نقطه هائے شک درج نموده و در آ هر دو مصراع را انداخته است ۱۰ در آ این مصراع را ندارد، ۱۱ در آ این مصراع را با مصراع اول بیت ثانی خود ساخته بیتی قرار داده است،

ترکیب بند حکیم شفائی[1]

ساقی بده آن روغن چشم بلسان را | تا دست و دلی چرب کنم شعلهٔ جان را
آن شیرهٔ الماس که نامش نتوان برد | صد بار بشوئی اگر از شعله دهان را
آن اخگر افسرده که تصحیح نکرد است | چون آتش رخسار بتان لفظ دخان را
آن روح مجرّد که بدُردیش نزیبد | گر صاف کنی پرتو رای دبران را
آن کاسه نگونسار که بازیچهٔ جودش | چون خانهٔ افلاس کند کیسهٔ کان را
آن مایهٔ مردی که از و روبه امساک | از لخت جگر طعمه دهد شیر ژیان را
آن آفت ناموس که در ساغر اوّل | شیدائی بازار کند راز نهان را
فرمان دهِ ارواح که بی حلم روانش | در ملک بدن حکم روان نیست توان را
چون وعده بایّام خزان داد شرابم | هان ای نفس سرد فرو ریز خزان را

دوزخ که بود زنده ز داغ هوس ما
شب ها نکند خواب ز بیم نفس ما

امشب همه شب در برم آن رشک قمر بود | تا صبح سر ناله ببالین اثر بود
بی رشک مگس طوطی هجران قفس ما | پاداش وفا لب بلب رشک شکر بود
در خانهٔ من بود بهشتی که نگاهم | در لاله و گل رفته فرو تا بکمر بود
(۴ا اب) چون گرسنه چشمی که بخوانش بخوانند | در غارت نظّاره دلم آسمه سر بود
با این همه صفرای تمنّا نه شکستم | شوقم نه باندازهٔ یارای نظر بود
پیمانه لبالب شدش از گریه بشادی | آن دیده که تا فتح شده خون جگر بود
از زمزمهٔ بوسه و می هیچ نپالود | آن گوش که دل کنده ز آواز خبر بود

[1] روایت این شعر در آ مضطرب است و کاتب او را به نقاط شک درج کرده است،

او بجهت تصدیق قول خود درین اوراق ثبت می نماید که یکی ازانها بجهت مولانا ذوقی گفته و دیگری از برای پسر رمّالی بنظم در آورده است رُباعی

ذوقی ریشت به پشم پاشی ماند | شعرت به نمد زبد قماشی ماند
بینیت بسنگ سر تراشی ماند | عینک چو نهی به . . . کاشی ماند

وله

. . . .

. . . .

به تحقیق پیوسته که آن عندلیب دلفریب انجمن سخنوری بسعادت زیارت امام رضا علیه التحیة والثنا مستسعد گردیده و ازانجا به هری رفته، با ملک الشعرای خراسان مرزا فصیحی صحبت داشته باز بوطن خود عود نموده است، مولد او از شهر صفاهان است، وجه معیشت او از ممر طبابت می گذرد، دیگر از فرمان روای ایران، دارای عراق و خراسان، مروج ملت مصطفوی، شاه عباس حسینی صفوی بهادر خان انعام و اکرام یافته است ولیکن بسعادت بندگی او مستسعد نگردیده است، ساقی نامهٔ ازان نادرهٔ عصر بنظر این حقیر در نیامد مگر به ترکیب بندی که پارهٔ مناسبت باین کتاب دارد بنابر ضرورت درین اوراق پریشان (۲۱۴ ا) ثبت نمود، امید که منظور نظر ارباب هنر گردد،

(بقیه حاشیه صد ۴۷۵) فقط این قدر گفته است که اشعارش بسیار است، (حاشیه صد ۴۷۶) ۱ے ازغایت فحش این رباعی را حذف کرده ام ۲ے بقول اسکندر منشی او در خدمت شاه موصوف قرب منزلتی داشت ولیکن از لوندمشربی ملازمت رکاب اشرف کمتر می نمود و از شاه ملک الشعراء و ممتاز امیران لقب داشت و بقول داغستانی (هفت آسمان صد ۱۳۴) در مجلس شاه عباس صفوی رتبهٔ مزاومت یافته و بقول آزاد پادشاه عباس بافزونی قرب و منزلت امتیاز داشت (سرو آزاد صد ۴۷) و صاحب مخزن الغرائب او را حکیم باشی شاه مذکور گفته است، ۲ے وفات حکیم شفائی در ۱۰۳۷ھ واقع شد (عالم آرای عباسی صد ۷۶۱) برای بعض جزئیات احوال حکیم مذکور رجوع کنید به مواضع که حواشی تذکره اش مذکور است، و نیز بهفت اقلیم و منتخب الاشعار و مجمع الفصحاء ۲:۱۱۲

آن به که تراپیش تو آرم که ندارم | بهتر ز تو در دعوی عشق تو گوائی

دردیم ولی نالهٔ شبگیر نداریم
آهیم ولی قوّتِ تاثیر نداریم

گر دست رسی شد بگریبانِ جهانم | پیراهنِ او تا سرِ دامن بدرانم
گر گوشهٔ چشمی بسوم بخت فگندی | ابرام ملاقات نکردی بحد تانم
گر مرد نبردِ منی ای چرخ برون آی | کز غیرتِ تو هر سر مو گشته سنانم
(۲۱۵ ب) گر جرم هنر مایهٔ این کجروشی هاست | سوگند بجانِ تو که از بی هنرانم
از لافِ هنر توبه و لاحول ز دانش | ز انسان که دلت خواهد من بعد چنانم
بی تابی صیتِ هنرم گر بلب آورد | در سینهٔ افلاک همان رازِ نهانم
هر جا که گلی عشق پسندست هزارم | هر جا که مهی دست به تیغست کتانم

من محفلی بزمِ غمم عشرتم اینست
خاطر بغمش ساخته هم صحبتم اینست

ذکر

بلبلِ انجمن نکته پردازی آقا شاپور رازی[۱]

آن بلبلِ گلزارِ معانی و آن عندلیبِ انجمنِ نکته دانی در فنِ سخنوری نادرهٔ جهان و منتخبِ زمانِ خود است، لفظِ سخنانِ شیرین و معنی نکته های رنگینِ آن سخن آفرین همه نازک و نازنین واقع شده، درین جزوِ زمان هیچ کس بنزاکتِ او حرف نمی تواند زد، نازک گفتن

---

[۱] صحبت ۱۵ نامش بقول تقی کاشی (سپرنگر ص ۲۲) "شرف الدین شاپور" و بقول داغستانی (ریو ص ۳) و مبتلا "ارجاسپ" بود،

پنداشتی (کذا) اخترِ من سعد شناس است | یا نامزد از چرخ مرا بختِ دگر بود

در کام گرفتن جگری یافته بودم
از بخت همانا نظری یافته بودم

عشق است که چون لطفِ خدا رحمتِ عامست | بیگانه خرامست ولی با همه رامست

عشق است که اقلیم دل و دیدهٔ گرم است | زان تیغ که خوش خفته در آغوش نیامست

عشق است که بر کام شهیدی ست بجاکش | زان جمله یکی آرزوی شاهدِ کامست

عشق است که از آتشِ آن هر که نشد گرم | گر خود همه داغِ دل در دست که خامست

بوی بر ازین می اگرت رطلِ گران نیست | خود آنکه در و غوطه نخورد دست کدامست

این باده ترا در رگ و جانست و تو غافل
مغزِ تو ازین نشاء گرانست (و) تو غافل

دادیم گریبان ارادت بهوائی | مشتِ خس و خاشاک...[1] و رجنگ ضیائی

(۲۱۵) من کیستم اندر سرِ بازارِ محبت؟ | دریوزهٔ دیدار کنی عشوه گدائی

سرمایهٔ اسلام گران کرده ام امروز | ایمان بنگاهی دهم و دل بادائی

تا ماندهٔ دکان کسادی که دلِ ماست | نو بر نکند گرمی بازارِ روائی

دیریست که بر دل در چاکی نکشودیم | بفرست خدایا گره از بخت کشائی

چندان هنری نیست گذشتن ز دو عالم | یک جنبشِ ابرو ز تو دامن سرائی

روزِ بد آسوده گیم پیش نیاید | تا عشق تو در کارِ دلم کرد دعائی

آن سینه که منزلگهِ صد قافله درد است | شادی کده باد ار بودش میل دوائی

بر لالهٔ ما آب فشاند بترحم | از دو رخ اگر سبز بود خشک گیائی

آن نخل که در آبِ خضر پای نگیرد | جز بر سرِ آتش نکند نشو و نمائی

[1] بیاض در اصل ؟

مرغوب در دار العیش کشمیر گفته، ازان جمله پارهٔ مثنویست که در برابر خسرو شیرین بنظم در آورده، بغایت رنگین و متین است، به تحقیق پیوسته که میرزا جعفر آصف خان بآن زبدة المتاخرین خوب سلوک می کرده و یارانه پیش می آمده، گویند که روزی خانِ مذکور شالِ طوسی به آقا شاپور می بخشد، ظاهرا که آن شال پارهٔ در تختهٔ مانده و کرم زده بوده است، میرزا جعفر آصف خان ازین مقدمه غافل مکرّر تعریفِ آن شال می نموده است، از شوخی طبعی که اربابِ نظم را باشد آقا این رُباعی دربابِ آن شالِ طوس نظم کرده برو می خواند رُباعی

این کهنه نسیج عنکبوتی طوس است	یا عبرتی از جهانِ پُر افسوس است
پودش همه پشمِ سگِ اصحاب الکهف	تارش همه تارِ ریشِ دقیانوس است

میرزا جعفر آصف خان از کمال محبتی که بآن عزیز داشت این را می گذراند و بر روی او نمی آورد،

در سنه خمس و عشرین و الف مسوّد این اوراقِ پریشان را در لاهور سعادتِ ملازمتِ آن نادرهٔ عصر میسّر (۲۱۶ ب) گردید، دران ایّام فرمود که مدّتی شد که ما تخلص فریبی

(بقیه حاشیه صفحهٔ ۳۸۰) ۵ میرزا جعفر در ۱۰۲۳ به درجهٔ خانیت رسید و در ۱۰۲۱ وفات یافت (ریو) ۶ نسخه های دیوان شاپور در موزهٔ برطانیه و کتاب خانه بادلی یافت می شود مشتمل بر قصائد و غزلیات و ترجیعات و مثنویات و رباعیات، در فهرست سپرنگر چند نسخ مذکور است که بعضی ازین اصناف را نه دارد، در کتاب خانهٔ بانکی پور نسخهٔ ایست ناقص الآخر که فقط غزلیات را دارد، طاهر نصرآبادی دیوانش را دیده و تعداد ابیاتش را چهار هزار نوشته، صاحب سرو آزاد هم گفته است که کلیات شاپور بنظرش در آمد، ۷ بعضی ابیات را ازین مثنوی در هفت اقلیم و مخزن الغرایب آورده است، ظاهر این مثنوی صورتِ تکمیل نیافته (فهرست بانکی پور صـ ۴۲)، در نسخه کتاب خانه بادلی هم ظاهرا همان داستان ازین مثنوی منقول است که در هفت اقلیم، حاشیه صفحه هذا ۱ حسن ظن است از مولف ر.ک به عالم آرای صـ ۱۳۱ س ۲۴

را پخته کرده و بر طاقِ بلند نهاده است، با این کمال خلق و بی تعیّنی را جمع کرده است[1]،
مولدِ آن یگانهٔ زمان از طهران است، اباً عن جدٍّ اکابر و اهالی شهر مذکور بوده اند[2]،
در اوّل جوانی در مقام انتظام نظم شده، تخلّص خود فریبی[3] قرار داده است، از ابتدا تا
انتها هر شعری که از ایشان وارد شده همه پخته و بمزه بوده است،
در ایّام شباب[4] از وطن خروج نموده (۱۰۱۶) بدار الامان هندوستان که مربّی
هنرمندان و نشو و نما دهندهٔ خردمندان است آمده غالب مصاحب میرزا[5] جعفر آصف
خان گردیده و با ایشان مدّتها در هند و کشمیر بسر برده است، اشعارِ[6] خوب و ابیات

---

[1] امین رازی می گوید که شاپور صاحب طبع وقاد و ذهن نقاد و فصیح بی بدل و با این نسبت متّصف باخلاق حمیده و "فهرست آثار محمود" بود، آزاد می گوید که قصیده را نسبت دیگر اقسام شعر خوب تر می گوید و داد رقّت و نزاکت می دهد (سرو آزاد ص۱۵) [2] نام پدرش نزد جملهٔ تذکره نویسان "خواجه خواجگی" است، و خواجگی "برادر حقیقی میرزا محمد شریف هجری پدر اعتماد الدوله جهانگیری (والد نورجهان بیگم) است، (سرو آزاد ص۱۵)، طاهر نصر آبادی (ریو ص۲۶۴) می گوید که شاپور خواهر زاده امیدی و بقول صاحب آتشکده (ص۲۰۳) و مجمع الفصحا (۲: ۲۳)، از اولاد امیدی ست و با امین رازی هم قرابت قریبه داشت (ریو) [3] کذا در منتخب الاشعار و ریاض الشعرا و مجمع النفائس (فهرست بانکی پور ۳: ص۱۴) و سپرنگر (ص۵۶۴ و ص۱۴۰)، امّا تقی کاشی 'قریبی' بجای 'فریبی' دارد (سپرنگر ص۴۲) و تقی اوحدی 'قربی' (فهرست بانکی پور) [4] تقی کاشی (سپرنگر ص۴۲) می گوید که در ۹۹۶ھ دیوان فغانی را تتبّع می کرد، و بقول تقی اوحدی که با او در اوایل عهد شاه عباس (۹۹۶ - ۱۰۳۸) در قزوین ملاقی شده عمرش دران ایّام به بیست و چند ماه رسیده بود ظاهرا این ملاقات در ۹۹۶ روی داد انکه بقول ریو در همین سال به هند رفت (سپلیمنت ص۲۰۴)، طاهر نصر آبادی (اسپرنگر ص۹۱) برین اطلاع افزوده است که ورودش در هند به تقریب تجارت بود، معلوم می شود که در ۱۰۰۳ھ از لاهور به عراق رفت (فهرست بانکی پور) و در ۱۰۱۰ھ باز به هند رجوع کرد (سپلیمنت) و اینکه صاحب میخانه گفته که در ۱۰۲۵ھ روانهٔ ایران شد غالباً بر وانگی او کرّهٔ ثانیه تعلّق دارد، از آتشکده (ص۲۰۳) هم پیداست که شاپور دو بار به هند رفت و بعد از مراجعت بوطن مرد، و قول هدایت (مجمع الفصحا ۲: ۲۳) که او در هند فوت شد غالباً شایستهٔ اعتماد نیست،

فراق دوست چو حسرت، سیاه دل چون هجر — کناره جوی چو غم، ناشکسته همچو ملال

چه طالع است که خورشید طالعت هرگز — در آسمان نکند سیر جز بسمت زوال

بر آن سرم که همین لحظه رغم گردون را — بشام هجرت پوشم لباس روز وصال

بجوش خرمی اوّل بباده رو آریم — برمی ز صفحهٔ خاطر برم گرد ملال

بلب ز حلق صراحی کشیم[1] پنبه برون — چنانکه شیر ز پستان برون کشند[2] اطفال

می ز شیشه برون ریخت گر مشاهده اش — چو ماه چارده پرنور گشته جام هلال

می که شمع چو پروانه ها در آتش او — بیک دگر ز سر خویشتن کنند جدال

می که توبه ز نورش چو سایه بگریزد — اگر بپای نهندش سلاسل و اغلال

رخم چو باده فروشش برآورد گوئی — ز چاه ماه مقنّع نموده است جمال

می چنانکه در آینه عکس اگر فگند — چو سنگ شیشه گداز ذر گرمیش تمثال

می که از سر حدّت چو قطره افشاند — شود پیاله مشبّک بصورت غربال

بجرعهٔ قدحش گر فلک رساند لب — برآید از لب گردون سهیل چون تبخال

می چنانکه خیالش چو بگذرد در دل — شوند مست به بویش مخدّرات خیال

(۲۱۷ ب) کشیده پردهٔ عصمت ز روی ونماید — ز فرط شوق به نامحرمان فکر جمال

می چنانکه ز شرم رخش برون آید — چو قطرهٔ عرقی لعل از مسام جبال

می سهیل شعاعی که دارد آن تاثیر — که سرخ رو شود از وی صحیفهٔ اعمال

ازان شراب که گر اعمیش کشد در چشم — بروز روشن ببیند بر آسمان اشکال

چنانکه شیوهٔ ساقیست ساغری در داد — چو جام لاله ز صافی باده[3]* مالا مال

به لابه گفتمش ای نازنین بعزّت عشق — که توبه کارم ازین ارتکاب واین افعال

بعشوه گفت که بگذار زهد را کاین می — بود چو خون دل دشمنان شاه جلال

---

[1] دیوان شاپور (نسخهٔ کتابخانهٔ رامپور): کشید [2] دیوان: کند [3] آ: صافی ز باده، تصحیح قیاسی است،

را برطرف کرده ایم و شاپور که نام ماست تخلص[1] خود قرار داده همدران سال در حضور این کمترین روانه ایران شد[2]، در سنه سبع عشرین و الف از عراق خبر بدار الامان هندوستان رسید که آن عندلیب گلزار معانی از طهران بزیارت مکه معظمه رفته، بعد از دریافت کعبه مقصود بشهر مذکور معاودت نمود، الحال در وطن خود متوطن است[3]،

بر رای معنی آرای ارباب هنر پوشیده نماند که آن مطلع دیوان سخندانی تا غایت ملاقات این ضعیف ساقی نامه نگفته بود، چون یکی از مشاهیر فصحای این عصر است یک سر قصیدهٔ از ایشان که پارهٔ مناسبت باین مجموعه داشت بنابر ضرورت ثبت نمود،

قصیده این است

بتی که داشت نگاهش مرا ز حیرت لال | در آمد از در من نیم شب خیال مثال
چو شمع شعلهٔ شوق منش روان از پیش | چو سایه دودِ دلِ عاشقانش از دنبال
ضیا گرفته چو خورشید دستش از باده | به هاله رفته چو مه ساق پایش از خلخال
نهفته سنبلِ زلفش درونِ دود آتش | نهاده مجمر جنبش بروی آتش خال،
عیان ز کنجِ دهانش دل شکستهٔ من | چو در کنارهٔ کوثر یکی شکسته سفال
ز غیرتِ رخِ او لحظه لحظه پروانه | طپانچه ها به رخ شعله می زد از پر و بال
(۲۱۷ا) کشود لب بحدیثی که هر زمان می کرد | میان سینه و لب روح قدسش استقبال
چه گفت؟ گفت که ای عاشقِ پریشان روز! | چه گفت؟ گفت که ای یار نابسامان حال!

---

[1] ظاهر ادبعضی جاها "شافور" هم تخلص کرده است (فهرست بانکی پور) [2] در سنه ۱۰۲۶ء شاپور را با ناظم تبریزی در اصفهان اتفاق تلاقی شد (فهرست بانکی پور بحواله صحف ابراهیم) [3] در تاریخ فوتش اقوالِ مختلفه منقول است، سراج (سپرنگر صفحه ۱۵۰) می گوید که وفاتش در سنه ۱۰۴۹ واقع شد، و بقول ریو (سپلیمنٹ) درحدود سنه ۱۰۳۰ و بقول ایتھے (فهرست بادلی عمود ۶۷۰) قریب از وفات آصف خان (یعنی در سنه ۱۰۲۱)،

بجانبِ مازندرانِ بهشت نشان روانه گردانید، طالب گشت دارالامان [و] سیر این ملک را بر حبِّ وطن رجحان[51] داده راهِ هند در پیش گرفت[52]، این چند بیت از آن مثنوی است که در مدح ملکش[53] خان گفته و ازو رخصت طلبیده است مثنوی[54]

بگلشن[55] خانهٔ خلوت* شب دوش — که با غم خفته بودم در یک آغوش

یکی خواب عجیبم روی بنمود — که سهمش حیرت اندر حیرت افزود

(۲۱۸ ب) چنان دیدم که چشمم غرقِ خون بود — سراپا[56] پیکرم زنگار گون بود

بدین[57] تقریب ناگه جستم از خواب — تو گوئی زد قضا بر دیده ام آب

یقینم شد که پایم در رکابست — سفر تعبیرِ این آشفته خواب است

فلک در خاطرش می گردد این عزم — که چندی سازد[58] م محروم ازین بزم

کدامین بزم بزمِ عیشِ خانی — که بادش بخت دایم در جوانی

فلک روبد بمژگان[59] خاکِ راهش — کند در سرمه دان گردِ سپاهش

تن[60] اندر جوشن سیماب سیمای — سر اندر مغفرِ خورشید اندای*

اتاقه عنبر افشان بر سرِ خود — چنان کز فرقِ مجمر کاکلِ عود[61]

چهار آئینه بر تن داده ترتیب — همه خورشید پیکر ماه ترکیب

کسی فتح از هر طرف چون آیدش پیش — دران آئینه بیند صورتِ خویش

فلک قدرا بقایت جاودان باد — همیشه شاهدِ بختت جوان باد

---

[51] آ: ترجیح [52] معلوم است که خاله زاده اش حکیم رکنا در عهد اکبری وارد هند شده بود، و تا عهد شاهجهانی همان جا مقیم بود کما مر ظاهرا این هم از محرکات ورودِ طالب به هند بوده باشد [53] در آ: مثل متن؛ ما بغیر نقاط [54] از مراجعت به نسخهٔ خطی دیوان طالب آملی که در کتابخانهٔ رامپور است (نمره ۳۵۲) معلوم می شد که مولف میخانه این مثنوی را بحذف کثیر درج کرده است [55] دیوان: بخوت (بخلوت) خانهٔ گلشن الخ [56] آ: سراء، تصحیح از روی دیوان و آ [57] دیوان: دران آشوب ناگه [58] دیوان: خواهدم [59] دیوان: ز مژگان [60] این بیت را در دیوان ندارد، [61] آ: دود،

ذکر
سرغزلِ دیوان نکته دانی طالب[1] مازندرانی

آن نادرهٔ عصر فریدِ زمان و وحیدِ دورانِ خود است، آن قدر اهلیت و استعداد که با او ست
با دیگر شعرای این ایام نیست، مولدِ آن سرغزلِ دیوانِ نکته دانی از آمل مازندران است
در وطنِ خود بسنِ رشد و تمیز رسیده و در مقامِ انتظام[2] نظم شده تا سررشتهٔ آن بدست
آورده است، در اوّل جوانی و نوبهار زندگانی از مسکن خروج نموده بدار المومنین
کاشان[3] آمده و در انجا متوطن شد و تاہل اختیار کرد ابتدای نشو و نمای او در شهر مذکور
واقع شد و از ان بلده به تقریبی که تحریر آن مناسبتی به سیاق این اوراقِ پریشان
ندارد (۲۱۸ ا) بدر آمد، بعد از اندک تردّدی بشهر مرو رفت و چندی در خدمتِ
ملکش[4] خان که از جانب جمجاه انجم سپاه شاه عباس حسینی صفوی حاکمِ آن دیار بود
بسر برد، و قصایدِ غرّا در مدح ممدوحِ خود منظوم ساخت، بعد از انقضاء آب
خورد هوای سیرِ دار الامانِ هندوستان که نشو و نما دهندهٔ هنرمندان است در
سر او جلوه گر شد و سودای این سرزمین که خانهٔ عافیت خردمندان است او را
بر سفر آورد، طالب مثنوی در بحرِ خسرو شیرین بنام ملکش[4] خان تمام گردانیده
دران نظم این مضمون باد رسانید که ارادهٔ دیدنِ وطن کرده ام امیدوارم که خانِ عالی
شان مدّاح خود را دوست کام رخصت فرماید تا چند روزی برادران و یارانِ خود را
دیده باز بملازمت معاودت نماید، آن خان عالی شان این بلبلِ هزار داستان را آدمیانه

---

[1] در فهرست باتکی پور نام و نسبتش محمد طالب آملی آورده است [2] ن: انتقام [3] ظاهرا ورودش به کاشان بنا بر قرابتی بود که بحکیم نظام الدین علی کاشی والد حکیم رکن الدین مسعود (حکیم رکنا) کاشی داشت حکیم علی مذکور شوهر خالهٔ طالب بود (رجوع کنید

سزد آنان که علم[۱] مهر خوانند	درین فنّ وحید الدهر[۲] دانند
نباشد بیوفائی در بساطم	وفا یک گل بود از اختلاطم

(۲۱۹ ب) القصه چون میان این کمترین و آن زبدة المتاخرین صحبت منعقد شد این دو رباعی را که دران ایام تازه گفته بود برین ضعیف خواند رباعی

بر من گل خون شگفت از شبنم صبح	داغ دگرم تازه شد از مرهم صبح
تا صبح دمید غوطه در خون خوردم	گویا دم تیغ بود بر من دم صبح

ولہ

شوریست نهاده[۳] رو چه در شهر چه ده	بر قوس[۴] قزح زمانه می بندد زه*
دارد[۵] بسر ایّام یکی فتنه که باز	ابروی کمان می جهد و چشم زره*

تکلّف برطرف که این دو رباعی را بی نهایت خوب گفته است و ازین بابت ابیات خوب بسیار دارد،

امّا چون چند روزی دران ایام در آگره ماند خواجه قاسم دیانت خان[۶] دو کلمه سفارش درباب او بخان عالی شان تهمتن معرکه رزم جنگ عبد[۷] الله خان بهادر فیروز جنگ نوشت و آن عزیز را بخدمت آن خان بلند همّت فرستاد، چون طالب بمطلب رسید خان فیروز جنگ آن قدر مروّت و مردمی بدو نمود و آن مایه احسان و انسانیت باو فرمود که درین جزو زمان از کم کسی آید،

بعد از مدّتی به تقریبی که سبب آن برین ضعیف ظاهر نیست مفارقت از خدمت آن خان عالی شان اختیار نموده بدار الخلافه آگره آمد و در مقرّ سلطنت جهانگیری بشرف خدمت مسند (۲۲۰ ا) آرای سریر وکالت و زینت دهنده کرسی وزارت وزیر اعظم دار الامان مدار المهامی فرمان روای هندوستان اعتماد[۸] الدوله العلیه العالیه که درین

۱؎ دیوان: عصر؛ ۲؎ آ: دهر — دیوان: دانند بجای خوانند و برعکس، ۳؎ آتشکده (ص۵۶): قناده (نهاده؟) سر ۴؎ در دیوان مصرع ثانی این طور است: گردون بکمان فتنه می بندد زه، در آتشکده مثل متن ۵؎ آتشکده: دارم ...... زره (مصحفاً)، ۶؎ ظاهراً این دیانت خان قاسم بیگ است که ترجمه اش در مآثر الامراء ۲ ص... موجود است اما آزاد در خزانه (ص۳۰) او را دیانت خان

یکی بر حرفِ طالب گوش بکشای	[۵۱] ز گوهر* گوش را آغوش بکشای
اگر لطفِ تواش دستور بخشد	چو خور کو ذرّه را نور بخشد
عنان سوی وطن تابیده چندی	کند خویشانِ خود را ریشخندی
دو روزی با غمِ آشنا[۵۲]یان سر آرد*	دگر رخ [۵۳] را بسوی* این در آرد [۵۴]

(۲۱۹ ا) امّا چون طالب از ملکش خان جدا گردید اوّل [۵۵] بار بقندهار آمد، دران ایّام میرزا غازی ترخان از جانب خدیوِ جهانگیر کشورکشا شاه نورالدین جهانگیر بادشاه حاکم قندهار بود او را در خدمت خود نگاه داشت و در رعایتِ خاطر او کوشید، چون زبدهٔ دودمان ترخانیان در قندهار از دست ساقیِ اجل ساغرِ مرگ گرفت آن بلبلِ دستان سرا در همان سال که سنه عشرین و الف بود بدارالخلافه آگره آمد، این ضعیف را مرتبهٔ اوّل در هند دران ایّام با او ملاقات واقع شد، جوانی دید بانواعِ هنر آراسته، عزیزی ملاحظه نمود باصنافِ سخنوری پیرا[۵۶]سته، در فنِ شعر از امثال و اقران ممتاز، و در علم سلوک و مردمی بی انباز، چنان زود آشنا و خلیق که درین فن نیز [۵۷] عدیل نداشت و در سخن فهمی و انصاف بمرتبهٔ مقیّد که دقیقه فروگذاشت در ادراک نمودنِ ابیاتِ صغیر و کبیر نمی نمود، در مثنوی خویش دو سه بیت در درست آشنائی خود بیان فرموده حقّا که حالی اوست و دران تکلّفی نه کرده است، آن ابیات این است،

مثنوی [۵۸]

کتب طی کرده ام در دوستداری	یکی علّامه ام در علمِ یاری

[۵۱] دیوان: به گوهر [۵۲] دیوان: ایشان بر آرد [۵۳] دیوان: سوی طوف [۵۴] در ”آ“ بعدش افزوده: [و] این رباعی را هنگام خروج نمودن از مرو شاه جهان [و] عازم هند شدن گفته است رُباعی طالب گل این چمن به بستان بگذار بگذار که می شوی پشیمان بگذار هندو نبرد تحفه کسی جانب هند بختِ سیه خویش با یران بگذار [۵۵] ازا رجوع کنید به سرو آزاد ص۴۲ که ذکر قصیدهٔ می کند که طالب در مدح مرزا غازی نوشته و ”دران قصیده رفتن خود از هند پیش میرزا مفصل بیان می نماید“ همین مصنف در خزانه (ص۳۰) گفته است که طالب ”وز آغاز زمانهٔ شباب وارد هند شده“ (نیز به بینید ماثرالامرا ۳ : ۳۴۷) [۵۶] مبتلامی گوید که طالب خطوط را خوب می نوشت و اکثر اشعارش در کمال تازگی و روانی واقع شده [۵۷] در ”آ“ ”نیز“ را ندارد [۵۸] اقتباس از بیان مثنوی که در مدح ملکش خان است،

ساقی[1] نامه طالب آملی

ذکر

ملک الشعراء خراسان میرزا فصیحی[2]

آن زبدة المتاخرین و آن افصح المتکلمین سرآمد مستعدان این جزو زمان و فصیح ترین

---

[1] در دیوان هم ساقی نامه یافته نه شد، [2] اسکندر منشی (عالم آرای ص۶۹۶) نوشته است که میرزا فصیحی هروی،

اجلهٔ سادات واشراف و اعیان آن ولایت و منتسب بسلسلهٔ علیهٔ انصاریه بود، نسب فصیحی به خواجه ابو اسمعیل عبدالله انصاری هروی المتوفی سنه ۴۸۱ه می رسد که ترجمه اش در هفت اقلیم درج است (نیز رجوع کنید به خوشگو در

فهرست بادلی نمره ۶۲۵ عمود ۲۳۳ و مراة آفتاب نما و فهرست بانکی پور ۳ : ۷۰) ، در سرو آزاد (ص۵۰) هم می گوید که فصیحی از اعیان سادات هرات بود،

ایّام خجسته فرجام رای عالم آرایش شمع شبستان مملکت شاهنشاهی، و فکر صواب اندیشش کلید عقده کشای جهانگیر بادشاهی است مشرّف شد، آن مبارک وزیر، همایون مشیر، طالب آملی را در خدمتِ خود نگاه داشت و در صددِ تربیتِ او شد تا نشو و نما یافت، بعد از اندک ایّامی خود باعث ازدیادِ رُشد طالب گردید و او را داخلِ بساط بوسانِ محفلِ عظمت و شوکتِ بادشاهِ جهان پناه، آسمان جاه، سلیمان دستگاه، شاه نور الدین محمد جهانگیر بادشاه گردانید، آن منتخب نکته سنجان در اندک زمانی جوهرِ خویش بر فرمان روای دار الامان هندوستان و شهریار جهان بخش جهان ستان ظاهر ساخت تا در سنه ثمان عشرین و الف[1] این شهنشاه گردون اساس و این بادشاه جوهر شناس طالب را از امثال و اقران برگزیده بخطاب ملک الشعرائی مفتخر و سرافراز گردانید الحال بدولتِ این خسروِ غریب دوست، مسکین نواز، و این خورشید ذرّه پرور از همه چیز بی نیاز سر آمدِ سخنوران و برگزیدهٔ (۲۲۰ ب) نکته پروران است[2]،

الهی بطبع مشاطگانِ سخن و دیباچه آرایانِ صفحهٔ کهن که تا زبان سخن در کام جنبان و بنانِ قلم در کفِ نقشبندان است همواره گلشن اقبال این شهریار نامدار را از صرصرِ حوادث در حفظ و امانِ خویشتن داری، و همیشه ذات ملکی صفاتِ این جهانگیرِ جهان دار را از جمیع آفات مصون داشته بر سریر سلطنت متمکّن داری

لمؤلفه

خداوندا بطبعِ اهل دانش	بنورِ دیدهٔ اصحابِ بینش
بآن عشقی که دادی عاشقان را	بعرفانی که دادی عارفان را
که شه را چون سخن پاینده داری	چو نامِ نیک دایم زنده داری

---

[1] در ۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۸ء که سال چهاردهم جلوس جهانگیری بود (توزک جهانگیری: - ترجمهٔ راجرز و بیورج ۲: ۱۱۷) ۵۲ در آ ندارد،

[2] ۵۳ طالب در عین شباب در ۱۰۳۵ھ یا بقولی دیگر در ۱۰۳۶ھ فوت شد، "حشرش بعلی ابن ابی طالب باد" تاریخ شد، بقول ریو (۲: ۶۷۹) کارش در آخر ایّام حیات او به جنون انجامید، صاحب سرو آزاد (ص ۴۴) می گوید که ستی النسا همشیرهٔ طالب در عهد شاهجهان مدار المهام

ایزدِ بیچون و الطاف بی نهایتِ کن فیکون خدیوِ کامگارِ کشور داده گستری، خسروِ نامدارِ جهانِ دانش پروری، فروزندهٔ چراغ خانی، فرازندهٔ چترکیانی، الخاقان ابن الخاقان[1] کمال الدین عبد الله خان[2] فرمان روای باستقلالِ توران شد و خراسان به تصرف آن شهریارِ نامدار در آمد مولانا ابو المکارم را و اعظم هرات ساخت آن منتخب اہلِ دانش حسب الحکم خان بن خان، فرمان روای توران باکوچ و بنه بهراة در آمد، دران ایام فصیحی ده ساله بود که پدرش بشهر مذکور در آمد، در آن بلده دلپذیر بغایت زود نشو و نما نمود و بمرتبهٔ شهرهٔ آفاق شد که مردمِ اہل از نزدیک و دور در سنین و شهور بدیدنِ او می آیند و ازو شعر بالتماس می گیرند، و حکامِ خراسان همگی در اعزاز و احترام او می کوشند و خاطر جوئی آن سرآمد مستعدان می نمایند و دقیقهٔ در مراعات خاطرِ او فرو گذاشت نمی نمایند،

بر اہلِ دل پوشیده نماند که چون ملک خراسان تسخیرِ شاه (۱۰۲۲) عالمیان پناه فریدون فر، خسروِ جمشید جاه سکندر ظفر، طرازِ کسوتِ فرمان روائی، نگینِ خاتم کشورکشائی، شمعِ دودمانِ نبوی، شاه عباس حسینی صفوی گردید فصیحی دران ایام بسعادتِ ملازمتِ آن خسروِ ستاره سپاه مستسعد گردیده در رکابِ آن بادشاهِ مریخ صولت بدار الموحدین قزوین آمد و بعد از اندک استقراری از شاه مرخص شده بهرات معاودت نمود، بر ضمیرِ منیر و خاطرِ خطیرِ هنرمندان مخفی نماند که آن افصح الفصحا بغایت صاحب مشرب واقع شده[3] و با هر طایفه آمیزشی دارد، اکثر اوقاتش بصحبت مردمِ خوب و مجالستِ یارانِ مرغوب صرف می شود و همیشه بعشق و عاشقی می گذراند و یک آن خالی از محبت نمی باشد، اکثر سخنانِ او شور انگیز و اغلب منظوماتش دلاویز است مضمون یکی ازین رباعی عروسی از عروسانِ پرده نشینِ شبستانِ خیالِ آن افصح المتکلمین است که در

---

[1] آ: ابن خاقان، م: الخاقان [2] آ: خاقان، م: خان، [3] این عبارت را برحاشیه آ غیر کاتب اصل بوقت تصحیح افزوده است،

شعرای خراسان است، دبدبهٔ سخنوری و کوکبهٔ نکته پروری آن نادرهٔ عصر عالمگیر شده

اقسام اشعارش بی نظیر و اصناف سخنانش دل پذیر است، لمولفه

سخنانش متین و رنگین است   همچو آب حیات شیرین است

بر ارباب دانش و اصحاب بینش پوشیده نماند (۲۲۳ ا) که مولف این تالیف

بخدمت آن سرآمد نکته سنجان نرسیده ولیکن احوال ایشان اباً عن جدٍّ از عزیزی

که مدّتها با آن یگانهٔ زمان محشور بوده از روی تاکید استفسار نموده درین اوراق پریشان

ثبت نمود امید که سهوی واقع نه شده باشد،

بتحقیق پیوسته که تولد جدّ میرزا فصیحی مولانا میرجان در موضع اسفرغابد

که متعلق به جام است واقع شده و آن عزیز در وطن خود بسن رشد و تمیز رسیده

و یکی از فضلای نامدار روزگار گردیده،

در وقتی که خان بن خان، فرمان روای توران، عبید الله خان تسخیر ممالک خراسان

کرد هنگام معاودت بمقرّ سلطنت چند تن از فضلا و فصحای ولایت مذکور انتخاب

نموده همراه خود به بخارا برد یکی ازان عزیزان مولانا میرجان بود چون مولوی

مذکور در بخارا رحل اقامت انداخت و شهرهٔ آفاق گردید دران دیار

احوال اصحاب صدر صُفّه صفا، و بدر خطّهٔ وفا، امین وحی الٰهی حضرت رسالت

پناهی صلّی الله علیه وسلّم را همگی فراهم آورده به بیاض برد و نام آن تالیف را

روضة الاصحاب قرار داد، الحال آن نسخه دران ملک و در خراسان درمیان

مردم هست، بعد از اندک ایامی که مولانا میرجان در بخارا قرار گرفت پدر میرزا

فصیحی مولانا (۲۲۳ ب) ابوالمکارم در شهر مذکور از عدم بوجود آمد، و در خدمت

پدر تربیت یافت، و بمانند پدر فضیلت مآب شد، و دران بلده تاهل اختیار کرد

وحق تعالی فصیحی را دران شهر بدو عطا فرمود، امّا در ایامی که از عنایت بی غایت

او را محبوس گردانیدند فصیحی این رباعی را بجهت آن قضیه برشتهٔ نظم درآورده است رباعی

با یار بسیر هند آماده شدم | برگشتم وزین تعلق آزاده شدم
(۱۲۵) نارفته بهند واژگون شد کارم | آن ماه مخطط شد و من ساده شدم

بعد از اندک ایامی حسین خان ازین ادای ناخوش خود نادم و پشیمان شد و آن نکته سنجان را از قید بر آورد و در تلافی بی اعتدالی خود کوشید

و بتحقیق پیوسته که در سنه سبع و عشرین و الف خسرو فریدون فر جمشید جاه شهریار بلند اقبال جهان پناه شمع دودمان نبوی، شاه عباس حسینی صفوی فصیحی را دیگر باره منظور نظر کیمیا اثر خود نموده بعنایت خسروانه و اعطاف بادشاهانه سرافراز فرموده است، الحال در عراق و خراسان فصیحی را نادرهٔ زمان و فرید دوران می دانند[1]، دیوانی ازان عزیز در[2] دار الامان* هندوستان بنظر این محقر در آمد، عدد ابیات آن از قصیده و غزل وغیره همگی چهار هزار و پانصد بیت بود[3] و ساقی نامه در بحر مثنوی دران اشعار نبود و بر بانی می خانه ظاهر نشد که آن عزیز ساقی نامه ترتیب داده یا در فکر آن نیفتاده است چون مشار الیه یکی از سرآمد مستعدان خراسان است بنابر ضرورت بی واسطهٔ ساقی نامه شمهٔ از احوال او مرقوم قلم شکسته رقم گردانیده ترکیب بندی که بروش ساقی نامه گفته از اشعار دلپذیرش بعوض ساقی نامه بر بیاض برد امید که منظور نظر اهل هنر گردد،

---

[1] اما رجوع کنید به عالم آرای (ص ۶۹۶) که در ذیل حوادث سنه ۱۰۳۱ نوشته است که شاه عباس باثنای قیامش در دار السلطنت هرات به صحبت فصیحی مسرور گشته او را تکلیف موافقت فرموده او آهنگ عراق ساز داد و اکنون از هم صحبتان بزم مقدس است، و همین است حاصل قول تقی اوحدی که در سرو آزاد (ص ۵۸) منقول است، معلوم است که حسن خان شاملو در سنه ۱۰۲۶ والی خراسان مقرر شد و فصیحی با او صحبت داشت گوئیا بتوسط او مورد الطاف شاه شده بود،

[2] بقول سرو آزاد (سپرنگر ص ۱۵۱) فصیحی در سنه ۱۰۴۶ وفات یافت اما صاحب فهرست بانکی پور نقل کرده است که درویش واله "بگو فصیحی آزاده سوی جنت شد" را تاریخ یافته که ۱۰۴۹ ازو بر می آید و چون واله از شاگردان فصیحی بود قول او درین باب راجح است، [3] ۳ از ن افتاده است ۴ آ: محقر،

صفتِ حسن و جمالِ دلستانی و در وصفِ خط و خالِ نوجوانی که گرفتارِ او بوده بر روی کار آورده است، رباعی[1]

ای روی ترا ترجمه در دین مصحف	وز خال و خطت یافته تزئین مصحف
یک نقطهٔ سهو در همه روی تو نیست	گویا بخطِ مصنّف است این مصحف

این دوبیت نیز از اشعار مشهورِ آن سرغزلِ دیوانِ نکته دانی است رباعی[2]

فردوس سازِ کلبهٔ پُر دودِ آتشم	بارِ[3] اگر زیان خودم سود آتشم
خارِ ترم که تازه زباغم درودهٔ اند	محرومِ بوستانم و مردودِ آتشم*

(۲۲۴ب) بر رایِ انور و ضمیرِ ضیا گسترِ اربابِ هنر پوشیده نماند که در سنه اثنی عشرین و الف فصیحی از برای سیرِ دارالامان هندوستان با مطلوبِ خود از هرآت فرار نموده[4] روانهٔ قندهار شد، حسین خان شاملو از جانبِ جمجاهِ انجم سپاه شاه عباس حسینی صفوی بیگلربیگی خراسان بود ازین مقدمه مخبر گردید، از کمین ویسار سواران تعین کرد و بطلب آن افصح الفصحا فرستاد تا او را بدست آورده عود نمایند، آن جماعه فصیحی را نیافتند ولیکن جمعی از ترکان که باعثِ این شده بودند که آن عزیز را بهند برند و ایشان بهمراهِ او بدارالامان روند همان طایفه او را دستگیر کرده بهراة پیشِ خانِ مذکور آوردند، حسین خان بر سر شدّت آمد و آن نادرهٔ زمان را درمیانِ امثال و اقران بی عزّت گردانید، زبانِ روزگار مناسبِ حالِ آن سخنورِ خورشید اشتهار بدین مقال مترنّم گردید بیت

هنر پیشه بیند نگیتی الم	خورد شاخِ پُر میوه سنگِ ستم

گویند که خان شاملو فرمود تا اوّل ریشِ آن محبت کیش را تراشیدند و بعد ازان

---

[1] فهرست بانکی پور ۳ : ۷۳، [2] آ: بیت [3] در آ این سه مصراع را ندارد ـ بیت ثانی در آتشکده (ص۱۳۱) و مخزن الغرایب مثل متن، در سرو آزاد بریده بجای درودهٔ، [4] بقول سپرنگر (ص۳۹) بجالِ [illegible]

اثر[1] در گریه و گلزار نشاط — دهن از خنده رسد تا لب[2] گوش

نگه از[3]* ذوق چنان رفته زخویش — که کشیدیش مژه ها دوش بدوش*

مطرب[4] ا سینهٔ تاری بخراش — بلبل باغ نشاطی بخروش

زنده کن[5]* تار بمضرابی چند — که رگ مرده بود تار خموش[6]

دو[7] جهان* را بنوای مستان — ناله را بدو عالم مفروش

خوش هرائیست حزینم مپسند
طرفه فصلی است بزن راهی چند

این[1] چه* فردوس طرب فرجام است — که در آن خاک سیه*[2] گلفام است

چون[3] سموم از غم آن باغ بهشت* — رنجه[4] دایم ز تب سرسام است

بی سبب مرغ صفیری زد[5] دوش — که بهین جنت دنیا شام است

بانگ[6] زد بانگ* که ای خام نوا — آخر این خود دم بی هنگام است

در هری دم زدن از خوبی شام — سجده در کعبه بر اصنام است[7]

بیش ازین نیست بهم نسبت شان — که هری صبح بود این شام است

آن ولی شام غم دوران است — این صبوح طرب ایام است

خاصه امروز که از دولت خان — صاف عیش ابدش در جام است

خان جم جاه فلک قدر حسین
ای ز عدل تو خراسان بازین[8]

---

[1] از آ و دیوان [2] دیوان: بر [3] در لفظ اصل از آ، در دیوان متن این بیت مختلف است این طور: تا که کن (نگهی کن؟)، که چون گلستان را خون دل جوش زند تا بر دوش، [4] آ: خروش، دیوان مثل متن [5] دیوان: بود خاک طرب [6] دیوان: او باد [7] آ: ان ته، تصحیح از روی دیوان و آ [8] آ: زدو [9] دیوان: باغ زد خنده — دیوان چه (بجای خود) [10] بعد ازین بیت در دیوان افزوده است: این بهشت است که در ساخت او شام چون بادخزان گمنام است [11] دیوان: نازین،

ترکیب بند مرزا فصیحی

ساقیا آن قدحِ نور بیار | آن چراغِ دلِ منصور بیار
آن شفای تنِ[1] رنجور بده | کیمیای دلِ معمور بیار
جرعهٔ در قدحِ خاور ریز | محکِ حوصلهٔ طور بیار
سروِ نوخاستهٔ[2] خلد توئی | روی آراستهٔ حور بیار
صاف تر از نفسِ عیسیٰ کن | اگرم تر از دلِ منصور بیار

که بهار آمد و نوروز رسید
عیش با[3] طالعِ فیروز* رسید

آن می صاف که بی[4] صوفی روح | یافت در خلوت معشوق[5] فتوح
می[6] توان* کرد ز بس پرتوِ آن[7] | در دل تیره شبِ هجر صبوح
از[8] فروغش* شده بی منّت چشم | در گلزار تماشا مفتوح
ساقیا زان گهرین جام کز دست | غرقهٔ شرم اند کشتی نوح
جرعهٔ[9] بخش که ز اسباب جهان | سینهٔ دارم (و) آن هم مجروح*

روزگاری ست که ماتم زده ام
چون سرِ زلف تو برهم زده ام

نوبهار* ست و چمن جلوه فروش | گل و بلبل همه در جوش[10] و خروش

(بقیه حاشیه ص۳۹۳) از ین موضع تا آخر صفحه عبارت متن را بر حاشیه نوشته است و از بعضی جاها الفاظ از حاشیه ساقط شده، متن را با آ و نسخه خطی دیوان فصیحی (تحریر ۱۰۲۵ھ) که در کتاب خانهٔ رامپور محفوظ است مقابله کرده جبر آن نقصان کرده ام، و اختلافات را هم ضبط نموده ز حاشیه ص۳۹۴ ح۱ دیوان: دل ح۲ دیوان: نوخواسته ح۳ از آ و دیوان ح۴ دیوان: با ح۵ آ: معشوق، آ: عشاق ح۶ دیوان: بکشم، ح۷ دیوان: او ح۸ این بیت را در دیوان ندارد، لفظ جرعه از آ منقول است، ح۹ از دیوان، آ: نوبهاری ح۱۰ در دیوان «و او» را انداخته است،

شیراز در خدمتِ محمد قلی خان پرناک بسر برده باز بوطن خود معاودت نموده است، عزیزانی که درین ایامِ خجسته فرجام تازه از ایران آمده اند میگویند که الحال (۲۲۶ ا) در مسکنِ خود ساکن و در وطنِ خویش متوطّن است، والعهدة علی الرّاوی،

دیوانی ازان عزیز در هند* بنظرِ مسوّد این اوراق پریشان در آمد قریب به پنج هزار بیت بود، اکثر اشعارِ آن دیوان رنگین و متین است،

ساقی نامه مولانا ذکی همدانی

دلا تا بکی بی می لاله گون — چو نرگس بود جام عیشت نگون

زمانه ز بندِ غم آزاد شد — جهان رکش جبلّی است غم[1] شاد شد

تو زین قیدِ محنت نرستی هنوز — بزندانِ غم پای بستی هنوز

نه تنها ز خوش حالیت کام نیست — بکنجِ غمت نیز آرام نیست

نه منت توان گفت نی هوشیار — نه صیدِ خزانی نه مرغِ بهار

کنون کز نشاطِ هوا در چمن — طرب ریزد از خندهٔ یاسمن

اگر بلبلی کو غزل خوانیت؟ — وگر جغدی کو ذوقِ ویرانیت؟

گل از انبساطِ میِ لاله گون — تبسم کنان از گل آید[2] برون

ز حسرت چنان سینه ها گشته پاک[3] — که بی داغِ دل لاله روید ز خاک

گره در دلِ غنچهٔ غم نماند — شکن در سرِ زلفِ ماتم نماند

تو چون غنچه تا کی نشینی دژم — فرو برده سر در گریبانِ غم

(۲۲۶ ب) بگل بین که تا سر زد از جیبِ خاک — چنان پیرهن کرد مستانه چاک

۱ در آ ندارد ۲ آ: آمد ۳ آ: چاک،

ای جهاندارِ جهانگیر مدار | مهر عدلِ تو فلک را معمار
ای جهان از تو همه دم نوروز | وی هرات از تو همه روز بهار
دوش با دستِ تو همت می گفت | کای ترا ابرِ سخا دریا بار
آفتابِ فلک جودی لیک | این قدر گرم مشو در ایثار
گر همه خود کفِ خاکیست جهان | دیدهٔ دشمنِ خان[۱] راست بکار
لجهٔ دستِ تو زد[۲] موجِ عتاب | کای فرومایه[۳] ز خود شرم بدار
تهمتِ دیده بران قوم مبند | که ندانند ز هم لیل و نهار
کوری دیدهٔ خفاشان را | خصمی مهر بود آئینه دار

تا بود این چمنِ کون و فساد
دهر بی[۴] شاه و دهری بی تو مباد*

ذکر
عندلیبِ گلشن[۶] معانی[۵] مولانا ذکی[۷] همدانی

رتبهٔ سخنوری و مرتبهٔ نظم گستری مولانا ذکی از ساقی نامهٔ که درین تالیف بر بیاض می رود ظاهر می[۸] شود، مولدِ آن عزیز از همدان است پارهٔ سیر عراق کرده و چندی در

---

۱ در مآ فقط: جان ۲ دیوان: در ۳ دیوان و مآ: تنک مایه ۴ آ: پی و شاهی و دهری تو مباد، تصحیح از روی مآ و دیوان، ۵ در آ لفظ «معانی» نیست، از روی مآ افزوده شد ۶ مآ ک: بجوانی
۷ در مآ بعدش افزوده: که پایه نکته وری او تا کجاست، و در آ: که نکته پروری او تا کجاست، اما این الفاظ را در آ به «لا» و «الی» منسوخ کرده،

دلش بحری از معرفت موجزن ... ولی مهر خاموشیش بر دهن
صراحی بت گردن افراخته ... بیک خنده کار دلم ساخته
قدح بخت مست کف کرده لب ... بر و محمل نوعروسی عنب
درین مجلس از شور رندان مست ... رسد شیشهٔ آسمان را شکست
جهان بندهٔ می پرستان او ... فلک حلقه گوش مستان او
گروهی دل آسوده از بیش و کم ... نه خوشدل ز شادی نه غمگین ز غم
تهی دل ز اندیشهٔ خیر و شر ... نه امید نفع و نه بیم ضرر
ندارند هیچ آشنائی بکس ... همین جام و ساقی شناسند و بس
ز اقبال مستان این انجمن ... رهائی توان یافت از خویشتن
(۲۲۷ ب) چو در کوی مستانت افتد گذار ... ز راه تو مستانه خیزد غبار
درین انجمن ساقی بیوفاست ... که در جام او باده از خون ماست
نریزد ته جرعهٔ بر دیگری ... که پرخون نسازد مرا ساغری
نگردد بقتل کسی کینه کوش ... که از رشک خونم نیارد بجوش
اگر دوست با[1] غیر اگر دشمن است ... همه بهر آزار جان منست
سرم خاک جولانگه باد اوست ... دلم وقف رندان بیداد اوست
ترحم ز بیرحمیش منفعل ... ستم از ستمگاریش داغ دل
تمنایش غارتگر جان من ... غمش کارفرمای افغان من
بت من که سوزش دل مایل است ... بدان گونه بیرحم و سنگین دل است
که چون گردم از جور او گریه ناک ... شود سنگ هر قطره کافتد بخاک
چو از کینه خواهش بی ادب ... شود نرگس مست جام غضب

[1] آ: با غیر یا ،

ز گلبانگ مستان چمن مست شد / صبا دستی افشاند و از[1] دست شد
مگر طفل شبنم ز می زاده است / که در مهد گل مست افتاده است
هوا را رطوبت بجای رسید / که بی ابر آب از هوا می چکید
رطوبت لب خود چنان می مکید / که آب از دهان هوا می چکید
نسیمی که آید ز اطراف کشت / زند نیش بر جان باغ بهشت
غباری که خیزد ز خاک سیاه / دهد روسفیدی بخورشید و ماه
چنین فصل باشد بر اهل صلاح / می لعل چون آب کوثر مباح
نسیمی که از خاک مستان وزد / دماغ دل هوشیاران گزد
گلی هم کزان باغ سر بر زند / شود مست هر کس که بر سر زند
هوا مست و[2] گل مست و گلزار مست / تو مخمور تا چند خواهی نشست
نشد وقت آن کز می خوش گوار / فروشوی از سینه گرد غبار
بمی خانه آئی و ساغر زنی / گل عیش چینی و بر سر زنی
چه می خانه خلد تمنا فریب / هوس از تمنای او ناشکیب
جهانی نه در صورت آب و گل / درو باشش اندوده جان و دل
(۲۷۷ الف) نهفته در آب و گلش خرمی / چو در باده کیفیت بی غمی
دران گلشن از بس بود دلگشای / دل غنچه هم رسته از تنگنای
اگر غم دران کوچه یابد وطن / ز بس خوشدلی گم کند خویشتن
درو نالهٔ چنگ و فریاد نی / زده آتش شوق در جان می
خم باده چون سینهٔ می فروش / ز بس گرمی سر وحدت بجوش
حکیمست خم طول عمرش هوس / که دارد پی عمر پاس نفس

۱ آ: در ۲ واو را در آ ندارد ۳ ازین موضع یک ورق از آ افتاده است،

من آن غنچه ام کز هوای چمن — شگفتن نداند دل تنگ من
شود روشن از دود دل جمع ما — بود تیرگی پرتو شمع ما
مرا خود سر هوشیاری نماند — دل و تاب پرهیزگاری نماند
جوانی[1] ز دلتنگی ام پیر شد — نفس در دل من نفس گیر شد
میئی[2] ده که بازم جوانی دهد — پس از مردنم زندگانی دهد*
شود[2] گر خیالش رسد در ضمیر — مزاجم بدانگونه صحت پذیر*
که بیماریم تندرستی شود — خمارم مبدّل به مستی شود
بیا ساقی اکنون که بی وصل یار — چو شب روز امید من گشت تار
بده قُرة العین انگور را — چراغ دل آتش طور را
که اندر[3] شعاعش دل افروز من — بیک لمعه روشن کند روز من
بیا ساقی آن آب آتش نهاد — کز و در دل سنگ آتش فتاد
چه شد کآشنائی فراموش شد — نگه با تغافل هم آغوش شد
وفا پا بکوی تنزّل نهاد — نگه رو براه تغافل نهاد

ذکر
میرزا ملک مشرقی

جوانی است صاحب فضیلت و خوش طبعی است منشی طبیعت، ابیاتش اکثر
خوش لفظ و معنی واقع شده و در نثاری هم تمام عیار است، تولّدش در

---

۱ آ: جهانی ۲ در آ ندارد ۳ آ: گردد، ند آ غالباً 'گردد' را حک کرده مبدل به 'اندر' کرده است،

تمنا بمیرد در آغوشِ دل　　هوس بر زمین افتد از دوشِ دل
چو در مجلس آمد صراحی بدست　　بیک جرعه او توبه را سر شکست
بکیفیّتی در سخن لب کشود　　که شد مست هرکس که حرفی شنود
می در قدح داشت کز عکسِ آن　　کند شامِ غم خیره بادِ جهان
(۲۲۸ا) شرابی فروزان چو نارِ خلیل　　ولیکن گواراتر از سلسبیل
ز بویش پراگنده دل بوی باغ　　خراب از نشیمن صبا را دماغ
بظلمت زدائی چو نارِ کلیم　　بروشن دلی چون درونِ حکیم
بچشم چو عکسش نمودار شد　　نگاهم چراغِ شبِ تار شد
اگر خاک ازین باده لب تر کند　　گل از خاک مستانه سر بر کند
چو آید خیالش مرا در گمان　　دهد روشنی مغزم از استخوان
دماغی که بوی برد زین شراب　　دگر هوشیاری نه بیند بخواب
اگر مستِ این مَی رود زیرِ خاک　　ز خاکش نروید بجز جانِ پاک
نسیمش چو در مغز پیچد دمی　　معطّر کند عرصهٔ عالمی
چو بردارد این شاهد از رخ نقاب　　تجلّی کشد پرده بر آفتاب
خیالش چو روشن کند سینه را　　نفس صیقلی گردد آئینه را
زمین گر ازین می شود جرعه چین　　شوی مست چون پا نهی بر زمین
حریفی کزین مَی کشد نیم جام　　تواند ز گردون کشید انتقام
مرا جامِ غم ساغرِ عشرتست　　میی لعل خونابهٔ حسرتست
می شادیم نشّهٔ غم دهد　　گلِ شورِ من بوی ماتم دهد
(۲۲۸ب) زند آب آتش بباغِ دلم　　ز روغن بمیرد چراغِ دلم
بده ساقی آن مرهمِ سینه را　　همان باقی دُردِ دوشینه را

او* تا حال آنچه در عراق اشتهار یافته قریب بچهار هزار بیت باشد، فامّا ابیاتِ او در هندوستان چندان منتشر نگشته،

بر رای انور ارباب هنر پوشیده نماند که چون میرزا ملک مشرقی در فنِّ املا و انشا، مهارتِ تمام داشت[1]، بنابران خلاصهٔ دودمانِ نبوی شاه عباس حسینی صفوی آن مجموعهٔ فضیلت را منشی رکابِ ظفر انتساب خود ساخت، الحال در خدمتِ جم جاه انجم سپاه بدان خدمت اشتغال دارد[2]، حق سبحانه و تعالیٰ نشو و نمای این نهالِ بوستانِ سیادت را از آسیب تندبادِ حوادثِ زمان مصون داشته در پناهِ خود داراد! و همواره ذاتِ ملکی صفاتِ این بادشاهِ خورشید کلاه را که ثمرهٔ شجرهٔ نبوّت و گلِ گلستانِ حدیقهٔ ولایت است از جمیع آفات و بلیّات حافظ باد! بالنبی و آله الامجاد!

(بقیه حاشیه ص۴۰۲) (سپرنگر ص۹۱) این دیوان ده هزار بیت داشت، صاحب سرو آزاد می گوید که دیوانش در ملاحظه آتش درآمده بود - در موزهٔ برطانیه نسخهٔ ازین دیوان محفوظ است (ریو ص۶۸۳) مشتمل بر قصاید و غزلیات (به ترتیب حروف تهجی) و مثنویات (دوتا، یکی ازینها خسرو شیرین است که بحکم شاه صفی نوشته بود امّا توفیق اتمام نیافت) و رباعیات، در کتابخانهٔ رامپور هم نسخهٔ ازین دیوان هست امّا ناقص الآخر (صفحات ۲۱۰، تقطیع ۵" × ۹") ساقی نامهٔ مشرقی که درو درج است پنجاه ابیات دارد، و بعضی از ابیاتش را در میخانه ندارد و ترتیب ابیات هم در بعضی جاها مختلف از میخانه است، صاحب سرو آزاد هم گوید که قصاید غرّا در مدح شاه صفی بنظم آورده و مقطعات هجو بسیار گفته و مضامین خوب در قصاید تلاش کرده، ظاهرا سرخوش در حق همین مشرقی گفته است که ملّائی خوش فکر و خوش کلام بود، ص۵۶ آ: لیکن از اقسام اشعار او، در آ 'لیکن' را حک کرده است،

(حاشیه ص۴۰۳) [1] در آتشکده هست: گویند در موسیقی ربط کاملی داشته، ومینا گوید: در علم موسیقی و... عالم

دار الموحدین قزوین شده و یکی از اکابر زادهای شهر مذکور است، نامش ملک و تخلص مشرقی است، بمیرزا ملک مشرقی مشهور شده، در آغازِ جوانی در مقامِ انتظام [نظم] شده و درین فن زود نشو و نما یافته، اوّل کسی که مربّی تربیت او شده حاتم بیگ اعتماد الدوله است که وزیر اعظمِ ایران بود سبب این که مشرقی قصیدهٔ در مدح او گفت و بدو گذرانید، الحق که آن قصیده را بغایت خوب گفته، این بیت ازان قصیده است که در مدّاحی بیان نموده **بیت**

بریده رای تو بر قدِ مهر خلعتِ نور | چنان بلند که بر خاک می کشد دامن

بعد از استماعِ این مدح وزیر کبیر فرمان روای ایران صلهٔ لائق به ملک داده، و خود وسیله گردیده بمقتضی وقت او را بسعادتِ بساط بوسی خسروِ سکندر شوکت فریدون حشمت، خورشید مرتبت، مرّیخ صولت، خلاصهٔ دودمان مرتضوی شاه عباس حسینی صفوی مستعد ساخت، بعد از مدّتی که جوهر ملک بر شاهِ عالم پناه ظاهر شد او را بعنایات خسروانه و اعطاف (۲۲۹ ب) پادشاهانه مفخر و سرفراز نمود و داخلِ مجلسیانِ بهشت آیین خود گردانید و بجای ارسطوی ثانی میح کاشانی تربیت فرمود و ملک مشرقی قصاید غرّا در مدحِ جمجاه، انجم سپاه دارد تا حال اشعارِ خود بر بیاض نبرده و دیوان بسامانی ترتیب نداده، از اقسامِ اشعار

---

۵۱ آذر در آتشکده ص۸۴ (و ریو ص۶۹۳) می گوید که مشرقی اصفهانی المولد و مشهدی الاصل است، و غالباً نظر به اصل او صاحب خیر البیان (ریو جلد چهارم ص۱۰۸۰) و مبتلا و سراج (سپرنگر ص۱۵۱) هر سه او را مشهد منسوب کرده اند، ۵۲ حاتم بیگ در ۱۰۱۹ھ مفاجاةً در اثنای محاصره ارمیه وفات یافت (ریو ص۱۸۵) در سفینهٔ خوشگو (فهرست کتاب خانه بادلی عمود ۲۳۲ نمره ۶۶۳) و سرو آزاد (ص۵۸) است که مشرقی وقتی ملازم حسن خان شاملو بیگلربیگی خراسان بود که در ۱۰۲۷ھ بجای پدر خود حسین خان شاملو بر منصب پدری فایز شد و در آخر عهد شاه صفی (۱۰۲۷ تا ۱۰۵۲) وفات یافت، ۵۳ ما: زند، ۵۴ آ: سلنہ ۵۵ معلوم می شود که دیوانش بعد تصنیف میخانه مرتب شد، بقول طاهر نصر آبادی

دمی چون برم سر بجیب فسون   بیاد آرم آن زلف زنگار گون

بشبهای بس تیره چون روز رشک   خیالش کنم تار و تسبیح اشک

چو آن رشته غایب شود از نظر   شود دامنم پر ز یاقوت تر

اگر یکدم از گردش روزگار   خیالش کند پیش چشم گذار

کند این سرایش دل داغدار   نیاید برون یک نفس بی غبار

سوی دیده از بهر نظارهٔ   ز دل رو نهد دمبدم پارهٔ [۱]

زبس در ره سینه ام سوخت آه   چو اشکم نماید سوی دیده راه

لب از شربت وصل ناکرده تر   نهد رو سراسیمه سوی جگر

شود خون واز چشم داغم چکد   چو شبنم ز گلهای باغم چکد

چکد دمبدم خون گرمم ز داغ   بنوعی که روغن چکد از چراغ

دلا چند خوناب غم در کشی   بلب گیری این جام و دم در کشی

زشمت نشد روشنائی هوس   چه در سینه دزدی چو اخگر نفس

دلا تا کی از گردش روزگار   کشی بهر یک جرعه چندین خمار

(۲۳۱ ا) مجرد شو از قید هستی و نام   زمانی بمی خانهٔ ما خرام

چه میخانه؟ معراج اهل گناه   ولی کعبه از رونق او سیاه

بهر گوشهٔ او ز اهل نظر   جهانی ولی در جهانی دگر

زبس روشنائی ز دیوار وی   عیان راز دلها چو در شیشه می

نه دیوار بل سد یاجوج غم   ندیده عذارش غبار الم

شده ظل او عاصیان را پناه   بامید او گرم پشت گناه

بود پیش خاکش فرومایه عکس   نماید ز صافی درو سایه عکس

---

۱ ن‌آ: یارهٔ

ساقی نامه میرزا ملک مشرقی

دلا تا به کی از هجوم خمار — چو مستان کنی گریه بی اختیار

(۲۲۰ا) بهدستی عقل آشفته رای — چو از جای خیزی در افتی ز پای

ز جور سپهرم دل تیره گون — شکسته چراغیست سوزان ز خون

بود روشنی بر چراغی حرام — که سوزد چو روغن درو خون مدام

من آنم که مخصوص بزم منست — چراغی که خون دلش روغنست

دلم شد سیاه از غم روزگار — گرفته مگر ماتم[له] روزگار

بحدی سیاهی درو گشته جمع — که در وی سویدا اگند کار شمع

ز بس تیرگی از دلم دود داغ — عیان چون در آئینه عکس چراغ

من بیدل از تیره بختی چو دود — اگر در جگر شعله دارم[۵۲] چه سود

که بر سینه ام داغهای سپهر — چراغیست هر یک فروزان چو مهر

شود روشن از نور آهم جهان — که خورشید در سینه دارم نهان

اگر پنبه بردارم از روی داغ — جهان سوزد از سایهٔ این چراغ

دل من که شد پایمال ستم — نشسته است چندان برو گرد غم

که چون شعله باشد ز دودش کفن — چو اخگر ز خاکسترش پیرهن

سرشکم که بحرست از و منفعل — غباریست آغشته با خون دل

چو از گرمی سینهٔ پر شرار — شود خشک چشمم شود پر غبار

(۲۲۰ب) بدامان ز مژگان چو می بیزمش — ز پرویزن دیده می بیزمش

ولی باشد آن توتیای بصر — همه پر ز پرکاله های جگر

له تما، ماتی ۵۲ ما، کارم

بدورش زده حلقه نورِ نگاه / ولی تیره چون هاله بر دورِ ماه

میی کز فروغش جهان روشنست / چراغِ دلِ مرده را روغنست

فتد عکسِ او گر بخاکِ زمین[1] / نروید بغیر از گلِ یاسمین

فروغش زداید ز دل زنگِ[2] غم / کند پرتوش صافِ دلها بهم

ز صافی درو صورتِ آفتاب / نماید چو رخسارهٔ گل در آب

زمین گر[3] ز لایش کند اخذ نور / شود چشمهٔ زندگی چشمِ گور

(۲۳۲ ا) اگر بیندش نیز اعمی بخواب / شود دیده اش چشمهٔ آفتاب

شرابی که نورش بود نارِ طور / شود جام ازو زورقِ بحرِ نور

کند گر قلم نامِ آن می سواد / فروزان شود، همچو آتش مداد

سیاهی[4] کند[*] ظلمت از خویش دور / شود نار، بالا شتابد ز نور

زند چون[5] ز میخانه آتش[*] علم / شود شمع در دستِ کاتب قلم[6]

بحدّیست صاف این میِ خوشگوار / که از نورِ خورشید گیرد غبار

چو در ساغر آید بموج این شراب / فتد رعشه بر پیکرِ آفتاب

فتادی اگر بر بخارش نظر / نفس در گرفتی ز سوزِ جگر[*]

بلعلش[7] چو نزدیک گردد شراب / قدح را شود آب دل ز اضطراب[*]

گلِ تازه[8] از عارضش منفعل / ولیکن ز مستی خریدارِ دل

بمحفل زبس روشنی داشت جای / در و بی لگن شمع ماندی بپای

چو ریزد بساغر میِ لعل فام / زبس چشمِ حسرت گمارند عام

---

[1] دیوان: به روی [2] ۵۲ تا [3] کو [4] ۵۳ دیوان: شعاعش کند [5] ۵۴ دیوان: از بن خامه [6] ۵۵ در دیوان بعد این بیت شعر ۱۶ را آورده است پس ازان این بیت را افزوده: ز یاقوت شکر فشاندی در آب ' ز شکر نمک ریختی در شراب ' بعدش ترتیب ابیات چنین است شعر ۱۵ [7] شعر ۱۷ و ۱۳ ' بعدش افزوده است: نباشد عرق بر عذار می اش . بود چشم حسرت کشی در پیش ' بعدش [8] شعر

همیشه درین بزمگه جام زر | زمی پر ولی خالی از دردِ سر
که گردی کسی گر بباقی نگاه | فتادی نظر مست در نیمه راه
وزان می چنان بزم پر شد ز نور | که گر چشم بر وی فتادی ز دور
چنان عکس دامن زدی بر بصر | که در دل نشستی خدنگِ[1] نظر
ز کیفیّتِ بزم و لطفِ هوا | شراری گر از تیغ گشتی جدا
چنان[2] جای کردی رطوبت دران | که گشتی ز رفعت به پستی دوان*
ولی[3] از رطوبت چنان پایدار | که گل ریختی بر دورِ شمع از شرار
ز دل گرمیِ شمعِ آتش زبان | ز فیضِ هوا و[4] فضای مکان
(۱۴۳ب) شراره[5] بسی دیر ماندی چو داغ | ز یک شمع ظاهر شدی صد چراغ
ز بس روشنی کاندران خانه بود | سراسایهٔ بالِ پروانه بود
گر از خاکِ میخانه گویم سخن | سخن آبِ کوثر شود در دهن
نمی دید چشم اندران بزمگاه | سیاهی بجز نورِ شمعِ نگاه
فتادی بران بزمگه چون نظر | شدی[6] سرمهٔ دیده نورِ بصر
بمحفل ز بس روشنی بود جمع | در و سایه روشن فتادی چو شمع
صراحی دران مجلسِ پر سرور | چو شمعیست از پای تا فرق نور
بگردش درو جامِ می صبح و شام | چو زوّار بر دورِ بیت الحرام
چه جامِ آفتاب از فروغش خجل | چو[7] آئینهٔ عاشقان صاف دل
دران[8] عکسِ شمع از صفای شراب | چو اخگر سیه[9] گون نمودی در آب

۱ دیوان: نشیند ۲ این بیت را در دیوان ندارد — در آ 'روان' بجای 'دوان' ۳ این بیت را در آ ندارد، دیوان مثل متن ۴ آ: او ۵ آ: شراری، دیوان مثل متن ۶ آ: شده، تصحیح از روی دیوان ۷ آ: چ ۸ دیوان: درو ۹ آ: سیه رو، دیوان مثل متن

ست، نام آن مجموعهٔ دانش مرشد است و تخلص خود را همین اسم قرار داده، اکثر اشعار او عاشقانه واقع شده، خود هم اوقاتِ خویش همیشه به عشق و عاشقی گذرانده و این دو رباعی نتیجهٔ بکرِ فکر اوست که یکی در رشک و یکی (۱۲۳۳) در ستردن نامِ خود گفته است رباعی

مژگان نبود به گردِ چشم من زار	غیرت به رهِ نظاره ام ریخته خار
در دیده سیاهیم نه از مردمک است	جذبِ نگهم ربوده خال از رخِ یار

ولہ

گویند ستروه دلبرِ خود کامم	نامم که ز ننگ شهرهٔ ایامم
این خود غلط است بس که بی آرامم	آسوده نمی شود بیک جا نامم

قصائد غزا در نعت سیّد المرسلین و خاتم النبیین و ائمهٔ معصومین صلوات الله علیهم اجمعین دارد و از اقسام اشعار او آنچه تا لغایه فراهم آورده و بر بیاض رفته قریب شش هزار بیت باشد

به تحقیق پیوسته که مولدِ آن مدّاح خاندان حضرت ختمی پناه از بروجردِ همدان است این دو سه بیت در تعریفِ وطنِ خود گفته شعر

خوشا فصلِ بهارانِ بروجرد	خوشا احوالِ یارانِ بروجرد

---

۱ هر دو رباعی در نسخهٔ دیوان مرشد موجود است که در کتاب خانهٔ دیوان بهادر راجه نرندا ناته لاهوری محفوظ است، تعداد اوراق: ۸۹، تقطیع: ۶ ½ × ۴ ½، سطور ۱۲ تا ۱۵، جلد سختیان، تاریخ کتابت ندارد غالباً در اواخر مائهٔ یازدهم یا اوائل مائهٔ دوازدهم نگاشته شد، این نسخه سابقاً در کتاب خانهٔ محمد علی خان متین صاحب حیات الشعرا (رجوع به بیند خزانهٔ عامره ص ۶ سطر آخر) بود و او بر صفحهٔ اوّل عبارت ذیل را بخط خود نوشته: دیوان مرشد قلیخان یزدجردی (کذا) که از صاحب کمالان نامی عهد جهانگیر و اکبر بادشاه بوده و آخرها داخل امرای عالیشان گردیده بود از روی دیوانی نقل گرفته شد که بخط خان مسطور بود من متملکات احقر العباد محمد علی خان ولد عصام الدین خان المتخلص به متین به تاریخ هفتم شهر صفر المظفر ۱۱۶۲ ختم بالخیر و الظفر مجلد شد

هنوز از می ناب ناگشته تر — که لبریز گردد ز نور نظر

چو آید از آن می[1]* حبابی پدید — بماند دمی گر بروی نبید

بدل[2] آبله چینیم از حد فزون* — قدحهای پرخون ولی سرنگون

(۲۲۷) که[3] بود عرق بر عذار می اش(۹) — بود چشم حسرت کشی در پی اش

وگرنه چرا از هجوم حباب — همه چشم گردیده[4] روی شراب

ز همرنگی روی ساقی و می — عیان است در جام می عکس وی

اگر نیست روشن درو نیست نور — که او نور محض است من محض نور

زعین ضیا چون دو نور بصر — شوند در صفا محو در یکدگر

چو سوی قدح بیند از ناز گرم — نشیند عرق بر رخ می ز شرم

مرا رشک ور خار خار آورد — دلم ز آبله گل ببار آورد

ولی آن گل آتشین چون حباب — شود دمبدم آب[5] در دیده آب

نمک آب لعل شکربار او — حیا پرتو شمع رخسار او

ز یاقوت آتش فشاندی در آب — ز رشک نمک ریختی در شراب

ذکر
مولانا مرشد بروجردی[6]

شاعری متین و نکته پردازی رنگین[7] است، طرز حرف زدن او پاده بروش متقدمین آشنا

(بقیه حاشیه ص ۴۰۷) ۶ این بیت را در آ ندارد، ۷ دیوان: باده، (حاشیه ص ۴۰۸) ۱ دیوان بجایش ۲ آ: بدل زآبله چشم از خود برون، آ: ز آبله چشم از خود برون، تصحیح از روی دیوان ۳ این بیت را در آ به نقاط شک آورده است و در آ حذف کرده، ۴ دیوان: جام ۵ هکذا در آ، در آ واو را ندارد، ۶ در تذکرة الشعرای مبتلا و در سطوری که متین کشمیری بخط خود بر دیوان مرشد نوشته است چنانکه می آید، و در سرو آزاد (ص ۳۹) و مآثر الامرا (۳ : ۲۲۷) و در مخزن الغرایب و آتشکده (ص ۲۴) یزدجردی

بعد از مدتی در بلاد سند فصاحت شعار بلاغت آثار مولانا اسد قصه خوان که یکی
از مقربان مربی هنرمندان میرزا غازی ترخان بود حقیقت اهلیت و قابلیت
سخنور به وجرد بعرض میرزای مذکور رسانید آن قدردان نکته سنجان از روی
خواهش تمام مرشد را طلب فرمود، مولانا اسد نیز حسب الحکم خداوند کتابتی
بترغیب آمدن ارسال داشت هنگامی که آن (۱۰۲۳ھ) مکتوب محبت اسلوب
باو رسید بجهت برآمدن مولوی از شیراز بعضی موانع دست بدست[1] (کذا)
داده بود که تحریر آن مناسبتی بسیاق این تسوید ندارد، چون استمالت نامه
برگزیدهٔ سندیان رسید باعث ازدیاد تحریک خروج او شد، یکبارگی دل
ازان معمورهٔ دلکشا کنده از هرمز بهٔ تته آمد و قصیدهٔ در مدح انتخاب دودمان ترخانیان
گفته برسبیل ره آورد گذرانید، این چند بیت متفرقه ازان قصیده است که این ذلیل
بی بضاعت و این قلیل بی استطاعت از برای تصدیق درین تالیف بر بیاض
می برد تا صدق قول خود بر خردمندان ظاهر سازد

قصیده[2]

زبسکه[3] تازه شد از فیض ابر عالم پیر — شگوفه ریزد از شاخ بر سر نخچیر
هوا چنان برطوبت که از زبان تا گوش — هزار جای زند[4] ریشه نالهٔ شبگیر
چنان ز لطف هوا گشته طبع آتش تر[5] — که شعله چون می گلرنگ بگذرد ز حریر

(بقیه حاشیه ص ۱۴) ؎۲ آ: بر ناک — در دیوان این لفظ را گاهی پرناک وگاهی برناک نوشته است شارحان
گاهی این را "چرناک" ضبط کرده است، و این نام قومی است از ترکمن

(حاشیه ص ۱۴) ؎۱ آ: است ؎۲ این قصیده را در دیوان ندارد ؎۳ سرو آزاد (ص ۱۴): جوان زبسکه شد —
در سرو آزاد بعدش این بیت را آورده است: همان برنگ گل افتد بخاک سایهٔ گل زبسکه لطف هوا کرده در زمین تاثیر
؎۴ سرو آزاد: هزار جا بزند ؎۵ سرو آزاد: تیز، آ: بر، در آ ظاهرا اول "بر" نوشته بود بازه
"بر" را مبدل به "تر" کرده

کشد نورِ تجلّی پرده بر رُخ	ز شرمِ گلعذاران بروجرد
دوای دردِ انفاسِ مسیح است	دمِ پاسخ گذاران بروجرد

در صغرِ سن پارهٔ در بروجرد و پارهٔ در همدان گذرانید، چون بسن رشد و تمیز رسید هوای سیر و سفر و دیدنِ اهلِ هنر در سرِ او جلوه گر شد، از مسکن بعزمِ گشتِ عراق برآمد اکثر شهرها و قصبه ها[ی] ایران را تفرّج نموده (۲۳۲ ب) بشیراز آمد و دران بلدهٔ طیّبه شیفتهٔ روی جوانی و فریفتهٔ موی دلستانی گردید به نیم عشوهٔ رنگین صید شد و بیک کرشمهٔ شیرین سراپا در قیدِ او در آمد بیت

عشق بر پای دلش بند نهاد	درِ اندوه بر ویش بگشاد

دران شهر رحل اقامت انداخت و از تاثیرِ اکسیرِ عشق که مسِ وجودِ عارفان را طلا و مرآتِ دلِ عاشقان را مهر انجلا می گرداند ابیاتِ خوب و اشعارِ مرغوب ازو سر زد و در شیراز که دار العیارِ نکته سنجانست نشو و نما کرد و اشتهارِ تمام عیاری یافت چنانچه اهالی و موالی آنجا در مراعاتِ خاطرِ او می کوشیدند و محمد قلی خان پرناک [۱] که حاکمِ دیارِ فارس بود و مرشد ساقی نامه بنام او تمام کرده است، با او کمالِ مهربانی می فرمود و از احوالِ او خبر می گرفت و مصاحبانه سلوک می کرد تا آنکه

(بقیه حاشیه ص۴۰۹) «کذا، حق تعالی جل سانه (جل شانه) سالهای سال و زمان بعد (بعید) این نسخه انتفاع نصیب کناد، محمد..... و آله و اصحابه الامجاد (جملهٔ محمد تا آخر را کسی محو کرده است)، اصلی که این نسخه ازو منقول است غالباً انتخابی بوده است، از آنکه جملهٔ ساقی نامه و بعضی از ابیات که عبد النبی خان (و دیگر اصحاب تذکره) آورده و قصاید که ذکر کرده درین نسخه موجود نیست، تعداد ابیات این نسخه دو هزار واند بیت است، یک قصیده (۱ سر ورق)، غزلیات (به ترتیب حروف تهجی ۲۴ ورق)، و قطعات تاریخیه (۱۱ ورق)، رباعیات (۲۰ + ۳ ورق)، و منظوماتِ متفرقه (۱ سه ورق) را شامل است، صاحب سرو آزاد (ص۱۴۱) هم می گوید که منتخبی از دیوان مرشد محتوی بر اقسام شعر او بنظر او در آمده، سپرنگر نسخهٔ دیوان مرشد را در کتابخانهٔ موتی محل دیده بود (فهرست کتابخانهٔ بادشاه اوده ص۵۰۸) که مشتمل بود بر غزلیات و تخمیناً ۷۰ رباعی و قصاید (بر حاشیه)» (حاشیه ص۱۴۱)

[۱] میر تقی اوحدی (سرو آزاد ص۳۹) به مرشد زرعفران ملاقی

گردانید*، دران ایام مؤلف این تالیف نیز در بندگی خانِ مذکور* بود اکثر خوقتِ را بخدمتِ آن منتخب اربابِ هنر می رسانید و از صحبتِ کثیر البهجتش مستفید و بهره ور می گردید (۲۳۵ ا) تا وقتیکه خسروِ گیتی پناه شاه نور الدین محمد جهانگیر بادشاه خانِ مذکور را از اجمیر بدکن مرخص فرمود مرشد در خدمتِ او بدان ملک وان شد و این ضعیف به سیرِ کشمیر رفت، بعد از دو سال و نیم از دار العیش کشمیر برگشته بحسبِ تقدیر به مندو آمد، دران ایام خجسته فرجام شاهزادهٔ معظم مکرم شاهزاده سلطان خرم فتح دکن کرده از برهان پور بپایهٔ سریرِ سلطنت مصیرِ جهانگیری رسیده از ولی نعمت خود خطاب شاه جهانی یافت اکثر اعیانِ دولتِ قاهره که کومکی لشکر ظفر اثر بودند در خدمت آن شاهزادهٔ عالی جاه بدرگاه عرش اشتباه رسیدند، خانِ عالی شان مهابت خان نیز بآن جمع بود، مرشد دران وقت ازو جدا شد و بوسیلهٔ مرزا ابو الحسن آصف خان که درین ایام رکن السلطنة القاهره و عضد الدولة الباهره است داخلِ بساط بوسانِ شاهزادهٔ عالم و عالمیانِ شاه جهان گردید، الحالّ در بندگی آن شاهزادهٔ عالی مقدار است حق جلّ و علا سرسبزی و خرمی این نهالِ گلشنِ سلطنت را از آسیبِ خزانِ حوادثِ زمان در حفظ حمایت خود بداراد! بالنبی و آله الامجاد!

(بقیه حاشیه صد ۴۱۲) در خدمت نواب خانخانان رسید و از مأثر رحیمی هم ثابت است که خانخانان را ملازم بوده است (سپرنگر ص ۵۰۸)، و بقول خوشگو (ایتھے نمبر ۲۳۰ ع ۵۸۴) مرشد در سنه ۱۰۱۶ همراه میرزا غازی به قندهار رفته و از سنه ۱۰۲۳ تا سنه ۱۰۲۶ بمصاحبت نواب مهابت خان فائز بود، ۳ هـ درین موضع بیاض است برابر یک سطر و نیم؛

(حاشیه صد ۴۱۳) ۱ هـ آ : فرزند ارشد ارجمند و خلف دلبند سعادتمند خان مذکور میرزای دانش ماه (پناه) میرزا امان الله بود، ۲ هـ آ: بقول ۳ هـ صاحب سرو آزاد تاریخ وفات مرشد را در سنه ۱۰۳۲ ضبط کرده است، و بقول نصر آبادی (سپرنگر صد ۹۲) وفاتش در هند واقع شد، (رک به حواشی)

در اظهار باعث آمد خویش گوید

سپهر مرتبتا چاکرت اسد که مرا | برادر راست قهستان را بیادگار ظهیر
زمیل خاطر عاطر که هست و باقی باد | بسوی اهل هنر خاصه این فقیر حقیر
نوشته بود حدیثی که شهد حبّ وطن | شد از تصوّر آن تلخ در مذاق فقیر
چو نامه خوانده شد از شوق کعبهٔ کویت | که هیچکس ننماید رهش مگر تقدیر
(۳۴۲ب) رهی به پیش گرفتم که پیک با د درو | بود چو نور بصر در جمال مهر منیر
رهی چنانکه بعمری ز دوریش حرفی | نمی رسد بسر خامه از بنان دبیر
هزار شکر که از سجدهٔ درت بختم | نهاد پایهٔ کرسی بدوش چرخ اثیر
نثار بزم تو عقد جواهر آوردم | برسم تحفه ز دریای طبع و کان ضمیر

چون این قصیده تمام بسمع میرزای ترخان رسید آن نادرهٔ زمان را نوازش بسیار فرمود، بعد از اندک ایامی او را درمیان امثال و اقران ممتاز نمود و بخطاب مرشد خانی سرافراز گردانید[۱] و همیشه پاس حرمت او می داشت،

وقتی که در قندهار بر مسند حکومت نشست در انجا در اعزاز و احترام و انعام و اکرام مولوی دقیقهٔ فرو گذاشت ننمود تا آنکه داعی حق را لبّیک اجابت گفت چنانچه حقیقت فوت آن قدردان ارباب دانش قبل ازین درین اوراق رقم زدهٔ کلک بیان گشت القصّه مرشد خان بعد از حیات مخدوم قدرشناس خود از قندهار باجمیر آمد[۲] و خود را داخل فهرست ملازمان خان عالی شان مهابت خان

---

[۱] هکذا در سرو آزاد صد ۳۹ [۲] و در عرفات (سرو آزاد صد ۳۹) است که بعد از شهادت میرزا غازی مرشد عازم درگاه جهانگیر بادشاه شد و "در اثنای تحریر این مقالات به آگره آمد، چند روز او را دریافتم، پس در اجمیر رفته به اردوی جهانگیری واصل شد و بملازمت سلطانی مشرف گردید والحال با مهابت خان می باشد" و صاحب مخزن الغرائب می گوید که مرشد اوّل در خدمت غازی خان ته‌ته بود بعد ازان

چنان گم شدم در بیابانِ غم — که گردم نیابد وجود از عدم
بیا ساقی آن آبِ تزویر[1] شو — به[2] من ده که تا گردد از فیضِ او
حدیثم سراسر چو دُرِّ خوشاب — کلامم همه دعوتِ مستجاب
ز تابِ میم آنچنان گرم کن — که آتش زند معنیم در سخن
ز نه جرعهٔ ساغرِ برهمن — چنان پُر شد از بت سراپای من
که شبها بذوقِ سجودِ صنم — کنم سجدهٔ خویش تا صبحدم
چو در سجده اشکم زمین تر کند — گلِ سبحه ام رنگِ خون بر کند
بده ساقی آن آفتابِ مغان — که گلزارِ دین خشک لب شد ازان
دلم[3] سوخت بر حالِ دیوانهٔ — که می گشت بر گردِ ویرانهٔ
سری پر ز سودا[4] دلی پُر ز یار — بر آورد فریاد شوریده وار[5]*
که گرم بکیشِ محبّت اگر — بجز یار دارم خدای دگر
بدو[6] گفتم ای کافرِ حق گزار — ازین حرف بس کن، بنالید زار
که بهرِ پرستیدنِ آن صنم — بملکِ وجود آمدم از عدم
(۲۳۶ ب) وگرنه مرا ذوقِ هستی[7] نبود — سر و برگِ یزدان پرستی نبود
دلا ترکِ این طرفه افسانه کن — چه کفر و چه دین رو بمیخانه کن
بیا ساقی آن آتشِ بی دخان — که هنگامهٔ شوق شد گرم ازان
بمن ده ازان شعلهٔ بی شرر — ز هر سو شرر وزم چراغ دگر
بده می که از هجرِ جام و سبو — دلم آنچنان کرد با ناله خو

---

۱. م، آ: تذویر ۲. آ: بمی ۳. ازین موضع شش بیت را در منتخب الاشعار و آتشکده (ص ۲۴۸) آورده است ۴. منتخب و آتشکده: شوره ۵. آتشکده: همی کرد فریاد دیوانه وار، منتخب مثل متن ۶. منتخب و آتشکده: باو ۷. آتشکده: میل، منتخب مثل متن.

ساقی نامهٔ مرشد بروجردی

بهار[۱] است، دل مست، من در خمار — بیا ساقیا ساغر می بیار
(۲۳۵ ب) ازان می که گر شیشه نبود حجاب — بیالایدش پرتو آفتاب
ازان می که تا سوی او دیده ام — نگه مست گردیده در دیده ام
ازان می که گر عکسش افتد بباغ — کند غنچه را گوهر شب چراغ
ازان می که چون در کفش جا شود — کف از پرتوش دست موسا شود
ازان می که چون بر صف هوش زد — ز هر مغز میخانه جوش زد
ازان می که در ساغر امتحان — برد دایم او زهر چشم از بتان[۲]
اگر نام او می رود بر زبان — زبان مست و بیخود فتد در دهان
بدل گر کند یاد آن می گذار — دل از سینه بیرون جهد چون شرار
بخاک ار فتد پرتوی زان شراب — شود ذرّه آئینهٔ آفتاب
سبو را ازان می چنان رفته هوش — که از پای خُم می برندش بدوش
بیا ساقی از بهر دفع خمار — شراب از خمی ده بمستان زار
که باد ار گذاری بآن خُم کند — ز مستی رهِ دشت را گم کند
به مرشد کرم کن ز جامی شراب — که در وی برقصد سرش چون حباب
بیا ساقی آن مایهٔ بی غمی — طراوت دهِ گلشن خرمی
بمن ده که تا در جهان آمدم — دمی صد ره از غم بجان آمدم
(۲۳۶ ا) چنانم درین عالم پُرنفاق — که دل در برِ خستگان فراق
چنان از غمِ دل شدم تلخکام — که با زهر آلوده گردد کلام

---

۱ این مطلع در سرو آزاد (ص۱۴۱) منقول است ۲ ن: بقان ،

مگر آتشی در درونم زند
چو گل جامه در موجِ خونم زند

بده می که چون شعله عریان شوم
چراغ دلِ می پرستان شوم

بجامی بر افروزد آهِ مرا
بسوزد ازان می گناهِ مرا

ز ساغر بزن شعلهٔ در دلم
که فردا چو گل سر زند از گلم

(۲۲۷ب) ازین جوشِ خون از دلِ چاکِ من
گلستانِ آتش شود خاکِ من

بده ساقی آن جامِ طاقت گداز
که لب را گشایم بافشای راز

کیم من؟ غریبی! جگر خوارهٔ!
ز مُلکِ وجودِ خود آوارهٔ!

سری همچو چشمِ بتان در خمار
دلی چون درونِ اسیران فگار

گرفتار شوخی که هر جا دلیست
ازان شوخ در ورطهٔ مشکلیست

حریفی که هر گوشه صد می پرست
ز چشمِ دلش گشته مخمور و مست

نهالی که روید ز بوم و برش
بجز مرگِ عاشق نباشد برش

بران در گل سبحهٔ عاشقان
خورد آب از دیدهٔ خون فشان

بوصفِ لبش گر سخن سر کنم
جهان را پُر از لعل و شکر کنم

شراب از لبش آنچنان مست شد
که چون مستِ دیدارش از دست شد

خوشا من که دارم بکنجِ کنشت
ز شوقِ رخِ او دلِ چون بهشت

سحر که خیزم بیادش ز خواب
بر آید ز چشمم هزار آفتاب

ازان چشمِ تنگِ ملایک فریب
که آفاق را تنگی آمد نصیب

چنان تنگ شد کار بر سینه ام
که دم گیر شد آه در سینه ام

مرا دور ازان طرهٔ مشکبار[۱]
که شیراز ازو گشته رشکِ تتار

(۲۲۸) نفس بسکه پیچیده بر دودِ آه
در آویزد از لب چو مارِ سیاه

۱ـ آ: مشک،

که تا محشر از بعدِ مرگم ز خاک — نخیزد بجز نالهٔ دردناک

بیا ساقی ای یارِ دیرینه ام — کرم کن شرابی که در سینه ام

دل از دستِ غم در فغان آمده — غم از تنگیِ دل بجان آمده

زبس کز تفِ دل شدم گرمِ تب — نفس شعله ریزد بدامانِ لب

اگر سر دهم آهِ جان کاه را — دهم رنگ ز آتش رخِ ماه را

چنان دل بدستِ بلا داده ام — که گوئی برای همین زاده ام

فلک برگِ تاکی ز باغِ منست — شفق قطرهٔ خون ز داغِ منست

ز خونِ دلم لعل گردد اگر — کند کهربا در خیالم گذر

بیا ساقی آن بادهٔ لاله گون — که چون اشکم آلوده آید بخون

بمن ده که خون خوردنم آرزوست — به تنگم ز جان مردنم آرزوست

(۱۲۳۷) چرا شاد باشم باین زندگی؟ — مرا مرگ بهتر ازین زندگی!

اگر پیرهن را ندانم کفن — مبادم بغیر از کفن پیرهن

بجدّی پریشانم از روزگار — که لذت نمی یابم از لطفِ یار

رسد هر زمانم شکستی دگر — اگر مومیائی شوم سر بسر

اگر رازِ دل را برون افگنم — سخن را بگردابِ خون افگنم

وگر آیم از سوزِ دل در سخن — بسوزد ز تابِ زبانم دهن

درونم چنان پُر شد از دودِ آه — که امید را در درون نیست راه

ازین دل که خالی مباد از جنون — فغان مست و دیوانه آید برون

اگر دهر را سر بسر گیرد آب — نگردد بجز خانهٔ من خراب

ور از خاک پیکان دمد لاله وار — نگردد بجز پای مرشد فگار

بده ساقی آن بادهٔ شعله پوش — که در ساغر از عکس آید بجوش

من و عشق و آن ساقی توبه سوز — که چون گردد از چهره مجلس فروز
گهی از لبش کاسه پر مل کنم — گهی از رخش دیده پر گل کنم
من و می که تا یافتم ذوق می — وجودم چنان پر شد از ذوق وی
که هرگه بگریم بسوز درون — ز چشمم می ناب آید برون
بهر ره که مستانه افتم ز پای — غبارش ز صرصر نخیزد ز جای
من آن می پرستم که هرگز سحاب — نبارد بجالم بغیر از شراب
من آن رند سرمست لایعقلم — که مستانه خیزد گیاه از گلم
چنان مستم از گردش چشم یار — که اهل دل از ساغر شهریار
محمدقلی خان گردون شکوه — که با حلم او ذره هست کوه
ز جامش لبی تر کند گر سحاب — پر از می شود کاسه های حباب
(۱۲۳۹) ببام و درش پرتو آفتاب — ز بوی می افتاده مست و خراب
نگه وقت نظارهٔ آن جناب — برون آید از دیده چون آفتاب
خجسته دیاری که بر خاک آن — بود یاد او چون نفس گل فشان
نسیمش سری گر بآذر کشد — ز هر شعله شاخ گلی سر کشد
بهر رزمگاهی که آن تیز دست — عدو کش خدنگش برون کرد شست
بمرگ دلیران پرخاش گر — ز خون چشمهای زره گشت تر
اگر گویم از وصف تیغش سخن — بصد پاره گردد زبان در دهن
وگر تیغ کین بر کشد از غلاف — شود چون دل کاف چون فرق قاف
چو معمار عدلش کند کار سر — ز هر خشت سازد جهانی دگر
ز جود کفش زر چنان گشته خوار — که ارباب دانش درین روزگار

۱؎ در آ: این بیت را به نقاط تنک آورده است، و در آ ندارد،

چنان روشن است از رخش کوکبم | که از شمع مه تار گردد شبم
چو[1] بر یاد آن غمزه ساغر زنم | گل زخم سیّاره بر سر زنم
همه شب بیاد لب آن صنم | لب خود کنم بوسه تا صبحدم
چو مست لب او کند گریه سر | همه شهد ریزد ز مژگان تر
غمش ریخت در جان اهل نظر | شرابی ز عیش[2] جهان تلخ تر
شد از حسرت آن لب چون شراب | سراپایم از آتش دل کباب
ز شوق لبش بس که بی تاب شد | سراپای مرشد می ناب شد
بده ساقی آن مایه سوز حجاب | که بردارد از روی شرم نقاب
مگر اندکی از غم خویشتن | بگویم بآن یار پیمان شکن
که ای بی سبب رفته از پیش من! | شده مرهم دیگر و ریش من
چه بد کرد مرشد؟ چه دیدی ازو؟ | که چون بخت و دولت رمیدی ازو
ز تو بی وفائی گمانم نبود | اگر بود چشم آنچنانم نبود
ز عاشق بجز من مشو خشمگین | بصدقش نظر کن بطورش مبین
مرا محنت بی نصیبی بس است | چه حاجت بهجران؟ غریبی بس است
(۲۳۸ ب) بده ساقی آن جام لبریز را | همان شعلهٔ آتش تیز را
که در خرمن پارسائی زنم | پس آنگه دم آشنائی زنم
خوشا صبح وصل و می خوشگوار | خوشا جام می! خاصه از دست یار
خوشا[3] ساقی رند آزادهٔ | که از سور جامی دهد بادهٔ
کزان جام هر ذرهٔ ساغریست | وزان باده هر قطرهٔ گوهریست

---

[1] در آ این بیت را به نقاط شک آورده و در آ حذف کرده [2] آ: عشق،
[3] در آ این بیت به نقاط شک درج است و در آ ندارد،

دندانِ سگ است و لاشۂ خر آخرکار | بر خویش مگیر سخت و بیهوده مکوش

ولہ

در دهر چنان بزی که آبت نرود | گل باش و چنان کن که گلابت نرود
خشتِ سرِ خم شو که شرابت نرود | تا از سرِ تیغ آفتابت نرود

ولہ

ای خواجہ بزیر هفت اهرمن پیر | تن را خاکی و جان خود بادی گیر
آوازۂ جان درین تنِ سخت پذیر | چون دامن کوه دان و بانگ نخچیر

بر رای صواب نمای ارباب دانش و ضمیرِ عقده کشای اصحاب بینش پوشیده نماند که مترجمِ کتاب میخانه عبدالنبی فخرالزمانی با آن حکیم نکته دان یک سفر در هندوستان رفیق بوده، درین ایام که به تسوید این اوراقِ پریشان (۱۰۴۰) اشتغال دارد با او محشور است، حقیقتِ حالِ آن بلبلِ گلستان خیال از مقتضای شعور درین تالیف به بیاض برد، روزی از روی اتحاد و یگانگی چگونگی احوالِ خود با این ضعیف نقل کرد و گفت: پدرم غیاث الدین علی نام داشت و کلانترِ ملکِ شبانکاره بود و اسمِ من سراج الدین حسن است، چون تخلصِ خود عارف کرده ام بنا بر آن در عالم به حکیم عارف اشتهار یافته ام، و تولدِ من در ایگ که حاکم نشینِ شبانکاره است واقع شده و در آنجا بسنِ رشد و تمیز رسیده ام و تا الغایه عددِ ابیاتِ من به دوازده هزار بیت رسیده، و در کتاب اندرزنامه خود که دو هزار و سی صد بیت در بحرِ شاهنامه برشتۂ نظم درآورده ام صفتِ وطنِ خود کرده ام این چند بیت از آن ابیات است مثنوی

اگر من دم اندر ستایش زنم | گهر گاهِ خود را ستایش کنم

---

(۱) [illegible] درین موضع بیاض است ۱۰۵۲ و او [illegible] محذوف،

چنان کرد تعمیرِ ملکِ خراب | که شد موج بنّای قصرِ حباب
به روزِ مصافش ز جوشِ نبرد | چنان پُر شود روی عالم ز گرد
که گر قطرهٔ ز ابر گردد جُدا | شود مهرهٔ گِل هم اندر هوا
پناها! نمی‌گویمت حالِ خویش | که مرهم نکو داند احوالِ ریش
جهان تا بود مجلس آرا ز می | فلک تا دهد ذوقِ دلها ز می
(۲۳۹ ب) کفت خالی از جامِ گلگون مباد! | بجامِ عدویت بجز خون مباد!

ذکر[1]

حکیم عارف ایگی[2]

ابیاتِ او حکیمانه و منظوماتِ او دانشمندانه است، بطرزِ قدما حرف می‌زند و مطلق گردِ روشِ شعرای این جزوِ زمان نمی‌گردد، در وارداتِ آن حکیم سخنور یک لغتِ عربی نیست، الفاظِ معانی او تمام فارسی واقع شده چنانچه صدقِ این قول ازین سه رُباعی که از مخدّراتِ پردهٔ خیالِ اوست ظاهر می‌شود رُباعی

گیتی بین خار و بختِ من چون خرگوش | و وران سگِ تیزپای من بار به دوش

---

[1] ذکر عارف در تذکره‌ها بسیار کم یافته می‌شود، صاحبِ هفت اقلیم فقط این قدر گفته است که: عارف شاعری بی‌نظیر است و کلامی دارد دلپذیر، و ارغانش را معنی خاص بسیار است، و الفاظ تازه بی‌قیاس است (بعدش بیت و یک بیت عارف را به طریقِ نمونه کلامش درج نموده) صاحب مخزن الغرائب می‌گوید که او: از معاصران تقی اوحدی ست (و سه بیت ازو نقل کرده)، و آنچه خوشگو گفته است ملخصش این که در عهد اکبری و جهانگیری بوده است، در سنه ۱۰۲۸ھ در ملکِ بنگاله وفات یافت

[2] ھ : ایجی (ایجی)۔

من خود مدّتی بود که ارادهٔ سیر (کذا) داشتم و اکثر اوقات سودای مسافرت بر سرم می زد، مخالفتِ برادر باعث جهان گردی و بانی گیتی نوردی من گردید، در سن بیست و هشت سالگی از وطن بر آمده قدم در (۱۴۱ ا) جادهٔ سیاحت نهادم اوّل گشتِ کرمان و یزد که نزدیک بمسکنم بود کردم بعد از اندک توقّفی ازان بلاد بر آمدم و از راه بیابان کرگ و سیستان روانهٔ هندوستان شدم،

چون بمطلب رسیدم ملکی دیدم بغایت آبادان و معمور، و بلادی مشاهده کردم از برای آسایش و رفاهیت بی نهایت مطبوع، با خود قرار دادم که تمام عمر درین دیار صرف نمایم، القصّه در هند بسیّاری مشغول شدم، در هر شهری که می رسیدم با اعیان و نکته سنجان آنجا چند روزی مخالطت می نمودم و ازان مردم بهره بر داشته ازان بلده بر می آمدم تا آنکه پارهٔ در سخنوری اشتهار یافتم، و به تقریبی در مجلس شاهزادهٔ نامدار سپهر اقتدار زینت دهِ افسر و دیهیم شاهزاده سلطان سلیم ذکر سخنوری و نقلِ نکته پروری من واقع شد،

چون این خبر بمن رسید احرام آستان بوسی آن درگاه بر میانِ جان بسته روانه الٰه آباد شدم، بعد از سعادت بساط بوسی محفلِ عظمت و شوکت نورِ حدیقهٔ جهانبانی، دُرِّ صدفِ کشورستانی داخلِ بندگانِ آن شاهزاده عالی مقدار شدم و قصاید غرّا در مدحِ ممدوحِ خود گفتم، بعد از اندک ایّامی بخت از من برمید جمعی از معاندان از روی حقد و حسد بعرضِ ایستادگانِ آن بارگاه رسانیدند که حکیم عارف (۱۴۱ ب) اوّل شاهزادهٔ دانیال را ملازمت کرده بعد ازان در بندگی شما آمده، آن حضرت ازین رهگذر مرا از نظر انداخت و در قلعه باندهٔ[۱] حبس فرمود،

---

[۱] هکذا در آ و ب، ظاهرا قلعه بود در سرکار الٰه آباد،

جهان را جوانی بآرایش است	نژاد مرا جای پیدایش است (کذا)
معنبر بهشتی است یزدان سرشت	کزو رنگ و بو دارد اردی بهشت
نگاری است دل شاد و خرّم روان	تنی دارد از هفت گون پرنیان
فراز آبگیری است ماوای من	گلاب و شراب اندر و موجزن
(۵۴۲ ب) ز بوی گل و باده گنج است گنج	ز نارنج دارو ی رنج است رنج
چو ایگ از گهر با منش نیک بد[1]	ازان قافیه نام او نیک شد (؟)
از ایگِ سشابنکاره دارم نژاد	کز آبشخور افتاده در زیر باد[2]

بعد از خواندنِ این ابیات باز بر سرِ حکایتِ سرگذشتِ خود آمده گفت که در کودکی در مقامِ انتظامِ نظم شده بودم، گاهی که مصراعی از من سر می زد بر پدر خود می خواندم بسیار خوش وقت می شد و با نزدیکانِ خود می گفت که اگر سراج الدین حسن از ذوقِ شعر گفتن باز نماند و جهان را پاره بگردد ترقی بسیار می کند و شهرۂ آفاق می شود، این اندرز پدر ازان روز بر لوحِ دلِ من کالنقش فی الحجر شد همیشه مشق شعر گفتن و دُر سُفتن می نمودم و هر چه می گفتم مکرّر بر آن می گشتم و خاطر ازان جمع می کردم، بعد ازان بر بیاض می بردم، تا آنکه بعد از مدّتی پدرم ودیعت حیات را بموکّلان قضا و قدر سپرد و برادرم اسیر (اثیر؟) الدین حسن بجای پدر کلانتر ایگِ سشابنکاره شد و بشومی حبّ جاه دنیوی مهرِ برادری را بر طاقِ نسیان گذاشته با من ناسازگاری آغاز کرد،

---

[1] در "آ" متن "بجای "بلن" روایت این شعر در هر دو نسخه مضطرب است، [2] بقول صاحب غیاث اللغات زیرباد نام شهری ست قریب به حدود بنگاله، و بلاکمین (ص ۶۱۹) بحواله کرنل یول می گوید که در اصطلاح اهل ملایا ممالک و جزائر که در مشرق سماتره واقع اند موسوم اند به "باده انگین" که زیرباد (Leeward =) ترجمه اوست ظاهرا مراد مصنف از صوبه بهار است که آنجا مقیم بود،

من شود و بار دیگر این کمینه را محبوس فرماید از آگره به برهان پور روان شدم و از انجا به گلکنده رفتم و شهنشاهِ عالی جاه محمد[1] قلی قطب شاه را ملازمت کردم و قصیدهٔ در مدح او گفته ره آورد گذرانیدم، بعد از استماع این قصیده آن بادشاه عالی جاه صلهٔ[2] لایقی بمن عنایت فرمود، بعد ازان از دکن بر آمدم و از راه دریا به هرمز و از هرمز بوطنِ خود رفتم و مدّت پنج سال در ایک رحلِ اقامت انداختم،

بعد از امتداد این مدّت باز زمانه میانِ من و اقربا طرح جدائی انداخت دیگر باره از مسکنِ خود مفارقت کرده بگشتِ عراق آمدم، (۲۴۲ ب) بعد از اتمام سیرِ عراق به خراسان رفتم، تمام آن ملک را گردیدم و از انجا بقندهار شده دیگر باره بهندوستان که منزلِ عافیتِ هنرمندان و سرای راحتِ خردمندان است آمدم و در دار الخلافه آگره بشرفِ بساط بوسی محفلِ جاه و جلالِ بادشاهِ فریدون فر اسکندر اقبال، خدیوِ جهانگیرِ عالم پناه، شاه نورالدین محمد جهانگیر بادشاه مشرف شدم، آن شهریار گردون اقتدار مرا در میانِ امثال و اقران مفتخر ساخت و از کرم جبلّی که با این بادشاهِ عادل رحیم کریم بود تقصیرِ گذشته را بر روی این عاصی نیاورد و خطای گریختنِ الٰه آباد را باین بندهٔ شرمنده عفو فرمود،

بعد از مدّتی ازین جم جاه انجم سپاه مرخّص شده بسیاحتِ هند مشغول شدم، کم جا از هند مانده باشد که من ندیده باشم، هنگام سیّاری به مندو رسیدم، رایاتِ جلال جهانگیری بعزّ و اقبال دران سرزمین نزولِ اجلال فرموده

---

[1] محمد قلی بیک قطب شاه — محمد قلی قطب شاه از ۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ فرمانروای گولکنڈه بود ۵۲ آ: سلهٔ،

قریب به دو سال دران حصن در قید بودم بعد از انقضای این مدت ایزد تعالی آن شاهزاده عالی قدر را بر من مهربان گردانید تا از تقصیر من گذشت، و این نحیف را از بند به آورده با لطافِ خسروانه و اعطاف ملوکانه سرافراز و مفتخر گردانید و همان روز بدیوانیان عظام حکم عالی صادر شد که بجهت وجه معیشتِ من علوفه مقرر فرمایند، غرض که پنج سال دیگر در خدمتِ شاهزاده ماندم باز هوای سیر سفر در سرم جلوه گر شد، از اله آباد فرار نموده بدار الخلافه آگره آمدم، از استمدادِ اختر بلند و بدستیاری طالع ارجمند بسعادتِ آستان بوسی بادشاهِ کامگار، نامدار شهریار جهان بخش جهان دار، فرمان روای بحر و بر، جلال الدین اکبر بادشاه غازی مستسعد گردیدم، آن شهنشاهِ فیروز بخت و آن رونق فزای تاج و تخت مرا داخلِ مداحانِ خود ساخت و وظیفه فراخور حال من مقرر فرمود، پنج سال دیگر در خدمت آن بادشاه آسمان جاه ماندم،

چون از گردشِ گردونِ دون و از نیرنگِ گوناگونِ این گنبدِ بوقلمون در سنه ثمان عشر و الف دارای هندوستان (۲۴۲ ا) جهانِ فانی را وداع کرده بعالمِ باقی خرامید و شاهزاده سلطان سلیم از عنایتِ بی غایت الهی خطاب ظلِ الٰهی یافت و بجای پدر بر تختِ سلطنت نشسته نوبتِ جهانداری و جهانگیری فرو کوفت و جهان از فروغ احسان شاهنشاهی و نورِ عدل جهانگیر پادشاهی چون دلِ قدسیان روشنی گرفت و روی پیر زال روزگار از یُمنِ دادگستری و رعیت پروری این شهریار یوسف طلعت چون چهرهٔ زلیخا بار دیگر طراوتِ جوانی پذیرفت بیت

جوان شد بارِ دیگر عالمِ پیر | بعهدِ شاهِ نور الدین جهانگیر

در خاطرم چنان خطور کرد که مبادا آن حضرت از ممر فرار اله آباد در صدد آزار

و مرفه الحال عزلت اختیار کرده ام، شب و روز بدعای ازدیادِ عمر و دولت جهانگیری اشتغال دارم[۱]، ایزدِ متعال سایهٔ عاطفتِ این پادشاهِ مسکین نواز را همواره برسرِ فقرا پاینده و باقی داراد! قادر بر کمال تیغِ یمین[۲] شهنشاه (۲۴۳ ب) خورشید کلاه را بر فرقِ اعدا مظفر و منصور گرداناد! قطعه

خدایا تو این شاه درویش دوست — که آسایش خلق در ظلِّ اوست
برآرش براورنگِ شاهی وجاه — بر اوجِ فلک تا بود مهر و ماه

ساقی نامه حکیم عارف

چه داند کسی زیر این پرده چیست — روانندهٔ چار سرمایه کیست
بهر جا سری زیر این هفت زه — برین چار[۳] نخ بسته همچون گره
درین ره یکی مرد سرگشته نیست — کزو صد گره بر سرِ رشته نیست
کشایش گر این زره دار نخ[۴] — بدندان فشارد سرانگشت آخ
بهر سو که بینم ز مزدور[۵] [و] شاه* — رهی پیش دارد درین شاه راه
یکی را باختر شماری سراست — شمارش به نیک و بد اختر است
یکی را هم از رنج ناپخته — شمارِ دو کعبست بر تخته
یکی را همه رنج نامه فنست — وزان گرد دارش درها ونست
من از گرد این مهرهٔ تیز گرد — جهانِ سخن را شدم ره نورد
سخن شاهبازیست از دامِ من — درخشان نبیدست از جامِ من

---

۱ خوشگو در سفینه (فهرست ایتھے عدد ۲۲۹ نمره ۵۶۷) می گوید که حکیم عارف در ۱۰۲۸ھ به ملک بنگاله وفات یافت، ۲ آ: یمین، آ: فتح یمین ۳ آ: جارنخ، آ: جارسخ، ۴ آ: نیخ، ۵ آ: مزدور شاه، ۶ آ: تاتخه

بود، و قصیدهٔ در مدح مختار الدولة العلیه العالیه اعتماد الدوله[1] در سلکِ نظم آوردم و بدان وزیرِ اعظم جهانگیر گذرانیدم، این چند بیت متفرقه ازان قصیده است

عارف بساز بندی ازان زلفِ مار پیچ | تا بر تو نگذرد همه بر روزگار پیچ[2]*
نیسان[2] نوبهارِ جوانی میست می | یعنی بموجِ باده بگیر از خمار پیچ*
(۱۲۴۳) در حلقه پیچ دارد زلف تو همچنانکه | هنگامِ خشم در گرهِ چشمِ مار پیچ
آن اعتماد دولت کز راستی بنی[3] اش | از موج خم جدا شود از جویبار پیچ
تا در زمانه پیچ نماند بعهدِ تو | زان موجِ آبگیر[4] کشد بر کنار پیچ

القصه این مرتبه بوسیلهٔ آن وزیرِ اعظم شرفِ آستان بوسی درگاه عرش اشتباه را دریافتم و استدعا از بازیافتگانِ بارگاهِ جهانگیری بادشاهی نمودم که جزوی زمین بجهتِ وجهِ معیشت من مرحمت فرمایند تا در گوشهٔ نشسته باقی عمر بدعای دوام دولت ابد پیوند مشغول گردم، آن حضرتِ قدردان و آن رزّاقِ مجازی عالمیان ملتمسِ این کمترین را بعزّ اجابت مقرون ساخته موازی پانصد بیگه زمین از صوبهٔ بهار یا پارهٔ خرجی باین ذرّهٔ بمقدار شفقت[5] فرمود، الحال که هزار و بیست و هشت از سالِ هجرت حضرت رسالت گذشته سن من به پنجاه و دو رسیده و در ملک مذکور بدولتِ شهریارِ هندوستان فارغ البال

---

[1] یعنی خواجه غیاث بیگ (بن خواجه محمد شریف) والد نورجهان بیگم، خواجه از ۱۰۲۰ھ تا وفاتش در ۱۰۳۱ھ وکیل کل (= وزیر اعظم) جهانگیر شاه بود [2] [illegible] [3] [illegible] [4] [illegible] کنند،

[5] غالباً در ۱۰۲۶ھ که جهانگیر در ماندو بود و اعتماد الدوله مورد عنایت های خاص (رجوع کنید به توزک جهانگیری ترجمه راجرز ج ۱ ص ۳۶۴ ببعد)

باندازهٔ جشن گاهِ جهان
بود دست گلچین لب شاهدان

بمن ده درین جشن خرّم بهار
شرابی چو رنگِ گل و بوی یار

کدامن گِه خاک گلشن کند
شب تیره را روز روشن کند

ز هر گوهری باده دانا تر است
که پندار سوز و خرد پرور است

اگر ابر ازو مایه داری کند
جهان را ز جان آبیاری کند

می ده بمن تلخ و تیز و پگاه
که دم را کنم چون دم بامگاه

بباران می تلخ چون چشم یار
که شیرین کند زهر در کام مار

گهر گیرد از بحر و از کوه تیغ
چو مرجان کند اشک در چشم میغ

شرابی که چون اوج گیرد ز جای
بگیرد ز پرّنده اوجِ همای

هوا تاب گیرد ز دو آفتاب
زمین مایه پیما شود از دو آب

به بهرام این اوج خنجر کشد
که بگیرانش از زیر ران درکشد*

(۲۲۵) می کو بمسجد کنشت آورد
به دی ماه اردی بهشت آورد

قدح روی دشتی کند لاله زار
هوا لختِ ابری کند ژاله بار

بجام اندرون آب باشد به تیغ
بمغز اندرون ماه باشد بمیغ

بمن بخش ازان آبِ شنگرف رنگ
که بدخواهِ ناموس و نامست و ننگ

می دانش افزای پندار سوز
که شب را بپوشد بدیبای روز

بمن ده که می شیرِ سرخِ منت
بمیدانِ من مردِ شیرافگن است

به نیروی این جرعه تیز پر
بهم بار بر گردنِ شیرِ نر

منم اصفهان تا نمودِ منست
می مشکبو زند رودِ منست

چنان رو بخاری بر آرم که گشت
کز و آب گیرد در و بوم و دشت

۲۲۵ آر: نیز شد این بیت را در آ به نقابا شک آورده است و در آ ندارد ۵۳ آ: رو ،

بسی ریزم از بینی خامه خون — که تا گنجی از زنده آرم برون
(۲۴۴ا) شکر برفشانم ز منقارِ زاغ — که شیرین کنم کامِ مرغانِ باغ
من از پردهٔ این سیاهِ دوسر — پدید آورم پیکرِ ماه و خور
ستاره درخشانم[1] از کنجِ غار — کنم روزِ روشن ز تاریک سار
چو از خُمِ نیلی درخشان نبید — چو پستانِ زنگی و شیرِ سفید
من از نوکِ این خامه از زنگ وار — نگاری کنم رشکِ ایزد نگار
که یزدان نگار اندرین بت سرا — پرستش گر آید نگارِ مرا
درین دیرِ شادی کُشِ غم فزای — می تلخ باید، بتِ دلرُبای
من و باده و ترکِ یارانِ باد — گره بی می از کار نتوان گشاد
سرِ بادپیما درین کارزار — یکی پای مزدور باشد بکار
مرا هم سرانند سرِ پُر ز باد — سرِ بادپیما بود خام باد
بجز باده هر چیز خاکست و زشت — که بی باده زین باد نتوان گذشت
چنان باد را[2] باید آبی چنین — بدامانِ این آسیایِ برین
می گرم باید دمِ سرد را — کزان آب بنشانم این گرد را
کز اندیشه گیرد گرد آسیا — سفیدی کند موی بر[3] طاسِ ما
که چندی بترکِ کبود آسیا — کند آب رخشنده مشکین[4] گیا (؟)
(۲۴۴ب) فروغی ندارد سرِ بادخور — اگر ترکِ بهرام و ماهست خور
گر این آب گردان کند آسِ من — سیاهی کند موی بر[5] طاسِ من
که باشد مرا زندگانی دوبار — بروزِ جوانی می اندر بهار
می سرخ در ساغرِ شاهوار — حبابانِ گلگون درو غنچه وار

[1] آ: درافشانم [2] آ: زا [3] آ: پر [4] آ: مشکین [5] آ آ: بر

ذکر

مولانا دوستی سمرقندی[1]

عالمی متبحّر و فاضلی منقّح است، مسوّد این اوراقِ پریشان بخدمت آن زبدهٔ نکته سنجان نرسیده فامّا بیکی از دوستان یکجهت او برخورده، ومجلی از احوالِ او از روی تاکید تحقیق نموده درین تسوید مرقوم قلم شکسته رقم گردانید،

بررای انور (۱۲۴۶ ﻫ) ارباب هنر پوشیده نماند که مولانا دوستی سیّد است ویکی از اشراف زادهای سمرقند است، در وطن خود بسن رشد وتمیز رسیده وتحصیل علوم دینی نموده است، بعد ازان بحسب تقدیر ایزدی دل از حبّ وطن برداشته قدم در بادیهٔ مسافرت گذاشته و درهنگام سیر سفر به هندوستان که رونق دهٔ هنرمندان و نشو ونما دهندهٔ خردمندان است آمده و از استمداد بخت بلند وقوت طالع ارجمند بشرف خدمت دُرِّ صدف شرفِ سیادت و نقابت، اخترِ برج سخاوت وشجاعت، خانِ کریم، صاحب فرهنگ، عبدالله خان فیروزجنگ مشرّف شد، آن خان قدردان از روی امتیاز و قدردانی در اعزاز و اکرام میر دوستی کوشیده اورا در خدمتِ خود نگاه داشت، و مدّتِ مدید آن عزیز در ملازمت خان فیروزجنگ ماند و قصاید غرّا در مدحِ او گفت و در سفر و حضر همه جا در بندگی مخدوم خود

---

[1] ذکر صاحب این ترجمه به هیچ جائی دیده نه شد،

[2] رجوع کنید به صفحه ص۳۹۷ حاشیه نمره ۵،

سرشکی چکاند برین خاک زیر
که آتش کند آب در آبگیر

کزین آبِ یک رنگ مرد آزمای
دو رنگی بشویم ز چرخِ دوتای

وزین آتشِ تیز رو چون خدنگ
هوا را کنم جوشنِ لعل رنگ

ازان می که گلزارِ رنگست و بوی
خرد راست پیغمبرِ راست گوی

خرد را پیام از خدای آورد
پیامِ خرد آشنای آورد

بده ساقی آن آتشِ آب رنگ
کزین آب آتش گریزد ز سنگ

(۲۴۵ ب) می چون زر و آذرِ زردهُشت
دهانِ مرا چون زِ دینارمُشت

می چون هنر در سر انگشتِ مرد
توانای چون آب در پشتِ مرد

می کهنه همچون خردهای پیر
به مانندِ جانِ جوان شیر گیر

می تیز در ساغرِ تیز گرد
چو خورشید بر چرخهٔ لاجورد

بساغر چو خورشیدِ رخشان بمیغ
برآورده از آبِ رخشنده تیغ

بشیشه چو بوی گل اندر گلاب
چو با ابر گوهر چو با تیغ آب

به پیمانه چون فوجِ لاله بموج
بمغز اندرون همچو پروین به اوج

خرد زندگان زنده اند از سه جان
روان و می و دانش شه روان

بجز مردِ دانش درین زیرِ گشک
بود زنده لیکن بیک جانِ خشک

می لعلِ این جشن گاهِ قدیم
سزاوارِ شاهست و رند و حکیم

بمن ده می همچو پولادِ هند
که طبعم حکیم است و شاهست و رند

(۲۴۷) هوس در دلم گشته خلوت نشین
زمن آرزو گشته عزلت نشین

ز بس سیل غم از دلم تاب برد
ز چشم جهان خواب را آب برد

چو من کیست اکنون ز رنج خمار
ز نومیدی خویش امیدوار

بده می که تاب و توانم نماند
چه تاب و توان بلکه جانم نماند

از آن می که نی رنگ دارد نه بو
نه در جام گنجد نه اندر سبو

مغنّی ز بگذشتگان یاد کن
حریفان آینده را شاد کن

عروسی که از نغمه در پرده است
بآهنگ عشاق پرورده است

بانگشت مضراب بگشای بند
بکش پرده از روی آن ارجمند

سرودی شود چون نوای دو تار
سری از گریبان مستی بر آر

به مجلس ز مطرب ترنّم خوش است
بدانسان که عالم بهر دم خوش است

بسی گشت این جام از می تهی
چو تسبیح در ابتدا منتهی

ازین اوّل و آخر بی شمار
ازین رفتن روز و شبهای تار

یکی پی بمقصود اصلی نه برد
همانجا بزاد و همانجا بمرد

جز آنانکه سرمست ساقی شدند
قدح بر گرفتند و باقی شدند

می ما ز نام و نشان فارغ است
خمارش ازین و از آن فارغ است

به بتخانه توبه باشد خلیل
بفرعون هستی بود رود نیل

اگر بوی زین می رسد در مشام
وزد گاه عالم نگردد تمام

نه یوسف ز دل بگذرد نی سمک
نه عیسی بخاطر رسد نی فلک

چه حاصل ز فرش تو بر بام عرش
می کش که نی عرش دانی نه فرش

چه این تاب آتش بساغر شود
ز تمثال ماهی سمندر شود

بسر می برد تا وقتی که در آخر سنه خمس عشرین و الف خان مذکور در رکاب
شاهزادهٔ سلیمان سریر، سکندر تدبیر، رونق گلستان معدلت و کامرانی،
زینت بوستان دولت و جهانبانی، شاهزاده معظّم و مکرّم سلطان خرّم
به دکن به قصد تسخیر ملک عنبر رفت، دران سال هم دران سفر در برهان پور
حقیقتِ دانشمند (۲۴۶ ب) شمّهٔ به تقریبی به عرض شاهزاده عالمیان رسید
او را از روی خواهش از خان فیروز جنگ گرفته در جرگهٔ بساط بوسانِ خود
درآورد الحال در خدمتِ آن شاهزادهٔ عالی مقدار است، همدرین سال
پیش از انکه داخلِ بندگانِ شاهزاده عالمیان شود دیوان خود را بمصحوب
یکی از مردم اهل بدار العیش کشمیر فرستاده بود دران بلدهٔ دلپذیر منظومات او
بنظر این کمترین درآمد، از قصیده و غزل و مثنوی قریب به هشت هزار بیت است
که بر بیاض برده و خطبهٔ دانشمندانهٔ بران نوشته است، الحق که آن دیوان اشعار
خوب و ابیاتِ مرغوب دارد، بعد از حمدِ الهی و نعتِ حضرت رسالت
پناهی اکثر قصاید و مثنویات خود را بنام خان فیروز جنگ بانجام رسانده
و اکثر جا اظهار رضامندی نموده، ایزد متعال وجودِ شریف و عنصرِ لطیف
این خانِ قدردان را از جمیع آفات در حفظ و امان خود داراد! بالنبی و
آله الامجاد!

ساقی نامه مولانا دوستی

بیا تا تماشای عالم کنیم	سری در سراپردهٔ غم کنیم
صلای وداعی بشادی زنیم	درِ خلوتِ نامرادی زنیم
مرادی که از نامرادی بود	اگر غم بود به ز شادی بود

بیی مستی هوشیاری درو — بیی جذبهٔ بیقراری درو

ز سجّاده بر آب کردن نماز — شدن چون[۱] مگس بر هوا چاره‌ساز

رسیدن باعجاز روح اللهی — نشستن برین طارم خرگهی

چو یوسف برون گشتن از قعر چاه — بمصر نبوّت شدن بادشاه

همه اسم و رسمست و نام و نشان — بجز جرعهٔ بادهٔ ارغوان

(۲۴۸ب) بیا تا بسر منزل دل رسیم — ز کشتی می تا بساحل رسیم

عجب کشتیی شو بطوفان درو — بهر قطره صد نوح حیران درو

کس از زهر هرگز نشد کامیاب — بلی تشنگی نشکند از سراب

لبالب چو ساغر ز صهبا مشو — گرت ذوق می نیست رسوا مشو

ز مستی غرض ترک ننگ است و نام — ندانسته پر می مشو همچو جام

چه حاصل که چون شیشه پر می شوی — اگر غافل از نشاء وی شوی

ازین آب گلرنگ آتش اثر — دران دم که گردی ز خود بیخبر

بیک جرعه سر تا قدم دل شوی — پس از سوختن شمع محفل شوی

درین مجلس آنان که جا ساختند — چو شمع از تف جوش بگداختند

بعالم چو گوی فلک فرد باش — بیک جای بنشین و در گرد باش

قراری که از بیقراری بود — به از دولت کامگاری بود

وگرنی چرا چرخ گردون لقب — نه در روز آرام دارد نه شب

بیا تا دگر نامرادی کنیم — بغم خوش برآییم و شادی کنیم

بعشرتگه بیقراری رویم — بسر منزل جان سپاری رویم

بگیریم ازان بزم خونین قدح — کزو غم تراود[۲] بجای فرح

---

[۱] ه: بر هوا چون مگس، [۲] ی: طراود،

ز قندیل فارغ شود خانه اش | که قندیل نورست پیمانه اش

دو خادم مرا هست در صبح و شام | یکی مرگ نام و دگر صور نام

بدین گونه حشمت[1] مرا خواب چند؟ | بقانون عشاق مضراب چند

نه خضرم که آب حیاتم دهند | دو روزی ز مردن نجاتم دهند

نه نوحم که چون رخ براه آورم | ز طوفان بکشتی پناه آورم

نه موسی که چون گرد اسباب گشت | ز حیرانیش طور سیماب گشت

نه آن آتشی کش چو او بر فروخت | هر آن کو برافروخت خود را بسوخت

خلیلم ولی گلشنم آتش است | دلم را ز گلشن بآتش خوش است

همان از آتش زاده از آب تاک | فرح بخش جان در دل دردناک

چه آبی؟ ز آتش فروزنده تر | برد دل ز کبریت سوزنده تر

(۲۴۸ ا) بمیخانه کش غیرت گلشن است | بهر گوشه صد وادی ایمن است

اگر سوز نبود چه نسرین چه باغ (کذا) | اگر می نباشد چه صحرا چه باغ (کذا)

مگر[2] نشاء تاک هم دیده است | که مستانه بر سبزه پیچیده است

کسی کو کشد زین می خوشگوار | نیاید برو کارگر زهر مار

بجامی که از دهر دارد فلک | بدردی کشان گر برآید ملک [؟]

بکیوان برآیم بزور[3] شراب | زنم شیشه اش بر سر آفتاب

زحل کرده مهر در کام ماست | که خورشید دُرد ته جام ماست

ز گستاخی آرزو مرده ام | ز بی صبری ذوق افسرده ام

میی ده که اینها ز یادم برد | خیال هوس از نهادم برد

میی فارغ از صوت جوش و خروش | که باشد ازو بهره در چشم و گوش

---

۱ آ: حشمت ۲ این بیت در آ ندارد ۳ آ: بروز

می ذوق در شیشه اش منزوی ست | وزو بازوی عیش و عشرت قوی ست
ز فیضش شرابی که نبود بری | دمادم بکوثر کند گوشزی
انا الحق دران لحظه منصور بود | که در وحدتِ جام مستور بود
چه فیضست در نشاءِ جامِ او | که مستی ست عالم در ایامِ او
ز تاثیرِ این باده در کاینات | شود قبلهٔ عارفان سومنات
ز تصویرِ جامش در اقصای چین | ز دیوار صورت فتد بر زمین
ز بزمش که مجموعهٔ بیغمی ست | و زو فصل نوروز را خرمی ست
زمانه چنان نغمهٔ گوش کرد | که غم را بکلی فراموش کرد
مدامش می خرمی نوش باد! | عروسِ فراغت در آغوش باد!
(۲۵۰۱) نشاطِ جهان باد جاوید ازو | که جز غم کسی نیست نومید ازو
بده ساقی آن خصمِ اندوه را | حریفی که از جا برد کوه را
گل و جام و ساغر طفیلِ گلست | ازین جمله مقصودِ اصلی دل است
در ایامِ هجر از گلستان چه حظ؟ | اگر گل نباشد ز بستان چه حظ؟
چه شد زخم اگر زیرِ مرهم بود | ز دردش چو در سینه صد غم بود
سر و تن همه نقشِ آب و گل است | ز هستی خدا را نظر بر دل است
بهر سو بناها ز مسجد بسی است | ولی قبله هر جا که باشد یکی است
به آیینِ اربابِ طاعت ببین | با وضاعِ اهلِ سعادت ببین
مخالف بهم چون قیام و قعود | مبرا ز هم چون رکوع و سجود
درین بو الفضولان مجو اتفاق | مگر اتفاقی بود در نفاق
اگر صایمی و تفِ دریوزه | دران روزه چون طفل سی روزه

سله بعدش در نسخه آ افزوده : دمادم ز بدمستیِ جانِ من | ز خود پاره گردد گریبانِ من ،

(۲۴۹و) چو از نیستی ترکِ هستی کنیم — بکاشانهٔ عقل مستی کنیم

چو دیوانهٔ رفته از خویشتن — نه زاهد شناسیم و نی برهمن

دریغا بهارِ جوانی نماند — بدل مایهٔ شادمانی نماند

چمن سبز گردید گلها شگفت — چو روی حریفان ز صهبا شگفت

برهمن طریقِ مسلمان گرفت — مسلمان رهِ بت پرستان گرفت

گریبانِ صد پاره دیگر نشد — برِ توبه هرگز رفوگر نشد

بلی از رفو گرچه گشتی درست — نگشتی بد انسان که بودی نخست

مرا چاکِ دل تا به دامن خوش است — برآور رفو زخمِ سوزن خوش است

گریبانِ جان را رفو آرزوست — که باز از پی پاره کردن نکوست

اگر دیده گریان بود بارِ اوست — وگر دل در افغان رود کارِ اوست

یکی نالهٔ کز می غم بود — به از شادیِ جمله عالم بود

مغنی بیا نغمه انگیز کن — یکی آتشِ مستیم تیز کن

که عمریست افتاده ام در خمار — سری از هوس مانده دستی زکار

بیاور میِ لعلِ دیرینه را — عروسِ شبِ عیدِ آدینه را

(۲۴۹ب) که با او دمی دست بازی کنیم — ز دنیای دون بی نیازی کنیم

پس آنگه بدرگاهِ والا رویم — بآن قبله گاهِ معلا رویم

سرِ پر دلان خانِ فیروز جنگ — بصحرا چو شیر و بدریا نهنگ

قضا را بباید که نازد باو — قدر را سزد گر بنازد باو

برو ختم ز اهلِ کرم سروری — چو بر مصطفیٰ نعتِ پیغمبری

جهان سرخوش از شادیِ جامِ اوست — چه گویم چه عشرت در ایامِ اوست

۱؎ نا: برو ۲؎ در نا میان این بیت و بیت ما قبل تقدیم و تاخیر است،

ذکر

مولانا وصلی[1]

مؤلف کتاب میخانه و مسود این ابیات مستانه شش ماه با وصلی در هندوستان
هم سفر بود، پارهٔ از احوال او (۱۲۵۱) تحقیق نموده درین تالیف بر بیاض برد،
بر رای مهر انجلای ارباب دانش پوشیده نماند که آن مجموعهٔ سخنوری از سادات
طباطبائی[52] شیراز است و این طباطبا* لقب سلسلهٔ ایشان است و این قبیله
را مردم فارس تمام در سیادت صحیح النسب می دانند پدرش در وطن بمیرپنبه زن
اشتهار دارد، نام وصلی میر نعمت الله است، دران وقت که مولانا مرشد
بروجردی به شیراز آمد و در انجا نشو و نما یافت میر نعمت الله شاگردی او
اختیار کرد و مدتی با او بسر برد تا طبیعت را از صحبت سخنور بروجرد بمرتبهٔ
موزونیت رسانید مصراع

کمال همنشین در وی اثر کرد

شوق شعر گفتن و ذوق در سفتن او را بوادی تتبع انداخت چنانچه در صغر سن
اکثر کتب فارسی را مطالعه کرد و بمرتبهٔ تحقیق لغات عربی و فارسی و پهلوی نمود
که درین جزو زمان درین فن عدیل خود ندارد و بحدی از اصطلاح[53] جزوی
و کلی متقدمین و متاخرین با خبر گردیده که هر گل و گیاهی که از زمین می روید
از نام و نشان و خاصیت و منفعت و مضرت آن بهر زبان اطلاع دارد،

---

۱ ترجمهٔ وصلی بجای دیگر یافته نشد اما صاحب مآثر الامرا (۳ : ۳۴۷) اطرادا ذکر او کرده است

٥٢ آ و تا: تباتبای شیراز است و این باتبا ٥٣ آ: اصلاح، تصحیح از روی تا،

چو تسبیح در دست مردم مگرد   تو شیطان آدم چو گندم مگرد

مشو نقل مجلس چو تسبیح خویش   مگردانش از بهر ترجیح خویش

بمیخانه بنشین مجازی مباش   چو طفلان مکتب ببازی مباش

درین خانه نبود قیام و قعود   بشو همچو مستان سراپا سجود

(۲۵۰ ب) بود طاعت می‌پرستان نیاز   سرود مغنیش بانگ نماز

زما و منی کز دوئی زاده اند   بیک جرعهٔ می دور افتاده اند

تفاوت درین خانه دستور نیست   درو نیستی نیز منظور نیست

درین کعبه یکسان بود بیش و کم   ز هر در که آئی روی در حرم

تو چون لقمه در کام آهنگ باش   همی گرد یک رنگ و بیرنگ[۱] باش

اگر رنگ بت را نمی ساخت کم   چرا لعل را کس نکردی صنم

دریغا که مست است هشیاریم   دریغا که خوابست بیداریم

دریغا که بگذشت روز شباب   زمانی بمستی زمانی بخواب

ز بیداری خوش وزین خواب مست   دریغا که چیزی نیامد بدست

خوش آن بی سر و پا که از دست رفت   چو دیوانه خواب آمد و مست رفت

دگر دوستی دست از جان بشوی   بدل آنچه داری بساقی بگوی

دلم از مقیمان درگاه تست   اگر نیک اگر بد هواخواه تست

چه مست و چه هشیار در صبح و شام   دعای تو گوید دگر والسلام

۱؎ تا: نیرنگ،

اشتباه جهانگیری بود وصّلی را از روی خواهش تمام تسلّی نموده وشغلِ وکالتِ خود را بدو مفوّض داشته او را همراه خود بپایهٔ سریر سلطنت[1] مصیر آورد، بعد از سعادتِ آستان بوسی آن عتبهٔ عالیه بلطف و مرحمت شاهنشاهی و عنایت بی نهایت جهانگیر بادشاهی سرافراز شده خطاب رشید خانی یافت[2]، بعد از اندک استقراری انجم جاه انجم سپاه رشید خان را کومکی خان عالی شان مهابت خان ساخته در آخر سنه ستة عشرین و الف از مندو باز بجانب بنگش مرخص فرمود[3]، میر نعمت اللّٰه در خدمتِ مخدوم خود بدان طرف عود نمود، از ان تاریخ تا الغایه که سنه ثمان عشرین و الف است دیگر خبری از احوالِ آن فرهنگ دانش ونکته پروری باین ضعیف نرسیده،

چون ساقی نامه او زیاده از سه بیت بدست این حقیر نیامد بنا بران قصیده که در مدح میرزا غازی بر سبیل ره آورد گفته داخلِ جمع این اوراق (۲۵۲ ب) پریشان نمود امید که منظورِ نظرِ کیمیا اثر اربابِ هنر گردد،

ساقی نامه

صراحی چو بردارد از رُخ نقاب	فروشد زمین بر فلک آفتاب
بیا تا دماغی به می تر کنیم	رگِ شیشه را تازه نشتر کنیم
بده ای دوای دلِ خستگان	شرابی که افتد یقین در گمان

---

[1] آ: سلطنت مسیر، ت آ: خلافت مسیر [2] رجوع کنید به توزکِ جهانگیری صد ۱۹۳، و مآثر الامراج ۲ ص ۲۴۸، [3] رجوع کنید به توزک جهانگیری صد ۱۹۹ سطر ۸، غالباً در ابتدای ذی قعدہ ۱۰۲۶ھ مهابت خان بخدمت صوبه کابل و بنگش رخصت یافت،

بعضی از اشعار او خالی از رتبهٔ نیست، تا آن وقت که این ضعیف او را دید قریب چهار هزار بیت از قصیده و غزل و مثنوی (۱۵۲ب) متفرقه داشت فامّا دیوان ترتیب نداده بود،

وقتی که استادش از فارس به هند آمد و در خدمت میرزا غازی ترقّی کرد و خطاب مرشد خانی یافت او را طلبید، او نیز بدل گرمی طلب استادِ خود از مسکن بملک سند آمد، قصیدهٔ در مدح زبدهٔ دودمان ترخانیان میرزا غازی گفته بوسیلهٔ مرشد خان بر سبیل ره آورد بران قدردانِ سخنوران گذرانید، میرزای مذکور التفات بسیار به وصلی کرد او را در جرگهٔ ملازمان خود در آورد[1] و خدمات عمدهٔ در ملک سند بدو فرمود، چون مدّتی برین بر آمد چراغ دودهٔ ترخانیان از صرصرِ حوادثِ زمان در قندهار فرو مرد و مردم او پراگنده شدند میر نعمت الله نیز از ملک سند به اجمیر هند آمد و دران ایّام آن بلده مخیّم سرادقات جاه و جلال بادشاه جهانگیر بلند اقبال شده بود پارهٔ آنجا تردّد کرد چون نقشِ او موافق مطلب ننشست بنابران عزم سفر پنجاب جزم کرد، جامع این اوراقِ پریشان نیز دران وقت با او رفیق شد و از راه نارنول بمرافقتِ میر مذبور به لاهور آمد چنانچه حقیقت آن سیر و سفر بمقتضی وقت رقم زدهٔ کلک بیان خواهد گشت،

القصّه بعد از اندک توقّفی مخلص را وداع نموده (۲۵۲ا) ازان بلده بر آمد [و] بجانب بنگش روان شد و درانجا به الله داد خان ولد جلال الدین افغان که به پسر جلاله اشتهار دارد برخورد و[2] دران روزها خان مذکور بموجب قول مبارک حضرت خلافت پناهی ترک تمرّد و سرکشی نموده روانهٔ درگاه عرش

---

[1] رجوع کنید به ماثرالامرا. [2] موضع مذکور تخلص او که اینجا 'واصلی' طبع شده غالباً تصحیف وصلی است، آ: ر: واو

هر عدوی که در آید بدیارت پی جنگ — ناوک تو کندش تا درِ دل استقبال

بس که در عهدِ تو منسوخ بود چین جبین — روی دریا نشود زین پس پر چین ز شمال

گر بکاوند نیابند جز اخگر از کان — شعلهٔ جود تو از بس که زد آتش بجبال

دردِ دل را چه دهد شرح بهرمت و صلی — آن خبیری تو که ناخوانده بدانی احوال

ختم کردم که حدیثم نبود قابلِ آن — که کند طبعِ خداوند جهان ناخوش حال

مجلسِ شاه جهان بی می و معشوق مباد — تا بود از می و معشوق سخن در اقوال

ذکر

والی وادی آزادی مولانا[1] فزونی استرآبادی

نکته سنجی سنجیده و آزاد مردی جهان دیده است، بعضی از اشعار او خالی (۲۵۲ب) از عالیتی و رتبه نیست، منظومات کم دارد فاما تتبع نظم و نثر بسیار کرده بتخصیص تواریخ و دران فن مهارت تمام دارد، چنانچه در وقتی که این ضعیف بدار العیش کشمیر رفت فزونی در انجا رحلِ اقامت انداخته بود و بتالیف کتابی اشتغال داشت، دران بلدهٔ دلپذیر آن تصنیف بی‌نظیر[2] را باتمام رسانید و نام آن نسخه را بحیره گردانید الحق که آن تاریخ را بسیار خوب نوشته و در تحقیق اخبار آنچه لازمهٔ مورخ است و تعلق بسیاق تاریخ دارد دقیقهٔ فروگذاشت نکرده

---

[1] در مآ لفظ مولانا را ندارد، —— ترجمهٔ فزونی جای دیگر به نظر در نیامد، الّا در مخزن الغرایب که فقط این قدر گفته است: میر هاشم فزونی استرآبادی راست ــه
پروانه صفت دشمن بال و پر خویشم — پیوسته طپان بر سر خاکستر خویشم

[2] آ: بی نذیر

قصیدۀ که وصلی در مدح میرزا غازی ترخان گفته اینست :-

وقت آنست کنون از اثرِ بادِ شمال — سبز گردد به رخ حور وشان دانۀ خال
قوّتِ نامیه اش بدر کند در ساعت — گر تو بر خاکِ چمن نقش کنی شکلِ هلال
در هوا ریشه زند از مددِ فصلِ ربیع — شیر گر پنجه کند راست پیِ صیدِ غزال
شود از فیضِ هوا سبز و گل آرد بیرون — قرعه بر تختۀ خاک ار فگنی از پیِ فال
در هوا قطرۀ خون گل شود از فیضِ بهار — گر مریض از پیِ صحت بگشاید قیفال
تا رسیده بزمین لعلِ بدخشان گردد — دانه گر شود امروز جدا از غربال
شود از لطفِ هوا سبز تر از خطِّ بتان — باغبانِ گر بمثل تخم فشاند ز زگال[١]
در چنین فصل[٢] که عکسِ گهر از سینۀ کان — شعله ور گردد چون شمع ز فانوسِ خیال*
سرِ مستان تو و پای خمی کز حملش — نه برد راه بکاشانۀ زمستی حمّال[٣]
من و آن می که نسیم ار برساند بویش — شخص را سایه زمستی نرود از دنبال
من و آن می که اگر پرتوش افتد بچمن — (۲۵۳ا) لبِ گلبن زند از غنچه سراپا تبخال
خنده بر جامِ جم و ساغرِ خورشید زند — شیشه گر از میِ گلرنگ بود مالا مال
گوهرِ مدحِ شهنشاه بساحل فگند — [٤]در ره از پیِ آن رقص کند زال* (؟)
شاه غازی که ز بهرِ فرسش هر سرِ ماه — آسمان نعلِ زر اندود فرستد ز هلال
ای جوادی که اگر تربیتِ چرخ کنی — آفتابش نکند تا بابد میلِ زوال
جبان ز تیغت شود خصم بصد حیله و فن — گر در آیینه گریزد بمثل چون تمثال
جور در عهدِ تو برخاست بنوعی که دگر — ظلم بر ساقِ بتان هم نرود از خلخال
عاقبت افتد بر خاکِ مذلت چونکه — خصمِ جاهت کند ارجای بچشمِ اقبال

[١] کذا: آ و آ۲ [٢] کذا در آ و آ۲ [٣] آ: جمال [٤] روایت این مصرعه مضطرب است در آ و آ۲ در حاشیه طور: «در دار از پی آن رقص کند دال» و در آ۱ این مصرعه را به نقاط شک آورده است ؛

بیا ساقی آن زادهٔ روح را
ز طوفان خلاصی دهِ نوح را

بمن ده که یک لحظه دل خوش کنم
ازین دیده طوفانِ آتش کنم

ازان می که در شیشه چون جا کند
چو من شیشه را پیر شیدا کند

ازان می که چون آرمش در خیال
شود مستِ اندیشه چون اهلِ حال

ازان می که عکسش دهد چون ضیا
بظلمت شناسند خورشید را

ازان می که چون بگذرد بر[۵۱] زبان*
زبان شعله ریزد بدامانِ جان

ازان می که بادش وزد چون به تاک
شود مست و بیهوش افتد بخاک

اگر[۵۲] جرعهٔ بر زمین زان چکد*
فلک سان زمین را بچرخ آورد

(۲۵۴ب) اگر بگذرد در جهانِ خیال
وز[۵۳] آیینه در سهو افتد مثال

ازان می که قوت دهد روح را
وهد[۵۴] جان و گفتار بی روح را

چو در خلوت از پیش مردم شود
فلاطونست گوئی که در خم شود

چو آید برون محض حکمت شود
چو حاتم سراپا مروت بود

بیا ساقی آن مایهٔ روح را
ز طوفان خلاصی دهِ نوح را

می کش طرب خانه روبِ دلست
دو صد خرمی پای کوبِ دلست

بمن[۵۵] ده که هر کس سمندر بود
غذایش ازین آتش تر بود*

می[۵۶] ارجوانی* فرحناک تر
ز چشمِ بتان نیز بی باک تر

(بقیه حاشیه ص۴۴۴) که در سنه ۱۰۵۴ھ بقید حیات بود، نتوانم گفت که این قزوینی همین صاحب ترجمه است یا شخصی دیگر، احوال شخصیه‌اش یک قدر مختلف است از آنکه در میخانه درج است

(حاشیه ص۴۴۵) ۵۱ تا: در زمان ۵۲ تا: زمین جرعهٔ گر ازان می خورد ۵۳ تا: وز آیینه در سهو افتد خیال ۵۴ هکذا در تا، در آ واو را حک کرده است،

۵۵ در تا این بیت را ندارد،

۵۶ آ: (به نقاط شک): مئ ارغوانی، تصحیح از روی تا،

است، نام آن نکته سنج متین ہاشم بیگ است و مولدش از استرآباد است
در انجا بسن رشد و تمیز رسیده و تخلص فزونی کرده در بہار جوانی و ایام نشو و
نمای زندگانی از وطن بعزم تجارت بر آمده پارۀ سیر سفر کرده و آنچه داشته در بیاری
صرف مردم اہل نموده بعد ازان در لباس فخر فقر در آمده پاره دران لباس
عالم را گشته، دران ایام که فزونی به کشمیر آمد صاحب صوبه آن ملک
صفدر خان بود[1] او را به تکلیف تمام در خدمت خود نگاه داشت و در
مراعات خاطر او کوشید، چون در ابتدا ر سنه خمس وعشرین و الف حکومت
آن دیار بفرمان قضاجریان جهانگیر بادشاهی از تغییر صفدر خان (۱۰۲۵)
به احمد بیگ خان کابلی[2] مقرر شد مولانا فزونی همراه خان مذکور از کشمیر
بهندوستان رفت و در لاهور از و جدا شده بجانب دکن روانه شد[3] ساقی نامه
خود را بی آنکه بشرف پای بوس شاه عالم پناه عباس شاه مشرف شود بنام
آن شهریار گردون اقتدار تمام کرده است،

ساقی نامہ مولانا فزونی

درین فصل کز فیض باد شمال | نسیم ارم را دہد گوشمال
جهان بس که سرتا به سر خرم است | تو گوئی جهان خاطر بی غم است
چرا من بیاد می لاله گون | پیاپی کشم آه سرد از درون

[1] میرزا لشکری پسر سید یوسف خان رضوی صفدر خان (که در عہد شاہجہانی بخطاب صف شکن خان مخاطب شد) در اواخر ۱۰۲۲ھ حاکم کشمیر شد (توزک جہانگیری ص۱۲۵ و ماثر الامراء ۲ ص۷۳۶) اما نسبت به سالہای جلوس عبارت نسخهٔ مطبوعهٔ ماثر غالباً مغلوط است [2] در آ لفظ کابلی را ندارد ـ غالباً بجای ابتدای ۱۰۲۵ھ اواخر ۱۰۲۴ھ باید گفت رجوع کنید به توزک جہانگیری ترجمہ راجرز جلد ۱ ص۳۰۳
[3] در موزهٔ برطانیه نسخهٔ تاریخی ست فتوحات عادلشاہی نام، که مصنفش فزونی استرابادی است

ازان می که چون آرمش در نظر — زتاب نگاهم گدازد جگر
اگر برهمن یابدش در وجود — دگر بت کند برهمن را سجود
ازان می که گر[1] او دهد آبروی — شود سایه با شخص در گفتگوی
(۲۵۵ب) ازان می که گر بیندش کس بخواب — شود مست بیدار با صد شتاب
ازان می که چون ریزیش در گلو — کند هر طرف شادیت جست وجو
ازان می که چون بر زمین ریزیش — بسا مرده کز خاک انگیزیش
ازان می که در رطل چون جا کند — شفق سان فلک را معلا[2] (؟) کند
بیا ساقی آن آتش و آب را — طرب نامهٔ بزم احباب را
بخویش آور خاطر مرد را — دواخانهٔ جان پر درد را
بمن ده که چون دیدهٔ گل رخان — شوم مست بر رغم ناکس جهان
بجدّیست ایّام دشمن مرا — که از بهر آزار کشتن مرا
گریزم اگر در بیابان همچو ناز — کند دهر پیدام با صد نیاز
نفس سان گریزم ازین تنگنای — چو شادی کنم در دل دوست جای
مگر وارهم از غم روزگار — گریزم چو عشوه بدامان یار
همان به که بر رغم دهر خراب — چو ساغر لبالب شوم از شراب
بیا ساقی آن جام بیجاده را — طراوت ده عارض ساده را
بمن ده که بس کار افتاده ام — خراب همین جام بیجاده را
که در هجر آن خون ازین چشم تر — چو آتش فشاند دمادم شرر
(۲۵۶ا) بتی گر نمکین شکر خنده اش — بود مهر بر صبح شرمنده اش
لبش چون پی حرف جنبان شود — سراسر جهان شکرستان شود

[1] آ: اگر، تصحیح از روی م. [2] مطلا؟

زعکسش اجل زندگانی شود | سُها چون سُهیل یمانی شود
به بحر ار فتد پرتوی زین شراب | شود بحر کم آب تر از سراب
اگر[51] نور او بر سر آرد گذر | شود پردهٔ چشم نور بصر
اگر زاهد او را به بیند بخواب | سراسر دعایش شود مستجاب
ازان می که چون جا کند در بدن | همه کس تواند مسیحا شدن
لبالب[52] ز مستی بود ظرف او | کند مست گوینده را حرف او
بآتش درم دست ازان خوشتر است | که چون پنجهٔ بیدلی ساغر است*
(۲۵۵ا) بیا ساقی آن جام جمشید را | برقص آورد صد چو ناهید را
بمن ده که ناهید من روی تست | دو صد همچو ناهید یک موی تست
مگو باده در شیشه ات مدغم است | ز روحست و[53] آبستن مریم است
بده کز سراپای خود وارهم | قدم در خرابات مستان نهم
خوشا بیخودی خراباتیان | که آنجا نداند کسی تن ز جان
ازان می که در سینه چون کرد جوش | ز مستی نیابد سخن راه گوش
ازان می که چون گیرم او را بدست | شود شخص صحرای اندیشه مست
اگر بگذرد بر صف کارزار | نهد در جگر هیبت ذوالفقار
اگر جرعهٔ زو خورد شخص کور | تواند بشب دید موئی ز دور
اگر بگذرد جانب مرغزار[54] | شود چشم نرگس ازو نور دار
اگر کاهلی زو دهن تر کند | دگر کاهلی کار صرصر کند
اگر عکس او بر فلک افتد | بسجاده بیخود ملک افتد

۵۱ ازین موضع دو بیت را در تہ ندارد ۵۲ در تہ بیت را ندارد و در آ مصرعهٔ ثانیه را به نقطها شک آورده است، ۵۳ در تہ واو را ندارد ۵۴ آ: مرغذار،

که گر قهرِ او بنگرد بر رهِ رَم — گریزد زرِ نقش تا صد قدم
اگر بیندش ناگهان شیرِ نر — گریزد ازو چون ز آتش شرر
زند نعرهٔ عدلش ار بر ستم — کند اسب تصویر از بیم رم
ز بس گو بدلها در افگنده باس — کند شخص از سایهٔ خود هراس
کسی را چو خواند بنزدیکِ خویش — دَوَد سایه از شخص صد گام بیش
(۲۵۷ا) دَمارش اگر بنگرد بر حباب — رود از گرانی دگر زیر آب
اگر از نیام او کشد تیغ را — بسوزد زبانش دلِ میغ را
شکاری گریزد اگر از برش — غضب آب گوید که بازآورش (کذا)
زهی خسروی کز بلندی جاه — زند سایبان بر سرِ مهر و ماه
زهی بادشاهی که از عدل و داد — ستم در زمانش نیاید بیاد
چنان برطرف شد بعهدش ستم — که عاشق ز هجران نیابد الم
چنان تخم راحت بعالم فشاند — که از غیر در دل کدورت نماند
الهی فلک تا بود چنبری — بتان را بود زلف تا عنبری
سرِ خصم در چنبرِ شاه باد! — دلش از بد و نیک آگاه باد!
مبادا جهان بی وجودش دمی! — که خرّم ازو شد دلِ عالمی!

فزونی دعاگوی این شهریار
مبادش جز این در جهان هیچ کار!

سخن از لبش چون بگوشش آیدم | زبس مستی از دل خروش آیدم

هر آن می که بی آن گلستان بود | بود زهر اگر آب حیوان بود

گر آن تندخو را بدل بگذرم | دگر سر بگردون فرو ناورم

شوم فکر عاشق کشی سربسر | اگر یکدمش در دل آرم گذر

گر او سوی من بنگرد بی نقاب | چو خالش کنم تکیه بر آفتاب

بیا ساقی آن آب آتش اثر | که هر قطرهٔ او بود چون شرر

بمن ده که آتش پرستی کنم | چو مردان ره ترک هستی کنم

که از جور این نُه خم نیلگون | چنانم که عاقل بدست جنون

من آن خرّمی دیده ام از جهان | که پروانه از شمع و دل از سنان

من آن مردمی دیده ام از فلک | که بیند تن از نیش، زخم از نمک

من آن مرحمت دیدم از روزگار | که بیند دل عاشق از هجر یار

زبس کو نخواهد دل شادمان | نخواهد که شادی بود در جهان

(۵۶۲ب) بده ساقی آن جام پر آتشم | که بر یاد جم جاه عادل کشم

خداوند شمشیر و جام و سریر | چو آبا و اجداد آفاق گیر

فلک چترداری کند بر سرش | اجل پاسبانی کند بر درش

زبس قدر آن خسرو تاج ور | فلک چون حباب آیدش در نظر

خدنگش رگ جان خصمان گرفت | بیک حمله تیغش خراسان گرفت

سرافراز شاهان شه دین پناه | شه عالی اندیشه عباس شاه

اگر پاس او جا کند در جگر | سزد بی جگر طفل زاید دگر

عدو را چو بی تیغ بسمل کند | نهیبش چنان جای در دل کند

۱ آ: مستی، تصحیح ز ردی مر ۲ ر: درلیش ۳ آ: با

ازان ملک زود بر آمده، مبادا که این ادای ناخوش او گل کند، چون بعراق عود
نمود پیش از آمدن مولوی این راز قبیح انتشار یافته و باطن انوری بی شرمی صریح او
را بر ملا گردانیده بر زبان خلق انداخته بود، غروری تاب ظرافت ظریفان
و طاقت طعن حریفان نیاورد بنابران بهندوستان آمد، الحال در گوشه و کنار
هند بساحت مشغول است، ساقی نامهٔ که بتخلص او معروف و مشهور گشته خالی
از حالتی نیست و بمقتضی معنی این بیت که شعر

تو سخن را نگر که حالش چیست ۔۔۔ در گذارندهٔ سخن منگر

درین تالیف مرقوم قلم شکسته رقم گردانید امید که منظور نظر کبیر و صغیر گردد

ساقی نامهٔ میر غروری کاشی

(۱۲۵۸) ثنائی کنم پیر میخانه را ۔۔۔ تجلی ده طور پیمانه را
نگارندهٔ موج سطح ایاغ ۔۔۔ فروزندهٔ گوهر شب چراغ
شناسندهٔ گوهر بیغمی ۔۔۔ مسیح شفاخانهٔ خرمی
کریمی که رحمت طلبگار اوست ۔۔۔ کرامت گیاهی ز گلزار اوست
تواند اگر خواهد آن رهنما ۔۔۔ که کیفیت از باده سازد جدا
خلافش اگر پرده گیرد ز کار ۔۔۔ مقدم بمستی نشیند خمار
درش قبلهٔ زبدهٔ کاینات ۔۔۔ مقیم است در وی نسیم حیات
بمی آشنا چون شد او را زبان ۔۔۔ مسیح مسیحاش خوانند ازان
به تکرار اسمش چو گردد فصیح ۔۔۔ صراحی بود مریم و می مسیح
حریمش بود کعبهٔ اهل راز ۔۔۔ غبارش بود چشم اهل نیاز
بهشتست آن روضهٔ دلکشا ۔۔۔ که خاکش زند طعنه بر توتیا

ذکر[1]

مجموعهٔ نکته‌دانی میر غروری کاشانی

اشعار خوب و ابیات مطلوب دارد غالباً اکثر مضامین منظومات او پهلو بر معانی متقدمین و متأخرین می زند، این ذرهٔ بی مقدار آن نکته‌دان را ندیده ولیکن بملازمت عزیزانی که با او مدتها محشور بوده اند رسیده و احوالش تحقیق (۷۵۲ ب) نموده است، تولد او در کاشان واقع شده، در بهار عمر از وطن بشیراز آمده پارهٔ دران بلده توقف کرده با مردم خوب صحبت داشته و ازانجا بگشت ولایت لار رفته است، و این مقدمه در عراق اشتهار تمامی دارد که پیش ازانکه ملک لار در تصرف بندگان شمع شبستان نبوی شاه عباس حسینی صفوی در آید مولانا غروری دران دیار رفته و یک قصیده حکیم انوری را بنام خود کرده و به پادشاه آن بلاد بر سبیل رهآورد گذرانده و صله گرفته

---

[1] در ما ترجمهٔ ملکی مقدم و ترجمهٔ غروری مؤخر است؛ ـــــ در بعضی تذکره‌ها که پیش خود دارم میر غروری مذکور است اما برای نام و نمی توان گفت که همین صاحب ترجمه است یا کسی دیگر، مثلاً در آتشکده (ص ۲۳۵) گفته است که "غروری از اهل آن دیار (کاشان) است" و یک شعر ازو نقل کرده و در مخزن الغرائب آمده که: میر غروری کاشی در عهد شاهجهان بادشاه (!) به هند آمده اشعارش اندیشه پرور است، (بعد این جمله هفت بیت ازو آورده)، صاحب مخزن ترجمهٔ غروری کاشی را هم آورده و او را شخصی علی‌حده از میر غروری کاشی قرار داده است اما او و مبتلا هر دو من جملهٔ ابیاتش این بیت نقل کرده اند: باید که تو بر نگردی از من سهل است که روزگار برگشت، و همین بیت را آزاد در خزانه (ص ۲۶۵) در ترجمهٔ غروری شیرازی نقل کرده است که از و متبادر می شود گوئیا میر غروری کاشی و شیرازی یکی بوده اند،

رطوبت چنان کرده بر صفحه راه — که از دانهٔ لفظ روید گیاه

زفیضِ هوا آن چنان شد بهار — که بر صفحهٔ گلبن گل آرد ببار

شده سبز چون خطِ روی بتان — زفیضِ هوا مغز در استخوان

ازان دیده بر گل شبه کم کند — که نورِ بصر بار شبنم کند

زفیضِ هوا نخلِ حرمانِ من — شده سبز چون خارِ مژگانِ من

زبس مهرِ می در دلم بار بود — زبس ساخته دشت گلزار بود

[1] چو نورِ نظر شاهد و ارغنون (؟) — سر از روزنِ دیده آرد برون*

مگر باده در جلوه[2] افگنده است — که گل غنچه ناگشته در خنده است

چمن آنچنان تاب دارد ز گل — که شبنم شود داغ بر روی گل

شگفت آنچنان غنچهٔ از چمن — که در سایه اش شعله سازد وطن

ز شرمِ رخِ ساقیِ گرم خوی — خوی خجلت از شبنم آرد بروی

(۲۵۹ ب) ز شوخی چنان خنده بر گل زدی — که گل خنده بر حالِ بلبل زدی

شنیدم ز مستی بطرفِ چمن — که می گفت با چونِ خودی این سخن

زمانی طرب را فراموش کن — ز مرغِ چمن نکتهٔ گوش کن

مشو خرم از عارضِ[3] تاب ناک — که گل هم ازین غصه زد جامه چاک

که گر غنچه یک دم ز راحت زند — ز شبنم نمک بر جراحت زند

هم آگوش[4] قدرِ مسیحا شوی — اگر نیستی هستی آرا شوی

طلب کن ز ساقی می زندگی — همان جوهرِ فردِ پایندگی

بده ساقی آن حاصلِ عشق را — همان مرشدِ کاملِ عشق را

---

۱ این بیت را در مآ ندارد و در آ به نقاط شک آورده است ۲ مآ: جلوه، آ: جدول
۳ مآ: عابد ۴ کذا در آ و مآ

به[1] نیروی اعجاز در آن رواق | دلِ قدسیان گشته قندیلِ طاق
(۲۵۸ب) درش از سجودِ نظر سوده اند | تو گوئی ز زار و احش اندوده اند
گلی کاندران بیتِ معمور بود | تجلّی دهِ لمعهٔ طور بود
چو اشراقیان پیروِ بوی خم | نشسته حکیمانه پهلوی خم
مگو خانهٔ دل که صد چون حرم | بطوفِ درش کرده مژگان قدم
بآن محفلم ره چو پروانه بود | که روحِ ملک فرشِ آن خانه بود
کسی کسوتِ خضر در بر کند | دران خانه گرمی لبی تر کند
ازان می که گر عکسش افتد بر آب | بران آب تبخاله گردد حباب
چو پروانه از یادِ آن کام سوخت | تواند بدم شمع را بر فروخت
شده مهر از پرتوش منفعل | خیالش بود شمعِ فانوسِ دل
بحدّی فروزشرر نور بود | که پروانه اش موسی طور بود
خیالش چو آرد دلم را بتاب | دهانم شود مشرقِ آفتاب
سحاب ار کند جرعهٔ زان می هوس | هم آغوشِ آتش شود خار و خس
گر این می بود شخص را رهنما | کند عکس در پشتِ آئینه جا
مغنّی برد گر سوی ساز دست | شود نغمه از بوی آن باده مست
کند جا چو در شیشه آن لعلِ ناب | شود شیشه فوّارهٔ آفتاب
(۲۵۹و) ازان شیشه هر کس که ساغر زند | گلِ شعله چون شمع بر سر زند
چو[2] شد جام با نور سازم بناز* | که باشد گوارا می اندر بهار
چمن را شگفته گلِ عبهرست | زمین و زمان حاملِ عنبرست
طری را بحدّی رسیده کمال | که شد در دهان سبز لفظِ نهال

۱ آ، ب: نه ۲ ا، ب، ج

(۲۶۰ب) اگر زان بادهٔ کیفیتی دیده ام — که چون شعله بر خویش پیچیده ام

چه گویم من از گلشن حسن یار — که ضامن شد ایام را از بهار

خطی بهر قتل من آن خشمگین — رقم کرده بر صفحهٔ یاسمین

مرا حال دل از خط دیگر است — که آیینهٔ حسن را زیور است

سیه پوش شد نور در دیده ام — سواد خطش بس که دزدیده ام

گروهی که از غم بجان آمدند — چو مرغ چمن در فغان آمدند

ندارند این قوم غیرت هنر — بجز گلشن وصل جای دگر

پی آرزو سوخت جان در تنم — که تیغت کند دست در گردنم

زند آن دم این دیدهٔ دادخواه — بدان ماه حسن تو چنگ نگاه

بتان جفاکار پیمان گسل — ز بس سفله[1] خویند با اهل دل

پس از مرگ آیند گر بر سرم — چو خاشاک سوزند خاکسترم

من آنم که با عافیت دشمنم — خضر را بود رشک بر مردنم

دلم گریه بر بخت واژون کند — جرس نوحه بر حال مجنون کند

دمد شعله چون سبزه از خاک من — طلبگار برقست خاشاک من

(۲۶۱ا) گل عیشم از روضهٔ خرمی است — که خارش لگدکوب هر بی غمی است

چه[2] مرغیست لخت جگر بی گمان — که بر شاخ مژگان کند آشیان

جهان غنچهٔ بختم از خار دید — فلک راحت من در آزار دید

دلم بس که خو کرده با درد و غم — اگر راحتی دید گردد دژم

ز بس در دلم شعله گردیده جمع — کند ناله در بزم من کار شمع

منم خضر و مرگست پاینده گیم — شرابست سرچشمهٔ زنده گیم

---

۱ آ: سغله جویند، تصحیح قیاسی ست، ۲ آ: چه

ازان می که نابود را هستی است | خرد را ز وی نشأ مستی است

ازان می که انشاگر راز بود | فرح بخش چون خاک شیراز بود

می کز لباس ریا فرد بود | هم آغوش کیفیت[1] درد بود

اگر ذره از وی شود کام خواه | شود رشک فرمای خورشید و ماه*

فتد پرتوش گر بچاک حباب | توان دید عکس[2] . . . .

(۲۶۰) می کز ریا بیغش افتاده است | چو[3] خوی بتان سرکش افتاده است

بکام دل ناشکیبای من | شده قاتل من مسیحای من

منم موسی و طور من کوی اوست | تجلی من لمعهٔ روی[4] اوست

بر عارضش شمع کاشانه بود | تجلی دران بزم پروانه بود

چو رخساره از باده گلفام کرد | ثریا صراحی و مه جام کرد

بدستی که سرپنجهٔ مهر برد | به پیمانهٔ من تجلی فشرد

بمی لعل ساقی چنان یار بود | که مستی درین بزم هشیار بود

ز تاب لب لعل آن نوش خند | جهد نشأ از باده همچون سپند

بیاد رخش بس که جان سوختم | ز هر موی خورشید افروختم

فنا منعم از لمعهٔ خنجرش | بقا تشنهٔ لعل جان پرورش

خضر دشمن آب حیوان شود | چو آن ماه پیمانه گردان شود

چه شد آنکه من بیقرارم ازو | همه مست و من در خمارم ازو

بت سرکش مجلس آرای من! | همان برق کشت تمنای من!

بیا جرعهٔ از سبوئی بده | حیات مرا آبروئی بده

[1] در تو واو را ندارد
[2] در سه ندارد [3] بیاض در آ و در تا این بیت را ندارد [4] تا: ز [5] تر: نور [6] کذا

ظهیرالدین ابراهیم است، وی یکی از اکابرزادهای دارالموحدین قزوین بوده،
در اواسط زندگانی توفیق سبحانی هادی راه او گشت تا اسباب و اموال خویش
به زن و فرزند باز گذاشته از دارالموحدین بر آمده روی دل بسوی عتبات
عالیات آورد، بعد از طواف مزارات فایض البرکات حضرات رفیع الدرجات
دران ولایت با اعلم العلما و افضل الفضلا مولانا احمد اردبیلی[1] ملاقات نمود
چون از کمال دانش و بزرگواری و وفور بینش و پرهیزگاری آن جامع علوم
ظاهری و باطنی باخبر گردید بهم صحبتی وی را سعادت دارین دانسته درنفد منش
باستفاده مشغول شد و مولوی را با میر ابراهیم عنایت بسیاری بهم رسید [حاشیه ۲۶۲ ا]
چه وی در علوم دینی مهارت تمام داشته سخنان مطلوب بیان می کرد و بحثهای
مرغوب می نمود، و بتحقیق پیوسته که میر ظهیرالدین اکثر در مقام انتظام
نظم می شد، مولانا احمد نظر بر علم او نموده علمی تخلص بدو عنایت فرموده
این سه بیت از علمی است

ز رحم تا بدل تو هزار فرسنگ است[2]	چه سان برحم در آید[3] دلی که از سنگ است*

وله

بگلشن رفتم و در خون نشستم	که هرجا غنچهٔ دیدم دلی بود*

(بقیه حاشیه صد ۴۵۶) [3] ترجمهٔ میر ملکی را بر حاشیه آ (صد ۲۶۱ ب تا ۲۶۲ ا) غیر کاتب اصل افزوده است
امّا در آ موجود است به ترتیبی که در ابتدای ترجمه سابق نشان دادم و چون از کهنگی و خستگی کاغذ بعضی از الفاظ
این ترجمه و ساقی نامهٔ صاحب ترجمه ساقط شده بود از آ جبر این نقصان کرده ام و این چنین مواضع را نشان داده
(حاشیه صد ۴۵۷) [1] برای ترجمه مولانا احمد اردبیلی رجوع کنید به هفت اقلیم به ذیل اردبیل، حاصلش
اینکه مولانای مذکور بعد از کسب فضل و کمال در عتبات عالیات توقف نموده بود و به مثوبات اخروی پرداخته
جمهور خلایق او را مجتهد می دانستند امّا او تن به هم آغوشی آن مطلب نداده تا آخر حیات با اهل تجرد و توکل
روزگار می گذرانید [2] در آ مصراع ثانی مقدم است بر اوّل [3] آ: در آرم (بجای در آید) [4] منقول از آ

خموشی بود محرم راز من — ز ناسازگاری بود ساز من
ز مجنونم از غصهٔ بیچاره تر — ز آوارگی هستم آواره تر
چرا شادمانی نگیرد کمم — که ماتم نشسته است در ماتمم
اگر غنچه گردد چو خونین دلی — سراید اگر بلبلم بر گلی
گل از گلبن و عندلیب از چمن — غم و غصهٔ جاودانی ز من
نه بیند دگر کلفت از هیچ سوی — ز آسودگی هر که بر تافت روی
بقربانگهِ عشق رو کرده ام — که آسودگی آرزو کرده ام
سیه بختم از لونِ فیروز به — ز بی طالعی روزم از روز به
چه شد مشفقی تا دلیری کند — وزین نسخه ام دستگیری کند
(۱۲۶ ب) کشد از برم کسوتِ ماتمی — مگر غصه ام رو کند در کمی
که جان سوختم در بیابانِ غم — نشد کوته از جور دستِ ستم
بعونِ کسی یابم از غم نجات — که خضر از درش جست آب حیات
کند هر که خاک رهش[1] را صفت — زند غوطه در چشمهٔ معرفت
گروه[2] ملک راست یک سر مقام — جنابی که شد طور معنیش نام*
کسی را که طبعش پسندیده است — چو نورِ نظر مسکنش دیده است

ذکر[3]
میر ملکی قزوینی

بر روشن دلان وادی سخن آفرینی پوشیده نماند که اسم پدر میر ملکی قزوینی میر

لہ تا: ورش ۵۲ این بیت را در آ، "لا" و "الی" منسوخ کرده است تا: گروهی فلک راس الخ

(حاشیه ۲۶۲ ب) بعد از مشاهده شهرهای مذکور به بندر ابراهیمی آمدند و از راه مَنُوجان و کرمان با صفهان آمده شاه عالم پناه، سایه لطف اله، پناه ملّت مصطفوی، مروّج دین مرتضوی، شاه عباس حسینی صفوی را ملازمت کردند و کمر بندگیش بر میان جان بستند[1]، آنگاه آن بادشاهِ خورشید کلاه عازم[1] خراسان شد* ایشان نیز در رکاب سعادت[1] وی روان شدند و[1] بدولت* آن خسرو پاکیزه اعتقاد بسعادت زیارت مرقد منوّر، و مشهد مطهر امام الانس و الجن امام رضا علیه التحیة و الثنا مستسعد گردیدند،

و دران ایام خبر سرکشی و توسنی[2] خان بن خان نورم خان بخسرو[1] بلند اختر رسید بنابران از مشهد مقدس بهرات[1] روان شد، وقتی که بدان بلده رسید و سوادِ آن بلده را آرامگاهِ سپاه ساخت اخبار وحشت آمیز[1] از جانب خصم بسمع* شریفش رسید بعزم رزمِ نورم خان متوجه مرو[3] شاهجان شد*، میر ظهیر الدین در رکاب شاه[1] انجم سپاه بدانجانب رفت و میر ملکی بحسب تقدیر از پدر مفارقت گزیده عازم هندوستان گردید،

بعد از طی مراحل و قطع منازل بدار الخلافه آگره آمده داخلِ فهرست بندگان بادشاهِ جم جاه عالی مقدار، خاقان[1] سلیمان نشان سپهر اقتدار ظلّ ظلیل الهی، زیبندهٔ اورنگ سلطنت و بادشاهی، فرمان روای بحر و بر جلال الدین اکبر گردید، بعد از سعادت ملازمتِ آنحضرت میر ملکی فراخورِ حالتِ اصلی و قابلیّتِ جبلّی خویش نسبتِ بندگی بهم رسانید، چون بامر قادر ذو الجلال آن بادشاه بلند اقبال ازین دار ملال بعالم بقا انتقال کرد میر ملکی مرثیهٔ از

[1] منقول از آ، یعنی در سنه ۱۰۰۵ھ رک به عالم آرای (ص ۵۲۱) [2] آ، آ: طوسنی — نورم خان یعنی نور محمد خان ازبک [3] آ: مرو و شاهجان شد آ: مرو و شاهجان شدند — رجوع کنید به عالم آرای عباسی

وله

دیده گریان، سینه سوزان، دل تپان، جان مضطر[1] — چشم بد دور از تو علّی، اخوش بسامان بوده

بعد از انقضای مدّتی کیفیت موزونیّت طبیعت بپرسش میر ملکی بدو رسید شوقِ دیدن[2] فرزند* برو غلبه کرد، بنابران ازان سرزمین عزم[3] قزوین نموده خلفِ خویش را دریافت، بعد[4] اندک زمانی فرزند را همراه خویش برداشته از قزوین به درگزین رفت[5] و از راه همدان[6] و بیستون باز رو به درگاهِ عاصیان پناه[7]، مردم دیدهٔ سید کونین، امام حسین آورده، مرتبهٔ دیگر رخسارهٔ خود را از خاکِ آن آستان ملایک آشیان آبرو بخشید و شبی[8] از شبهای جمعه پدر با پسر دران روضهٔ[9] متبرکه به احیا داشتن مقید گردیدند، هنگامِ سحر شحنهٔ خواب درِ نظاره بر روی دیدگانِ[10] ایشان مسدود گردانید، ظهیرالدین ابراهیم[11] چنان در واقعه دید که حضرت سالار[12] شهیدان امام متقیان امام حسین علیه السّلام بدو گفت: ای[13] میر ابراهیم*! اگر تو مخلص و معتقد باخلاص مائی برو به ایران، و در خدمت دارای آن ملک که فرزند ماست بگذران، چون از خواب بیدار شد عازم خدمت فرمان روای آن دیار گشت،

نخست به بغداد آمده با فرزند خویش میر ملکی در شط بکشتی نشست و به بصره رفت[14]، بعد از سیرِ آن بلده ازان جا بحرین و از بحرین به هرمز[15] رو نهادند

---

[1] منقول از ن آ [2] ن آ: پس [3] ن آ: برفت [4] ن آ: شاه [5] ن آ: رفتند،

[6] ظاهرا جرون (یا هرمز نو) مراد است که جزیره ایست در دریا قریب به ساحل فارس، و همچنان بندر ابراهیمی که نامش جای دیگر دیده نه شد موضعی بوده باشد بر کنار دریا قریب به هرمز قدیم، و گمرو که فرنگیه پرتگیز بر ساحل دریا آباد کرده بودند و بعد آنکه به تصرف شاه عباس اول در آمد (در سال ۱۰۳۱ه رجوع کنید به عالم آرای ص ۶۸۹) به بندر عباسی موسوم شده غالباً مراد نباشد زیرا که از راه متوجهان دور تر بود.

چون تلاقی عسکرین دست داد از فوجِ سپاهِ کفّار که قریب بده هزار پیاده وسوار بودند فیل قوی هیکل جنگی بجانب لشکر اسلام راندند (ص ۲۶۳ ب) و این پیل پیلی بود که مکرّر بندگانِ آنحضرت ازان گمراهان طلب فرموده و ایشان نداده بودند، خلاصهٔ سخن آنکه از صیبت[ه] (کذا) وصلابتِ فیل مردم فوج بادشاهی در تزلزل افتادند، از شجاعت اصلی و غیرتِ جبلّی که سادات را می باشد میر ملکی با جامهٔ یکتهی جلو انداخته در برابر آن کوه روان می آید و تیری که* در بحر کمان نهاده برعهاوت[۱] شست[۲] می بندد[۱] بیک تیر او را از* بالای[۲] پیل سر از زیر[۳]* مینماید، بمجرّد[۴] افتادنِ پیل بان پیل روی گردان شده روی بلشکر خود می نهد، باقبال شاهنشاهی لشکرِ ظفر اثر* از جا در آمده سپاه مخالف را منهزم می نمایند، این بیت از ابیاتیست که میر مذکور دران رزمگاه گفته است ؎

در[۱]ان صحرا نمود از موجِ جوشن	تنِ جنگ آوران دریای آهن
سر[۱] گردن* کشان در نوکِ نیزه	بمهر و ماه می کردی ستیزه

بعد از اتمام این خدمت بدرگاه جهان پناه آمد،

پس از انقضای اندک زمانی بندگانِ حضرت خلافت پناهی او را در خدمتِ خانِ عظیم الشان زمانه بیگ مهابت خان بر سرِ رانا تعیّن فرمود دران

(بقیه حاشیه ص ۴۶) که راجگان بیکانیر از ایشانند، رجوع کنید به منوچی ج ۲ ص ۴۳۵ و ۴۴۱ مع حاشیه ا (و ماثر ۱: ۴۹ و ۴۸۳:۲) و بادشاهنامه ج ۱ حصه ۲ ص ۲۹۷ و ۳۰۲) — این مخالفت که از دلپت و پدر او به نواحی ناگور واقع شد در وقایع سال اوّل جلوس جهانگیری (۱۰۱۴ھ) مذکور است (توزک ص ۳۶ وسط صفحه) در سال سوم جهانگیر از گناه او درگذشت (توزک ص ۶۰ سطر ۲۴) ۳ میر معز الملک از سادات باخترز بود در عهد اکبری مشرف کرکراقخانه بود (توزک ص ۲۱ سطر ۵) و در عهد جهانگیری اولاً به دیوانی بیوتات و بخشی گری و آخراً به دیوانی کابل فائز بود (رجوع کنید به ترجمهٔ تزک جلد اوّل بامداد فهرست) این که راجرز (۱: ۴۵) می گوید که میر موصوف بقول بلاکمین (ص ۳۸۱) مشهدی است نه باخرزی مغلطهٔ ایست ازو، زیرا که معز الملک مشهدی غیر معز الملک باخرزی است، معز مشهدی در اواخر عهد اکبری قریب به اتاوه غرق شده بود ۴ آ: شفعت،

(حاشیه ص ۴۶) ۱ منقول از آ ۲ آ: شفعت ۳ آ: ز سر پیل سرازیل می نماید،
۵ صیبت (یا هیبت) صلابت ؟

برای صاحب خود منظوم ساخت (حاشیه ۱۲۶۲) الحق که آن مرثیه را بسیار خوب گفته ؛ این چند بیت ازان ابیات است که در تعزیت عرش آشیانی جلال الدین محمد اکبر بادشاه غازی گفته است ؎

دارای روزگار و مدار زمانه رفت
امروز که خدای جهان از میانه رفت

آئینه دار دیدهٔ اهل نظر گذشت
رونق فزای دفتر این کارخانه رفت

سنگی رسید و شیشهٔ اهل وفا شکست
دردا که باعث سخن عارفانه رفت

شایستهٔ شهی و سزاوار سروری
مسند نشین انجمن اکبرانه رفت

زد سکّه بر سر زر خورشید خاوری
بر چرخ برد سکّهٔ الله اکبری

ابیات این مرثیه میان خاص و عام اشتهار یافته و همه کس را پسند خاطر* افتاده است چون حضرت آفریدگار بعد از فوت* آن بادشاه کامگار عنان اختیار دار الامان هندوستان بحسب ارث و استحقاق در قبضهٔ اقتدار شایستهٔ سریر کشورستانی بایستهٔ مسند گورگانی، زینت دهندهٔ افسر و دیهیم، شاه سلیم نهاد آن خسرو بلند اختر بعد از فوت پدر نوبت جهان داری[ا] فرو کوفته آغاز جهانگیری نمود، میر ملکی بسعادت بندگیش مستسعد گردید و در رکاب دولتش بدار السرور لاهور رفت، بعد از گرفتن سلطان خسرو خبر تمرّد و عصیان خواهر زادهٔ رانا[ا] دلپت[ا] پسر رای سنگه بهتیه* بعرض اشرف اقدس رسید، جهانگیر عادل سیادت و نقابت پناه میر معز الملک[ا] را بر سر او تعیّن فرمود و جمعی از بندگان درگاه بدو همراه نمود و میر ملکی نیز دران سفر حسب الحکم از کومکیان وی گشت،

(بقیه حاشیه ص ۴۵۹) ص ۱۲۴ ببعد برای تفصیل این واقعه که در ۱۰۱۵ھ روی داد ملک ۲۵۰ تا ۲۵۴ خلجان آ: خاقان (؟) ۵ آ: گروانیده تا: گردید
(حاشیه ص ۴۶۰) [ا] منقول از تو ـــــ ظاهرا از رانا امر سنگه زمیندار اودیپور مراد است؛ اما تحقیق نشد که دلپت خواهر زادهٔ

ملک برد و او در تتّه از میرزا رستم مذکور رخصت گرفته بجاگیر خود رفت، و میانهٔ او و رعایا جنگی روی داد[1] دران سرزمین نیز تردّدات نمود، اما فلک از رشک جبلّی و خصمی باطنی که با ارباب دانش و اصحاب بینش دارد توتیه[2] بر انگیخت که بادشاه روی زمین، خداوند تاج و تخت و نگین بتقریبی که تحریر آن مناسبتی بسیاق این مجموعه ندارد با او بد شده جاگیرش برید، بنابران میر ملکی بسیر دکن رفت،

بعد از سیر بسیار در سنه تسع عشرین و الف ببلدهٔ پتنه آمد و دران ایّام مؤلف این تالیف منیف[3] در بلدهٔ[4] مذکور میخانه را باتمام رسانیده بود، (حاشیه ۲۶ ب) و دو[5] سال[*] بران گذشته، سلطان نامدار کامگار، خسروِ فلک قدر خورشید اشتهار، شاه دریا دل والاگهر، صاحب جمشید شان فریدون فر

لموّلفه

سلطانِ زمانه شاهِ پرویز	فخرِ ملکان و شاهِ شاهان

تشریف شریف بصوبهٔ بهار ارزانی داشته بودند، ملکی چند بیت در مدح شاه پرویز گفته داخل ساقی نامهٔ خویش نموده بران سلطانِ تخت نشین معدلت[1] آئین گذرانید، تمام ابیات[*] مثنوی او مقبولِ طبع[2] الیتاد‌گانِ مجلس بهشت آئین گشت، دران روز[3] مجموعهٔ کمالات انسانی منتخب دیوانِ نکته دانی [آ][4] غا کریمای ساوجی که در نظم و نثر فرید زمان و در[5] دانش[*] وحیدِ دوران خود است کیفیّت ترتیب دادنِ میخانه را با شمّهٔ احوالِ این شکسته بال بعزّ عرض رسانید، طبع دشوار پسند آن حضرت شرف قبولی بدین تالیف

---

[1] منقول از تا، [2] آ، تا: واقع شد [3] ک: لوته ـ ظاهرا 'قوطیه' باشد، تا: توتنیه [4] آ، تا: حنیف (تصحیح قیاسی) [5] آ، تا: شهر [6] تا: یک سال [7] در تا ندارد،

خدمت نیز آنچه قاعدهٔ* تردد و مردانگی و قانونِ شجاعت و فرزانگیست دقیقهٔ فروگذاشت ننمود، چنانچه یک مرتبه در جنگ میانِ سیصد* سوار کفّار گرفتار گردید در جنبِ آن گروه دلاورانه کوشید و چهار سردار را ازان جماعه از مرکب فرود آورد و خود نیز زخمی* چند برداشت ولیکن از عنایت ایزد بیچون از آسیب آن زخمهای نمایان مصون ماند، اکثر ابیاتِ ساقی نامهٔ خود بعد ازان فتح جهانگیری برشتهٔ نظم درآورد،

چون مرتبهٔ دیگر بپایهٔ سریر سلطنت مصیر جهانگیری رسید او را بکومکی خان جهان افغان بدکن برسر (۱۰۲۴) عنبر فرستادند، و این عنبر غلام چنگیز خان است* که یکی از امیرانِ عمدهٔ نظام الملک بحری بود، ازان تاریخ تا حال که مسوّد این اوراق پریشان تالیف با تمام می رساند علم بغی وطغیان افراشته دارد، امّا چون میر ملکی همراه کومکیان به برهانپور رفت و مدّتی درخدمتِ خان مذکور بسر برد بعضی از افاغنه بنا بر بیگانگی جنسیت* با او بد شدند و سخنان حسد آمیز در بارهٔ او به خان جهان گفتند و آن خان عالی شان را با وی بغایت بد ساختند، میر ملکی بنا بر بی لطفی او از دکن* باگره آمد (کذا) غزلی گفت این دو بیت ازان غزل است

شعر

برسرِ عشق تو ما را سرو سامان رفته است | بر سرِ پیمانه و پیمان رفته است
دوش دستی بسرِ سینه نهادم دیدم* | سینه ام نیز به پهلوی گریبان رفته است

درآن ایّام* نقاوهٔ دودمان اعتلا رستم میرزا زعنایتِ بی نهایت جهانگیری حکومت تتّه یافته بود، میر ملکی را داخل کومکیان خود ساخته بدان

---

۱ منقول از م آ ۲ آ م آ سیر ۳ م آ: خان، در آ خان را به خانی مبدّل کرده — چنگیز خان

بمن ده که همرنگ مستان شوم / چو آتش سراپا گلستان شوم

بده ساقی آن آتش آلوده را / همان دیو در آتش آسوده را

بمن ده که تا شیشه را بشکنم / بیک شیشه اندیشه را بشکنم

برون آرم از پرده امید را / گشایم سر خم خورشید را

ازان خم شرابی برون آورم / که عقل کل اندر جنون آورم

شرابی که در تن چو ماوا کند / جنون در بدن مو بمو جا کند

شرابی که چون سر زند آفتاب / نداند کسی آفتاب از شراب

شرابی که باشد قسم نور او / بود آتش طور انگور او

بده ساقی آن نور انگور را / همان[1] باعث حرف منصور را

دو کس بر در دوستی بار یافت / دو دیده درین راه دیدار یافت

یکی رفت و در آتش طور دید / یکی دیگر از آب انگور دید

کسانی که این باده نوشیده اند / چو سر در پس پرده پوشیده اند

مغنی درین پرده پنهان مشو / پس پرده سر در گریبان مشو

برون آر از پرده داود را / بدر برده بود و نابود را

(۲۶۵ب) درون پری (کذا) هیچو دریای غم / درو ریخته غم ببالای غم

بیا ساقی از غم تباهم، بده / می از جام پرویز شاهم بده

برغم دل دشمن کینه خواه / بده باده از جام پرویز شاه

شهنشاه دانای کشورستان / بکشورستانی چو صاحب قران

سکندر دل گورگانی نژاد / چو صاحب قران صاحب عدل و داد

نماینده[2] نوشیروانی ازو / فروزنده صاحب قرانی ازو

---

[1] رجوع کنید به ساقی نامه محمد صوفی (حاشیه ص ۳۴۷ سطر آخر)، [2] منقول از آ ،

ارزانی داشت بزبان مبارک خویش باین عبارت بی کم و بیش فرمود که "نام خوبان بر مجموعهٔ خویش گذاشته است، این ساقی نامه را نیز داخل نماید" کمترین دران ایام این ساقی نامه را با ترجیع فغفور در میخانه مندرج نمود،

اما ملکی قریب به یک ماه در خدمت شاه شاهان شاه پرویز بسر برد، فلک بی تمیز از برای خاطر آن عزیز شعبدهٔ بکار برد[1] دران ولا فرمان قضا جریان قدر توأمان[2] جهانگیری بطلب شاهزادهٔ عالم مدار آمد[3]، آن جناب بنا بر رضا جوئی پدر در عین برسات روانه درگاه عرش اشتباه شد، میر ملکی از برای رفاهیت خاطر خود در رکاب دولت شاهزادهٔ والانژاد نرفت و بعد از خروج آنحضرت قریب بدو ماه (حاشیه ۲۶۵ ا) در پتنه ماند و پس ازان بقصد ملازمت خریدار ناموس و ننگ ابراهیم[4] خان فتح جنگ عازم بنگاله شد،

ساقی نامه میر ملکی قزوینی

دلا مژده کامروز نوروز ماست
می ارغوانی دل افروز ماست

شده رشک جنت گلستان ما
بهشت برین گشته بستان ما

نخواهیم جامی بجز جام می
نجوئیم نامی بجز نام می

چه می آنکه میخانه اش جان بود
چه می آنکه[5] ..... مستان بود

---

[1] تما: برانگیخت [2] منقول از تما [3] پرویز در اواخر ربیع الثانی ۱۰۳۰ھ (رجوع کنید به راجنز ج ۱ ص ۲) حکومت بهار یافت، اما معلوم نیست که واقعهٔ مذکورهٔ متن دران زمان واقع شد یا پیش ازان، [4] یعنی ابراهیم خان بن اعتماد الدوله غیاث بیگ و برادر نورجهان که حاکم بهار و بنگاله بود (رجوع کنید به بلاکمین ص ۵۱۱)، خان مذکور را افواج شاهجهانی در ۱۰۳۳ھ در حصار مقبرهٔ پسرش محصور کردند و در همان جنگ کشته شد (توزک جهانگیری ص ۳۸۳ ببعد) [5] این لفظ از آ ساقط شده و بدبختانه از تما هم نقل نه شد،

درون همچنان پُر ز پیکان شده | که از دیده روییده مژگان شده
گواهی دهد موی مژگان من | که در اندرون هست پیکان من *
بده ساقی الماس پیکان ربا | همان بادهٔ کفر ایمان ربا
که دلگیرم از کفر و ایمان خویش | بده تا بدرّم گریبان خویش *
بده ساقی آن جام سوزنده می | چو خورشید تابان فروزنده می
بمن ده که آرام دل سازمش | مسیحای این آب و گل سازمش *
شود آب من آتش موسوی | گل من شود معجز عیسوی
چو عیسی مریم بگردون شوم | ز گردون چو خورشید بیرون شوم
بدرّانم این پردهٔ سرنگون | چو خورشید زین پرده آیم برون
هویدا کنم سرّ این پرده را | نمایان کنم پردهٔ پرورده را *
چنان پرده بردارم از پیش روی | که شرمنده گردی ازین گفتگو *
بده ساقی آن جام خوش گفتگو | فروزنده خورشید ناشسته رو *
که افروزم این آتش خفته را | نمایان کنم عشق بنهفته را
همان آتشین عشق مجنون گداز | همان کوهکن سوز و خسرو نواز *
همان عشق غم پرور سینه سوز | همان اندرون سوز بیرون فروز
بده ساقی آن بادهٔ دلفروز | شرابی[2] جنون پرور عقل سوز *
چو اخگر دلی دارم افروخته | دلیری مکن با دل سوخته
بدست تو دادم دل مست خویش | ولی با خبر باش از دست خویش *

۱ منقول از آ،
۲ آ: شراب،

بعدل و بتدبیر نوشیروان | بشمشیر ثانی صاحب قرآن

چو بیند نظر طاقِ ابروی او | فروزد جهانگیری از روی او

مغنّی بیا تا سرودی زنیم | می آتشین در وجودی زنیم

بیک جامِ می جسم را جان کنیم | وجود و عدم هر دو یکسان کنیم

جهان می فروشست و ما می کشیم | چو مرغانِ بی پر درین آتشیم[1]

طپیدن نداند دلِ مستِ من | پریدن ندانسته پابستِ[2] من

بمیخانه ام نسبتِ بندگی است | مدامم بپای خُم افگندگی است

بیا ساقی آن مجلس افروزِ من | بیار[3] آن می کفر و دین سوزِ من

بسوزان بیک جامِ می آن و این | که دلگیرم از رسم این کفر و دین

نمایان کن از پردهٔ رسمِ دگر | بزن سکهٔ نو برخسارِ زر

درم را منوّر کن از نامِ نو | ببزم آر جمشیدِ نو جامِ نو

زرِ کهنه را صرفِ می خانه کن | می کهنه از نو به پیمانه کن

برخ سکّه را تازه کن همچو ماه | بنامِ جهانگیر پرویز شاه

بده ساقی آن جامِ پرویز رنگ | که از جامِ جمشید داریم ننگ

ز جمشید و از جامِ او تا بکی | لبالب کن از جامِ پرویز می

می ارغوان رنگ ازو یافته | دلِ نغمه آهنگ ازو یافته

(حاشیه ۲۶۶ ا) چنان مستم از جامِ پرویز شاه | که در خاطرم نیست خورشید و ماه

کشود است پرویز امّید من | بود شاهِ پرویز جمشیدِ من

مغنّی دلی دارم از ناله پر | درونی ز پیکانِ صد ساله پر

---

[1] بعدش در س۲ افزوده: بیک جامِ می بال و پر سوختم بیک جرعه چون شعله افروختم

[2] از آ این لفظ ساقط شده، س۲: پایست، تصحیح قیاسی ست [3] منقول از آ.

بسعادت بساط بوسی شاہزادہ معظّم مکرم شاہزادہ سلطان خرّم
مستسعد گردیدم و قریب بدو سال در خدمت آن شاہزادہ عالی
مقدار ماندم، ہوای گشت گلستان دار العیش کشمیر در سرم
جلوہ گر شد از نور حدیقۂ جہانبانی، دُرّ صدف شرف
کشورستانی رخصت گرفتہ بسیر آن بوستان دلپذیر رفتم
بعد از اندک استقراری ازان خلد برین برآمدم و اکنون
با خود قرار دادہ ام کہ باقی اوقات حیات را بسیر و سفر
بگذرانم، الحال عازم بنگالہ ام"

و ہمدران ایّام بدان طرف روانہ شد،

بر رای انور ارباب ہنر پوشیدہ نماند کہ مولانا کامل قدم در وادی تصوّف
گذاشتہ و بجہت راہبری مطلب خود انتخابی بر اشعار قدما زدہ بیاضی
ترتیب دادہ و خطبہ بران نوشتہ آن را مرشد کامل نام کردہ است،
الحق کہ ابیات خوب و سخنان مرغوب (۲۶۲ ب) فراہم آوردہ است
و ابیات متفرقۂ قوام[1] الدین* آنچہ تا لغایت جمع شدہ از قصیدہ وغیرہ
قریب بہ پنج ہزار بیت باشد و ترجیعی کہ بروش ساقی نامہ بہ رشتۂ
نظم در آوردہ این نحیف درین تالیف بر بیاض برد، امید کہ مقبول
طبع اہل نظر گردد

ترجیع مولانا کامل کہ بروش ساقی نامہ گفتہ

ساقی بدہ آن می کہ زیانش ہمہ سود است	چون دست و دل پیر مغان مایۂ جود است

---

[1] تا: قدیم

ذکر

مولانا کامل جهرمی

سخنوری سنجیده و نکته پروری فهمیده است، بعضی از اشعار او خالی از حالتی نیست، اسم پدرش نظام الدین طباخ و نام خودش قوام الدین است تولدش در جهرم فارس واقع شده، در وطن بسن رشد و تمیز رسیده در بهار زندگانی و غرهٔ جوانی از مسکن خود بشیراز آمده و دران بلده در خدمت مولانا ملک سعید شیرازی به تحصیل علوم دینی مشغول گشته تا پارهٔ نشو و نما یافته است، ملاقات آن عزیز گرامی در پتنه این ضعیف را میسر گردید روزی بتقریبی به فقیر نقل کرد که:

استادم گاه گاهی در مقام انتظام نظم می شد و تخلص خود کامل می نمود چون طبع و نظم من بر و ظاهر شد تخلص خود را بمن عنایت کرد (۱۲۶۲) و فرمود که هرچه بگوئی با این تخلص بر بیاض می برده باش ازان تاریخ تخلص خود کامل قرار دادم[1] و مدتی دران دیار توقف کردم، پس ازانجا بهندوستان آمدم و در دکن چند گاه در ملازمت نواب سپه سالار خانخانان بسر بردم[*] و قصاید غرا در مدح آن خان نکته دان گفتم بعد ازان ازو مرخص شده باگره آمدم و دران دار الخلافه

---

[1] رجوع کنید به حواشی سنه ... درم این سطور را ندارد،

آن بادہ کہ چون عام کند تلخی طعمش | شیرینی شهد از دل زنبور بر آرد
آن بادہ حلال است بمستان نہ ہر آنکس | کز دیدن او عربدہ و شور بر آرد
ما را دو سہ جامی دہ ازان می کہ ز صافی[1] | با نغمہ سر از کاسۂ طنبور بر آرد

ما صاف دلان دُرد کش بزم الستیم
با نغمہ و می لب بہ لب و دست بدستیم

(۲۶۳ب) ای مطرب موزون چو لبت نغمہ سراید | از رشک نوا ساز فلک نوحہ گر[2] آید
آن نغمۂ آہنگ کہ از شوق سماعش | پروانہ کند روح چو پرواز گر آید
آن نغمہ کہ چون گرم کند بزم حریفان | ساغر فتد از پای و صراحی بسر آید
آن نغمہ کہ از آرزوی دیدن دستت | سمع از گذر گوش براہ نظر آید*
آن نغمہ کہ از گرمی ابریشم سازت | گہ شعلہ فرو ریزد و گاہی شرر آید
آن نغمہ کہ چون زمزۂ بادہ پرستان | از لب بدر گوش سراپا اثر آید
آن نغمہ کہ کیفیت او در سر مستان | صد رہ بہ ازان بادہ کہ در جام زر آید

ما صاف دلان دُرد کش بزم الستیم
با نغمہ و می لب بلب و دست بدستیم

نی دشمن دوزخ نہ ہوا خواہ جنانیم | دیریست کہ مستغنی از بن سود و زیانیم
از ہر دو جہان فارغ و آزاد نشستہ | نی بستۂ اینیم و نہ در ماندۂ آنیم
ما شیفتۂ ساغر و شوریدۂ سازیم | ما بندۂ میخانہ و آزاد جہانیم
گہ رنج خمارست و گہی شورش مستی | چون عالم آبست بیک حال نمانیم
در مذہب ما بادۂ بی نغمہ حرامست | ہر مسئلہ کز پیر مغانست برانیم
(۲۶۴ا) یک دم نہ نشینیم بغیر از می و مطرب | چون پیر مغان گفت چنین باش چنانیم

هم جوهری گوهر گنجینهٔ رازاست | هم صیقلی آئینهٔ بود و وجود است
سرمایهٔ عیش است زمین را و زمان را | وین طرفه که اصلش نه جواهر نه نقود است
در نشأه بلند ارچه ز افلاک قصیر است | در نور فزون گرچه ز خورشید فرود است
در کوچه و بازار کند جلوهٔ مستی | چیزی که بگردش نرسد چشم حسود است
در صحبت شیرین منشان شکر و شیر است | با طینت خونین جگران آتش و عود است
افسردگی من ز خمار است و خموشی | می ده که مرا با تو سر گفت و شنود است

ما صاف دلان دُرد کش بزم الستیم
با نغمه و می لب بلب و دست بدستیم

ای مطرب مستان رهِ خونین جگران زن | وز زمزمه ناخن بدلِ بنخیران زن
ما نغمهٔ شادی نشناسیم و ندانیم | ما نوحه گرانیم رهِ نوحه گران زن
(۲۶۳ ا) در پرده نگه دار هواهای مخالف | تو نیز بران نغمه که مائیم بران زن
صد پست و بلند ست درین پردهٔ مستان | گاهی ز میان سر کن و گاهی به کران زن
تا زنگ ز آئینهٔ مستان بزدائی | یک پرده سبکتر کن و بر رطلِ گران زن
آسوده دلان را ره ازین پرده برون نیست | این نغمه برای دلِ شوریده سران زن
چون مست شود ساز تو یک بیت ازین شعر | صوتی کن و آتش به دلِ بنخیران زن

ما صاف دلان دُرد کش بزم الستیم
با نغمه و می لب به لب و دست بدستیم

خمار عصیری که ز انگور بر آرد | آبی ست که ریزد بخم و نور بر آرد
ساقی بده آن باده که در میکده بویش | آتش ز رگ و ریشهٔ مخمور بر آرد
آن می که اگر پرتوش افتد بمزاری | هر مرده سر از گور چو منصور بر آرد
آن باده که چون بر فگند پردهٔ اسرار | صد شحنه سر از خانهٔ مستور بر آرد

عمریست که از نیک و بدِ خود خبرم نیست ‌ ‌ از نغمه گزیری و ز ساغر گذرم نیست
گه دامنِ خُم گیرم و گاهی لبِ ساقی ‌ ‌ در دیر جز این عربده کارِ دگرم نیست
گویند که در دیرِ مغان گنج محالست ‌ ‌ زین وسوسه ها هیچ به از ترکِ سرم نیست
دل دارم اگر کیسه تهی ماند چه باک است ‌ ‌ قلبِ سیهم هست اگر سیم و زرم نیست
دیریست که از دیر نرفتم بگلستان ‌ ‌ جز عارضِ ساقی چمنی در نظرم نیست
ای باد ز گلشن خبرم ده که ز مستی ‌ ‌ شوقِ چمنم هست ولی بال و پرم نیست
هنگامهٔ میخانه همین است، اگر از وی ‌ ‌ رمزی بتو گفتم خبر از بیشترم نیست

ما صاف دلان دُرد کشِ بزمِ الستیم
با نغمه و می لب بلب و دست بدستیم

(۲۶۵) چون پیرِ مغان گفت که زنار به بندیم ‌ ‌ از طرّهٔ هر مغبچه یک تار به بندیم
رفتیم که چون دیرِ مغان خانهٔ دل را ‌ ‌ صد صورتِ بت بر در و دیوار به بندیم
آئینِ مغان را نتوان یافتن آسان ‌ ‌ یک چند میان از پیِ این کار به بندیم
زین است که ناقوسِ مغان نغمه سراید ‌ ‌ بس[1] قول و عمل بر سرِ بازار به بندیم
چون لعلِ بتانست به میخانه چه حاجت ‌ ‌ وقتست که رخت از درِ خمّار به بندیم
از بستنِ زنار برهمن نتوان شد ‌ ‌ آن به که زبان زین همه گفتار به بندیم
در بتکده و صومعه نقشی و نگاریست ‌ ‌ می ده که بسازِ دگر این تار به بندیم

ما صاف دلان دُرد کشِ بزمِ الستیم
با نغمه و می لب بلب و دست بدستیم

از خرقه و پشمینهٔ زهّادِ زیان کار ‌ ‌ کردیم بیک حیله[2] برون صد بتِ پندار
از خلوتِ این طایفه به صحبتِ مستان ‌ ‌ وز حلقهٔ این جمع نکو حلقهٔ زنار

---

[1] آ آ: پس، [2] آ آ: حله

ما صاف دلان دُرد کشِ بزمِ الستیم
با نغمہ و می لب بلب و دست بدستیم

مستان سخن واعظ و منبر نشناسند — غیر از سرِ خُم منبر دیگر نہ شناسند
با صومعہ داران صفتِ صوم و صلوٰت است — در میکدہ این وضع مکرر نہ شناسند
راز دلِ ما[1] از ورقِ چہرہ بخوانند[2] — کسب و عملِ و نامہ و دفتر نہ شناسند
در مجلسِ این قوم شب و روز مساوی ست — جز گردشِ می گردشِ اختر نہ شناسند
دارند بکف جامِ جم از بادۂ رنگین — دارا نہ پذیرند و سکندر نہ شناسند
صد مردہ کند زندہ می ناب بیک دم — با عرصۂ خُم عرصۂ محشر نہ شناسند
زنہار کہ با صومعہ داران نہ نشینی — گر تیرہ دلی بادہ ز ساغر نہ شناسند

ما صاف دلان دُرد کشِ بزمِ الستیم
با نغمہ و می لب بلب و دست بدستیم

خواہم کہ ز خود دور کنم نام و نشان را — تا خدمتِ شایستہ کنم پیرِ مغان را
لای تہِ خُم صاف کنم انگہ و از وی — شویم ز دلِ خون شدہ غمہای جہان را
آفت ہمہ جاہست مگر در کنفِ خُم — در دیرِ مغان راہ نباشد حدثان را
(۲۶۴ ب) می نوش و قدح گیر کہ ہم عاقبتِ کار[3] — رہ بر سرِ آب است جہانِ گذران را
از نشاء خم بہرہ ندارد دلِ افلاک — آن شیشہ ازان بادہ نیالودہ دہان را
خواہم کہ فراموش کنم محنتِ ایّام — یک رہ بہ لبم نہ سبک آن رطلِ گران را
ای ساقی سرمست! بادہ دو سہ جامی — گر شوق می و نغمہ کشائیم زبان را

ما صاف دلان دُرد کشِ بزمِ الستیم
با نغمہ و می لب بلب و دست بدستیم

۱ؔ آ: دلہا (بعد حک و اصلاح)، مہ: دلہا ۲ؔ مہ: بخوانند، آ: بخوانید متن صحیح قیاسی است ۳ؔ مہ: دولت

نانم ز کریمی است کہ بی گدیہ دہد رزق — ہرگز نکشم تنگِ سوالی زلئیمی
با عشرتِ میخانہ وعیشِ رُخِ ساقی — جنّت بہ یکی جو نخرم حور بہ نیمی
آبادی میخانہ بماناد کہ از وی — گاہی بہ نسیمی خوشم و گہ بشمیمی

ما صاف دلان دُرد کشِ بزمِ الستیم
با نغمہ و می لب بلب و دست بدستیم

از حرص و اہل ہست جہان زاہلِ زمانہ — پُر ولولہ و شور چو حمّام زنانہ
زنہار کہ در کش مکش دہرِ نیفتی — کین دامِ فریبست نہ آبست و[۱] نہ دانہ
از اہلِ جہان ہیچ تمتّع نہ توان یافت — گفتم بتو این حرف کہ تیرست و نشانہ
از دردِ سرِ عربدۂ خلق برستی — مردانہ اگر پای کشیدی ز میانہ
این جیفۂ دنیا بسگان باد مبارک — چون ہمّتِ شیران کن ازین لاشہ کرانہ
خود حاتمیٔ خود باش کہ کس راغمِ کس نیست — با اہلِ زمانہ است ہمہ عذر و[۱] بہانہ
دیدم کہ جہان عاقبتِ کار فریب است — رفتم بدرِ میکدہ با چنگ و چغانہ

ما صاف دلان دُرد کشِ بزمِ الستیم
با نغمہ و می لب بلب و دست بدستیم

(۲۶۶ ب) می نوش کہ بنیادِ جہان بر سرِ آبست — چیزی کہ ز خویشت بہ رہاند می نابست
با اہلِ خرابات خمارست مکافات — در نامۂ مستان نہ ثواب و نہ عقابست
با نشأۂ می باک مدار از غمِ پیری — ہیچ ز خزان نیست اگر ریشہ در آبست
آن بہ کہ بمستی و خرابی گذرد عمر — چون کارِ جہان عاقبتِ کار خرابست
مستست کسی کز خودی خویش بر آید — اینجا غرض از می نہ خیالست و نہ خوابست
ای ساقیِ مستان! برکاتِ سرِ ساغر — رحمی! کہ میانِ من و مستی شکر آبست

---

۱ "واو" در آ فقط، در ت۱ ندارد ۲ ت۱: جامی،

ایشان همه شب خیز ولی از پی تزویر[1] | ایشان همه دین دار ولی از پی دینار
صد مکر فروچیده بهر بخیهٔ خرقه | صد حیله فروبسته بهر گوشهٔ دستار
در کار شریعت همه بادند پی آب | در راه طریقت همه لافند دهل وار
بهر غرض خویش همه زرق و فریب اند | نی کافر و نه مومن و نه مست و نه هشیار
(۲۶۵ ب) المنت لله که گرفتیم کناری | زین مردم بی باک ریا ورز ربا خوار

ما صاف دلان دُرد کش بزم الستیم
با نغمه و می لب بلب و دست بدستیم

در مدرسه و صومعه بسیار دویدم | از علم عمل چاشنی عشق ندیدم
تحقیق نمودم چه مسایل چه دلایل | حرفی که دهد بوی ز دردی نه شنیدم
در ظلمت اوراق سیه شان همهٔ عمر | صد چشم نظر کردم و آبی نه چشیدم
تقلید و جدل را همه آماده و حاضر | کین حرف که گفتی بفلان حاشیه دیدم
این مسئله دانان همه حمال کتابند | گردیدم و زین قوم بمردی نه رسیدم
مستغرق حرص اند نه دنیا و نه عقبی | با عشق به پیوستم و زیشان ببریدم
دیدم که همین گفت و شنود است دگر هیچ | باز آمدم و رخت به میخانه کشیدم

ما صاف دلان دُرد کش بزم الستیم
با نغمه و می لب بلب و دست بدستیم

از مال جهان گرچه ندارم زر و سیمی | دارم ز دل و دیدهٔ خود ناز و نعیمی
خورسند چو گردد ز جهان هیچ نباید | در کیسهٔ قانع نه جدیدی نه قدیمی
هر عیش که بینی ز پی اش بیم زوال است | در سفرهٔ درویش نه عیش است نه بیمی
(۲۶۶ و) ازنه روح غذا گیر که این آز پرستان | آخر ز پس مزبله دارند جحیمی

---

[1] آ: تدبیر۔

ما صاف دلان دُردکش بزمِ الستیم
با نغمه و می لب بلب و دست بدستیم

ذکر

عندلیب گلزارِ معانی عسکری کاشانی

از بزرگ زادهای کاشان است، نام پدرش میر حسین و نامِ خودش میر حسن است بمناسبتِ اسم حسن تخلص خود عسکری قرار داده، در اوّلِ جوانی و هنگام نشو و نمای زندگانی از وطن (۹۶۷ھ) با سامان لبسیاری بر آمده بجانب روم بتجارت رفت و مدّتی دران دیاره ماند و خرید کرده بکاشان عود نمود، این مرتبه در مسکن چندانی توقّف نکرده از راهِ هرمز بدکن رفت و در اطراف و اکناف آن دیار عزیزان خوب مثل میر سنجر و مولانا ملک و مولانا ظهوری و میر حیدر ذهنی و اکثر اعزّهٔ آن ملک صحبت ها داشت، در گلکنده و بیجاپور محمد قلی قطب شاه و ابراهیم عادل شاه مکرّر او را تکلیف ملازمت خود فرمودند میر حسن بنا بر جمعیّتِ سامان و اطمینانِ خاطر نوکری اختیار ننمود،

بعد از مدّتِ هشت سال از دکن بر آمده و بکشتی نشست تا بمکّهٔ معظّمه رود

۱؎ رجوع کنید به صفحه ۲۶۰ ببعد، در هفت اقلیم او را به ذیل کاشان درج کرده است ۱۲: خادم

۲؎ جنات (جناب) ولایت پناه محمد قلی و قطب شاه ابراهیم عادلشاه

۳؎ محمد قلی قطب شاه از سنه ۹۸۸ھ تا سنه ۱۰۲۰ھ و ابراهیم عادلشاه ثانی از سنه ۹۸۸ھ تا سنه ۱۰۳۵ھ فرمان روائی کرد،

داماں تو از کف نگذاریم درین دیر | تا کوزهٔ ما رانمی از عهد شبابست

ما صاف دلان دُرد کشِ بزمِ الستیم

با نغمه و می لب بلب و دست بدستیم

رفتیم بخرابات و تماشای خُم او | کز غم بگریزیم به تهٔ پای خُم او

از میکده چون کام دل خود نه ز گردون | افلاک حبابیست ز دریای خُم او

آنجا که خرابات دهد عرض تجمّل[1] | پهنای فلک نیست چو پهنای خُم او

صد مرده کند پیر مغان زنده بیک جام | سر چشمهٔ خضر است مگر جای خُم او

در روز جزا هم نبود بیم خمارش | مستی که بمیرد به تماشای خُم او

از بادهٔ عشرت نشود میکده خالی | امروز خُم اوست چو فردای خُم او

(۲۶۷و) در مدرسه و صومعه هر جا که بمیریم | در حشر بر آریم سر از پای خُم او

ما صاف دلان دُرد کشِ بزمِ الستیم

با نغمه و می لب بلب و دست بدستیم

کامل سرت از باده مبادا که بر آید | هشدار که چون باده رود درد سر آید

این بادهٔ عشق است نه خمر است که مستیش | گه عربده جو گردد و گه فتنه گر آید

بر اهل کرامات شود کشف مقامات | از شیشه چو بر جوشد و در جام در آید

عارف ره صد سال بیک جرعه کند طی | با دوست به پیوندد و از خویش بر آید

از ساقی باقی طلب آن می که ز عارف | هر راز که پوشیده بود در نظر آید

در میکده ز آلودگی نفس شدم پاک | از باده بشوئیدم[3] اگر عمر سر[4] آید

تا کهنه سفالی بود و لای تهٔ خم | آن باده نگیریم که در جام زر آید

---

[1] در ت۱ این بیت را ندارد و در ت۲ مصراع اول به نقاط شک درج است، ظاهراً 'جوی' بجای 'جون' باید خواند [2] ت۱: تحمّل [3] ت۱: بشوئید [4] ت۲: سر،

معزول ازان عشرت آباد بدر نرفت، وقتی که صفدر خان داخل آن ملک شد او را ملازمت نمود و قریب بدو سال دیگر درانجا ماند، دران ایام این ضعیف دران بوستانِ همیشه بهار توطن داشت با عسکری صحبت ها داشت و اکثر چگونگی احوالِ او از قولِ او درین تالیف بر بیاض برد، وقتی که از کشمیر بر می آید یک غزل در مفارقتِ کشمیر با این (۲۶۸ ب) فقیر طرح کرد این دو بیت ازان ابیاتست

میر عسکری کاشی

من ز کشمیرِ سیه چشمان نه آسان می روم | با دلِ صد پاره و چاکِ گریبان می روم
کاروان در کاروان از اشکِ حسرت می رسم | چشم بد دور از متاعِ خویش پشیمان می روم

این ضعیف گوید

میروم از حسرتِ کشمیر بر دل داغها | بوستان ماندم بجا و باگلستان می روم

القصه آن عزیز در سنه خمس و عشرین و الف از کشمیر بر آمد و همراه صفدر خان به لاهور رفت[1] و درانجا از خان مذکور جدا شد و خود را در اجمیر بخدمت شاهزاده معظم مکرم شاهزاده سلطان خرم رسانید و در جرگهٔ بساط بوسانِ او در آمد، الحال در خدمت آن شاهزاده بلند اقبال است،

اشعارِ او همگی قریب به سه هزار بیت می شد فامّا تا آن وقت که مؤلف این تالیف او را دید دیوان بجهت خود ترتیب نداده بود، ساقی نامهٔ که در بحر مثنوی گفته درین تسوید مرقوم قلم شکسته رقم گردانید، امید که منظورِ نظر

---

[1] یعنی وقتی که صفدر خان معزول شده از کشمیر واپس شد (رجوع کنید به توزک صـ ۱۴۹ س ۱۱)، عزلش در ابتدای ۱۰۲۲ھ واقع شده و احمد بیگ خان دران ایام بصاحب صوبگی کشمیر سرفراز شده بدان صوب رخصت شد، اما قرین قیاس است که واپسی صفدر خان (و عسکری به تبعیت او) در اوایل ۱۰۲۵ھ شده باشد،

بادِ مخالف سفینۂ او را درہم شکست، اکثر سکانِ آن کشتی غرق شدند میر عسکری با یک خواجہ سرای بر تختہ پارۂ چسپیدہ از دریا جان بسلامت بر آورد و از راہ بندر صورت (کذا) بگجرات آمد و چندگاہ دران بلدہ با مولانا محمد صوفی و مولانا نظیری صحبت ہا داشت تا از مجالستِ ایشان فایز و بہرہ ور گردید و ہنگام وداع مولانا نظیری فراخور حالِ میرو بقدر وسع خویش باو مردمی فرمود و عسکری از گجرات به اجمیر آمد بسعادتِ زیارت قطب المحققین خواجہ معین الدین مستسعد گشت و ازانجا باگرہ روانہ شد (۱[1] ۱۰۱۸) وقتی باگرہ رسید کہ خدیو جہانگیر کشورکشا، خسروِ سکندر شکوہ دارالوا، شاہ نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ حکومت دارالعیش کشمیر را به ہاشم خانِ قاسم خان مرحمت فرمودہ بود[2]، میر حسن در خدمتِ خان مذکور بکشمیر رفت، دران بلدہ دلپذیر مدّتی مدید بعیش و عشرت گذرانید، وقتی کہ ہاشم خان بمہم تبت رفت او نیز ہمراہ روانہ شد و دران سفر تردّدات خوب نمود و زخم تفنگی بر بازوی چپ خورد، آن خان قدر دان دران زخمداری کمال مہربانی باو فرمود،

چون در سنہ ثلث[3] عشرین و الف بندگان حضرت خلافت پناہی حکومت دارالعیش کشمیر را به تقریبِ تقصیرِ خدمتِ تبت از ہاشم خان تغیّر نمودہ به ولد ارشد میرزا یوسف خان صفدر خان مقرر فرمودند عسکری ہمراہ خان

---

[1] کذا در آ و ر،
[2] ہاشم خان به ۱۴ دی مطابق سلخ شوال ۱۰۲۰ھ رخصت کشمیر یافتہ (توزک ص۹۹ سطر ۷، ماثر ۳: ۹۴۱)، پدرش محمد قاسم در عہد اکبر کشمیر را گرفتہ بود (توزک ص۹۹ س ۱۱)
[3] در توزک ص۱۲۵ س ۲۰ تاریخ رخصت صفدر خان به حکومت کشمیر ششم دی (وسط ذی قعدہ) ۱۰۲۲ھ درج است،
برای ترجمہ اش رجوع کنید به ماثر الامرا ۲: ۷۳۶

(۲۶۹ ب) شبم تیره روزم ازان تیره تر ز نورِ چراغم شرر خیره تر

شب و روزم از غصّه یکسان شدست ز من روزِ روشن هراسان شدست

مگر باده باز آورد روزِ من مبدّل بصحبت[1] شود روزِ من

بده ساقی آن جامِ آتش نشان که خورشید بارست و اختر فشان

بده تا دمی دست بازی کنم ببازیچهٔ خود را نازی کنم

بده تا زمانی بر آرم نفس سمندر برون آورم از قفس

بیا ساقی آن آبِ شعله مدار که بر فرقِ دل گرد[2] آتش نثار

بیاقوتِ لب کرده همخانگی بلعلِ جگر داده پروانگی

بکرّوبیان نکهتِ بو دهد با فلاکیان ذوقِ یاهُو دهد

می کو صلاحیّت آرد پدید بعزمِ طرب نیّت آرد پدید

فروزنده چون پرتوِ آفتاب رباینده چون جذبهٔ ماهتاب

صراحی ز کیفیتش خنده زن نسیمش شده غنچه را طعنه زن

نه ابرِ قدح کرده بارندگی بسوزِ نظر داده تابندگی

بیا ساقی آن نوربخشِ صبوح که تاریک شد خانه بی شمعِ روح

بیا سینه را باده آلوده کن جراحاتِ دل را نمک سوده کن

(۲۷۰ ا) بیا تا ز عشقش بر آرم دمی بسوزم ز سوزِ جگر عالمی

بدریای پُرخون شناور شوم دلِ غرق را راحت آور شوم

بگردانمش روی از حرص و آز دهم قلبِ خود را بد انسان گداز

بر آرم سری از گریبانِ خود خجل گردم از عهد و پیمانِ خود

زمانی دل از بیخودی خوش کنم زمانی چو عودش بر آتش نهم

---

[1] ن: بصحبت ، [2] ن: کرده ،

ارباب هنر گردد

ساقی نامهٔ میر عسکری کاشی

دلا تا توانی ز غم شاد باش
ز اندیشهٔ باطل آزاد باش

ز باران غم دیده پر دُر مکن
پیاله بخونِ جگر پر مکن

اسیرِ محبت غم آلوده به
گرفتارِ غم ماتم آلوده به

(۱۲۶۹) بغم خو کن از غصه یک سو نشین
بمطلوب پهلو به پهلو نشین

منه بر کس انگشتِ رو زینهار
مکن در جهان عیب خویش آشکار

بیا پردهٔ خویش چندین مدر
ز نیک و بد این و آن در گذر

رهِ بیخودی گیر و تسلیم باش
چو جم صاحب تخت و دیهیم باش

من از بیخودی یافتم سروری
ندیدم بجز فرِّ اسکندری

ولی بخت روزم تبه می کند
مرا روزِ روشن سیه می کند

بمن یکدم این بخت یاری نکرد
چو نورِ سحر پایداری نکرد

ندانم که با بختِ خود چون کنم
که در ظلمتش چهره گلگون کنم

به پیچم گریبانِ او را بزور
برون آرم از ظلمتش همچو نور

رخش را بمی شست و شویی دهم
ز میخانه اش آبرویی دهم

بمی صرف سازم هر اندیشه را
برقص آرم این جام و این شیشه را

بیا ساقی آن جامِ چون آفتاب
که گه آفتابست و گه ماهتاب

بمن ده که سر رشته گم کرده ام
دل و دیده در کارِ خم کرده ام

بمن ده که خونِ جگر می خورم
دما دم ز چشمانِ تر می خورم

بمن ده که دل را بسوز آورم
شب تارِ غم را بروز آورم

میی ده که دل را بهوش آورد — مرا بی زبان در خروش آورد
میی گر بجامِ زجاجی کنی — بسا بت پرستی که حاجی کنی
میی گر بلعلش برابر کنی — زخجلت رخِ لعل را زر کنی
میی گر بیاقوتش افتد گذر — کند محو یاقوت را چون شرر
میی گر باتش کنم[1] همسرش — کشد شعله خجلت زخاکسترش
(۲۷ ا) بمی آنکه کسوت زگل می کند — پرستاریش[2] عقلِ کل می کند
کسی بر نیاید باو در مصاف — همه دُرد[3] دُردند، او صاف صاف
مغنّی! کجائی نوائی بزن — نوائی بآواز نائی بزن
نوائی بر انگیز از چنگ و عود — که با بخت داریم گفت و شنود
یکی نغمه از چنگ بیرون فگن — مرا کشتیِ دل بجیحون فگن
اگر بانوا آرم این ساز را — بدرّم ز هم پردهٔ راز را
بیا ساقی آن جامِ جمشید را — که روشن کند بامِ[4] خورشید را
بده تا دلم را تسلّی دهد — ازین ظلمت او را تجلّی دهد
بیا تا دمی دیده روشن کنیم — بمی سینه را رشکِ گلشن کنیم
بکش برقع از روی می بی درنگ — که ناموس را شیشه آمد بسنگ
بمن ده که تیره دل و ابترم — گرفتارِ گردونِ خس پرورم
بیا ساقی آن جامِ پرنور را — که روشن کند دیدهٔ کور را
بده ساقی آن آبِ آتش گیاه — که برگشته بختیم و نامه سیاه
گر این بخت با من زبونی کند — ور این کاسه با من نگونی کند
بپیچم گریبانِ گردون بکین — کشم آسمان را بروی زمین

---

۱ تا: کنی ۲ تا: پرستاری ۳ آ: دردو، تا: درد، ۴ تا: جام،

مغنّی! نوایی بگوشم رسان | بیا نوشدارو بهوشم رسان
بشد هوشم از عقل و عقلم ز سر | بآهنگِ خوش باز گردد مگر
زنغمه دلِ سنگ را آب کن | مرا همچو سیماب بی تاب کن
مرا از من، از من مرا وا رهان | خلاصم کن از منّتِ این و آن
بیا ساقی! امروز جامی بده | بما روزه داران توشامی بده
بیا تا دمی گشتِ گلشن کنم | بمی خانهٔ سینه روشن کنم
بیا تا دمی با تو می کش شویم | باکسیرِ می بوکه بی غش شویم
بیا حرفِ[1] ما و ترا سر زنیم | چو باده زیکجای سر بر زنیم
بده ساقی آن آبِ انگور را | که روشن کند دیدهٔ کور[2] را
شرابی چو فصلِ بهارِ بهشت | که دهقان همه لعل و یاقوت کشت
(۲۷۰ ب) میی معتدل همچو در دیده خواب | دمی همچو آتش دمی همچو آب
چکد گر از و قطره بر زمین | بگیرد زمین را بزیر نگین
میی کو بخورشید بخشاییش | ستاره بود خال[3] پیشانیش
میی کو صف آرایی از دن کند | دو عالم بیک قطره روشن کند
بیا ساقی امروز من بیکسم | جوانی و کنجی و جامی بسم
برون آور آن جامِ زرّین نقاب | چو چشمِ غزالِ ختن پر شتاب
بیا تا ازین دو ن به امدادِ مُل | بگیریم کامِ دل از سرو[4] و گل
بده ساقی آن جام چون نوش را | که از کاسهٔ سر برد هوش را
بمن ده که بختم زبون ساخت است | متاعِ مرا در جنون باخت است
بمن ده که امروز دیوانه ام | سزاوارِ پیمان و پیمانه ام

[1] تا: صدف [2] ما: شور [3] گر؛ [4] و: حال؛ تا: خال [5] تا: هردو

بده ساقی آن بادهٔ بی غرض[1] / که از جوهر ما بشوید غرض[2]
من از مستم و بیخودم عیب نیست / چو گردون مرا دامن و جیب نیست
چو بیخود برین سر زمین آمدم / همان می روم چون همین آمدم
چو من وجد را کارسازی کنم / به نهٔ چرخ چون طفل بازی کنم
اگر توسن فکر را هی کنم / بیک لحظه صد لامکان طی کنم
بیا ساقی آن شیرهٔ نور را / که روشن کنم خانهٔ گور را
بده تا سری در گریبان کشم / سری بر مزار غریبان کشم
میی در صفا رشک خورشید و ماه / ازو دیده روشن ولی دل سیاه
مغنّی نوائی ز نو ساز کن / در مخزن نغمه را باز کن
بیا تا زمانی دلی خوش کنیم[3] / ز دی و ز فردا فرامش کنیم[3]
مگر بخشم از نالهٔ زیر و بم / نشنید دمی فارغ از بیش و کم
(۲۷۲ ب) غم دل به امداد ساز و نوا / توان داد بیرون بفتوای ما
دلی کو دمی نغمه پرداز شد / بمعشوق خود صاحب راز شد
دل من که معمور چون گلشن است / گل از داغ و داغ از گلش روشن است
بده ساقی آن می که بیجان شوم / چو مار فسون کرده پیچان شوم
بده می که آبی بباغ آورم / گل از باغ و از سینه داغ آورم
مئی گر بمهرش مساوی کنی[4] / بسا خون که در جام راوی کنی*
نهٔ می بر لبم زان بتک می رسد[5] / که بر زخم تازه نمک می رسد
به تندی چو آتش به نرمی چو آب / گهی از وی آبادم و گه خراب
بیا ساقی از می خبر ده مرا / بکوی خرابات سر ده مرا

---

۱ مہ: غرض ۲ مہ: عرض ۳ از روی مہ، آ: کنم ۴ ۵ در مہ ندارد،

(۱۷۲ب) چنان ناله از جگر بر کشم | که خورشید از جیب[1] خاور کشم*

بدرّم ز یکدیگر این داه را | بیغما دهم رخصت آه را

من ار انتقامی ز دشمن کشم | چو سنگی فلک در فلاخن کشم

ندارم سر از[2] فتنهٔ با کسی | وگرنه[3] منم آتش و او خسی

بیا ساقی! امروز مستان شویم | چو افراسیاب و چو دستان شویم

بگه[4] آریم از پنجه چون شیر نر | ادیم پلنگ فلک را ز سر*

بیا زهره از غرفه بیرون کشیم | یکی حلقه در گوش گردون کشیم

بیا مطرب! آواز را بر فراز | چو در چشم محمود قدّ ایاز

بیا و دلم را ز غم شاد کن | طرب نامهٔ عشق بنیاد کن

بیا تا دل از غصّه بیغم کنیم[5] | گهی ناله زیر و گهی بم کنیم[5]

بگو تا برقص آرم این زنده را | بجوش آورم مرده[6] و زنده* را

چو سرمست افتم برین خاکدان | یکی نغمه بر گوش هوشم رسان

که بی خود در آیم ازین کالبد | بفرق سر چرخ کوبم لگد

بیا ساقی آن بادهٔ بی بدل | که آرد بعقل و بهوشم خلل

بده تا دمی همچو شاهین شوم | به نخچیر گردون شلاهین شوم

(۱۷۳الف) بیا تا دمی با تو لب تر کنیم[7] | عقیق یمن را مکرّر کنیم[7]

بده تا ز خود رخت بیرون کشیم[8] | سراپرده بالای گردون کشیم[8]

بیا تا غم از دل برون افگنیم | ز آتش بدریای خون افگنیم

بده تا مرا وا رهانی ز من | که بیزارم از منّت جان و تن

---

۱ تا: صلب خاور کنم ۲ کذا ۳ آ: واگرنه ۴ در تا ندارد ۵ از روی تا، آ، ۶ آ: مردهٔ زنده ۷ تا: کنم ۸ تا: کشم،

بیا[51] تا ز دنیای دون بگذریم ... ازین قلزم پُر ز خون بگذریم
(۲۷۳ ب) بگو تا دمی هوش با او دهیم ... دل خسته را نوشدارو دهیم
بگو تا بگویم بتو راز خود ... زمستی[52] و ز آئین* و اعجاز خود
من آن رند مخمور ناله کشم ... که چون چشم ساقی پیاله کشم
بلی مست پیمانهٔ عشرتم[53] ... چراغ در خانهٔ عشرتم[53]
دهم روشنائی بهر ناکسی ... نه بینم ز خود بی نوا تر کسی[54]
بیا تا دمی باده نوشی کنیم ... دمی ترک این خود فروشی کنیم
سری در گریبان ذلت بریم[56] ... نشانی[55] بدین و به ملت بریم*
بیا تا زمانی دگر گون شویم ... گهی لیلی و گاه مجنون شویم
بیا تا چو فرهاد سر بر زنیم ... خم باده را تیشه بر سر زنیم
بیا تا چو خسرو در ارمن رویم ... بشیرین لبان گشت گلشن کنیم
برون آور آن یوسف شیشه را ... جوان کن زلیخای اندیشه را
بمن ده که من بلبل این گلم ... گهی چون گل و گاه چون بلبلم
زمی نور ده شمع این خانه را ... حیاتی ز نو بخش پروانه را
بیا تا زمانی بصحرا رویم ... چو وامق بسر وقت عذرا آوریم
(۲۷۴ ا) بیا مطرب امروز خوشخوان شویم ... برین پرده چون نغمه غلطان شویم

---

۵۱ در تا این دو بیت را یک بیت ساخته است این طور: بیا تا ز دنیای دون بگذریم دل خسته را نوشدارو دهیم، یعنی مصراع ثانی بیت اول و مصراع اول بیت ثانی را حذف کرده ۵۲ تا: ز دین و ز آئین، آ: زمستی در آئین ۵۳ آ: عزتم، تصحیح از روی تا، ۵۴ بعدش در آ بیتی را مشکوک قرار داده منسوخ کرده است این طور: — بیا ساقی از من حسابی کله اگر فرد کم شد کتابی کله، در تا این را ندارد، ۵۵ تا: زنم ۵۶ تا: لسانی ...... رم،

چنان آتشی بر فروزم ز دل | که خمخانه گردد ز خود منفعل
یکی حلقه در گوشِ مستان کشم | سری گر بآتش پرستان کشم
اگر ناله را سر به بیرون دهم | جهان را بگردابِ جیحون دهم
مغنی دلی دارم از غم دو نیم | یکی پُر ز امید و یک پُر ز بیم
نوای بگوشِ منِ مست زن | بلند ار نباشد رهِ پست زن
بهر حالم از نغمه خوشنود کن | دُرِ نغمه در رشتهٔ عود کن
(۳) ۲۷۱، باواز نی سینه ام بر فروز | بگوشم رسان نغمهٔ سینه سوز
چو بیهوش و سرمست افتم بخاک | بر[۱] آواز یک* نالهٔ دردناک
که سرزان سوِ جمع بیرون کنم | رُخِ زهره از طعنه گلگون کنم
بیا ساقی از باده یاد آوریم | بدُردی کشان اعتقاد آوریم
بیا تا دل از غصه بیغم کنیم | غمِ فرقتِ دوش را کم کنیم
بده ساقی آن بادهٔ دلفریب | که از تاک گردید ما را نصیب
بمن ده که امروز مست آمدم | بدیوارِ توبه شکست آمدم
گلِ[۲] خشت نہ بر سرِ هر چه هست | که پیمانه چون دید پیمان شکست*
بلی عهد و پیمان بمستی نکوست | بآئینِ خود بت پرستی نکوست
گروهی ازین می بمستی شدند | گروهی بآتش پرستی شدند
چرا عهد و پیمان باید شکست | که ما و تو از یک شرابیم مست
مغنی بیا و دمی شور کن | نوائی بقانونِ منصور کن
که چون بر سرِ دار آرام نشست | ازان محورِ چرخ گیرد شکست
بیا مطرب از سینه آهی بکش | دو عالم بیک برگِ کاهی بکش

---

۱ بر آور یکی ؛ ۲ این بیت را در تا به نقاط شک درج است ،

که صد شعله آتش بدم درکشم — علم چون بمی خوارگی درکشم
کسی با من آتش زبان چون کند — که آهم دلِ سنگ را خون کند
گر این باده با من گرانی کند — ور این شعله با من دخانی کند
زنم آنچنان بر زمین خشتِ خُم — که خشتِ زمین گردد از دیده گم
بیا ساقی از من مرا دور کن — مرا عبرتِ دارِ منصور کن
میی ده کزان دل مزیّن شود — همه سترِ غیبی مبیّن شود
میی گر بحر آوری قطره اش — چو طوفانیان بر تَرَد زهره اش
چسان کس برابر کند با مَهش — که خورشید خشتی است از درگهش
بلی آنکه خورشید خشتش بود — به فرخندگی[1] . . . .
(۱۲۷۵) میست آنکه عالم ازو روشن است — ستاره چراغست و او روغن است
میست آنکه هم ساز و هم برگ داد — میست آنکه هم جان و هم مرگ داد
میست آنکه این صبح و این شام ازوست — میست آنکه این گردشِ جام ازوست
میست آنکه یک قطره زو کوثر است — میست آنکه زو چاهِ زمزم پُر است
چه می آنکه ساقیش شیرِ خداست — ز اوصافِ او شمّهٔ هَل اَتیٰ ست
علی صاحبِ آیهٔ لا فتیٰ[2] — ولیّ خدا مقصدِ انّما
علی وارثِ ملکِ دنیا و دین — علی آنکه آمد هم آن و هم این
علی آن که پشتش بمعنی قوی ست — درِ خیبرش شاهدِ معنوی ست
علی آن کتابِ حقِ چاربین — علی مقتدای کهین و مهین
کتابِ صحیحِ منزّه ز حک — منزّه ز حک و منزّه ز شک
بیا ساقی امروز پیمان دهیم — مبادا که ایمان بشیطان دهیم

[1] کذا ناقصاً در ا، و در ب بکلی از قلم انداخته است۔ [2] و: لافتا،

بیاور زمانی بآهنگ باش | چو مضراب با نغمه در جنگ باش

بیا برکش آواز مستانه را | بهوش آور این عقل دیوانه را

ندانم کزین سینهٔ چاک چاک | چسان برکشم نالهٔ دردناک

اگر از بلندی برون آورم | نهم چرخ را سرنگون آورم

وگر زین بلندی به پستی زنم | بگاو و بماهی دو دستی زنم

بیا ساقی آن می که عقل آورد | دل سنگ خاره بنقل آورد

بیا دانهٔ خویش بر خاک ریز | بدست دلم آبی از تاک ریز

بیا تا دمی بیحیائی کنیم | به بنت العنب کدخدائی کنیم

بمن ده میی کز شعاع تفش | چو نور تجلّی شوم در کفش

بمن ده که بسیار خون خورده ام | دغا زین سپهر نگون خورده ام

بسی مکر دارد سپهر دغا | گهی بر خلا و گهی بر ملا

اگر غافلی مرد مردانه | وگر غافلی گربه خانه

مغنّی کجائی دری باز کن | بقانون خود نغمه ساز کن

گهی زیر و گاهی بم و گه خموش | تو با من نظر دار و من[1] با تو گوش

(۲۷۴ب) دمی نغمهٔ باطنی بشنویم | زخود ترک ما و منی بشنویم

بیک نغمه روشن کنی[2] سینه را | بسوز[3] آن همه نقد گنجینه را

نوائی ز ساز و نی آور برون | که ناخن زند بر دلی پر ز خون

گروهی که از خود بدر رفته اند | ره دوستی را بسر رفته اند

گروهی که گر نام شان بشنوی | ز داد[4] انا الحق نشان بشنوی

بیا ساقی امروز حیرانیم | از آن می پرستان دیرانیم

---

۱ آ: من، تما: و من، ۲ تما: کن این ۳ تما: بسوز این ۴ تما: دار،

بجامی ورِ گفت و گویش به بند — بیک جرعهٔ می گلویش به بند
بیا عسکری و دمی گوش باش — زمانی ز گفتار خاموش باش
مدر بیش ازین پردهٔ راز را — بانجام بسپار آغاز را
به تیغ زبان بحیائی مکن — چو دون همتان خودنمائی مکن
نهٔ در خورِ مجلس مهر و ماه — مزن خیمه بالای این پیشگاه
بخاموشی آور دمی هوش را — بدر ویزهٔ دل نشان گوش را
چو لب بستگی بهتر از گفت و گوست — اگر لب ز گفتن به بندی نکوست
دلا نغز گفتاریت نیست بس — سخن نغز گفتن نه یارست بس*
سخن را چو از خامشی گفته ام — گهر را به بید انشی سُفته ام
چو بستم به بیهوده گوئی زبان — ز گفتارِ بد الامان! الامان!

ذکر[1]
مولانا اوجی کشمیری

دردمندی درویش نهاد نامرادی صوفی مشرب و پاکیزه اعتقاد است، پسر مولانا نامی[2] کشمیری

---

[1] کذا مضطرب الروایت در آ و تا ۲ تا؛ حاشی ۵۳ در واقعات کشمیر (تصنیف ۱۱۴۸ھ) محمد اعظم ترجمه اوجی را در ضمن شعرای عهد جهانگیری درج کرده است، و بر بیان صاحب میخانه این قدر افزوده که او صاحب دیوان است و در ۱۰۳۲ھ وفات یافت، آمین رازی گفته است که اطلاعی بر احوالش نه دارد، و بیتی چندکه از کسی شنیده بود، درج کرده است، سرخوش (فهرست باڈلی عمود ۲۲۳ نمره ۲۵۹) او را در زمرهٔ شعرای عهد اکبری شمرده و صاحب مخزن الغرایب فقط این قدر گفته که او شاعر متین بود (و دو بیت ازو درج کرده) ۵۴ در واقعات

بیا تا بمیخانه فاخر شویم
که بی باده ناگاه کافر شویم

بیا پشت[1] پایی بگردون زنیم
شبیخون باین طشت پرخون زنیم

چو مردان ازین بیوه زن بگذریم
ازین پیر مردم فگن بگذریم

ازین دون چه خواری که روزی نشد
کرا دید آخر که موزی[2] نشد

(۲۷۵ب) مغنّی بیا نغمه بنیاد کن
گهی داد کن گاه بیداد کن

مغنی زمانی ز خود دور باش
زمانی باهنگ منصور باش

چو بلبل بیا مطرب آواز کن
در گلشن سینه را باز کن

بیا ساقی آن مست بی باک را
همان مایهٔ معدن خاک را

بمن ده که حیران و آواره ام
ازان بی نصیبان بی چاره ام

درین محنت آباد ویران شدم
شکسته تر از پشت پیران شدم

دریغا درین مملکت داد نیست
دل هیچ کس از غم آزاد نیست

ندیدیم از هیچ کس مردمی
مگر اژدها خوئی و کژ دمی

بیا تا ازین ناکسان وا رهیم
وزین مشت خار و خسان وا رهیم

بیا دست همت بدست آوریم
بملک دو عالم شکست آوریم

بیا تا بگردون نهیب آوریم
وزین طمطراقش بشیب آوریم

بیا دست بر مهر و انجم زنیم
بگیریم این خشت و بر خم زنیم

بیا تا باین دون دوانیم رخش
چو انجم نمانیمش از حمله بخش

شکستی باین چرخ پیر آوریم
ز بالای عرشش بزیر آوریم

بیا ساقی آن عقل فرزانه را
بهوش آور این مست دیوانه را

(۲۷۶ا) که بسیار بالا دوی می کند
گدا پیشهٔ خسروی می کند

---

۱ آ: پشت و پایی   ۲ کذا در آ و تآ (یعنی موذی)

ساقی نامه که ازو درین تالیف بر بیاض رفت در ایام شباب هنگامی که در خدمت میرزا جعفر آصف خان بود گفته است

ساقی نامه مولانا اوجی کشمیری

چنین تا بکی ترک ساغر کنیم؟ / لب دل ز خون جگر تر کنیم

یکی توبه را در شکست آوریم / دل می پرستان بدست آوریم

زیارت کنم باز میخانه را / ببوسم سراپای پیمانه را

ازین فرقت آباد تا بوده ام / جز از زهر غم لب نیالوده ام

کنارم پر از اشک چون اخگر است / ز خون خوردن دل دماغم تر است

رهم پر مخوفست من نو سفر / همه زاد ره پارهای جگر

بجز گریه نگشوده ام دیده را / که ذوق نظر نیست غمدیده را

✓ لب از هم بجز ناله نگشاده[۲] ام / بماتم مگر توامان زاده ام

✓ مرا ز اشک دامن گلستان شدست / مرا دست خصم گریبان شدست

✓ مرا[۳] دست در آستین پیر شد / مرا دامن خویش زنجیر شد

مرا شیشه بر دوش و باران و سنگ / نه یارای رفتن نه پای درنگ

(۲۷۷ب) بیا ساقی آن خصم خمیازه را / کهن دشمن اندهٔ تازه را

بده تا بدردم دوائی کند / شکست مرا مومیائی کند

بیا ساقی آن شوخ آتش عذار / همان ترک سرمست ساغر[۴] سوار*

بده تا بتازد بفوج الم / شوم ایمن از ترک تازی غم

---

۱ ابیات این ساقی نامه را که در "واقعات کشمیر" منقول است به علامت (✓) نشان کرده ام ۲ واقعات: بنهاده
۳ در آ و واقعات ترتیب مصرعین منعکس است، ۴ آ: ساغرکنار.

است و مولد خودش نیز از کشمیر است در صغر سن در مقام انتظام نظم شده و در وقتی که بسن رشد و تمیز رسید خان نکته دان میرزا جعفر آصف خان حاکم آن ملک گردید (۲۷۶ ب) اوجی بشرف ملازمت خانِ مذکور مشرف شد و از فیض تربیت او ترقی کرده و هرچه دران ایام گفته خالی از حالتی و رتبه نیست و در وطن خود دران زمان پارهٔ نشو و نما نموده بعد از تغییر آن خان جم نشان درانجا ماند و هر حاکمی که بدان دیار آمد خدمت او کرد و اوقات گذراند،

بر هنرمندان پوشیده نماند که آن دردمند سیر و سفر کم کرده مگر گشت گرد و نواحی کشمیر، و یک نوبت ازان بلده بلاهور آمده و باز بمسکن عود نموده است، این ضعیف روزی در اجمیر در خدمت مولانا محمد صوفی حاضر بود که عزیزی از مردم کشمیر در خدمت مولوی بتقریبی حرفی اوجی درمیان آورد و این بیت از ساقی نامهٔ او خواند بیت

مرا دامنِ خویش زنجیر شد　　مرا دست در آستین پیر شد

آن منصف از استماع این دو مصراع بغایت از جا در آمد و فرمود که اگر پیش ازانکه من ساقی نامه بگویم این بیت بگوش من می رسد ارادهٔ مثنوی گفتن نمی کردم،

بر رای انور ارباب هنر پوشیده نماند که مسوّد این اوراق پریشان را با مولانا اوجی در دارالعیش کشمیر ملاقات واقع شد، دران وقت سنش به پنجاه و پنج رسیده بود و دران سن افیونی گذرا گردید و بمرتبهٔ از کار رفته که از سررشتهٔ نظم افتاده بود، اگر احیانا دوبیتی (۲۷۷ ا) ازو سر می زد چندانی ناخن بر دل نمی زد، اشعارِ او همگی از قصیده و غزل وغیره سه هزار بیت است، فامّا دیوان ترتیب نداده است،

شبی آمد از غیب بر من ندا　　که بر خیز ای رند دردآشنا

برافگن ز دل بارِ دردِ کهن　　دگر چین بر ابروی خاطر مزن

که از تاک نوری دمیدن گرفت　　ز شادی قدِ غم خمیدن گرفت

ازان نورِ شمع دل افروختم　　خسک را ز ظلماتِ غم سوختم

ملک مست و سرخوش برقص اندرست　　زکیفیتِ ساقی کوثر ست

(۲۷۸ب) ولی خدا شاه مردان علی　　لبالب ز مهرش خفی و جلی

زکشت عطایش فلک دانهٔ　　ز شمع رخش مهر پروانهٔ

شناسندهٔ فرّ یزدان علی است　　شهنشاه اقلیم احسان علی است

علی مظهرِ عین فرزانگی است　　علی گوهرِ کانِ مردانگی است

ازان پیش کآمیخت جان در گلم　　بمهرِ علی شد مجرّد دلم

مرا داغ او بر جبینِ دلست　　مرا مهر او از جهان حاصلست

زر افشانی خور ز فرمان اوست　　فلک زورق بحر[1] احسانِ اوست

بیا ساقی آن بادهٔ صاف را　　همان نورِ خورشیدِ انصاف را

بده تا بدانم که از آسمان　　چرا نیست اهلِ هنر در امان

مجو عافیت در جهانِ خراب　　مجو نیم شب پرتوِ آفتاب

گلِ عیش در باغِ عالم کمست　　کبودیِ گردون گلِ ماتم است

نمی بینم او جی در آفاق جای　　سفر بایدم کرد زین تنگنای

نه تنها همین چرخ بد اختر است　　زمین نیز خونریزِ دانش ور است

زمین وار تا چند باشم خموش　　چو بحر آیم آخر یکی در خروش

بگویم بگردون که ای هرزه گرد!　　چرا نیستی راست با اهلِ درد؟

---

[1] آ: زورق بهر،

بیا تا بمی غارتِ ہُش کنیم	دمی چند غم را فرامُش کنیم
بیا تا صراحی بدست آوریم	بمینای گردون شکست آوریم
بیا تا بمی چہرہ گلگون کنیم	ز اشک آسمان را جگر خون کنیم
مغنّی شنیدم من از چنگ راست	کہ بنیادِ دارِ جہان بر فناست
بیک نغمہ پردازیِ ارغنون	دلم از رہِ گوش آمدہ[51] برون
بنازم خروشیدنِ چنگ را	کہ بزداید از روی دل زنگ را
فغان کاندرین لاجوردی رواق	من و نی لبالب شدیم از فراق
اگر ضبط ناکردہ دم دم زنم	جہان را بیک بار برہم زنم
نسیم سحر خاطر انگیز شد	ز سیمای گل آتشم تیز شد
دگر ساقیا انتظارم مدہ	بدہ می بدستِ خمارم بدہ[52]
(۱۲۷۸) بہارست ساقی دم از مل زنیم	میی با تو در سایۂ گل زنیم
ملوّن ز گل دست و صحرا شداست	صفای چمن خاطر آرا شداست
دلم سرخوشِ نغمۂ بلبل است	ہم آغوشِ گل طرّۂ سنبل است
بیا ساقی آن راوقِ تاک را	ضیا بخشِ خورشیدِ ادراک را
بدہ تا بدانم کہ این نوش لب	چرا می گریزد ز من بی سبب
مرا بادہ بی او غم انگیز شد	طرب بی رُخش اندہ آمیز شد
چنان در غمش دیدہ خونبار شد	کہ شب جای خوابم جگر زار شد
چنان در غمِ ہجر خو کردہ شد	دل از یاس زان گونہ پروردہ شد
کہ گر فی المثل[53] حسن ہر نو بہار	بروید ز روی زمین سبزہ وار
بجنبد ز پہلو پس از سال و ماہ	بگہوارۂ چشمِ طفلِ نگاہ

[51] واقعات: آید [52] کذا در آ و آ۲، مدہ؟ [53] واقعات: اگر فی المثل حسن صد،

دوای دلِ دردمندانِ ریش
درو نازنینان زمی درخروش

کریما! رحیما! گناہم بہ بخش!
بدرگاہِ تو عذر خواہ آمدم

بیا لشکرِ گریہ راہی کنیم
بکن کسوتِ فقر در بر مرا

فروزان زہ گرمی عشق آتشم
لکدکوبِ دنیا مکن رای من

مبادا بغیر از تو میلِ دلم
کن از لطفِ توفیق رہبر مرا

مسیحای مرگِ لوندانِ خویش
می از شوق در قلزم خم بجوش

سراپا چو دلِ عذرخواہم بہ بخش!
بامیدِ عفوِ گناہ آمدم

بدنبالِ او عذر خواہی کنیم
ز دنیا پرستان برآور مرا

کن از بادۂ معرفت پرخوشم
غمِ خویش گردان سراپای من

بجز مہرِ تو از جہان حاصلم
ازینجا بایمان برآور مرا

ذکر

مولانا محب علی سندی

مولدش از تتہ است، در ہند نشو و نما یافتہ و اکثر بلادِ ہندوستان را گشتہ تا بسعادت خدمت خانِ گردون اقتدار خان خانانِ سپہ سالار مستسعد گردید و چندی در بندگی آن خانِ عالی شان بسر بردہ و در جرگۂ ملازمان ایشان در آمدہ است، بعد از مدتی ہوای وطن در سرِ او جلوہ گری می شود، بمضمونِ بلاغت مشحون حُبّ الوطن مِنَ الایمان عمل نمودہ از خانِ مذکور مرخص شدہ

(۲۷۹ ا) بگویم بایام کای بی وفا ! — چرا داشتی اهل دل در جفا ؟

بیا تا دمی درد[1] سوز* آوریم — شبی با صراحی به روز آوریم

کنون ساقیا گل سحرخیز شد — نسیم چمن عنبرآمیز شد

میی ده که همدم بعنقا شوم — ز آلایش تن مبرا شوم

میی ده که بیدار سازد مرا — بدیوانگی یار سازد مرا

میی ده که امروز اغیار و یار — برندم چو منصور بر پای دار

ازان می که شایستهٔ عام نیست — بمنصور هم تاب ته جام نیست

ازان می که چون رو ببالا کند — گرههای افلاک را وا کند

ازان می که چون خاطر آرا شود — ز کیفیتش پیر برنا شود

ازان می که در بزم رندان مست — به نزد حریفان ساغرپرست

سر از جیب مینا چو بیرون کند — زمین و زمان را دگرگون کند

خرد امشب آمد ببالین من — که از گردش چرخ پرمکر و فن

گریزان شو ای غافل بی خبر ! — چنین تا بکی خفته باشی دگر ؟

بگفتم که ای مشفق نیک خوی ! — ز دستش کجا می گریزم ؟ بگوی !

بگفتا که ای مرد اندوهگین ! — برو در خرابات و فارغ نشین

(۲۷۹ ب) ازین مژده خوش شدم سخت شاد — بسوی خرابات رفتم چو باد

طواف خرابات را کرده ام — مرادات را در کف آورده ام

اگر وصف آن منزل خوش کنم — جهان را ز حیرت در آتش کنم

در و خاک کافور و آبش گلاب — بدیوار او جای خشت آفتاب

قدح مست ساقی سیمین برش — زیارت گه می پرستان درش

---

[1] کذا در آ و م ،

عنایت سرمدی دلیل او شده بسعادت زیارت مکهٔ معظمه اش مستعد می گرداند، دیگر گرد امور دنیوی نمی گردد، و بوطن عود می نماید، باقی عمر بدرویشی و خدا پرستی صرف می فرماید، تا در سنه احدی و الف که طاعون در قزوین واقع شد عارضهٔ او را دست می دهد، برادران و خویشان را همه از واهمهٔ طاعون مضطرب می بیند می گوید که: ای عزیزان همگان خاطر جمع دارید که بغیر از خلف دیگر کسی از میان شما بدر نخواهد رفت و همه درین طاعون از آفات مصون خواهید بود و من در روز جمعه هنگام نماز پیشین عالم فانی را وداع خواهم کرد، بهمان دستوری که مذکور ساخته (۱۰۰۱) بود داعی حق را لبیک اجابت گفته و بعد ازو دیگر کسی از عزیزان و خویشان او دران قضیه ضایع نشدند،

این که این حقیر خود را فخر الزمانی می نویسد سبب آنست که جد مادری فقیر فخر الزمان نام داشته و قضای قزوین متعلق بایشان بوده است، در فطرت و فطانت و در فضیلت و موزونیت سرآمد عصر خود بوده و نسب آن عزیز به خواجه عبدالله انصاری می رسد، چون اظهار فضیلت و دانش فخر الزمان درین اوراق پریشان ظاهر نمود ضرور شد که شمهٔ از فضیلت و دانش آن معدن طریقت بر بیاض برد تا صدق قول خود بر عیب جویان ظاهر سازد، و این نقل نقلیست که هم فضیلت و هم موزونیت او ازان ظاهر می شود،

بر رای انور ارباب هنر پوشیده نماند که در ابتدای سلطنت شمع دودمان نبوی چراغ خاندان مرتضوی شاه طهماسب حسینی صفوی فرزند رسول جلیل[1]

---

[1] آ: ملک خلیل،

روانهٔ مسکن خود می شود، چون پارهٔ راه می رود حرصِ دنیوی برو غلبه کرده از مطلبش باز می دارد، باز رو بدرگاه خانِ جم جاه می آورد و قصیدهٔ در معذرت خود بر سبیل ره آورد گفته می گذراند، این بیت ازان قصیده است ؎

خواستم چون صیتِ جودت سر نهم در عالمی کوهِ شوقت سدّ ره شد چون صدا باز آمدم

این قصیده مرضی طبع دشوار پسندان محفل خان سپه سالار گردید بتخصیص همین بیت، دیگر باره او را در خدمت خود نگاه داشت، الحال در بندگی آن خان عظیم الشان است،

دیوان آن عزیز تا لغایه جمع نشده و بر بیاض نرفته و ساقی نامهٔ که در بحر مثنوی گفته چندانی رنگ و بو ندارد و این قطعه که ازان مثنوی مرضی طبع ارباب دانش گردیده این ضعیف درین (۱۰۲۸) اوراق پریشان ثبت نمود قطعه

یکی عکسِ خورشید در آب دید روان بر سرش دام ماهی کشید
چو از جنبشِ آب درہم شکست بغواصی آمد کش آرد بدست
بنا گه فروشد بکامِ نهنگ ترازوی ما را همین است سنگ

ذکر

مؤلفِ کتاب میخانه عبد النبی فخر الزمانی

مولد این شکسته بال از دار الموحدین قزوین است، و پدر این ضعیف خلف بیگ هرگز شعر نگفته است ولیکن مردِ درویش نهاد و صوفی صافی اعتقادی بوده، اوقاتِ خود در قزوین به تجارت می گذرانده، بعد ازانی که توفیق ایزدی و

و در ابتدای شناختِ خویش مایل بموزونیت گردید بنابران بخدمت اکثر ارباب طبع نظم می رسید و ازیشان (۲۸۲ ا) مستفید می شد تا طبیعت این ضعیف استعداد آن بهم رسانید که در مقامِ انتظامِ نظم شود در اوّل تخلص خود عزّتی قرار داد و گاهی گاهی رطب و یابسی درهم می آورد، و بعضی اوقات نیز از روی هوس جوانی در پی قصه دانی می شد تا بقوّت جاذبۂ حافظۂ تمام عیاره قصۂ امیر حمزه بن عبد المطّلب را بیک شنیدن بخاطر گرفت و دران ایّام قوّت حافظۂ فقیر بمرتبه بود که در مجمعی که صد بیت خوانده می شد قریب به هفتاد بیت آن در طبیعت چنان جایگیر می شد که بخانه می آمد و همه را بر بیاض خود می نوشت، الحال که بتالیف میخانه مشغول است اثری از آثار آن حافظه مانده باشد، چنانچه دو بیت بیک خواندن در خاطر بماند آن هم بصد هزار جد و جهد، سبحان الله احوال هیچ مخلوقی به یک حال نمی ماند مگر ذات مقدس ایزد متعال و قادر پر[۱] کمال چنانچه می فرماید قوله تعالیٰ کل من علیها فان و یبقی وجه ربک ذو الجلال و الاکرام،

امّا چون سن مسوّد این اوراق پریشان بنوزده رسیده بعزم زیارت امام الانس و الجن امام رضا علیه التحیّة و الثنا بمشهد مقدس آمد و بسعادت آستان بوسی آن روضۂ متبرکه منوّره مقدسه مطهّره مستعد گردید و قریب (۲۸۲ ب) به یک ماه در انجا بسر برد، در ایّام توقف آن آستانه هر روز از یسار و یمین و از تجّار و متردّدین وصف دار الامان هندوستان بسیار

(بقیه حاشیه ص۵۴۹) [۴] آ: وفائی [۵] آ: بس و رشد تمیز،

(حاشیه ص۵۵۰) [۱] آ، آ: بر کمال — در آ بعدش افزوده است و هیچ [فردی؟] از افراد انسانی باقی نخواهد ماند مگر حضرت واجب الوجود که آفرینندۂ عالم و آدم است و بغیر از ایزد بیچون کسی پاینده و باقی نخواهد ماند،

شاهزاده بهرام[1] بن شاه اسمعیل ثمنی از ثلث ده الوند که در نزدیکی دار الموحدین قزوین واقع است به ولد ارجمند و خلف سعادتمند خود سلطان[2] ابراهیم میرزا بخشید و حکم شد که سند آن عطارا جدّ فقیر عربی بنویسد آن فخر زمانهٔ خود قبالهٔ عربی بجهت این مطلب موشح الطرفین نوشت و جامهٔ مقصد را (۲۸۱ ب) بحروف مقطعه بطریقی بر قامت آن قباله قطع نمود که یک بیت موزون مطابق مضمون متن آن سند از ان بیت (کذا) بر آمد و آن بیت اینست

بیت

شد منتقل از پدر به فرزند ثمنی ز تمام ثلث الوند

اشعار خوب و ابیات مرغوب از یشان بسیار بر صفحهٔ روزگار یادگار مانده است و این چند بیت از گفتار آن بزرگوار است غزل

رفتی و (دور از تو!) هوشم از دل ناشاد رفت دامن افشاندی و گرد هستیم بر باد رفت
عشق عالم سوز تا بنیاد رسوائی نهاد شیوهٔ صبر و قرار از عقل بی بنیاد رفت
هرچه غیر عشق بود از صفحهٔ ادراک شست هرچه جز حرف وفای یار بود از یاد رفت

وله

جان فشانیها بخاک پای یارم آرزوست وه که یک جان دارم و در دل هزارم آرزوست

اگر این نحیف در اظهار استعداد و کمال جدّ خود به بیچد از مطلب باز می ماند بنابران عنان قلم مشکین رقم بجانب احوال خود منعطف می گرداند،

بر رای عقده کشای ارباب دانش. و ضمیر منیر اصحاب بینش، پوشیده نماند که مسود این اوراق پریشان در دار الموحدین قزوین بسن رشد و تمیز رسید

---

(۱) بهرام مرزا در ۹۵۶ھ به مقر جاودانی تحویل نمود (تحفهٔ سامی و نفایس المآثر) (۲) وفات سلطان ابراهیم بن ظهیرالدین بهرام مرزا صفوی بقول تقی کاشی در ۹۸۹ھ بود (سپرنگر ص ۳۱) و بقول هدایت در ۹۸۵ھ (مجمع ۱: ص ۲۰) نگاه کنید به ح ص ۱۶۴/۱۶۲

دران وقت واقعه نویس درگاه بود رسانید چراکه مؤلف این تالیف با و نسبت خویشی داشت، و آن عزیز را بقصّه امیرحمزه بشنیدن میل تمامی بود چنانچه این نحیف را بران آورد تا در اندک ایامی دران فن کمال مهارت بهم رسانید ولیکن از سررشتهٔ موزونیّت بازماند،

چون رایات جلال جهانگیری به عزّ و اقبال در سنه اثنی عشرین و الف بجانب[1] اجمیر نهضت فرمود کمترین نیز همراه میرزای مذکور بدان طرف روانه شد تا آنکه روزی دران راه به یکی از هم شهریان خود که مسیح بیگ نام داشت بحسب اتفاق برخورد و آن عزیز در خدمت خان عالی شان، صاحب فلک قدر گردون توان، زمانه بیگ مهابت خان می بود و خان مذکور مشارٌ الیه را مدار المهامی سرکار فرزند ارجمند و خلف سعادتمند خود میرزا[2] امان الله ساخته بود، مسیح بیگ این ضعیف را همراه خود بسعادت ملازمت

مصراع

چشم زمانه شخص سخا میرزا امان الله

(۲۸۳ ب) مستسعد گردانید چون ساعتی در بندگی ایشان بسر برد حسب الامر فصلی قصّه در خدمت آن نتیجه الخواتین گذرانید، بعد از استماع این سخن آن صاحب سخن برتبهٔ خواهان فقیر شد که دیگر نگذاشت که من بمنزل خود روم و هم دران روز بنده را به جمعی از عریان که نوکران معتمد خان عظیم[3] الشان مهابت خان بودند سپرد، و کمترین پانزده روز نظربند آن جماعه بود

---

[1] جهانگیر بتاریخ دوم ماه شعبان ۱۰۲۲ھ از دار الخلافه آگره برآمده "توجه بجانب اجمیر اختیار نموده" (توزک ص۱۲۱ س ۵) و به پنجم شوال داخل اجمیر شد، [2] برای احوال میرزا امان الله رجوع کنید به مآثر الامرا ج ۱ ص۲۴۳، [3] ت: عالی شان مبارز الدین،

شنید شوق دیدن آن ملک برین نو سفر غلبه کرد، عزم آن بلاد جزم نمود، بعد از طیّ منازل و قطع مراحل از راه قندهار بیمار و نزار خود را بلاهور رسانید و چهار ماه دران بلده توقّف کرد تا کوفت راه بالکلیه رفع شد، بعد ازان بسیر لاهور مشغول شد، عجب ملکی بنظر این حقیر در آمد، ارزانی و فراوانی، دیگر یکی از خوبیهای هندوستان این که هرکس در هر محل بهر طریقی که زیست کند هیچ کس را قدرتِ آن نیست که نهی آن امر نماید، باخود قرار داد که جای توطّنِ تو این ملک است،

بعد از فراغ گشتِ لاهور در سنه ثمان عشرۃ الف بدار الخلافه آگره که مقرّ سلطنتِ نوشیروان سیرت، داد گستر دارا درایت، سکندر رفعت کیوان قدر، قمر افاضت، عطارد فطنت، خورشید اضایت، زینت بخش تخت گورگانی، چراغ افروز بخت صاحبقرانی، جم جاهِ انجم سپاه، خورشید کلاه، ابو المظفر شاه[1] نور الدین محمد جهانگیر بادشاه بود رسید، ازان تاریخ تا الغایه که سنه تسع عشرین و الف است عالم را از عدل و داد آن خسروِ عادل چون رخسارِ شیرین رنگین ساخته و در ایّام (۲۸۳ ا) دولتِ خویش (که تا قیام قیامت باقی ماناد!) بحال بنده و آزاد از روی مهربانی پرداخته شعر

مهربانیش را شماری نیست زندگانیش را شمار مباد!

چون این ضعیف بدار الخلافه رسید خود را بخدمت وزارت پناه، عزت (و) معالی دستگاه میرزا نظامی[3] که درین ایّام دیوانِ صوبه بهار است و

---

[1] چنانکه معلوم است جلوس جهانگیر در جمادی الثانی ۱۰۱۴ هجری واقع شد [2] ت: ثمان،
[3] ت: نظامی قزوینی — و او غیر نظام الدین احمد صاحب طبقات اکبری ست،

هر گلی گونه گونه از رنگی | بوی هر گل رسیده فرسنگی

و درمیانِ حقیقی دره چشمهٔ آبی بود بصفا چون رخسارِ لاله رویانِ گلعذار و بحلاوت چون سخن شکرلبانِ شیرین گفتار شعر

منوّر همچو چشمِ پاک بینان	مصفّا چون دلِ خلوت نشینان
بنوعی سرد کز بیم فسردن	نیارد عکس در وی غوطه خوردن
گیاهی کاندران نشو و نما کرد	بجای برگ بیرون عینک آورد

درکنارِ آن چشمه که نوردم از ان نی زد میرزا امان الله[1] را دیدم نشسته و دو سه کس از اہلِ طبع نزدیک بایشان قرار گرفته، چون چشمش برین ضعیف افتاد فرمود که بنشین حسب الحکم بزانوی ادب در آمدم آن خلفِ ارجمندِ زمانه بنفسِ نفیس متکلّم شد و رفته رفته سخن باینجا رسانید که درعالم هیچ یادگاری بنی آدم را به از سخن نیست شعر

جهان را یادگاری جز سخن نیست	خرد را کار و باری جز سخن نیست

آن قدر که طبعِ من مایل بنظم است هیچ چیز دیگر نیست، ای عزیزان! بیائید تا هرکدام بجهت این چشمه و این دره یک مصراع بگوییم تا رباعی شود که امروز بغایت خوش وقتیم، اوّل من بگویم، این مصراع بر زبان آورد ع

چون چشمهٔ نور نیست جای بحضور

این ضعیف این مصراع در بدیهه بعد از مصراع ایشان رسانید

موجش فوجیست گوئی از غمزهٔ حور

آن ممیّزِ عصرِ خود از استماع این مصراع بغایت از جا در آمد، فرمود

---

[1] مرزا امان الله صاحب دیوان است و امانی تخلص می کرد (ماثر)

روز شانزدهم آن قدردان ارباب دانش در اجمیر با دو سه کس از نوکر مصاحبان خود بسیر چشمهٔ نور رفت، چون صحبت ایشان منعقد شد میخ بیگ به تقریبی حرف این حقیر را درمیان آورد، حکم شد که بحضور آید چون دران مجمع حاضر شدم بزمی دیدم رنگین و کشت گاهی بغایت شیرین، از قضای اله دران ایّام بهار بود و جهان از آرایش مشاطهٔ بهار رشک جنّاتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار گشته و اطراف بساط غبرا از ریاحین درخشنده بمانند قبّهٔ خضرا پُر کواکب شده شعر

جهان پیرانه سر گفتی جوان شد	زمین از سبزه گوئی آسمان شد
ز معشوقان چمن پُر رنگ و بو تر	نوا ها از گل نو تازه رو تر
چمن را با سبک روحان سروکار	زمین از بار برگ گل گران بار

چون بمطالعه آن سرزمین که چشمهٔ نور (۲۸۴ ا) دران واقع است مشغول شد درهٔ مطبوعی بنظر درآمد که از اطراف جبالش بسیاست بلند سر به فلک کشیده و از جانبین دامنهاش سایه برسر آفتاب انداخته، سواد مینا رنگش از روضهٔ مینوی دلکشای تر و نسیم غالیه بیزش از نافهٔ مشک تتاری عطرسای تر شعر

صد هزاران گل شگفته درو	سبزه بیدار و آب خفته درو

---

[1] این چشمه اولاً بنام حافظا جمال مشهور بود بحکم جهانگیر در نواحی ۱۰۲۴ھ درین جا حوضی چهل گز در چهل گز ساختند و آب چشمه را بفواره درین حوض جاری کردند و برکنار این حوض نشیمنها عمارت یافته "و همچنین در مرتبه بالای آن که تالاب و چشمه درانجا واقع است جاهای موزون و ایوان های دلکش و آرامگاهای خاطرپسند بعضی ازان مصور و منقش .... ساخته و پرداخته اند .... نام آن را چشمهٔ نور نهادم" (توزک ج ۱ صـ۱۲۵ و صـ۱۳۲)، بقول مترجم توزک محل وقوع این چشمه برپشت کوه تاراگڈھ است، و این موضع اکنون به نورچشمه موسوم است، امّا در و دیوارش از دستبرد زمان محفوظ نمانده،

کتب معتبر مشغول شد و سخنانِ خوب از مصنّفات و مؤلّفات متقدّمین و متاخّرین چه نظم و چه نثر انتخاب نمود، روزی بخاطر رسانید که از بی الصافی روزگار معلوم است که اشعارِ تو در جنبِ وارداتِ شعراءِ گذشته و آینده اشتهارِ سرشاری نخواهد یافت هیچ به ازان نیست که دو سه تالیف نظم و نثر ترتیب بدهی بوسیلهٔ اخبارِ اربابِ (۲۸۵ ب) دولت و بواسطهٔ اذکارِ اصحابِ طبیعت و سخنانِ ایشان نام تو بی نشان بر صفحهٔ روزگار ثبت شود

لمؤلّفه

نبی خود را در افگن درمیانه | اگر نامی بر آری در زمانه

بنابران انگارهٔ سه تالیف نمود:

یکی بجهت خواندن قصهٔ حمزه و آدابِ آن تا قصّه خوانان را دستوری باشد و نام آن دستور الفصحا قرار دهد،

ثانی یا بعضی از حکایات شیرین و نقلهاء رنگین مرتّب سازد و آن را به نوادر الحکایات یا بحر النواد موسوم گرداند، و

ثالث مؤلّفاتِ ساقی نامه های متقدمین و متاخرین را ترتیب[1] داده* با احوالِ ایشان بر بیاض برد و نام آن را میخانه گذارد،

چون طبع هنرمندانِ این جزوِ زمان را بساقی نامه راغب تر دید نخست بتالیف میخانه مشغول گردید و قریب پانزده ساقی نامه با ذکر قایلان آن

---

[1] نسخهٔ ازین کتاب (که در ۱۰۵۳ھ در احمد آباد تحریر شد) در موزهٔ بر طانیه محفوظ است (ریو ص ۱۰۴۰ ب)، از دیباچهٔ آن کتاب که مصنف او را در ۱۰۴۱ھ نگاشته بود ظاهر می شود که این کتاب پنج صحیفه داشت و هر صحیفه دوازده باب و هر باب دوازده حکایت، نسخهٔ مذکور فقط صحیفهٔ اوّل دارد امّا فهرست صحیفهٔ دوم نیز درانجا درج است، ۵۲ آ: جمع نمود [۵]

که: ملّا عبدالنبی! مرا گمان این نبود که تو موزون باشی، فقیر معروض داشت که: اگر حکم شود این رُباعی را تمام نمایم، فرمودند: البتّه، این ضعیف بیتِ ثانی را نیز گفت و برایشان خواند، خوش وقت شدند، همدران روز بزبان آوردند که امروز این غزلِ امیر خسرو را که یک مصراع آن بخاطرِ منست طرح می نمایم تا فردا شما و یاران را مهلت است که این غزل را تمام کرده بگذرانید، آن مصراع امیر خسرو اینست مصراع

از دل بدست رفت[1] وز ناخن بتار* ریخت (؟)،

القصه روز دیگر محمّد[2] انور لاهوری و این فقیر غزل ابیش[3] از یاران دیگر گفته بر مخدومِ خود گذرانیدیم از هر غزل یک بیت (۱۲۸۵) مرضی طبع ایشان شد، از مولانا انور اینست

یارب چه صورتی که ز شرم تو آینه | اگر دید آب واز کف آئینه دار ریخت

این ضعیف گوید

یک قطره خونِ دل بدرونم ذخیره بود | آن هم ز راه دیده غمِ روزگار ریخت

القصه آن نتیجة الخوانین این کمترین را بار دیگر بر سرِ بلبل نوائی آورد تا در اندک ایّامی طبیعت خود را از صحبتِ آن مجموعۀ دانش هزار مرتبه بهتر از کثرتِ اوّل بدرجۀ موزونیّت رسانید مصراع

کمالِ صاحبم در من اثر کرد

از غایت توجّهی که باین ضعیف بهم رساند کتابداری سرکار خویش بدین بی مقدار مقرّر فرمود، مسوّد این اوراق پریشان دران خدمت به مطالعۀ

---

[1] تا: رفت ور ناحی سار، آ: و رفت ز ناخن بتار [2] ترجمه اش در مرتبه سوم می آید،
[3] ازینجا در آ یک ورق (تا ابتدای ۲۸۶ ا) بخط غیر کاتب کتاب است،

شد، چرا[۱] که آن عزیز هم یکی از اهل طبع است، چون در سنه خمس عشرین
و الف بلاهور رسیدم طاعون گرم شده بود، [۲] از لاهور بدار العیش کشمیر
روانه گشتم، چون بمطلب رسیدم قریب به دو سال در انجا ماندم، دران
ایام مخدومی[۳] مرزا نظامی[۴] بخشی و دیوان کشمیر بود، با ایشان بسر بردم،
و کتاب دستور الفصحا را در انجا بر بیاض بردم[۵] و باتمام رسانیدم، دستور[۶]
بانجام رسیده* تاریخ اتمام آن کتابست،

در آخر سنه ست عشرین و الف میرزا[۷] نظامی را بدرگاه
طلبیدند* همراه ایشان بهندو آمدم، و قریب به یک ماه در[۸] انجا ماندم،
بعد ازان میرزای[۹] مذکور را دیوان صوبهٔ بهار ساختند این ضعیف همراه
دیوان مذکور بعزم سیر به صوبهٔ بهار آمد چرا که در هند این ملک بخوبی
و خورّمی شهرت تمام دارد، چون بمطلب رسید از مساعدت بخت
بلند، و استمداد طالع ارجمند بشرف ملازمت خان فریدون فر جمشید
شان[۱۰]* شمع دودمان خاتم پیغمبران (۲۸۶ ب) نواب[۱۱] سردار خان مشرف
گردید، آن قدر احسان و اکرام که ازان یگانهٔ زمان به این کمترین رسید

---

۱ در آ ندارد ۲ آ: از بیم و با بلا توقف ازان بلده بدار العیش کشمیر روانه شدم وقتی که بدان سرزمین عشرت آئین رسیدم ۳ آ: مخدومی ام ۴ آ: نظام الدین احمد افضل دیوان ولایت مذکور بودند ۵ آ: ترتیب دادم ۶ کذا در آ و آ اما ازین جمله ۱۰۲۶ه برمی آید حالانکه مصنف دستور را در ۱۰۲۵ه یا ۱۰۲۶ه بانجام رسانیده است ۷ آ: میرزای مذکور را بدرگاه خلافت پناه طلبیدند، ۸ آ: دران بلده رحل اقامت انداختم ۹ آ: میرزا نظام الدین احمد از عنایت بی غایت جهانگیری دیوان صوبه بهار شد این ضعیف از برای سیر در خدمت ایشان عازم آن دیار گشت چراکه آن ملک در دار الامان هندوستان، ۱۰ آ: انجم نشان نکته دان ۱۱ برای تذکره احوالش رجوع کنید به ماثر الامراء ۲ ص ۴۱۱، سردار خان خواجه یادگار برادر عبد الله خان فیروز جنگ است ۱۲ یعنی در ۱۰۲۸ه چنانکه در دیباچهٔ کتاب گفته است،

در عرضِ یک ماه در بلدهٔ اجمیر مرقوم قلم شکسته رقم گردانید و از روی شوق به تفحّص و تجسّس ساقی نامها دیگر مقیّد گشت که[51] ناگاه فلک بی مدارِ ناهنجار با این* بی مقدار ناسازگاری آغاز نهاد، گردشِ بی روش خود بی واسطهٔ حظ نفسانی و بغیر لذّت مساس جسمانی بیداد باد* فرنگ را چون آتش بجان ناتوان سر داد و[52] پیش ازانکه بخیهٔ این زخم بر روی[52] کار* افتد و گل آن مرض این محقّر را در نظر امثال و اقران خار گردانید[52] خویش را بیمار و نزار ساخت و[53] از* بیم اینکه مبادا صاحب براحوال این شکسته بال[54] اطلاع* یافته در مقام آزار شود از ارکانِ[53] دولتش* التماس کرد تا بجهت فقیر رخصت رفتن ولایت گرفتند، القصّه* بعد از اجازت[54] در ساعت تالیفهای ناتمام خود را همراه برداشته در لباس فخر فقر از اجمیر بر آمدم و از راه نارنول روانهٔ لاهور شدم،

در راه عزیزی[55] باین کمینه برخورده، بنده را (۲۸۶ ا) ازان لباس بر آورده و همراهِ او روانهٔ شهر مذکور گردیدم، چنانچه عنقریب شمهٔ از احوال آن دوست در صحیفه[56] سیوم این کتاب در جنب ذکر شاعرانی که تا لغایه ساقی نامه نگفته اند و بمؤلف این کتاب برخورده اند ذکر کرده خواهد

---

[51] این جا تا القصّه (ص ۹) بر حاشیه کتاب مرقوم است و چون بعضی از الفاظ از حاشیه ساقط شده از آ نقل کرده ام و نشان داده [52] منقول از آ [53] منقول از آ آ، در آ 'دولیس' نوشته است، [54] آ: اجازت ملازمت، آ: اجازت [55] یعنی محمود بیک ترکمان رجوع کنید به ص ۵۶۵ س ۱۵، [56] آ: مرتبه،

[57] آ: ملاقات کرده اند مرقوم قلم بیان خواهد نمود.

خرد گفت غم مال و گنج منست
بدل چیزی ار هست رنج منست

(۲۸۶ا) مرا سینه شد مخزن درد دوست
ز شادی این غم نگنجم به پوست

برین گنج از فخر شادی کنم
ز شادی بعالم منادی کنم

نه چون گنج قارون بود رنج من
مرا بر فلک می برد گنج من

مغنیا بزن دست بر تار ساز
که بینیم چه داری تو در بار ساز

بزن بر دلم ناخنی آنچنان
که تا حشر خون گردد از وی روان

کنون می روم بر در می فروش
که شوق میم در سر آمد بجوش

مرا شوق می برد بر اوج چرخ
شکستم بامداد او فوج چرخ

گرفتم گریبان گردون دون
چو کاسه شد از دست من سرنگون

بیا ساقی آن رشک آب حیات
که هستم گرفتار لات و منات

بمن ده که تا بشکنم لات خویش
بهم بر زنم زرق و طامات خویش

در[1] اجمیر شامی بفضل بهار
شدم مست از یاد لبهای یار

ز مستی شدم عازم کوی دوست
بدیدم چو مه ناگهان روی دوست

گل خود رو آمد به ویرانه ام
گلستان شد از عکس او خانه ام

میی داشت همراه آن رشک حور
که از دیدنش یافتی دل حضور

بشیشه درون داشت آبی چنان
که از بوی او مست گشتی جهان

(۲۸۶ب) شرابی چو خون دل عاشقان
ز چشم صراحی همیشه روان

صراحی ازان می چنان بود مست
که سجده نمودی بساغر بدست

شرابی بکیفیت عاشقی
بلذت تر از لذت عاشقی

برنگ خزان و ببوی بهار
ز تلخی بصد تندی خوی یار

---

[1] در ہا درین موضع عنوان "حکایت" درج است

برخود لازم دانست که تالیف[1] می خانه را بنام نامی آن خان نکته دان* بانصرام رساند، بنابران از عنایت ایزد سبحان و اقبال[2] آن خان جم نشان* دو صحیفه[3] این اوراق[4] را به اتمام رسانید، امید از کرم الهی[5] چنان دارد که صحیفهٔ ثالث این نسخه که مجملی از احوال بیست[6] نفر شاعران مشهور ست و کتابت آن اندکیست آن نیز از[7] توجه آن دُرّ صدف شرف سیادت و نقابت و اختر برج کرامت و ولایت* باتمام رسد،

از منظومات[8] فقیر سوای ساقی نامه تالغایه هزار و پانصد بیت فراهم آمده است، * ساقی نامهٔ خود را بنام[9] نواب مستطاب سردار خان در بلدهٔ پتنه تمام کرده* درین اوراقِ پریشان بر بیاض برده ام[10]، امید که منظور نظر ارباب هنر گردد، انشاء الله تعالی

ساقی نامه مؤلفِ کتاب عبد النبی فخر الزمانی

شبی با خرد گفتم ای پیرکار	زمانه جوان شد ز فیض بهار
بیا تا بگلگشت بستان رویم	زمانی بگشتِ گلستان رویم
که شاید ز شوقِ تماشای باغ	غم از دل برآید چو دود از چراغ

[1] آ: کتاب میخانه را بنام نامی و القاب گرامی آن خان عظیم الشان [2] آ: و توجه آن خاندان قدردان [3] آ: مرتبه، [4] آ: مجمل، [5] آ: خالق زمین و زمان، [6] آ: هست بیج (بیست و پنج) تن ارباب نظم [7] آ: به همت خان نامدار گردون اقتدار، [8] آ: عدد منظومات فقیر تا لغایه که بهزار و بیست و هشت رسید سوای ساقی نامه بهزار و پانصد می رسد [9] آ: در پتنه بنام آن صاحب مهربان باتمام کر...... [10] آ: برد

منه دل برین دلبر بی وفا | که هرگز نکرد دست باکس وفا
اگر می شود لحظهٔ با تو رام | بود مطلبش این که افتی مدام
فتادی چو در دام او ناگهان | برهنه برونت کند از جهان
درین دم که نقدست عمر ای پسر | باین نقد خود جنس فردا بخر
در امروز تخمی ز خوبی بکار | که فردا تاسف نیاید بکار
بفصل خزان مور سامان خویش | کند از برای زمستان خویش
(۲۸۸ب) ز موری نه کم تو هم کار خویش | بکن تا که هستی ببازار خویش
نه اسپت بکار آید آنجا نه پیل | نه تیغ و نه جوشن نه خود و نه میل
مخر فیل اسب و مخر گاو خر | اگر میخری در جهان دل بخر
دل دردمندی بخر در جهان | که دستت بگیرد در آخر زمان
مینداز در خانهٔ دل خلل | که گیرد گریبان جانت اجل
چو رفتی ازین دیر کهنه خراب | نیائی دگر باز پس همچو آب
نبی ترک این گفت گوئی دراز | بکن زانکه تو نیستی اهل راز
گذاری برندان میخانه کن | تماشای مستان دیوانه کن
که در چشم شان کوه کاهی بود | فلک قبهٔ بارگاهی بود
چنان گشته از خویشتن بی خبر | که بر جای پا می گذارند سر
چو بینی بدان روز بازار شان | تو هم شو در آن کار همکار شان
بمیخانه بنشین و می نوش کن | غم هر دو عالم فراموش کن [1]

---

[1] بعد این بیت در تا بیست و هشت بیت و یک مصراع افزوده است

یعنی :-

بیا ساقی آن مایهٔ اشتلم | که سازد خرد تیره چون دُرد خم
ازان باده کان مستی افزون کند | زبان و دل از دست بیرون کند

اگر تلخی او چشیدی مگس / دگر شهد خوردن نکردی هوس

چو پروانه اش دیدی اندر ایاغ / نگشتی دگر گردِ شمع چراغ

به میل ار یکی قطره در چشم کور / کشی آن چنان یابد از نشأ نور

که چون دیده بگشاید از هم چو خور / زمین و زمان سازد از نور پُر

وگر بنگرد بر زمین ناگهان / به بیند چو بالا به[1] ته* آسمان

چو بوی خوش او بر آمد بچرخ / بشد مست چرخ و در آمد بچرخ

مرا دست بگرفت آن دلستان / نشستیم باهم چو چشم و چو جان

دو سه جام خوردیم با یکدگر / مه از حسن می گفت و من از هنر

ز مستی وصل و ز مستی مُل / نهادم سرِ خویش در پای گل

نهادم سر خود چو در پای یار / شد از رشکِ فرقم فلک بی قرار

به[2] بین تا چه نیرنگ سازی نمود / که در سجدهٔ شوق خوابم ربود

(۲۸۸ ا) چو برداشتم سر ز خوابِ خمار / نه می بود و نی شیشه نه می گسار*

چو گل در برم دل بصد پاره شد / رهِ دیده بگرفت و آواره شد

نشانی ندیدم چو از روی ماه / جهان شد بچشمم چو سرمه سیاه

دلا عبرت خود ازین وصل گیر / اگر هوش داری رهِ اصل گیر

که دنیا ندارد ثبات و بقا / بود عین هستیش محض فنا

مخور بازی از دهر و مفروش دین / مده آسمان در بهای زمین

فریب از زمانه مخور چون بهار / که وقتِ خزانت نیاید بکار

هر آن لولوئی کو[3] بود در جهان / یکی تارِ دلخواه دارد چو جان

ولی این فسونگر بحر[4] گاهِ خویش / کسی را نگرده است دلخواهِ خویش

---

[1] آ: ته، تا: به ته [2] در تا این دو بیت را ندارد [3] تا: که [4] تا: بحر گاه

بمن ده که تا من بمانند آب
کنم خان و مانِ غمِ خود خراب

مغنّی بیا چنگ بر چنگ زن
زمانی چو بلبل بر آهنگ زن

(۲۸۹ا) که تا چشم بر هم زنی در جهان
نه بینی اثر از زمین و زمان

بیا ساقی آن آتش تر بیار
بیار آن فروزنده اختر بیار

میی کو چو خورشید روشن بود
با برِ غمِ دهر دشمن بود

بده تا برون سازد از سینه غم
بهم بر زند خان و مانِ الم

مغنّی سری در سرِ عود کن
جهان ز آتشِ نغمه پُر دود کن

چنان آه گرمی رسان بر فلک
که بر چرخ سوزند خیلِ ملک

بیا ساقی آن شمعِ رخشانِ طور
بیاور که راهم درازست و دور

بمن ده که سامانِ رفتن کنم
سری در سرِ کارِ مردن کنم

ازان پیش کین زالِ مکّاره زشت[1]
زند آب مکری برین کهنه خشت

مغنّی بزن دست بر تارِ عود
که غم بر[2] دلم گشته پیچان چو دود

بناخن بکن رخنه در منزلم
کزان ره رود غم برون از دلم

بیا ساقی آن زادهٔ تاک را
همانِ دشمنِ عقل و ادراک را

میی ده که از شیشه آید بجام
هوا گردد از پرتواش لعل فام

ز کیفیّتِ آن می خوشگوار
فلک تا قیامت شود بیقرار

می سر بسر مستی و بیخودی
بمن ده که تا وا رهم از خودی

(۲۸۹ب) شرابی بکیفیّت لعلِ یار[3]
که از سر برد عقل و از دل قرار

بمن ده که در عشق بی مایه ام
بلندی ده از نشاۀش پایه ام

مغنّی بزن دست بر تارِ ساز
دلِ خویش با دست کن یار ساز

---

[1] آ: ویشت [2] آ: در [3] آ: بار، تصحیح از روی آ،

بیا ساقی آن بادهٔ لعل رنگ — که غم بر دلم جای بنموده تنگ

(بقیهٔ حاشیهٔ ص ۵۶۵) بده تا شوم مردان (میدان؟) جنگ — زنم راستی بی محابا بسنگ
بمستی کشایم سر رازها — بر آرم ازین پرده آوازها
کنم نغمهٔ ساز از ظالمان — که سعدی چنین گفت در بوستان
سه کس را شنیدم که غیبت رواست — ازین چون گذشتی چهارم خطاست
یکی حاکم ظالم بد پسند — کزو بر دل خلق آید گزند
حلالست ازو نقل کردن خبر — مگر خلق باشند ازو بر حذر [بر حذر؟]
دوم پرده بر بیحیائی متن — که او می درد پرده بر خویشتن

سوم کج ترازوی ناراست گوی — ز فعل بدش هرچه خواهی بگوی
کنوم (کنون؟) می روم بر سر داستان — که تا سازم از ظلم ظالم عیان
بدادار بیچون که بی شک و ریب — بود مملو این ظالم از هر سه عیب
یکی در جهان ظلم بنیاد کرد — جهنم برای خود آباد کرد
نه شرم از خدا دارد و نه رسول — نه تا مردمی گشته رد قبول
حسودیست بی عاقبت نام او — که ناکامی خلق شد کام او
چو نامش همه کار او ناتمام — همه حشو شغلش چه تجنیس نام (زنام)
(ایا) عدل تو ظلم حجاج خلق — و یا جود تو بیخ تاراج خلق
بکن ترک این جود بهر خدا — نه بستان و نی ده مضی ما مضی
اگر نیک خوئی و فرزانهٔ — نماند ز تو غیر افسانهٔ
وگر بد زبانی و ناسازگار — ببین تا چه ماند ز تو یادگار
یکی چشم بکشا و عالم ببین — رخ شادی و چهرهٔ غم ببین
بسنج این بد و نیک نیکو بسنج — بیک پلّه نه مار و یک پلّه گنج
بمیزان دانش بکش این دو چیز — بانصاف بکشای چشم تمیز
اگر بد بود نیک بد پیشه کن — وگر نیک نیکست اندیشه کن
بیا ظلم را بیخ برکن زبن — عزازیل را سیخ در چشم کن
اگر کردهٔ ظلمها پیش ازین — مکن ظلم بر نفس خود بیش ازین
سخن آنچه بد با تو گفتم تمام — تو دانی بد و نیک خود والسلام
نبی ترک این ترکتازی بکن — زبان کوتهی کن درازی مکن
میالا زبان از بدی ناکسان — ...... (بیاض در ...)

عزیزانِ دانش همه رفته اند / بزندانِ مصرِ[1] زمین خفته اند
چو گریم بیادِ بزرگانِ پیش / کنم یاد از آبا و اجدادِ خویش
نبی گرچه بودم پدر بی هنر / ز دُرّ سُفتنِ نظم بس بی خبر
خلف نامش و ناخلف در سخن / نهاده زمانه برو نامِ من
ولی جدّ من بود فخر الزمان / که گفتی سخن همچو آبِ روان
سخنهای نیکو ازو مانده است / همه دُرِّ مکنون بر افشانده است
اگر دُرِّ نظمش کنی زیبِ گوش / زند آتشِ عشق در جانِ هوش
چنان مست و بی خود شوی از سخن / که در بیخودی گردی از خویشتن
(۲۹۰پ) پس از وی گمان که بُد در جهان / شوم جای او بنده فخر الزمان
کنم تازه افسانهای کهن / شود روشن از من چراغِ سخن
مغنّی بزن ناخنی بر دلم / که افتاد دُور از وطن بلبلم
چنان های و هویی بکن در چمن / که از غربت[2] آیم بسوی وطن
شدم از فراقِ وطن چون هلال / خلالی شدم بس که کردم خیال
بجدّی پریشانم اندر جهان / که چشمم نه بیند زمین و زمان
جهانم بجای رسانید کار / که گشتم پریشان تر از روزگار
گرفتارِ هندم ز جورِ فلک / فتادم درین دامِ نقشِ کلک
چه سازم کزین دام بیرون روم / مگر آنکه زین ورطه مجنون روم
جنونم مگر سوی جانان برد / ز هندوستانم بایران برد
الهی باعزاز و اکرامِ تو / بلطف و بقهر و بانعامِ تو
بحقِّ همه انبیای عظام / بحقِّ محمّد علیه السلام

۱ آ: مصری، ۲ آ: قربت،

که گر دست و دل هر دو گردند یار ‌‌ — ‌ ز جانِ غم آرند بیرون دمار

بیا ساقی آن بادهٔ رشکِ ماه — که شد همچو شب خانهٔ دل سیاه

بمن ده که تا من ز نورِ شراب — فروزان کنم همچو روزِ شباب

مغنّی بیا نغمه‌ساز کن — درِ فیض بر روی دل باز کن

می نغمه ریز در جامِ گوش — باین باده از عقل بر پای هوش

که در بیخودی ترکِ دنیا کنم — سری در سرِ کارِ عقبیٰ کنم

بیا ساقی آن جامِ گیتی نما — که شاید برم ره بسوی خدا

نه آن می که مردودِ رحمان شوم — نه آن می که مقبولِ شیطانِ شوم

میی ده که چون لب از و تر کنم — دلِ خود ز خورشیدِ انور کنم

از آن می که چون در دلم جا کند — بیک ناله در کارِ فردا کند

مغنّی زمانی به بتخانه آی — تماشای بتخانه و بت نمای

یکی ناله بیرون کن از ارغنون — که افتد بت از تختِ[۱] خود سرنگون

(۱۲۹۰) بیا ساقی آن آبِ آتش لباس — بیاور که دارم ز مردن[۲] هراس

بمن ده که از مرگ بی غم شوم — نترسم اگر در جهنّم روم

مغنّی ز قزوین یکی یاد کن — دل و جانم از یادِ آن شاد کن

چه[۳] قزوین بهشتی پُر از رنگ و بو — جهان در جهان اهلِ معنی در و

نروید ز خاکش بجز خرّمی — چو مردم همه مردمش مردمی

چو یاد از عزیزانِ قزوین کنم — دُرِ اشک را عقدِ پروین کنم

یکی گفت با من درین سرزمین — کز ایشان نمانده[۴] یکی بر زمین

---

۱ مآ (مصحّحا): بخت ۲ آ: مردان، مآ: مردن ۳ مآ آ: جو، ۴ آ: مانده، تصحیح از روی مآ،

بداغ دل لالهٔ آتشین | برنگ رخ عاشقان حزین
به بدمستی تاک در صحن باغ | بسوز دل شمع و دود چراغ
بدست کریمان مسکین نواز | بپای بیابان نوردان راز
بحق مقیمان باغ نعیم | بسوز دل ساکنان جحیم
بقلبی که قابل بالهام تست | بگوشی که در خورد پیغام تست
بمهری که دارد نبی با علی | بصدقی که دارد علی با نبی
که عبد النبی را بایران رسان | بدرگاه شاه خراسان رسان
کزان آستان تا جدا مانده است | چو گل در ته دست و پا مانده است
زبان خواست[1] تا مدح شاه رضا | بگوید، خرد گفت ای بی حیا
ترا نیست یارای وصف امام | نگردد فسون تو شرح کلام
ترا نیست یارای این گفت گو | نه هر گفت گو هست در خورد او
اگر میل داری که بهر امام | کنی مدحتی[2] تا شوی نیکنام

(بقیهٔ حاشیهٔ ص ۵۱۸) گنه با وجودش چنان خوش نمود | که در برقع شعله رخسار دود
به پشتی او سینه در رزم غم | بروئین تنی کرده خود را علم
می خورمی بخش چون درد عشق | ز هر نیستی پاک چون مرد عشق
درونش پر از راز مانند گوش | بهر نیک و بد چون حیا دیده نوش (پوش)
می سر بسر شوق همچون خروش (ز هوس) | که کونین را دوست یک جرعه بس
مثل عکس اگر جرعهٔ زان چشد | چنان جذب عشقش گریبان کشد
که از تیره آهن جهد چون شرار | نهد روی بر پای آئینه دار
می همچو جان مایهٔ زندگی | کزو نیستی راست پایندگی
گرفته گنه جا به پیرامنش | زده دست امید در دامنش
ز الش (؟) آتش او دلی لطف جو همچو آب | ز اقلیم غم بیخبر همچو آب

(حاشیهٔ ص ۵۱۹) [1] آ: خاست [2] آ: خدمت، تصحیح از روی م ن

بنورِ جبینِ جهان تابِ او … بیاران و اولاد (و) اصحابِ او

بسوزِ فراق و بشوقِ وصال … به نقصِ زوال و بکُنهِ کمال[1]

بخطّ و بخالِ پری پیکران … بدلهای بی رحمِ سیمین بران

(۱۲۹۱) بفریادِ بلبل به بیدادِ گل … بخاصیّت و نشارِ جامِ مل[2]

---

[1] آ: بکنه و کمال، تصحیح قیاسی، [2] در آ بعد این بیت سی بیت را افزوده است که ربطی باین مقام ندارد و هرچند متن این ابیات مضطرب و ناقص است بغرض تتمیم فایده این جا نقل کرده می شود :—

[بر] ون برده از منظرِ غیب سر … ولی همچو خورشید عینِ هنر

[ ] وهی (؟) بوارستگی چون فنا … بصورت چو درد و بمعنی دوا

[د] رو (؟) چشمهٔ جام و مهرِ سپهر … زلالش جهانگیر چون نورِ مهر

بصورت خفی و بمعنی جهان (کذا) … که اندیشه آفرینش بدل (کذا)

اگر بروی افتد خیالِ سُها … از و نهٔ فلک را توان داد جا

درو شیشهٔ آئینهٔ جان شده … تهی از خود و پُر ز جانان شده

بهر راز آگه تر از گوشِ غیب … ولی پنبه در گوشش از حرفِ غیب

بهر گوشهٔ او ز اهلِ نیاز … شده مجمعی از پی درسِ راز

برو کرده تعلیم شخصِ سبو … چو اشرافیان (اشراقیان) علم بی گفت وگو

دل روشن آوازه (اوزه) اندیشه پاک … زده دست بر سر چو اندیشه ناک

.... در پای اندیشه همچون حکیم … وبادم کشاید زلالِ نعیم

... هر (؟) خمش عالمی بی گزاف … زمین و سپهرش ز دُرد و ز صاف

... ن گوشه دان فراخی جو د … وزین مایهٔ اوج چرخِ کبود

... هت نه ده (؟) چو امکان مثال … پو اندیشه نه و تنگ میدانِ خیال

[زیا] قوت قصری درو هر حباب … مهیّا بهشتی بر اهلِ عذاب

میش چون ز ساغر شود داد خواه … تو گوئی که یوسف بر آمد ز چاه

می گر خورد جرعه زان شخصِ کور … بدوزد به تیرِ نظر چشمِ مور

وگر دیده شوید از آن رو چو آب … شبیخون بَرد بر سرِ آفتاب

شود پرده گی گر خورد نور بصر (کذا) … ز صد پرده یابیش پر ان اثر

مبرّا بود عملقش (؟) ز آب و خاک … شده چون بری خلق ار مار (کذا) پاک

مغنّی نوای نوی ساز کن — دمت با نیِ خویش دمساز کن

نوای که آن اشک و آه آورد — ازان پرده روئیم براه آورد[1]

چو سر رشتهٔ نظم این جا رسید — سروشی مرا در دل آمد پدید

که ای آرزومندِ ایران زمین — ز هجرِ وطن چند باشی حزین

ترا هست اگر میلِ گشتِ وطن — برو بر درِ خانِ لشکر شکن

که جودش ترا غرقِ احسان کند — وجودت سراپا گلستان کند

ز احسانِ آن[2] خانِ عالی مقام — بایران روی خوشدل و دوست کام

سحابِ کرم، خانِ جمشید شان — بلند اخترِ دهر، سردار خان

کریمی[3] بطبعی که از ابرِ کف — جهان را پر از دُر کند نی صدف

نه چون ابرِ نیسان که فصلِ بهار — شود بر دهانِ صدف قطره بار

بعهدش همیشه بهاران بود — ز ابرِ کفش جودِ باران بود

چنان از کفش دهر پر دُر شده — کزان دامنِ آرزو پُر شده

شنیدم که حاتم درین کهنه دیر — نشستی بخرگاه از بهرِ خیر

(۲۹۲ب) شدی میزبان بر سرِ خانِ خویش — بمهمان نمودی بس احسانِ خویش

ولی این کریمِ جبلّی سخا — فرستد عطا بر درِ خانها

اگر گویمش رشکِ حاتم رواست — تفاوت ببین از کجا تا کجاست

بخلقِ رسول و بجودِ علی است — بلی یادگارِ نبی و ولی است

بوقتی که او عزمِ میدان کند — بهنگامهٔ رزم جولان کند

یکی کوه بر کوه بینی سوار — زهی[4] مرد و مرکب زهی کارزار

---

۱ در آ بعدش این عنوان است: گفتار در مدح خان قدردان خواجه بارگاه دکار (یادگار) سردار خان

۲ آ: امداد آن قطب قدسی ۳ آ: بکریم ۴ آ: زهی،

بکن وصف درگاه والای او | که افزون ز چرخ است پهنای او
به روزی که شد راست آن آستان | زمین کرد صد فخر بر آسمان
دران[51] آستان گوید[52] از فخر خشت | که خاکم بود به ز حور[53] بهشت
(۲۹۱ب) غباری که خیزد ازان بارگاه | شود سرمهٔ چشم خورشید و ماه
غبار از کجا دارد آن آستان | که باشد زمینش به از آسمان
زمینی چو دل روشن و بی غبار | هوایش چو جان با بدن سازگار
بر آن سرزمین هر که یک بار گشت | سر فخرش از آسمانها گذشت
دران روضهٔ پاک از جوش نور | خورد دوش نظاره بر دوش نور[54]
ز رفعت سر گنبدش هر زمان | سر خود نهد بر سر آسمان
فلک گرد آن گنبد زرنگار | بگردد شب و روز دولاب وار
صبا هر دم آید ز سوی جنان | کند گدیه عطری ازان آستان
وز انجا رود باز سوی بهشت | کند خاک آن باغ عنبر سرشت
بر آن آستان روز و شب ماه و مهر | غلامانه مالند بر خاک چهر
بگویند کین آسمان وفاست | نه چون آسمان حامله از جفاست
نیابم ازین آستان جز وفاق | نه بینیم از آسمان جز نفاق
خوشا حال آن کس که زامداد بخت | بگیتی بر آن آستان برد رخت
سرت گردم ای ساقی دلستان! | برغم فلک شو بمن مهربان
میی ده که شوقم بجوش آورد | چو مجنون مرا در خروش آورد
(۲۹۲ا) بترسم ازین راه دور و دراز | بریزم به تیغ غنا خون آز
مرا شوق گیرد گریبان بچنگ | کشاند بدان آستان بی درنگ

۵۱ آ: در آسمان ۵۲ آ: کوید، تصحیح قیاسی ست ۵۳ آ: خون، تصحیح قیاسی ست ۵۴ آ: دور،

مناسب بحالِ تو تضمین[1] کنم — کزان گفتهٔ خویش رنگین کنم

کز امداد آن قطب قدسی کلام — شود نظم من ختم و یابد نظام

بتن زنده پیل و بجان جبرئیل[2] — بکف ابرِ بهمن بدل رودِ نیل

جهان را چو باران ببایستگی — روان را چو دانش بشایستگی

(۲۹۳ب) گهِ بزم دُریات[3] خواند سپهر — برزم اندرون شیرِ خورشید چهر

خرد[4] داری و نیکنامی و داد — جهان بی سر و افسرِ تو مباد*

که آرایشِ چرخِ گردنده‌ٔ — ببزم اندرون ابر بارندهٔ

همی[5] تا بجایست* گردان سپهر — ازین تخمه هرگز مبراد مهر

پدر بر پدر بر پدر[6] بر پدر

پسر بر پسر بر پسر بر پسر*

---

[1] آ : تزمین '

[2] شاہنامه (طبع بمبئی ۱۲۷۲ھ) صـ۱۹ س ۲۸ '

[3] ایضاً صـ۲۷۸ س ۱۸ : دریاش بجای دریات ' آ : وریات '

[4] ایضاً صـ۲۷۸ س ۱۲ : خرد هست و هم . . . . او مباد

[5] ایضاً صـ۱۰۲ س ۳۰ : چنین تا بپایست

[6] ایضاً صـ۱۰۲ س ۳۰ : پسر بر پسر ' همه تاجور باد و پیروزگر

چه مرکب؟ سپهری پُر از رنگ و بو ‌ ‌ ‌ ولی روزِ کین مو بمو جنگجوی

سپهری چو تیرِ کمان راست رو ‌ ‌ ‌ ز تیرِ قضا تندتر وقتِ دو

قضا گر کند تیرِ خود همعنان ‌ ‌ ‌ بآن اسپ تا سازدش امتحان

چو بیرون کند تیر از شصتِ[1] خویش ‌ ‌ ‌ ازان تیر صد تیر افتد به پیش

چنان نرم رو باشد اندر شتاب ‌ ‌ ‌ که بر پشتِ او خوش توان کرد خواب

تواند ز هشیاری آن تیز تک ‌ ‌ ‌ کند رقص بر نقطهٔ مردمک

ز هوشِ خود از گوش مثلِ قلم ‌ ‌ ‌ کند پیکرِ خویش بر گل رقم

محمد نژادا! علی خصلتا! ‌ ‌ ‌ سکندر شکوها! ولی نسبتا!

توئی روزِ کین شاهِ مردانگی ‌ ‌ ‌ دلیلش بگویم ز فرزانگی

(۱۲۹۳) بود مر ترا روزِ کین آوری ‌ ‌ ‌ سپر تاج و شمشیر انگشتری

سمندت بود تخت و زین رخت تخت ‌ ‌ ‌ نشینی بران رو باقبال و بخت

جهان را ازین تاج و انگشتری ‌ ‌ ‌ زمردی بزیرِ نگین آوری

[2] ز تابِ تفِ تیغت ای آفتاب ‌ ‌ ‌ زمین خشک گردیده بر روی آب*

کند روزِ کین تیغت ای نیک بخت ‌ ‌ ‌ شگوفه ز مغزِ سران چون درخت

کمندت چو آرد کمین بر فلک ‌ ‌ ‌ بدام آورد از سما تا سمک

ز بیمِ عمودِ تو در روزِ کین ‌ ‌ ‌ کند نعرهٔ شیر[3] گاو* زمین

ببازی اگر افگنی بر فلک ‌ ‌ ‌ پراگنده گردند خیلِ ملک

فلک قدرتا! اندرین خاکدان ‌ ‌ ‌ تو سرور نژادی و من قصه خوان

مرا شعر در خوردِ وصفِ تو نیست ‌ ‌ ‌ زبان و دلم بی خوش آمدگی ست

درین داستان هفت بیتِ متین ‌ ‌ ‌ ز اشعارِ فردوسی پاک دین

---

۱ آ: انشست ‌ ۲ در آ ندارد ‌ ۳ آ: گاوشیر

از سر آمد مستعد (ان) این عصر افزون، چون ساقی نامهٔ ازان مطلع قصیده سخنوری بر صفحهٔ روزگار یاد نمانده بنابران ابتدار مرتبهٔ ثالث میخانه را بنام نامی آن گزین دانشمند انجمن فصحا مزین سازد و الا مقام ذکر آن زبدة الشعراء در مرتبهٔ نخستین این کتاب قبل از احوال مولانا شکیبی بود،

بر رای عقده کشای ارباب بصیرت پوشیده نماند که اسم مولانا نظیری محمد حسین و مولدش از بلدهٔ نیشاپور[1] است و در وطن خویش بسن رشد و تمیز رسیده، بعد از فوت پدر در احوال جوانی و آغاز بهار زندگانی میراث به برادران باز گذاشته و از وطن خروج نمود، بعد از گشت عراق[2] و خراسان بدار الامان هندوستان آمده داخل فهرست مداحان خان فلک قدر، خورشید اشتهار، میرزا عبد الرحیم خان خانان شد و مدتها در خدمت آن خان سپه سالار [زیست کرد] و قصیده ها و غزلها در مدح آن ممدوح باستحقاق گفت، و صله های لایق گرفت،

بعد از امتداد ایامی که در ملازمت آن خان قدردان جهان جهان فیض کسب نمود و از خرمن همتش دامان دامان جواهر و نقود اخذ فرمود ارادهٔ سفر حجازانه کرد و از عنایت بی غایت ایزدی همتا

(بقیه حاشیه ص۵۲۴) ۵ در آ ترجمه نظیری ندارد از آ نقل شد، در آ آغاز مرتبهٔ سیوم بدوست و بجای تمهید درو بیاض است،

(حاشیه ص۵۲۵) ۱ رجوع کنید به صفحه ۲۳۴ ۲ آتشکده ص۱۳۱: بعضی او را از اهل جوین نوشته اند اما چون مشهور به نیشاپور است لهذا در بیجا (یعنی به ذیل نیشاپور) نوشته می شود ۳ بقول خوشگو نظیری چندی در کاشان مقیم بود (فهرست کتابخانهٔ باولی عمود ۲۲۹ نمره ۵۵۲) ــ صاحب آتشکده (ص۱۳۱) می گوید که نظیری در اوایل جوانی بعنوان تجارت از خراسان در آذربایجان آمده مقبول خاص و عام شده بعد ازان روانهٔ هندوستان

مرتبهٔ سیوم

در ذکر فصحای که مولف کتاب بایشان برخورده باایشان صحبت داشته

تحریر این مرتبه مشتمل است بر ذکر بیست[1] [و پنج] تن از فصحای برگزیده که مولف کتاب بایشان برخورده و با ایشان صحبت داشته و تحقیق نموده که تا لغایه ملاقات [این ضعیف] ساقی نامه نگفته اند[2] ولیکن اکثر سخنان ایشان برتبه واقع شده است، درین مرتبه این ضعیف تا[3] جهد دارد یک بیت یا دو بیت ازیشان که مناسبت بسیاق این کلام داشته باشد بر بیاض[4] می برد، اگر احیاناً بیت مناسبی بهم نرسد چنان بیتی برجسته ازان جماعه بنویسد که ارباب دانش از مطالعهٔ آن مست سخن شوند و آفرین بر قایل آن کنند[5]

[نظیری

کمال دانش و خردمندی وی از حدِ حصر بیرون است، علو بینش و هنرمندیش

---

[1] ا: بیست، آ: بیست و پنج — چون ترجمهٔ رآمی را بر حاشیه ا افزوده است تعداد تراجم مرتبه ثالث در آ حقیقةً بیست و یک است [2] آ: ممکن باشد [3] آ: بیاض اوراق [4] آ: اشعار نمایند [5]

رخصت توطن گجرات می طلبد[۵۱] خان دانشمند دانش پناه بعد از مبالغهٔ بسیار وی را مرخص می سازد ، این چند بیت ازان قصیده است که درین ابواب گفته

راضی شده ام بی تو با کسیر قناعت[۵۲] — نشناخته ام قیمت آن خاکِ قدم را
غواص که دیداست به بیچا[۵۳] [رگی من] ؟ — از دست گهر داده و در باخته دم را
عشقِ من و حسن تو قدیمند ولیکن — در خدمتِ تو نام و نشان نیست قدم را
مدّ دوسه مخصوص دلِ ما نکشا[۵۴] [ید] — مخدوم چنین یاد نمود ست خدم را
ما نام خو(د) از حاشیهٔ شستیم گزین بیش — مهمان طفیلی نتوان بود قلم را

به تحقیق پیوسته که آن عندلیب گلشن معنی بعد از سعادتِ زیارت خانه ایزد سبحانه[۵۵] و اجازت از خان سپه سالار میرزا عبدالرحیم خان خانان در احمد آباد گجرات متوطن شده عمارات عالی از برای خود می سازد و غلامان و ملازمان خود را بسفر زیر باد[۵۶] و دکن میفرستد ، از هر طرف متردّدین او در شهور و سنین منافع و مد[اخل] کلّی بدو می رسانده اند[۵۷] ، آن فرید زمان و منتخبِ دوران خویش دران مکان اکثر اوقات خود بصحبت سخن سنجان متین و نکته پردازان معنی گزین می گذرانده همیشه فصحا و شعرای مسافر بانه و هند را رعایتهای بزرگانه کرده و زبان این طایفه

---

۵۱ آ : طلبید ۵۲ کلیات ص ۲۶۲ ۵۳ کلیات ص ۲۷۱ ۵۴ کلیات : نکشیدی — نموده (بجای نمود)
۵۵ بقول خوشگو نظیری در ۱۰۱۲ھ سعادت حج یافته ۵۶ از عبارت توزک که بر حاشیه ص ۵۲۸ منقول است هم تصدیق این قول می شود که معاش نظیری از ممر تجارت بود ، صاحب مآثر رحیمی و مرآت آفتاب نما می گوید که او در فن زرگری سرآمد روزگار بود (بلاکمین حاشیه ص ۵۸۸) ۵۷ صاحب مرآت آفتاب نما می گوید : فراغت معاش بمرتبهٔ رسانیده که شعرا و فضلا و مساکین و احبا ازو بهره ور بودند ،

در [بتکدهٔ هند] احرام وآدی امّ القری بست، قصیدهٔ مشتمل بر عرض رخصت زیارتِ بیت الله در مدحِ خان نکته دان گفته بر وگذرانید این سه بیت از ابتدار آن قصیده است که اشاره باجازت کرده است

زهنر بجود نگنجم چو به خُم می مغانی | بدر دلباس برتن چو بجو شدم [معانی]
من اگر ز شوخ طبعی سر لنگری ندارم | علم است همت من بهوای بادبانی

تکلّف برطرف که این قصیده سراپا خوب گفته و اکثر اشعار دیوانش که قریب شش هزار بیت است همه رنگین و متین واقع شده ساختگی بیجا و استعارهٔ بدنما در کلامش نیست

سخنانش همه رنگین و متین است نبی | نظم او یکسره چون در ثمین است نبی

در اکثر بلاد هند معروف و مشهور و در اغلب السنه و افواه مذکور است که یک مرتبه این خان عظیم الشان مکتوبی از برهان پور به نادر العصر مولانا شکیبی می نویسد و بر حاشیهٔ آن عنایت نامه مولانا نظیری را بدو کلمه یاد آوری می نماید، آن بلبل دار السرور نیشاپور را از علو فطرت و غلبهٔ غیرت این ادای آن خان مهربان بر طبیعت بغایت گران می آید، قصیدهٔ درین باب گفته اظهار کلمهٔ ازین مقدمه نموده

---

۵۱ بدایونی ج ۳ صفحہ ۲۱۰ ؛ می گوید که این قصیده را در تتبع قصیده شیخ نظامی گنجوی گفته است که مطلعش اینست :- ملک الملوک فضلم بفضیلت معانی زمی و زمان گرفته بمثال آسمانی ——
هرچند که مؤلف گفته است که سه بیت می آید در مآ فقط دو بیت دارد،
۵۲ کلیات نظیری (طبع لکهنو ۱۲۹۱ھ) صفحہ ۲۲۳ ۵۳ کلیات: تن،
۵۴ مآ: پاسبانی، تصحیح از روی کلیات ۵۵ در آخر ترجمه تعداد ابیات دیوان را هشت هزار قرار داده است،

بسمع اشرف اقدس رسید بی نهایت شگفته شده تحسین بسیار بمولوی نمودند و فرمود که در هیچ عهدی هیچکس از شعرا ممدوح خود را غایبانه بدین خوبی ستایش نکرده پس ازان از مولوی پرسیدند که این ابیات را به خانخانان خوانده اید ' او[1] گفت بلی حضرت ! فرمودند که صلهٔ [این] بشما چه داد ؟ آن نکته دان سخن آفرین بعرض رسانید که [بر من ؟] اعتراض نمود و فرمود که ترک ادب نمودهٔ. در قصیدهٔ [که از] برای بادشاه روی زمین و خداوند تاج و نگین [2] (کذا) غلا[م] کمین را دران ابیات یاد نمودهٔ ' جهان پناه ازین جواب نیز خوشوقت (شده) نظیری (را) بانواع الطاف شاهنشاهی مفتخر و سرافراز گردانید '

این ضعیف چند بیت متفرقه ازان قصیده با صفت شرا[ب] که مناسبت تمام باین کتاب دارد درین مقام مندرج نمود ' امی[د] که پسند خاطر ارباب فهم و اصحاب ذکا گردد ' این سه بیت ازابتدا[ی] آن قصیده است

ترتیب[3] کهن تازه شد آئین جهان [را]	نو داد نسق (شاه) جهانگیر جهان را
از قاعده دانی سپه و ملک نسق [کرد]	آرای نسق[4] کار شود قاعده دان را
خاک از اثر تربیتش[5] عکس[*] سپهرست	حق پرده بر انداخته جنات[6] نهان را
ناگاه بتر[7] آمد ز درم بانگ که گویند	فرمان طلب آمده از شاه فلان [را]

[1] آ : ای [2] متن این جا مضطرب است کلمهٔ که فعل است بدین صورت مسخ شده '
[3] کلیات (ص۲۶) : ترکیب .... زمان را [4] ایضاً : به نسق '
[5] آ : تپش عکس ' کلیات : تربیتش عین [6] آ : حباب '
[7] کلیات ص۳۶۴ : در آمد '

بمدح و ثنا (ی) سخنوری و مرتبۂ موزون گرمی خود گویا ساختہ خوشا
عمر سعادتمندی کہ با این طایفہ روز بگذراند ! زہی لذت حیات خردمندی
کہ بدین گونہ زندگانی کند !

مکرر از گجرات بدار الخلافہ آگرہ آمدہ بسعادت آستان بوسی
خدیو جہانگیر کشورکشا ، پادشاہ فلک قدر خورشید لقا مخرب بنای
ظلم و ستم ، معمور نمای فضای وسعت نمای عالم

آنکہ از عدلش ہمہ سال جہان باشد بہار   سر بسر روی زمین از ظلم باشد بی غبار

خسرو سکندر شکوہ دارا لوا ، نور الدین جہانگیر بادشاہ مستسعد
گردیدہ بگجرات عود نمودہ است ،

و بصحت رسیدہ کہ مرتبۂ اول بموجب فرمان قضا جریان بادشاہ
جہانگیر جوان بخت بدرگاہ عرش اشتباہ آمدہ قصیدہ بر سبیل
رہ آورد گذرانید و در ہمان قصیدہ بتقریبی کہ بغایت مستحسن افتادہ
صفت شراب کردہ و پس از شمۂ از حقیقت کاردانی و برخی
از کیفیت ملک ستانی خان عالی شان میرزا عبدالرحیم خان خانان
اظہار می نماید ، چون ابیات آن قصیدہ ہنگام ملازمت نظیری بالتمام

۱؎ ہ آ : قضای ۵۲ ہ آ : مستعد ۵۳ رجوع کنید بہ توزک ص۹۱ (بہ ذیل
احوال ماہ ذی قعدہ ۱۰۱۹ھ) : نظیری نیشاپوری کہ در فن شعر و شاعری از مردم قرار
دادہ بود و در گجرات بعنوان تجارت بسر می برد قبل ازین طلبیدہ بودم درین ولا
آمدہ ملازمت کرد قصیدۂ انوری را کہ ع باز این چہ جوانی و جمالست جہان را
تتبع نمودہ قصیدہ بجہت من گفتہ بود گذرانید ، ہزار روپیہ و اسپ و خلعت بصلۂ این
قصیدہ بدو مرحمت نمودم ،

از دیرپی بندگیت بسته میان را | تشریف قبولی ز سر لطف که اقبال

بر ارباب دانش و اصحاب بینش پوشیده نماند که این ضعیف[1] در ابتدای سنه اثنی عشرین و الف در خدمت میرزای دانش پناه میرزا امان الله که فرزند دلبند و خلف سعادتمند بازوی دولت جهانگیر جهان بان گزین امین جانشین صاحبقران، مبارز الدین مهابت خان است بشغل کتاب داری اشتغال داشت هم دران سال مولانا نظیری مکتوبی از گجرات بدهلی نزد شکیبی بدین مضمون ارسال داشته بود که:

"بر رای معنی آرای استادی دو ستندی[2] شکیبی محتجب و مستتر نماند که امثال فتوحات دنیوی بیش از پیش بو باین درویش عاقبت اندیش گذاشته با عدم تعلقی که این شکسته بال را با مال دنیا بوده خویش را بدان متعلق می یابد، از صفحه ادراک چنان مطالعه می شود که شاهد مرگ را بدین آلودگی و روسیاهی در کمال غفلت و بی عاقبتی درین نزدیکی[3] در آغوش خواهد کشید"

ده ماه بعد از رسیدن این مکتوب به شکیبی نظیری در احمد آباد ازین دار ملال به عالم مثال انتقال کرد، و سه ماه بعد از فوت وی شکیبی در دهلی ازین عالم سفلی بعالم علوی خرامید، مدفن وی در شهر مذکور در منزل[4] [ل]وبیت (کی) از فصحای این ایام این مصراع را

---

[1] رجوع کنید به صفحه ۵۰۳ [2] آ: ایستندی [3] آ: نزدیکی [4] کذا، بغداد، خزانه ص ۲۲۷ اما بقول صاحب مآثر رحیمی قبر وی در مسجدیست که در جوار منزلش بود، داغستانی می گوید که سوادی گجراتی که ملازم نظیری و مجاور قبرش بوده در ۱۰۲۱ وفات یافت (ریاض الشعرا حاشیه ص ۲۳۵)، در مخزن الغرایب گفته است:

در[1] صفت سیادت مآب و عرض جان (خان؟) گردون جناب گوید همین قصیده در باب طل[ب] خود گوید*

از چهره بیارای رخ مسند و مسکن!   در کاسهٔ زر ریز ز خُم[2] آب رزان را

آن شیرهٔ انگور که تا او نشود صاف   از دُرد نصیبی نرسد دُرد کشان را

آن بکر پری چهره که بی صحبت سوزش[3]   بازار چه بر چیده شود شیشه گران را

بنت العنب آن بکر که در لیل زفافش[4]   دستارچه دستار شود قیصر و خان را

آن باده که (در) آخر پنجشنبهٔ[5] شعبان   سازد شب عیدِ اوّل[6] ماهِ رمضان را

آن باده که سازد بدمی[7] گونهٔ احمر   در چهرهٔ صفرا زده رنگ یرقان را

آن باده که گر در طپشِ دل نظر افتد   از قهقههٔ شیشه کشاید خفقان را

در وقتِ عطا پایه فرازنده کرم را   در حالِ غنا شعله فروزنده روان را

در طبع جوانی نهد آرامش پیری   در کِ خردِ پیر دهد طبع جوان را

زین[8] بادهٔ صافی که فروزنده هوش است   بستان و دهش[9] نور یقین بخش گمان را

بر عقل هویداست که رجحان عظیم است   بر جا[10] که جاگیر ستان ملک ستان را

در تقویت ملک و سپه دست قوی به   سالار نکت یاب و[11] وزیر همه دان را

در عون سپه دار و سپه گوش نگه کن   نام از پسرِ زال بلند است کیان را

تکمیل بود پیشهٔ[12] پیران نه جوانان   صعب آدمی خرد[13] کند کار کلان را

---

[1] متن در این موضع خیلی مضطرب است [2] کلیات ص ۲۶۳: رخ [3] کلیات: سوزش، [4] کلیات: وفاتش [5] کلیات: آدینه [6] ایضاً: شام [7] ایضاً: بدم [8] ایضاً: این [9] ن: ریش [10] کلیات: حاکم [11] از روی کلیات، در ن واو ندارد [12] کلیات: شیوهٔ — در کلیات این بیت با بیت سابق تقدیم و تاخیر دارد، [13] ن: خورد

این بیت کنایه آمیز نسبت بمولانا محمد صوفی گفته

[آرایش برون[1] چه کنی پشم* گوسفند گرگی که در درونست تراگوسفند کن]

ذکر

عندلیب گلزارِ معانی مولانا شراری[2] همدانی

یکی از نیکان این روزگارست و در فن سخنوری (۱۲۹۴) فرید زمان و نادرهٔ[3] دوران خود است، اشعار او همه خوش لفظ و معنی واقع شده، تکلف برطرف که درین ایام وجود او غنیمت است، مؤلف کتاب قریب به چهار ماه با مولوی هم سفر بود آنقدر صلاحیت و مردمی ازو دیده که از کم کسی دیده باشد، و یک شیوهٔ دیگر[4] از خوبی های مولوی[5] این که هرگز غیبتِ کسی نمی کرد و نمی شنود، صاحب این خصلت در شعرای

---

[1] آ: بیرون چه کنی ش[...]، تصحیح از روی کلیات ص ۲۴۹ [2] آ: سروری - در مخزن الغرایب (فهرست بادلین عمو ۳۴۰ نمره ۱۱۷۹ عبدی بیک شراری مذکورست که بظاهر همین صاحب ترجمه است، [3] آ: وحید [4] در آ ندارد [5] آ: شراری.

تاریخ فوت او پیدا کرده که مصراع

علَم بگوی ابد زد پیمبر شعرا

دیوان آن نکته پروری نظیری از اوّل تا آخر بنظر این حقیر رسیده هشت هزار بیت است و ساقی نامه ندارد نه بروش ترجیع (نه) بطرز مثنوی، بنابران چند[2] بیت متفرقه ازان فرید زمان مرقوم قلم شکسته رقم گردانید، امید که در نظر اهل هنر بد نما نباشد بیت

تو[3] گر به هرزه سودای دل نازی زبان داری * مرا سرمایهٔ دنیا و دین نابود می گردد

ز فرق تا قدمش هر کجا نظر فگنی | کرشمه دامن دل می کشد که جا این جاست[4]

بغیر[5] دل همه نقش و نگار بی معنی است | همین ورق که سیه گشت مدعا اینجاست

ما بید بوستانیم [ ] ما را ثمر نباشد | مردود دوستانیم از ما بتر[6] * نباشد

با این[7] شومی که می میرم من امروز | بمرگ من نگرید مادر من

---

[1] از بیان مولف ظاهر است که نظیری در ۱۰۲۲ ؛ ویمکن که در ۱۰۲۳ فوت کرد، اما ازین مصراع ۱۰۲۱ بر می آید، چنان که از "ز دنیا رفت حسان العجم آه" که در مخزن الغرایب و منتخب الاشعار منقول است و از "مرکز دایرهٔ بزم کجا است" که داغستانی نقل کرده است، بقول خوشگو وفات نظیری در ۱۰۲۳ واقع شد، نیز رجوع کنید به حواشی [2] ۲ : چند چند [3] دیوان ص ۹۵ [4] ۴ : اینست تصحیح از روی کلیات ص ۲۴۴ [5] کلیات در همان موضع، [6] ۶ : ما را اسر تصحیح از روی کلیات ص ۲۶ [7] در کلیات مطبوعه ندارد ۰

این قطعه هم ازان معنی گزین است که بجهت جاروب خانهٔ کعبه گفته است

یا رب! این گلدسته کاندر دستِ فراشانِ تست
از کدامین مرز و بوم است از کدامین جویبار
کز نگاهش آب می گردد بچشم[1] آرزو
می ندانم[2] پنجهٔ مهر است یا مژگان یار

حیاتی گیلانی

تولد آن منتخب امثال و اقران خویش در رشت[3] گیلان واقع شده، در صغر سن بوادی موزونیت افتاده و در مسکن بسن رشد و تمیز رسیده است، در ابتدای جوانی سیر عراق و خراسان کرده[4] بعد ازان بدار الامان هندوستان که نشو و نما دهندهٔ خردمندانست آمد و به نسبت هموطنی حکیم ابو الفتح گیلانی که یکی از اعیان سلطنت[5] نشان فرمان روای بحر و بر جلال الدین اکبر بادشاه غازی بود مربای[6] تربیت* مولوی شد تا در هند نشو و نما یافت و بخدمت اکثر خوانین عظیم الشان دار[7] الامان* مثل خان سپه سالا میرزا عبد الرحیم

---

[1] آ: بچشم [2] آ: میدانم [3] تقی کاشی (سپرنگر ص۲۳ نمره ۲۱۳) هم او را رشتی نوشته است
[4] ظاهرا به تقریب تجارت سیر آن دیار کرده بود رجوع کنید به خزانه (ص۱۸۹) و تقی کاشی [5] آ: آستانه،
[6] آ: مربی [7] در آ ندارد — در هفت اقلیم می گوید: ابتدا مسیح الدین حکیم ابو الفتح به گرد دلجوئی و ملاطفت او بر آمده در استرضای خاطر کوشید و پس ازان پرتو التفات بادشاه پسندیده صفات بر وجنات احوالش تافته تا خلعت احوالش مطرز بطراز ترقی می باشد و در خدمت شاهزاده های سپهر مکان و

این ایام کم بہم می رسد*

مولد آن عندلیب گلستان نکتہ دانی از ہمدان است و ہفت نوبت از وطن بہند آمده[1] و دکن ثلثہ را گشت کرده و قصیده ها در مدح خان سپہ سالار خان خانان ولد بیرم خان* گفتہ و صلۂ خوب[2] از ایشان* یافتہ باز بوطن عود نموده و آن نقود را بمصرف رسانده است،

عدد ابیات آن نادرۂ عصر بہ سہ ہزار بیت رسیده باشد[3]،

بہ تحقیق پیوستہ کہ آن سعادت مند بسعادت زیارت مکہ معظمہ مستسعد گردیده است،

در سنہ خمس عشرین و الف مسوّد این اوراق پریشان را بآن عزیز[4] ملاقات واقع شد، تا آن وقت سن شریفش بشصت و یک رسیده بود، این دو بیت از ایشانست شعر

خوش آن مستی کہ چون می از غمت خاموش بنشینم
بجوش آرم حریفان را دمی کز جوش بنشینم
نگردد خاطر شوریده جمع از بس پریشانی
(۲۹۴ ب) اگر چون حلقۂ گیسوش در آغوش بنشینم

---

[1] امین احمد بہ ذیل ہمدان نوشتہ است: شرآری خواہرزادۂ ہلاکی ست (کہ ملازم سلطان حسین مرزا بن بہرام میرزا بوده) در ہمین سال بہ ہند آمده (امین احمد در دیباچہ ہفت اقلیم گفتہ است کہ این کتاب را در شش سال جمع ساختہ و در سنہ ۱۰۰۲ تمام کرده آماده فصول ابتدائی بذیل دکن نوشتہ است کہ سال ہجری در الوقت سنہ ۱۰۰۱ بوده) ملازمت یکی از ملازمان این درگاه (یعنی درگاه اکبری) را لازم گرفتہ روزی چند بسر برد، آخر از خواہش خود دامن درچیده در زنی در دیشان برعصای ساحت متکی (گر) دید،
تاک آیہ بیت بحر گرمت ۳

[2] ظاہرا مراد از گلکنده و احمد نگر و بیجاپور است [3] در آ ندارد [4] آ: لایق [5] اما صاحب ہفت اقلیم فقط دو بیت از و نقل کرده و گفتہ کہ آنچہ بنظر آمده ہمین دو بیت است [6] بعدش در آ افزوده: در اجمیر ہند [7] ایشست،
نیز تاک آیہ بہ حواشی

او رسیده ولیکن[۱] دیوان او را ندیده است از عزیزی هنگام تحریر چنان مسموع شد که دیوان ایشان را دیده ام* هفت هزار بیت است والعهدة علی الراوی، دو مطلع ازان مرحوم که مناسبتی بسیاق این تسوید[۲] داشت بر[۳] بیاض برد*

مطلع اوّل

این[۴] سبزه و این صحرا بوئی ز جنون دارد ‌‌‌ دیوانگی و مستی امروز شگون دارد*

مطلع ثانی

بیا که کار طرب خوش بساز و سامانست ‌‌‌ پیالہ چشمہ خضر و می آب حیوانست

ذکر

موزون[۵] الملک

آن زبده امثال و اقران خویش یکی از اشراف (۲۹۵ ب) زادهای آذربایجان است، تولد او در تبریز واقع شده، و درانجا بسن رشد و تمیز رسیده، در اوّل جوانی و بهار زندگانی سیر و سفر بسیاری کرده است،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳۶) پناه ۷ بیاض در آ و ترا — در خزانه می گوید که وفاتش در ۱۰۱۵ واقع شد، و بقول خوشگو در ۱۰۲۵ ۸ از روی ترا و خوشگو بیاض در آ، (حاشیہ صفحہ ۵۳۷) ۱ ترا: دیوانش را دیده — بداونی (۳: ۲۱۹) گفته است که او صاحب دیوان است ۲ آ ترا: اوراق ۳ ترا: ثبت نمود ۴ منقول در آئین و مخزن الغرایب ۵ غالباً صاحب این ترجمه است که در مخزن الغرایب بذیل ملا لطفی مذکور است رجوع کنید به فهرست کتاب خانه بادلی عمود ۳۷۰ نمره ۲۲۳۲ *

خان خانان و امثال و اقران ایشان* رسید و اکثر اعیان[۱] در مراعات خاطر او کوشیدند بعد از ان بسعادت بندگی شهریار بحر و بر جلال الدین اکبر بادشاه مستسعد گردید[۲] چون آن شهریار کامگار ودیعت حیات را باماننت داران کارخانهٔ قضا و قدر سپرد (۱۰۱۴) از عنایت حضرتِ باری نوبتِ جهانداری بجهانگیر بادشاه که درین ایام خجسته فرجام جهانیان از عدل و داد او مرفه الحال اند رسید حیاتی را داخلِ مداحان خود ساخت[۳] و مولوی مثنوی در بحر خسرو شیرین مبنی بر قصهٔ سلیمان و بلقیس بنام این بادشاهِ ستاره سپاه برشتهٔ نظم در آورد[۴] چون بسمعِ اشرف اقدس جهان پناه رسید حیاتی را بصلهٔ آن بازر کشید[۵]* تا حیاتی در حیات بود از بندگی این بادشاهِ انجم سپاه محروم نگشت، همه جا در سفر و حضر در خدمتِ آن حضرت[۶] بسر می برد تا در سنه[۷] . . . . . در دار الخلافه وفات یافت مدفنش در شهر مذکور است، مؤلف این تالیف بخدمت

(بقیه حاشیه ص ۵۳۵) امرا عالیشان معزز و مرتجی بوده روزگار بهتی و عیشی گوارا دارد در خزانه می گوید که حکیم ابوالفتح پر تو التفات بحال او افشاند و هم بطفیل حکیم در بارگاه اکبر بادشاه و شاهزادهٔ اعتباری بهم رساند و سرمایهٔ جمعیتی اندوخت و در پایان زندگی دامن دولت خان خانان گرفت ؛

(حاشیه صفحه ۵۳۶) ۱ ؎ ن : اکابر ۲ ؎ بدایونی (۳ : ۲۱۹) می گوید : بتعریف حکیم ابوالفتح در ملازمتِ پادشاهی بوده نشو و نما یافت ۳ ؎ در ۱۰۲۵ بقول خوشگو (فهرست بادلی عمود ۲۲۹ نمره ۵۶۲)

۴ ؎ ذکر این مثنوی جائی دیگر دیده نه شد امّا بقول خوشگو (محل مذکور) حیاتی گیلانی مثنوی تغلقنامه امیر خسرو را که ناتمام مانده بود به اتمام رسانید ۵ ؎ ن : بازکشیدند ـ در مخزن الغرایب نوشته است که اکبر بادشاه او را بزر سنجیده بود (لفظ اکبر بادشاه را بعد محو کردن لفظی دیگر نوشته است) در خزانه این قصه را ندارد امّا بحواله ذخیرة الخوانین گوید خانخانان حیاتی را در خزانه برد هر قدر اشرفی توانست برداشت ۶ ؎ ن : بندگان حضرت خلافت

دو بیت از ایشان کہ مناسبتی بسیاق این تسوید داشت مرقوم قلمِ شکستہ رقم گردانید،

رباعی

هنوز جامِ شرابی بنوگلی نزدیم، نوائی قہقہہ برصوت بلبلی نزدیم
ہزار فصلِ گلِ آرزو رسید و گذشت ہنوز برسرِ یک آرزو گلی نزدیم

~~~~~~~~

قدسی[1]

مولدِ این بلبل بوستانِ خیال از مشہدِ مقدس است در وطن خود بسنّ رشد و تمیز رسیدہ درین جزو زمان کسی از شعرای آن بلدہ طیبہ بفصاحتِ بیان و بلاغتِ زبانِ او نیست، شعر را بغایت پختہ و بی نہایت بمزہ می گوید[2] نامِ او محمد جان و تخلصش قدسی است، بتحقیق پیوستہ کہ آن گرامی سخنور صاحب امتیاز از روی تشوّق و نیاز عازمِ سفرِ حجاز شدہ بعد از سعادتِ دریافتِ زیاراتِ حرمین و پس از طوافِ مقاماتِ شریفین بوطن خود عود نمودہ الحال در مسکن خود بآسایش می گذارد[3]، از اکثر مسافرانِ فہمیدہ و سیّاحانِ سنجیدہ کہ درین وِلا از خراسان بدار الامان آمد و رفت دارند چنان مسموع

---

[1] ترجمہ قدسی اور کہ ندارد، از ... نقل شد، [2] ... بہ حواشی [3] در مرآة الخیال است کہ در عنفوانِ شباب بزیارت حرمین استسعاد یافت و از انجا بہندوستان رسیدہ و صاحب مخزن الغرایب ہم گفتہ است کہ بہند آمدہ باتفاق حاجیان بشرفِ ملازمتِ بادشاہ مستسعد گشتہ، امّا از کلامِ صاحب میخانہ ظاہر است کہ ورودش در ہند از ایران بود نہ از حجاز *
~~~~~~~~

مسوّد این اوراق را در سنه سبع عشر و الف وقتی که تازه از ایران بدار الامان[1] آمده بود با آن منتخب زمان خویش در لاهور ملاقات واقع شد، دران ایام مولوی[2] از عنایت حضرت خلافت پناهی ظلّ اللّهی و الطاف بی نهایت جهانگیر بادشاهی خطاب **موزون الملکی** یافته بود و این بادشاه جهانگیر جهان بخش حکومت بندر لهری که در نواحی تته واقع است بدو مرحمت فرموده* دران ایام آن عزیز بدان بندر متوجه شد،

بعد از انقضائی سه سال دیگر باره در نواحی ندارا باری که متعلق باگره است بپایهٔ سریر سلطنت مصیر جهانگیری رسید و مدّتی در درگاه عرش اشتباه ماند تا حسن خدمت خویش با دیوانیان عظام مفروغ ساخت،

دیگر[3] باره این بادشاه انجم سپاه **موزون الملک** را به گجرات بخدمت اهتمام دار الضرب مفتخر گردانید آن عزیز* مدتی مدید دران ملک بود تا در سنه عشرین[4] و الف* داعی حق را لبیک اجابت گفت،

دیوان آن موزون زمان تا الغایه بنظر فقیر[5] در نیامد*، نمی داند که واردات خویش را (۱۲۹۶) بر بیاض برده است یا توفیق به ترتیب دادن اشعار خود نیافته است[6]،

---

[1] تا: بدار الامان هندوستان [2] تا: مولانا لطفی موزون الملک خطاب یافته بود و از عنایت بے غایت حضرت خلافت پناهی ظل آلهی و الطاف بی نهایت جهانگیر بادشاهی بحکومت بندر لهری که در حواشی تته واقع است سرافراز شد[ه] [3] تا: بار دیگر بادشاه داد گستر جهانگیر بنده پرور موزون الملک را بخدمت داروغگی دار الضرب گجرات فرستاد لطفی [4] تا: احدی عشرین و الف،

[5] تا: این محقر در نیامده *

[6] در تا ندارد *

این اوراق پریشان وارد و ثبت نمود. بیت

هر که امشب نی ننوشد او بما منسوب نیست ٭ پارسا در حلقهٔ مستان نشستن[1] خوب نیست

در چنین فصلی که بلبل مست و گلشن پر گل است ٭ گر همه پیمانهٔ عمر است خالی خوب نیست[2]

این رباعی نیز از واردات طبیعت[3] عالی اوست :-

گویند که دستش ز حنا گلگون شد ٭ نی نی ز حنا نیست بگویم چون شد*

چون شانه بزلف خویش دستی می زد[4] ٭ ناخن بدلم زد و کفش پر خون شد

رونقی همدانی[ع]

جوان مستعدیست و بغایت خوش خُلق واقع شده است و شعر را بر روش مولانا شرازی[5] می گوید و یکی از شاگردان ارشد اوست در فن خود باستاد رسیده و مثنوی را از و گذرانیده است، درهمان سال[6] که مسوّد این اوراق را با مولانا شرازی[5] ملاقات واقع شد با رونقی نیز آشنائی[7] بهم رسید*

---

[1] آ: نشین، تصحیح از روی نسخهٔ دیوان قدسی که در کتابخانهٔ رامپور محفوظ است [2] سرو آزاد ص۳۱ و مخزن الغرایب و تذکرهٔ سرخوش [3] این مصرعه را در آ ندارد، از دیوان نقل شد در مخزن الغرایب هم این رباعی را آورده است [4] مخزن : کرد [5] در آ واو را ندارد، [6] آ: شیرازی [7] یعنی در ۱۰۲۵ھ ا ر ک به صفحه ۵۲۵ [8] آ: سرادی [9] مشهور (تصحیف مخشور) کرد دید، [ع] در آ ترجمهٔ شاه نظر مقدم است بر ترجمهٔ رونقی

می شود که وجه معیشت قدسی از ممر بقالی می گذرد و ازان پیشه (۶) کار
ثروت و جمعیت بسیار بهم رسانیده اما اکثر اوقات با حکام مشهد
هم نشین می باشد و اغلب ساعات در مجالس ایشان با عزت
و آبرو قرین' دیوان آن یگانه زمانه بنظر این کمترین در نیامد تا
تعداد اشعارش نماید این دو بیت ازان فرید زمان که مناسبتی بسیاق

---

۵۱ در مرآة آفتاب نما (نسخه کتاب خانه پنجاب یونیورسٹی) می گوید: تقی اوحدی که خدای بقالان که عبارت از عطاران است در مشهد نوشته و دیگر (کذا) خزانه دار روضه امام علی موسیٰ رضا نوشته ۵۲ قدسی در سال پنجم جلوس شاهجهانی مطابق ۱۰۴۱–۴۲ھ / ۱۶۳۱–۳۲ به هند آمد (فهرست بادلی عمود ۶۸۶) و بتوسط عبدالله خان فیروز جنگ بملازمت شاهجهان بادشاه رسید و به جوائز کثیره بمواقع عدیده فایز گردید (رک به خزانه عامره ص۳۳۷، سرو آزاد ص۹۱ و مرآة الخیال)، ظفرنامه شاهجهانی منظوم نمودهٔ اوست بقول صاحب مخزن هنوز تمام نکرده بود که عمرش باتمام رسید، باقی که مانده بود ابوطالب کلیم که یکی از تلمیذان اوست برشته نظم کشید اما (رک به ریو ج ۲ ص۶۸۹) صاحب فهرست بانکی پور ج ۳ ص۴۶ گفته است که صاحب مخزن قدسی را تلمیذ طالب کلیم قرار داده اما نسخهٔ مخزن که پیش من است عکس این مطلب را دارد)، وفاتش بقول مستندین در ۱۰۵۶ھ / ۱۶۴۶ء در لاهور واقع شد، می گویند که استخوانش را به مشهد مقدس رسانیدند (طاهر نصرآبادی منقول در هفت آسمان ص۱۴۷ و سرو آزاد ص۹۳) اما از ابیات غنی کشمیری متبادر می شود که گوئیا در کشمیر دفن شد (سرو آزاد ص۹۳ و تلخیص سفینهٔ خوشگو در فهرست بادلی عمود ۲۳۷ نمره ۷۴۷)، برای تفصیل منظومات او رجوع کنید به فهرست بادلی عمود ۶۸۶ ببعد و ریو ص۶۸۸ و فهرست بانکی پور ج ۳ ص۴۶ ببعد وغیرها.

[ذکر]

شاه نظر بیک قمشهٔ[۱]

جوانی ست بانواعِ سپاهگری آراسته و شیرمردیست بجوهرِ شمشیرِ شجاعت پیراسته، در کمانداری و پشته سواری یکی از دلیرانِ کاری و شیرانِ شکاری روزگار است، با این مایه مردانگی فرزانگی را جمع کرده و آئینهٔ ضمیرِ خویش ر[ا] از صیقلِ صحبتِ اربابِ معانی بمرتبه منجلی ساخته که در فن شعرفهمی و نظم گستری بوعلی وقتِ خود است،

تولّد آن مجموعه هنر در قمشه که موضعیست از اعمالِ صفاهان واقع شد، درسنِ بیست سالگی از انجا بسیر فارس رفته، بعد از در[یا]فت صحبت فصحای دیارِ فارس از راه هرمز بهند دکن می آ[ید] و از انجا خود را بخدمتِ خانِ فلک قدر

---

[۱] این ترجمه را در آ ندارد، از ر منقول است، و آنجا مقدم است بر ترجمهٔ رونقی - صاحب ترجمه بظاهر همان نظر بیک است که بر صفحه ۲۱۷ در وصیت نامهٔ غیاثای منصف مذکور است، نصر آبادی (اسپرنگر ص۹۲) می گوید که شیخ شاه نظر اصفهانی به هند آمده بود، امّا بقول صاحب مخزن الغرایب تحقیق نیست که شیخ شاه نظر قمشه همین شاه نظر بیگ قمشه است یا غیر (فهرست بادلی عمود ۱۴۱ ۳ نمره ۱۱۹۹)، صاحب مخزن این هم گفته است که شاه نظر بیک قمشه بعهد شاهجهان به هند آمده امّا غالباً قرین صواب نیست، در آتشکده ص۱۶۵) می گوید که "شاه نظر متولی مزار شاه رضا واقع در حوالی قمشه من توابع اصفهان به هندوستان رفته بعد از مراجعت بجوش نقش نام فاحشه مایل و بعد از تصرف از بدنفشی بمرض فقر مبتلا و دران فقر و فنا بدار البقا انتقال یافت" امّا قطعی نیست که صاحب ترجمهٔ میخانه در آتشکده مذکور ست یا غیر، نیز رک به فهرست اوده (ص۱۴۱) ۲ ۱۶ قمشه،

جوانی ملاحظه نمود درسن بیست و هفت که دران ایّام تازه از[1] ایران بدار الامان هندوستان آمده بود[2] و در[*] فهرست ملازمان بخشی الملکی خواجه ابو الحسن ثبت[3] شده دران سن آن قدر فطرت و متانت با او[4] بود که با پیران سال خورده نباشد عدد ابیات آن عزیز تا آن وقت بسه هزار و پانصد بیت رسیده بود تا حال[5] دیگر چه گفته باشد[6] این بیت[7] ازوست بیت

نیستم محتاج در مستی چو میخواران بابر
من بچشم خویش دارم دل خوش ویاران بابر

[بمستی[8] ابر اگر خواهند میخواران شود پیدا ... مرا در گریه یاد آرند تا باران شود پیدا[*]]

---
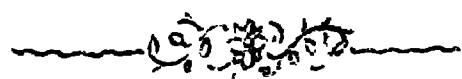
[1] در آ ندارد، [2] در مآ ندارد [3] مآ : داخل،
[4] در مآ ندارد [5] مآ : وی [6] در مآ ندارد [7] ملا رونقی همدانی بقول نصرآبادی (سپرنگر ص ۹۲) در هند مرد، سراج وفاتش را در ۱۰۳۰ھ درج کرده است (سپرنگر ص ۱۵۱)، صاحب مخزن الغرایب می گوید که رونقی همدانی شاعر خوش محاوره شیرین بیانست، در علم موسیقی کمال مهارت داشت، در عهد شاهجهان بادشاه به هند آمده بوساطت مقرّب خان ملازمت بادشاه اختیار نمود، ظاهرا این رونقی دیگر است و یا این که صاحب مخزن را اطّلاع صحیح بر تاریخ ورود رونقی به هند حاصل نشده، آذر در آتشکده (ص ۲۴۶) می گوید که "رونقی از اهل آن دیار (یعنی همدان) است، سوای این از حال او آگاهی حاصل نشده، و بیتی از و نقل کرده که صاحب مخزن هم در ترجمهٔ رونقی آورده است [8] مآ : دو بیت [9] در آ ندارد، منقول از مآ، *

آن خانِ ممدوح مدّاح پرور بسامان و سرانجام ہرچہ تمامتر شاہ نظر را از برہانپور رخصت فرمود، از عزیزی محمد زمان نام کہ خالی از اہلیتی نیست و بر صدقِ قولِ او اعتماد تمام است چنان استماع افتاد کہ من در آن سفر رفیق او بودم، اسپان عراقی سواری خود را ہمراہ از دکن بر آوردہ و) تا آستانۂ متبرکہ حضرت امام رضا علیہ التحیۃ و الثنا پیادہ رفت در ہر منز[لی] از مراحلِ آن سیر و سفر طعامہای لذیذ و شربتہای عطر آم[یز] بر طبق اخلاص و جامہاء اختصاص نہادہ با مردم اہل بکار می برد، و درین سفر کمال زہد و قید بجامی آورد و در خلا و ملا یک آن از یادِ ایزدِ سبحان غافل نبود تا بمطلب رسید، بعد از سعادت دریافتن زیارت حضرت از مشہدِ مقدّس بعراق روان گشت،

اشعارِ خوب بیشمار و ابیاتِ مرغوب بسیار دارد این سہ رباعی از واردات طبیعت اوست

رُباعی

از فیض جنون درین . . . . . ہ سنگ — نے لستہ قبضہ [کذا] ام نہ درماندۂ لنگ[1]
خضرم کہ درین قافلۂ پُرکر و گُنگ — نامم انیان نخواہد و آبم سنگ (؟)

[رُباعی]

گر ہند بود کعبہ روم سوی کنشت — دوزخ طلبم اگرچہ ہند ست بہشت
خواہم زغلط کردۂ خود بر گردم — مانندِ نگاہِ غافل از صورتِ زشت

رباعی ثالث را در وقتی کہ از آسیب آن زخمہا نجات یافتہ بودہ گفتہ، باعث این کہ خان فریدون شکوہ جمشید شان میرزا عبد الرحیم خان خانان ازو پرسید کہ : سلوک فرزندم میرزا ایرج درین سفر پرخطر با تو چون بود ؟ این دو بیت

---

[1] متن این رُباعی خیلی مضطرب است، و تصحیحش دست نداده،

خورشید اشـ[ـتهار] میرزا عبد الرحیم خانخانان سپه سالار می رساند و در جر[گۂ]
مدّاحان او در می آید، قصاید غرّا در مدحِ آن ممدوح باستحـ[ـقاق گفته ؟] مدّتها در
خدمت بسر می برد تا آنکه در ثمان عشر و الف خان مذکور بفرمان قضاجریانِ جهانگیری
فرزندِ دلبند و خلف سعادتمند خود میرزا ایرج را بر سر ملک عنبر می فرستد،
شاه نظر نیز حسب الامرِ خانِ عالی شان همراهِ صاحب زادۂ خود بدان ملک می
رود،

چون تلاقی عسکرین دست می دہد از طرفین لشکر بسیاری کشته می شوند آخر الامر
نسیمِ فتح و نصرت بر پرچمِ علمہاء دولتِ دولتخواہان جہانگیری می وزد، خصم از ضرب
تیغِ فدویانِ شاہنشاہی روی گردان می شود با معدودی چند جان از آن ورطه بسلامت [می برد؟]
چون لشکر ظفر اثر خورشید فلک بختیاری مشتری آسمان کامگاری بخدمتِ خانِ سپہ [سالار]
بفتح و فیروزی بر می گردند آن خانِ ہوشمند ان سیاہۂ کشتگانِ خود طلبیده مطالعه
می نماید درحینِ خواندن اسمِ شاه نظر بنظرش در می آید، میفرماید که جثۂ[1] او را
بحضور می آورند، می بیند که زخمی کاری بسیار خورده و شعوری در و نمانده باوجود
این از فرطِ فراست و دانش امر می نماید که آئینه پیشِ نفسِ او می دارند تا تشخیصِ
حیات و ممات گردد، جوہرِ زجاج فی الجمله غباری می گیرد[2]، زخمی را مرہم می گذارند
و معالجه می فرمایند تا بحالِ خود می آید و بقرب دو ماه دران زخمداری پرستاریِ وی
می کنند،

چون قوّت جبلّی معدنِ فضل و ہنر شاه نظر بحالتِ اصلی خود عود نمود از خانِ
قدردان رخصتِ زیارت اما[م] الانس و الجنّ امام رضا علیه السّلام گرفت،

---

[1] آ: جش، تصحیح قیاسی ست [2] آ: کرد

را در سنه ست[۱] عشرین و الف با و در دار العیش کشمیر ملاقات واقع شد، دران ایام سنش به سی سال رسیده بود و اکثر اوقاتِ او به نزادی می گذشت[۲] دران فن[۳] بمرتبه نقش او موافق نشسته بود که وجه معیشت خود ازان می گذرانید چون ساعتی ازان[۴] امر فارغ می شد بقیه اوقات صرف می کشی و بی پروائی می نمود،

سخنانش اکثر بمزه واقع شده وخامی در اشعار او کم است[۵] و عدد ابیاتش در ایام ملاقات فقیر به چهار هزار می کشید[۶]، این مطلع و این بیت از وست،

مطلع

بس که زد مستی و رسوائی گره در کارِ ما — هر قدم زنجیر پای ما شود دستارِ ما

بیت

شراب خوردم و رنگی بروی آوردم — چرا که خامی عاشق زخامی رنگ است

(بقیه حاشیه ص۵۴۶) مرآة آفتاب نما می گوید: به هندوستان رسیده در گجرات به ملا نظیری ملاقات کرده اعتراف به شاگردی نمود - هنگام شاهزادگی شاهجهان ملازم آن گردیده در زمان شاه صفی (۱۰۳۸ تا ۱۰۵۲) با یران مراجعت کرد، آذر می گوید: بهندوستان رفته بیشتر از اوقات در خدمت مولانا نظیری نیشاپوری و متمتع صحبت و تربیت (؟) ازو یافته (آتشکده ۱۵۴)، وفاتش بقول سراج در ۱۰۴۸ه واقع شد، خوشگو فقط این قدر گفته که در عهد شاه صفی وفات یافت (وهمین است قول صاحب مرآة آفتاب نما)

(حاشیه ص۵۴۷) ۱ه تا: سته ۲ه آ: کار ۳ه آ: ازین ۴ه سرخوش می گوید: نادم بسیار خوش گو و صاحب تلاش بوده - حاجی محمد جان قدسی هر بیتش را بیک اشرفی می خرید، عجب دوری و عجب خریداری بود، آزاد هم او را ستوده است، تاک به سرو آزاد ص۹۶ ۵ه آ: رسیده بود — نصر آبادی قریباً هزار بیت او را دیده بود (سپرزنج ۱۹...) ۶ه تا: کم *

شکوه آمیز را در بدیهه انشا کرده بدان صاحب سخن سنج سخندان خواند:

زین دائره دستی با صولم نزدند | آبی برخ طبع ملولم نزدند
من قلب ندم صیرفیان نقدگزین | بر لوح جبین نقش قبولم نزدند]

ذکر
مولانا دم گیلانی[1]

نام آن عزیز شهسوار بیگ است (۲۹۶ ب) یکی از آدمی زادهای گیلان* است[2] تولدش در سید اشرف لاهیجان واقع شده و در انجا بسن رشد و تمیز رسیده در اول جوانی و بهار زندگانی در مقام انتظام نظم شده و از وطن خروج نموده بسیاحت مشغول گردیده است، تمام دار الامان هندوستان را سیر کرده و سامان بقدری بهم رسانده چاکری کسی اختیار ننموده است[3]، مسود این اوراق

[1] در آ: عنوانش فقط مولانا نادم است مخ ت: و یکی از آدمی زادهای مشهور دار المرز گیلان

[3] بقول خوشگو (فهرست بادلی عمود ۲۳۴ نمره ۶۸۲) نادم در اوایل عهد جهانگیری به هند آمد و بقول سندیلوی در عهد اکبری (مخزن الغرایب)، در مرآة آفتاب نما می نویسد که در زمان شاه عباس به هندوستان سید و این قول احتمال موافقت به هردو قول بالا دارد بهر حال چون در ۱۰۲۶ھ سی ساله بود بوقت جلوس جهانگیر عمرش از هژده متجاوز نبود - آزاد می گوید که از دیار خود به ممالک دکن افتاد و با مولانا نظیری نیشاپوری صحبت معتقدانه داشت بعد چندی بصوب بنگاله خرامید و از انجا به عظیم آباد پتنه حرکت کرد آخر به اصفهان معاودت نمود، و همانجا مرحلهٔ آخرت پیمود (سرو آزاد ص ۵۶) صاحب

اکثر پرگنات خود را بدو مفوّض گردانید، آن صاحب فطرت در سپاهی گری آن قدر دست و پا زد و تردّد نمود که خداوندش بر سر انصاف آمده سالیانه اش را به سی و پنجهزار روپیه مقرّر[1] فرمود* وحلّ و عقدِ معاملاتِ خود بدو واگذاشت، الحال[2] در خدمتِ آن خان[3] عالی شان* در صوبهٔ کابل است، مسوّد این اوراق در سنه ستّه عشرین و الف در ماند[4] و بخدمتِ آن عزیز[5] رسید، دران ایّام سنّش[6] نزدیک بشصت* رسیده بود، اشعارِ خوب و ابیات مرغوب[7] دارد و مثنوی قریب به* هزار بیت در بحر خسرو شیرین منظوم[8] گردانیده* است [و این بیت از اوّل مثنوی اوست

بیت

خداوندا به عشقم رهبری کن خدائی کرده پیغمبری کن

[9] عددِ ابیاتش همگی (۲۹۷ب) دران وقت از قصیده وغیره به دو هزار بیت رسیده بود، * ساقی[10] نامه ناتمامی قریب به چهل بیت داشت* باین ضعیف داد[11] آن اشعار[12] در بلده پتنه* با خانهٔ مولف سوخت[13] این دو بیت از آن[14] ابیات است

(بقیه حاشیه ص۵۴۸) باوجود دولت ومکنت نشست و برخاست با درویشان کردی و خود هم نهایت گداز بوده، گاهی بصفای ذهن بگفتن شعر مبادرت نمودی، غالباً همین صفیا اصفهانی ست که بقولِ طاهر نصرآبادی (اسپرنگر ص۹۵) باحکیم شفائی مراسمِ دوستی داشت، نیز ملاحظه کنید به فهرست بادلی عموده ۲۳۵ نمره ۱۱۷ [4] آ: خان سپهر قدر عالی شان

(حاشیه ص۵۴۹) [1] آ: رسانید [2] ا: الحال که سن ثمان عشرین و الف است [3] آ: آن خداوند قدردانِ خویش [4] ا: مند و [5] ا: سرآمد مستعدان این جنو زمان [6] ا: سال عمرش بشصت و یک [7] یا اسلوب دارد ازان جمله مثنوی به قریب [8] در آ ندارد،

[9] آ: ساقی نامه خود را بچهل بیت بود و باتمام نرسیده بهنگام ملاقات،

[10] آ: داده [11] آ: ابیات در پتنه [12] آ: سوخت [13] آ: از ساقی نامهٔ آن عزیز،

[1][این رباعی نیز از واردات طبیعت اوست که در مدح حکیم رکنا گفته است

عالم که کنون طنطنهٔ ماست در و
وز شورشِ ما هزار غوغاست در و
گر دیدهٔ انصاف دو بینی نکند
یک عالم و یک حکیم رکناست در و]

آقا صفی[2] صفاهانی*

یکی از آدمی زادهای صفاهان است، آن قدر فضل که او دارد در سلسلهٔ ایشان کسی نداشته است، (۲۹۷ ا) در اوّل جوانی و نوبهارِ زندگانی در مقامِ انتظام نظم شده و بسیاحت مشغول گردیده است و در عین سیّاری به دار الامانِ هندوستان آمده[3] بخدمت میرزا جعفر آصف خان رسیده و مدّتی نوکری آن خان عالی شان کرده و همراه ایشان بدار العیش کشمیر رفته و سیر آن ملک نموده است، بعد از چندی در لباسِ قلندران در آمده تمام بلاد هند و سند را دران لباس دیده است، چون دران کسوت بدار الخلافه آگره رسید خانخانان عالی شان* مهابت خان او را ازان کسوت بر آورده معزّز و مقرّب خود ساخت فوجداری

---

[1] این عبارت را در ۳ افزوده است، در ۱ ندارد [2] در ۲ بیاض در موضع عنوان — ظاهرا نام او صفی الدین و تخلص صفی بود ر ک به همیشه بهار (اسپرنگر ص۱۲۵) [3] بقول صاحب مخزن الغرایب صفی در عهد اکبر بادشاه بهند آمده بود و در عهد جهانگیر بادشاه ترقی نمایان کرده، صاحب هفت اقلیم او را بدین الفاظ ستوده است: صفیا بلطف طبع و حدّت ذهن موصوف بود، طبیعتِ او بسیار گرم خون است و در یاری پابرجا تر از بیستون، سندیلوی در حقِ او می گوید: در سخاوت و فتوّت یگانهٔ زمانهٔ خود بوده و

بدارالامان هندوستان آمده و تعلیم شعر و آداب شاعری از برادر بزرگ خود مولانا وجهی که الحال به وجهی[1] هروی اشتهار یافته و در خدمت ظفرخان[2] زین خان می باشد فرا گرفته است، و در دارالامان هندوستان در خدمت سلالهٔ دودمان مصطفی[3] و خلاصهٔ خاندان مرتضی، شمع دودمان نبوی مظفر[4] حسین میرزای بن سلطان حسین میرزای[5] صفوی نشو و نما نموده، و مدتی[6] فرزند ارجمند و خلف سعادتمند او میرزا اسمعیل را تعلیم فرموده است، بعد از فوت مظفر[7] حسین میرزا پارهٔ در هند بسیاحت مشغول گردید و در سنه ثلث عشرین و الف بسعادت خدمت خان جمشید[8] شان* زمانه بیگ مهابت خان مستسعد شد[9] و ازان تاریخ تا حال که مسود اوراق[10] به تسوید این تالیف[11] مشغول است و سال هجرت به هزار و بیست و هشت رسیده در خدمت آن خان عالی[12] شان* و در[13] ملازمت صاحب خود کمال عزت و اعتبار بهم رسانده است*، عدد ابیات آن عزیز[14] تا غایتی که این ضعیف را در سنه ۱۰۲۴ با او ملاقات* واقع شد از اقسام اشعار چهار هزار بیت رسیده بود این دو بیت از غزلیات ازیشان[15] است ـــ

---

[1] وجهی هروی بقول صاحب مخزن الغرایب در زمان اکبر بادشاه به هند آمده بود (فهرست بادلی عمود ۳۹۰ نمره ۲۹۴۵) [2] برای احوال شکرالله ظفرخان بن زین خان کوکه (متوفی ۱۰۳۱) رک به ترجمهٔ آئین اکبری از بلاکمین ص۵۲۲ نمره ۳۷۳؛ [3] آ: اعلا [4] برای احوال مرزا مظفر حسین رک به بلاکمین ص۳۱۳ نمره ۸۰ [5] آ: میرزا ابن بهرام میرزای [6] آ: معلم خلف ارجمند؛ فرزند خان[؟] میرزای اسمعیل بوده [7] آ: میرزای مذکور ـ وفات میرزا مظفر حسین در ۱۰۰۸ء واقع شد (بلاکمین) [8] آ: جمشید شان امیر فریدون فر سکندر نشان مبارزالدین [9] آ: گشته [10] آ: این اوراق [11] آ: تالیف ضعیف (که غالباً تصحیف منیف است) [12] آ: عظیم الشان [13] آ: پیش صاحب خویش عزت و اعتبار

نظم

شهی کو ببخشد بگیتی خراج | بساقی کشاید کفِ احتیاج
مرا ناله‌ئی به از صد چله | درائی بمنزل برد قافله

این قطعه نیز از ایشان[1] است — قطعه[2]

خارد ار پشت مرا انگشتِ من | خم شود از بارِ منتِ پشتِ من
همتی کو تا نخارم[3] پشتِ خویش* | وا رهم از منتِ انگشتِ خویش

ذکر[4]

والی وادی فارغ البالی مولانا حیدر خصالی[5]

یکی از شعرای بنامِ این ایام خجسته فرجام است و خط نستعلیق را بغایت خوب می نویسد و در شعر فهمی و انشا مهارت تمام دارد، مولدِ آن بلبلِ گلستانِ خیال از موضع کارته است و نام پدرش مولانا حاجی کارته ایست و این کارته متصل بهرات واقع شده است، مولانا خصالی در صغرِ سن از خراسان

---

[1] آ: از وارداتِ طبیعتِ او [2] منقول در هفت اقلیم [3] آ: نخارم پشتِ خویش، هفت اقلیم: نخارد پشت خود (همچنان 'خود' در مصراع ثانی) [4] بیاض در آ — [5] بقول خوشگو نامش محمد حیدر و تخلص او خصالی ست، پدرش در عهد اکبرشاه به هند آمد و او خود از شعرای عهد جهانگیری ست (فهرست بادلی عمود ۲۳۴ نمره ۶۹۰، نیز رک به سپرنگر صد ۱۲۱) صاحب مخزن الغرایب او را تونی گفته است و بعدش افزوده که "بعضی او را هروی دانسته اند" بقولش او در عهد جهانگیری به هند آمد و در رفاقت نواب مهابت

می نماید، پدرش مولانا فخر الدین یکی از اکابر دار السرور جونپور راست و تولدِ معنوی
دیث شهر مذکور واقع شده و در انجا بسن رشد و تمیز رسیده، مسوّد این اوراقِ پریشان
را در بلده دلپذیر اجمیر در سنه ۱۰۲۴ با آن معنی آرا ملاقات واقع شد* ، هنوز
دیوان جمع نکرده بود دران ایّام بوسیله یکی از اعیانِ درگاهِ عرش اشتباه جهانگیر
بادشاه بشرفِ کورنش و تسلیم آستانِ ملایک آشیانِ آن بادشاهِ فلک بارگاه،
آسمان خرگاه، خورشید کلاه مشرّف شد، آن شهریارِ گردون اقتدار فراخور حالِ
مولوی پارهٔ زمین بجهت وجهِ معیشت از جونپور* بدو مرحمت فرمود، الحال در
وطنِ خود بدولتِ این پادشاهِ مسکین نواز کمال رفاهیت وارد،

این رباعی و این دو بیت از منظوماتِ اوست رُباعی

سودا بسرم همچو پلنگ اندر کوه — غم بر سرِ غم بدل چو سنگ اندر کوه
دور از وطنِ خویش بخواری گردم — چون شیر بدریا و نهنگ اندر کوه

مطلع

چو برق خندهٔ ما جمله گریه آلود است — شگفته روئی ما چون مس زر اندود است

بیت

مرگ آمد و بی هیچ برون رفت ز کاخم
چون غارتی از خانهٔ اربابِ توکّل

---

۵۱ آ: عطائی ۵۲ آ: دست داد ۵۳ آ: الیستادکان،
۵۴ آ: او از وطنش ۵۵ آ و مخزن الغرایب: بخاری،

بیار بادہ کہ با آنکہ پنبہ داشت رسید
بگوشِ شیشہ صدای شکستِ توبۂ ما

ولہ

گل بیک جرم شکر خند بر آتش بنشست
شیشہ ہا کرد پُر از اشک زیک خندیدن

درمیانِ اشعارِ او دو مثنوی در بحرِ خسرو شیرین شیخ نامی گرامی شیخ نظامی است یکی حکایتی علیحدہ برشتۂ نظم در آوردہ دیگری پارۂ (۲۹۸ب) خسرو شیرین منظوم ساختہ، این دو بیت از خسرو شیرین اوست مثنوی

چو خسرو را نظر بر دلبر افتاد ۔۔۔ چنان افتاد کش دل از بر افتاد
چنان نالید کاتش در فغان زد ۔۔۔ ازان نالش زمین بر آسمان زد

ذکرِ

عطائی جونپوری

جوان فاضل و عزیز قابل است، در انشا و شعر مہارت تمام دارد و تخلص معنوی

(بقیہ حاشیہ ص ۵۵۱) بیش بیش بہم رسانیدہ ۱۴ آ: آن گرامی سخنور تا غایت کہ این محقر را بدو ملاقات ۱۵ آ: او،

(حاشیہ ص ۵۵۲) ۱ درآ ندارد ۲ آ: پارۂ از ۳ خوشگو می گوید کہ ملا عطائی جونپوری در عہد جہانگیر بودہ و مثنوی دارد (فہرست بادلی عمود ۲۳۴ نمرہ ۲۹۳، سندیلوی در مخزن الغرایب می گوید کہ: شیخ عبدالکریم جونپوری عطائی تخلص در زمان اکبر بادشاہ بودہ، مولانا تقی الدین اوحدی ذکر وی نمودہ است الخ، (در انتخاب اشعارش ہمان رباعی را درج کردہ کہ صاحب میخانہ آوردہ است) تناقض قولین درخصوصِ تخلصِ شاعر ظاہر است، امّا چون عبدالنبی خان او را دیدہ است قولش راجح است ٭

—— ٭ ——

بعد[1] از مدتی او را* به حجابت دکن مرخص[2] فرمود، اسد بیگ حسب الحکم آن خدمت را بانصرام رسانیده بپایهٔ سریر خلافت معاودت نمود، چون شاهباز روح اکبری (۹۹۰ب) پرواز بآشیان سدره نمود فرزند دلبند، خلف صدق منش شاه نور الدین محمد جهانگیر بادشاه نوبت جهانداری فرو کوفت اسد را داخل بندگان خود ساخت[3]،

مسوّد اوراق را با او در مندو در سنه ست عشرین والف ملاقات واقع شد و دیوانش را ملاحظه نموده، قریب به هشت هزار بیت باشد[4]، پارهٔ مثنوی در بحر مخزن[5] و خسرو شیرین گفته ولیکن چندانی در ان منظومات[6] کاری نه ساخته است،

همدران سال بندگان حضرت او را در خدمت خان جم نشان مهابت خان به بنگش رخصت فرمودند[7]،

این یک مطلع و یک بیت از وکه مناسبتی باین تالیف داشت ببیاض برد

مطلع

ز صبحدم نفسی پیشتر شدم بیدار　　لب پیاله گرفتم ببوسه چون لب یار

بیت[8]

خون مرا مریز که ترسم خجل شوی　　چون ساقیی که ریخته باشد شراب را

---

[1] آ: او را بعد از مدتی [2] آ: فرستاد — (اکبر او را سوی عادلشاه بیجاپوری فرستاده بود ایلیت ۶: ۱۴۲) [3] آ: ارشد — آآ آک به ایلیت ۶: ۱۵۰ [4] آ: دیده شد در آ ندارد [5] آ: نظم [6] آرای تذکره نویسان دیگر نسبت به شعر اسد درج ذیل است :-

امین احمد رازی می گوید: اگرچه صدف لجه اندیشه اش بی غش و سمین و درختان بوستان خاطرش خالی از رطب و یابس نیستند اما آنچه بکمال رسیده بذوق تر از خوبانست در هنگام معانقه و باشوق تر

ذکر

اسد بیگ قزوینی

یکی از آدمی زادهای دار الموحدین قزوین است[1]، نام پدرش خواجه مراد است و خود در قزوین[2] بسن رشد و تمیز رسیده، در اوّل جوانی و ابتدای[3] زندگانی از وطن بهرات آمده و دوات دار خواجه افضل وزیر شده، و[4] در انجا* با مردم اهل صحبت داشته و از اثر صحبت یاران[5] در مقام انتظام نظم شده، بعد از اندک ایامی بحسب تقدیر از خراسان بدار الامان هندوستان آمده[6] خود را داخل ملازمان شیخ ابو الفضل که یکی از امرای عظام فرمان روای بحر و بر جلال الدین اکبر بود ساخته و در خدمت مخدوم خود کمال عزت و اعتبار بهم رسانید و در هند به اسد شیخ ابو الفضلی[7] اشتهار یافت، بعد از کشته شدن شیخ مذکور داخل بساط بوسان شهریار نامدار، کامگار، فرمان روای بحر و بر جلال الدین اکبر پادشاه غازی گردید و آن حضرت

---

[1] مآ: بوده — بقول خوشگو (فهرست بادلی عمود ۲۲۴ نمره ۶۸۵) اسد بیگ از آل تیمور بود [2] مآ: وطن [3] مآ: آغاز بهار [4] مآ: و دران ملک باکثر — امین رازی و آذر هم صاحب ترجمه را به خوش صحبتی بسیار ستوده اند - در هفت اقلیم است: اسد بیگ بلطف طبع و شگفتگی خاطر و گرمی هنگامه موصوف بوده، همواره خیال مجالست اهل طبع و اصحاب فهم بر لوح خاطر می نگارد و روزگار بشادمانی و ابتهاج می گذراند، مدام مراد دلش آنکه با یاری بصحبت نشیند و پیوسته فکر خاطرش اینکه با دوستی الفت گزیند، در آتشکده (ص ۲۱۲) می گوید: گویند بسیار مایل صحبت فصحا و باعث جمعیت احبا بوده، [5] مآ: آن طایفه [6] مبتلا: اسد بیگ به هند رسیده از ملازمان اکبر شاه گردید و این که در مخزن الغرایب گفته است که "مرزا اسد بیگ قزوینی در عهد جهانگیر بهند آمده" اعتماد را نشاید نیز رک به سفینهٔ خوشگو و همیشه بهار (سپرنگر ص ۱۱۸) — ورود اسد بیگ بهند در ۱۰۱۱ھ بود (ریو ص ۹۴۹) [7] مآ: ابو الفضل — رک به احوال اسد بیگ که خودش نگاشته (الیت ج ۶ ص ۱۵۰ ببعد) ترجمهٔ اسد که ریو بحوالهٔ مرآة جهان نما نوشته است خیلی مطابقت به متن میخانه دارد، امّا من جمله آنچه بر میخانه افزوده است این که تا هفده سال ملازم ابو الفضل

همراه مخدوم خود به اجمیر آمد، مسوّد این اوراق را دران ایّام در شهر مذکور با او ملاقات واقع شد، جوانی ملاحظه نمود در کمال خوش خلقی و شگفتگی و سال عمرش به بیست (و) هفت رسیده، دران ایّام این بیت را گفته بود و خیلی ازین بیت حظ داشت بیت

رهی در پیش دارم کآخر عمر است انجامش
بهر جا مرگم آسایش دهد منزل کنم[1] نامش

و می گفت که این بیت البته امسال مرا خواهد برد، همدران روزها از اجمیر به برهان پور رفت و از قضای آله بعد از اندک ایّامی در شهر مذکور داعیِ حق را لبّیکِ اجابت گفت، سبحان الله نتیجهٔ آن بیت بدو عاید شد،

این سه بیت ازو که مناسبتی بسیاق این تسوید دارد بر بیاض برد،

شعر

ساقی بهر آسوده دلی جام جمی بخش | ما را که بصد شعله کبابیم نمی بخش
وارستگی از سلسلهٔ زلف روا نیست | دل از شکنی گر بستانی بخمی بخش
گر پیرو ارباب دلی بخل ادب چیست | هر نقش جبینی به نشانِ قدمی بخش

این بیت نیز ازوست بیت

(۵۰۳) سر شک افگنده در دامانِ مژگانم (ز) دل گرمی | که گر بر دیده سایم آستین چون شمع در گیرد

ص ۲۲۹
(بقیه حاشیه ص ۵۵۶) یافت و در اوایل ۱۰۲۳ھ معزول شده به اجمیر رسید، بقول صاحب میخانه میرزا غازی در ۱۰۲۰ھ وفات یافت ۵۵ آ: گردانیده و در خدمت میرزای عالی جاه چندگاه دران دیار بوده،

(حاشیه ص ۵۵۷) [1] آتشکده: نهم (بجای کنم) ۵۲ و: بجی، آ: بجمی ۵۳ در آ ندارد،

ذکر

مولانا محویؔ اردبیلی

یکی از آدمی زادہای دار الارشاد اردبیل است ، و مولدش در شہر مذکور واقع شدہ ولیکن در شیراز نشو و نما کردہ و سخن او رتبۂ بہم رسانیدہ* است ، بعد از سیر شیراز از انجا بصفاہان آمدہ و اندک ایامی دران بلدہ بسر بردہ ، در انجا ہوای سیر دار الامان ہندوستان در سر او جلوہ گر شدہ از راہ ہرمز بہ تتہ آمدہ (۱۰۰۳ ھ) خود را داخل ملازمان سلالۂ دودمان اعتلا رستم میرزای صفوی گردانید و چندگاہ در خدمت میرزای مذکور دران بلدہ بسر برد و در آخر سنہ اربع عشرین والف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵۵) از لفظ محبوبان در وقت مضایقہ ، مبتلا : کلامش سراپا درد و سوز است سندیلوی : شاعر خوش بیان بودہ ۵۸ آ : سپہر قدرت رفیع مکان امیر عالی جاہ عالیشان زمانہ بیگ ۵۹ بقول خوشگو اسد بیگ در اوایل عہد شاہجہان بادشاہ در توران فوت شد نیز ہک بہ صفحہ ۲۴ ح ، ۶۰ این بیت در ہفت اقلیم و مخزن الغرایب ہم نقل شدہ ،

(حاشیہ صفحہ ۵۵۶) ۱ آ : محوی (اما در دیگر جاہا محوی نوشتہ است) — در ریاض الشعرا (ریو صفحہ ۲۳۹) ، مخزن الغرایب (فہرست بادلی عمود ۳۷۴ نمرہ ۲۳۳۹) و آتشکدہ (صفحہ ۲۵) نام محوی عبد العلی است ۲ آ : و دران دار الفضل رتبہ بہم رسانیدہ — مبتلا می گوید : محوی اردبیلی از شعرای مسلم زمان شاہ عباس ماضی بود ۳ آ : دران شہر ۴ آذری گوید کہ محوی در ۱۰۲۰ھ بہندوستان رفتہ ، و این کہ سندیلوی گفتہ کہ محوی در عہد اکبری بہند آمدہ غالباً درست نیست ، سندیلوی می گوید کہ محوی اولاً ملازمت میرزا غازی کردہ بود بعد چندی ہمراہ رستم میرزا صفوی بہ ہند آمد ، رستم میرزا در ۱۰۲۱ھ حکومت تتہ

و اکثر ارباب تخلص مشہد مقدس و ہرات ابیات مرغوب گفته،
در سنه ثلث عشرین و الف این ضعیف را باو در اجمیر ملاقات واقع شد،
دران سال بهند تازه آمده بود، جوانی دید در سن بیست سالگی علم موسیقی را بغایت
خوب می دانست و بمانند برادر خود فتحی مصنف قرار داده بود، دران بلده دلپذیر
با اکثر ارباب معانی صحبتهای داشت، بوسیلهٔ نادرهٔ زمان ملک الشعرای دارالامان
هندوستان طالب آملی شرف مجالست و سعادت ملازمت نواب نامدار مملکت
مدار، وزیر اعظم بادشاه فلک قد [رت] خورشید اشتهار، میرزا غیاث بیگ
اعتماد الدوله را دریافت، و قصیده در مدح آن مبارک وزیر همایون مشیر گفته
بدو گذرانید، صلهٔ فراخور مداحی خویش یافت، بعد ازان از اجمیر بدکن رفته [ـ]
داخل بساط بوسان شاهزادهٔ معظم مکرم سلطان خرم گرد[ید] و بقرب دو سال
در خدمت آن شاهزادهٔ بلند اقبال ماند[ه] ترک جاگیر کرده بسیاری و تجارت
مشغول گشت،
این ضعیف [...... ^ل^] در سنه تسع عشرین و الف باوی در بلده
طیبه پتنه واقع شد، در سخنوری بغاست پیش آمده و در موسیقی دانی بی نهایت
خوب شده و دانستن راگ هندی را بمرتبهٔ نیکو تتبع کرده [که] کم کسی از نغمه
سنجان که زبان و بیان ایشانست ^٢^ می فهمد، بر [اوش] هند تصنیفات دلپذیر
ترتیب داده و بطرز عراق نیز نقش[های] بی نظیر دارد، در اندک ایامی درین

ل پارهٔ عبارت ازین موضع ساقط شده، [این ضعیف] را مکرر "اتفاق ملاقات" یا
الفاظ بدین معنی بوده باشد ٢ آ: سانست، تصحیح قیاسی ست،

چون میانِ مرشد بروجردی و محوی[1] کمال یاری و برادری بود تاریخِ فوتِ او را بدین طریق در سلکِ نظم کشیده است قطعه

برادر محوی آن دیرینه همدم	ز پیشم رفت و چون بادِ صبا رفت
همین دانم که رفت از پیشِ چشمم	نمی دانم کجا رفت و چرا رفت
اگر دل رفت آن خود همرهِ اوست	نمی دانم که صبر از دل کجا رفت
علاجِ دردِ خود خود کرد و بروی	نرفت از درد آنها کز دوا رفت
چو گلشن دید کز تاثیرِ دوران	بحسرت بلبلِ دستان سرا رفت
چنان از رنگ و بوی افشاند دامن	که تا بوی از گل و رنگ از حنا رفت
ز من پرسید دل تاریخِ فوتش	بدو گفتم عجب یاری ز ما رفت[2]

۱۰۲۴

ذکر

[باقیا[3] مصنّف

نامِ آن عزیز باقی است و مولدش از نایین است در اشعارِ خود هم باقی و هم باقیا جابجا بمقتضای وزنِ سخن تخلص می کند، در عراق با سرِ غزلِ دیوانِ نکته‌دان حکیم شفائی پارهٔ بوده و از صحبتِ آن [نا] درهٔ زمان چاشنی در سخنوری بهم رسانیده بعد ازان بگشت خراسان آمده با ملک الشعرای آن ملک میرزا فصیحی

---

[1] ت: محوی اردبیلی [2] بقول والهٔ داغستانی محوی در ۱۰۲۵ وفات یافت (ریو ص ۱۷۳۹)،

[3] ترجمهٔ باقیا اورا ندارد، از ت نقل شد،

را آگاه نامه نام کرده، این دو بیت از ان کتابست مثنوی

آن گُلِ رو چون شدی از خوی بتاب   در دلِ گل بو شدی از شرم آب
لب چنان شیرین که گاهِ نوشخند   بر سرِ هم حرف بستی همچو قند

مولفِ این تالیف را در سنه خمس عشرین و الف در لاهور با کیفی ملاقات (۱۰۲۵) واقع شد تا آن وقت دیوان ترتیب نه داده بود،

مولدِ آن معنی آرا از سبزوار است و اباً عن جدٍ از جهودانِ دیارِ خود بوده ولیکن توفیقِ ایزدی و عنایت سرمدی در اوّل جوانی او را ازان کفرِ جبلّی برآورده بشرفِ اسلام مشرّف گردانیده است، و آن جدید الاسلام قریب به بیست سال در لباسِ فقر و خوش نشینی سیاحت کرده و تمام هند را سیر نموده است، الحال در بندگیِ دُرِ دُرجِ سلطنت و شهریاری و اخترِ برجِ عظمت و کامگاری، شاهزادهٔ عالم و عالمیان شاهزادهٔ شاه جهان* است،

این دو بیتِ او اگرچه مناسبت بسیاقِ این تسوید ندارد امّا از اشعارِ برجستهٔ آن فریدِ زمانِ خود است بیت

(بقیه حاشیه صـ۵۶) رسانید (خزانه صـ۱۵ و سرو آزاد صـ۱) نیز رک به طاهر نصر آبادی در فهرست سپرنگر صـ۹۵)

۵۴ صاحب مخزن الغرایب می گوید: کیفی نومسلمان: اصلش یهودی بوده از سجستان به سبزوار آمده بشرف اسلام مشرّف گردید در زمان عهد (یعنی عهد جهانگیر) به هند آمده صاحب عقبا گردید، اشعارش پر حلاوت واقع شده، مبتلا می گوید: کیفی سیستانی در زمانِ جهانگیر بادشاه به هند آمد، مبتلا فقط یک بیت ازو آورده است و همین بیت در ابیات انتخابی که صاحب مخزن درج کرده است آمده است،

(حاشیه صـ۵۶) ۱۵۵: شاهزادهٔ جهان پناه، شاهزاده خرم را در شوال ۱۰۲۶ه به شاهجهان مخاطب کردند ترجمه توزک جهانگیری ۱: ۳۹۵ نیز رک به میخانه صـ۱۲۴ مع صـ۵۰۹

جزوِ زمان مصنّفاتِ او شهرت یافت[1]، رسالۂ در علمِ موسیقی ترتیب داده که تالغایه کسی باین روش* مرتّب نساخته[2]،
در همین سال از پتنه به بنارس رفته متوطّن شد و همیشه دران سرزمین اوقاتِ او به[3] بی پروائی می گذرد[3]، این چند بیتِ متفرّقه ازوست

ابیات اینست

توبه کردیم که تا [با]ده نباشد نخوریم — تاکه ساقی پسرِ ساده نباشد نخوریم
باده تا میکده معمور نباشد نکشیم — روزه تا روزی آماده نباشد نخوریم

وله

نالہ مرغِ چمنی را چو سخن می فهمم — باقیا نغمه زبانیست که من می فهمم

ذکر
کیفی[4] نومسلمان

اکثر اشعارِ او بر تنبه است و مثنوی در بحرِ مثنوی مولوی معنوی گفته و آن

---

[1] ملا عبدالحمید لاهوری در پادشاه نامه می گوید : باقیا نائینی را در شعر طبیعت روان و تصانیف فارسی او از آمیزش نغمات هندوستانی تاثیر فراوان دارد [2] آه : رسالۂ که در علمِ موسیقی ترتیب داده که "تا لغایه کسی باین روش کسی [3] از خزانۂ عامره (ص۱۵۱) معلوم می شود که بعد جلوس شاهجهان باقیا "خود را به عتبۂ خلافت رسانید و موردِ عنایاتِ خسروانی گردید، و در ۱۰۴۶ه قصیدۂ تهنیتِ نوروز گفت و برزکشیده شد و مبلغ پنجهزار روپیه مساوی وزن حاصل کرد، در آخر عمر حج کرده بایران برگشت و دران جا زندگانی بانجام

احوالش مطلع گردید، شعر خوب بسیار داشت ولیکن دیوان ترتیب نداده بود،
می گفت که این بیت را در اوایل سخنوری گفته ام، بیت

درین حدیقه بهار و خزان هم آغوش است   زمانه جام بدست و جنازه بر دوش است

و این بیت را در حضور فقیر گفته است

یارب! چه صورتی که ز عکس تو آینه
گردید آب و از کف آیینه دار ریخت

ذکر
محمود بیگ ترکمان

آن عزیز نیکو نهاد یکی از آدمی زادهای ترکمان[1] زبان دار و یماق چکنیان است
در اوّل جوانی و نوبهار زندگانی چندی در ملازمت حسین خان قاجار
که یکی[2] از امرای جم جاه انجم سپاه عباس[3] شاه صفوی بود بسر برده به تقریبی
که تحریر آن باعث طول کلام می شود [illegible] به قندهار آمد، در آن
ایّام خانِ عظیم الشان شاه بیگ[4] خان دوران از قبلِ شهریار سپهر اقتدار جم جاه
انجم سپاه، شاه نورالدین محمد جهانگیر پادشاه که ایزد عزّ و علا از جمیع آفاتش در
حفظ و امانِ خود بدارد، حاکم بود (۱۰۳۲ه) و لشکر قزلباش شهر مذکور را محاصره

---

[1] آ: ترکان [2] آ: یک [3] یعنی شاه عبّاس اوّل که از ۹۹۵ تا ۱۰۳۸ فرمان روای ایران
بود [4] شاه بیگ ارغون را اکبر در سال سی و نهم جلوس به حکومت قندهار فرستاد و در ۱۰۱۶

چون نگریم کز عدم با نامرادیهای بخت غافلم آورده اند و باز غافل می برند

بیت

بدستم گوهر دل داد مادر از پی بازی ز بس کودک مزاجم می شود هر جا فراموشم[1]

ذکر

مولانا انور[2]

یکی از آدمی زادهای لاهور است و شعر را بغایت خوب می گوید و بقدر طالب علمی دارد، در اول جوانی پارهٔ در خدمت میرزا[3] انور ولد خان عظیم الشان اعظم خان بسر برده، بعد از فوت میرزای مذکور در جلیسر ملازمت آقا صفی قلندر[4] که از جانب خان جم نشان (۱۰۳ ب) مهابت خان حاکم آن جا بود اختیار کرده همراه آقای مذکور به اجمیر آمده خود را داخل ملازمان خلف ارجمند خان مذبور میرزا امان الله ساخت، این ضعیف دران ایام مدتی با او محشور شد و به

---

۱ این بیت را در مخزن الغرایب هم آورده است — در آ مصنفاً "سپردم فراموش" بجای "هر جا فراموشم" نوشته است، ۲ آ: انوری — ظاهراً شیخ انور لاهوری که در مخزن الغرایب (فهرست بادلی عمود ۳۱۹ نمره ۲۲۱) مذکور است همین است، اما بدبختانه نسخهٔ مخزن که پیش من است این موضع ناقص است، همین طور نتوانم گفت که مولانا انور نور محمد که در همیشه بهار اسپرنگر صفحهٔ ۱۲۸ مذکور است همین انور است یا غیر او ۳ آ: چه در ۴ برای احوال میرزا انور پسر خان اعظم میرزا عزیز کوکه رک به بلاکمین صفحهٔ ۴۷۳ نمره ۲۰۶ ۵ یعنی صفی صفاهانی نمک کیش ۵۲۸

از برای استحکام بیعت آورد، آن خان جم نشان محمود بیگ را با همان طفل
که همراه آورده بود بدرگاهِ عرش اشتباه روان کرد و از حضرتِ خلافت پناهی
ظلّ آلهی بجهت الهداد استدعای قول و عهد و نقشِ پنجهٔ مبارک نمود تا او
دل در عهد و پیمانِ بادشاهِ عالمیان بسته بشرفِ بساطِ بوسی درگاهِ جهان پناه
مشرف گردد، چون این عریضه بمصحوب محمود بیگ بعرض ایستادگانِ آستانِ ملایک آشیان
رسید استدعای استدعا کننده را قبول نمودند و به صاحب ادفیلی[1] با نقد و جنس
بسیاری مرحمت فرمودند و بجهت الهداد خان کمر شمشیر و سر و پا و فرمانِ دو هزاری
منصب ذات و دو هزار سوار بدست محمود بیگ ارسال داشتند،

این بادشاهِ بلند همت و این جم جاهِ خورشید منزلت عاقبتِ کار محمود بیگ
را محمود نموده داخلِ بندگانِ خویشتن گردانید و منصبی فراخورِ حال او بدو عنایت
فرمود و فرمانِ قضا جریانِ جهانگیری چنان شرفِ نفاد یافت که در همان روز جاگیر
الهداد را دیوانیانِ عظام (۲۰۳ ب) از پرگنهٔ تیرهٔ[2] سندوان که از اعمالِ لاهور
است تنخواه دهند، اربابِ دخلِ درگاهِ والا بموجبِ حکمِ جهان مطاع در ساعت
پرگنهٔ مذکور را تنخواه دادند،

امّا چون محمود بیگ دوست کام و مقتضیٰ[3] المرام در بلدهٔ اجمیر از درگاهِ
جهان پناه به بنگش معاودت کرد در منزلِ دوم آن بلدهٔ دلپذیر که موسوم بسامبر

---

[1] در توزک فقط یک کهپوهٔ مرصّع مذکور است که برای الهداد فرستاده شد و دیگری برای خان دوران ہے، ک به ترجمهٔ توزک ج ۱: ص ۲۹۵ (واقعه ۹ تیر ۱۰۲۴ھ)، الهداد در سالِ آینده حاضر دربار شد و انعام و منصب یافت و خانِ دوران را هم به صلهٔ حسن خدمت انعام حکم شد (همان کتاب ص ۳۲۱ و ص ۳۲۴)، [2] ن: سندوان که تیرهٔ ص ۳ ن: مقتضی،

کردہ بودند، محمود بیگ دران واقعه داخل مردم خانِ عالی شان شده دران قضیه
باسپاهِ قزلباش تردّد مردانه نمود، برادرش بدرجهٔ شهادت رسید، خان مذکور
را آن خدمت بغایت خوش آمد، او را بقلعه طلبیده داخلِ نوکرانِ خود ساخت
و دراندک ایّامی باحوالِ او پرداخت و دیوانی سرکار خویش بدو مفوّض داشت،
امّا چون خانِ دوران حسب الحکم جهان پناه بدرگاهِ عرش اشتباه آمده تسلیم
صاحب صوبگی کابل نمود او نیز همراهِ مخدومِ خویش بدان طرف رفت،

خانِ مذکور دران سرحد دوازده سال حکومت باستقلال کرد و اکثر مهام
سرکار او هنگام استقرار آن دیار بوقوف محمود بیگ بانصرام می رسید، چنانچه در
سنه اربع وعشرین والف الهداد خان ولد جلال الدین مشهور به پسر جلاله
که اباً عن جدٍّ همیشه دم از تمرّد وعصیان می زد عریضهٔ به خانِ عالی شان خان دوران
بدین مضمون ارسال داشت که اگر محمود بیگ[1] را بفرستید* تا بنده ازو بعضی
سخنان استفسار نموده خاطرِ خود را مطمئن ساخته بملازمت رسد عین صواب
خواهد بود، خانِ مذکور بنابران دیوان خود را به حجابت به پیش الهداد فرستاد،
آن عزیز بفرمودهٔ مخدوم خود عمل نموده به پیش (۳۰۲ ب) ابن جلال الدین
رفت وبااو از جانبِ خان عالی شان عهد وپیمان بست وصاحب داد
نام پسری ازو که در سن هفت سالگی بود همراهِ خود بخدمت صاحبِ خویش

(بقیه حاشیه ص۵۶۳) جهانگیر او را صاحب صوبهٔ کابل وقندهار مقرر کرد وخطاب خان دوران
بدو بخشید، تا آخر ۱۰۲۷ صوبه دار کابل بود (ر ک به بلاکمین ص۳۷۷ نمره ۵۷)، بعد از فوتِ اکبر شاه
شاه حسین خان شاملو حاکم هرات قندهار را محاصره نموده،

(حاشیه ص۵۶۴) ۱ـ ۵ ک: محمود را بفرستند،

بر رای ارباب ہنر پوشیده نماند که آن عزیز پارهٔ شعر گفته و تخلص محمود کرده ولیکن بنابر کثرت شغل دنیوی دیوانی ترتیب نه داده است، اکثر ابیات آن منصف قدردان نزد فقیر بود در ہنگامی که آتش بخانهٔ این ضعیف افتاد آنہا سوخت، چنانچه شمهٔ ازین واقعه در مرتبه ثانی[1] رقم زدهٔ کلک بیان گشته است، بنابران شعر مناسبی ازان نور دیدهٔ مردم اہل بر بیاض نرفت، این دو بیت بضرورت ثبت افتاد رباعی

چندانکه سرکشی ز تو نورس غنیمت است	افتادگی ہم از من بیکس غنیمت است
دور از تو شام ہجر که دور از تو کس مباد	دارم غمی که صحبت او بس غنیمت است

ذکر (۴۴۱)

مولانا شرمی[2] قزوینی[3]

شاعری رنگین و سخنوری متین است و بزبان قزوینی نیز شعر را خوب می گوید و آنچنان

---

[1] در "ثالث" را حک کرده مبدل به "ثانی" کرده است، و صحیح "ثالث" است که ذکر سوختن خانه اش در مرتبه ثالث بذیل ترجمهٔ آقا صفی صفاہانی (ص ۵۴۹) کرده است [2] در منتخب الاشعار مبتلا ست:

مولانا شرمی: نامش نظام الدین احمد است، در زمان شاه عباس بخیاطی کسب معیشت می کرد، او راست:

دم مرگست از من یک نفس دردِ دلی بشنو	که ترسم لحظهٔ دیگر زبانم بر زبان پیچد

(ترجمه اش که در مخزن الغرایب مآک به فهرست بادلی عمود ۳۴۲ نمره ۱۲۲۲ درج است حاصل آن نیز ہمین است) ظاہرا مراد مبتلا ازہمین شرمی قزوینی است، در عالم آرای عباسی (ص ۵۸۶) گفته است که بوقت جلوس شاه صفی در ۱۰۳۸ مولانا شرمی قزوینی مصرع ذیل را تاریخ یافت ع صفی پا بر اورنگ شاہی نہاد، نیز مآک به عالم آرای ص ۱۳۵ [3] ۵۳ مآ: قزونی (و آن تصحیف است)

است مسوّد این اوراقِ پریشان عبدالنبی فخرالزمانی را با آن عزیز اہلِ دوست ملاقات واقع شد، آن قدر مردمی و احسان که باین ضعیف نمود درین جزوِ زمان کم کسی درحقِ کسی می نماید، ایزد تعالیٰ نیکان را خیر دہاد!

القصّه دران سفر از راہِ نارنول روانۂ پنجاب شد و منزل بمنزل در خدمتِ آن قدردانِ ہنرمندان بشگفتگی و خرّمی گذرانید و آن عزیز بہر سرزمین بفیضی که می رسید غزلی طرح می فرمود، میر نعمت اللّٰه وصلی نیز دران سفر ہمسفر بود چون به سرہند رسیدیم محمود بیگ در باغ حافظ رخنه این مطلع در بدیہه گفت و طرح ساخت مطلع این است مطلع

کسی ز حالِ منِ خسته گر خبر گیرد　　شمارِ سوزِ درونم ز چشمِ تر گیرد

وصلی در ہمان روز این غزل را گفت مقطعش این است بیت

کنون که نوبتِ وصلت به وصلی افتاد است[۱] (۳۴۳) بچرخ گوی که ایام را ز سر گیرد

این بیت را این ضعیف دران روز گفت

دلم براہِ وفا راست می رود زان سان　　که نیم گام اگر کج نہد ز سر گیرد

چون مسوّد این اوراق باتفاق آن قدردانِ بی نفاق به لاہور رسید محمود بیگ وصلی را ہمراہ خود بجہت وکالت الہداد خان به بنگش برد، این ضعیف ازیشان وداع شده بدارالعیشِ کشمیر رفت ازان تاریخ که آخر سنه خمس عشرین الف بود تا لغایه که سالِ ہجرت به ہزار و بیست و ہشت رسیده دیگر ازیشان خبری ندارد[۲]،

---

[۱] ر.ک به صفحه ۴۴۰ ببعد [۲] اگر ازیشان محمود و وصلی ہر دو مراد اند این عبارت خالی از تسامح گونه نیست ازانکه بر ص۴۴۲ احوال وصلی را تا آخر ۱۰۲۶ه درج کرده است،

انتظامِ نظم شده است، چون ولایت آذربایجان (۳۰۴ب) به تصرفِ رومیان درآمد، بنابر ضرورت دل از حبِّ وطن برداشته، وقتی که جمیع تبریزیان فرار نموده بدار الموحّدین قزوین آمدند او نیز آمد، و در شهرِ مذکور رحلِ اقامت انداخت و درانجا نشو و نما نمود،

مسوّدِ این اوراق را در وطن با صفائی ملاقات واقع شده، در علمِ فقه مهارت تمام و در عملِ آن جد و جهد بسیار داشت، در قرأت قرآن مجید و فرقان حمید قاری بود و خطِ نسخ را بغایت خوب می نوشت، طرفه تر این که با این همه هنر وجهِ معیشتِ خود از کسب دلاّلی می گذرانید، اکثر فضلا و فقها و فصحا و شعرا بدکّانِ او می رفتند، خدمتِ آن جماعت را بی طمع و توقّع می نمود و شب ها به کتابتِ کلامِ ملکِ علّام مشغول می بود، وقتی که مصحفی بمرورِ ایّام باتمام می رسانید آن را بقاریان و حافظانی که استعدادِ هدیه کردنِ قرآن نداشتند و استحقاقِ آن داشتند تکلّف می فرمود،

پیمانۀ عمرش در سنه ست عشر و الف در دار الموحّدین قزوین پُر شد، در مزارِ شهرِ مذکورش دفن ساختند،

اشعارِ خوب و ابیاتِ مرغوب ازان فریدِ زمانِ خویش بسیار مانده ولیکن بر بیاض نرفته و دیوانش ترتیب نیافته است، این پنج بیت ازوست،

مقطع

بادۀ وحدت صفائی درخورِ هر کام نیست

(۳۰۵) وحشیی باید که بر لب گیرد این پیمانه را

رُباعی

تا چند دلا بنفس مزدور شوی خواهم زلباس عاریت عور شوی

سیاه زبان واقع شده که هر که را بهر زبان هجو کرده یا تاریخ فوت او در حیاتِ او گفته بلای عظیم بر سر او آمده یا سال بسر نبرده، مولدش از دار الموحّدین قزوین است و فرزند مولانا مشفقی قزوینی است، پاره در ایران سیاحت کرده و بسعادتِ بندگیِ پادشاهِ ستاره سپاه، شمع دودمانِ نبوی، شاه عباس حسینی صفوی مستسعد گردیده و انعامات از ایشان یافته است، الحال نیز در عراق در خدمتِ آن شهریارِ گردون اقتدار است،

این دو سه بیت از وست

بسی فارغ دلم کو عشق تا در دم بجان پیچد
صدائی نالهٔ زارم چو نَی در استخوان پیچد
نهادم عمرها بر بستر آسودگی پهلو
بهل تا یک دو روزم غم بدستِ امتحان پیچد

من آن شیرین شمایل را بنازم
من آن غارت گر دل را بنازم
ز زهر غمزه هر سو عالمی کشت
بنازم زهرِ قاتل را بنازم
کمالِ عقل در دیوانگی هاست
بنازم عقلِ کامل را بنازم

ذکر
صفائی

مولدش از تبریز ست، در وطن خویش بسن رشد و تمیز رسیده و در مقام

برده مدفونش ساختند،

آن زبدهٔ نغمه سنجان شعر متفرقه بسیار گفته ولیکن بر بیاض نه برده است،

این غزل از وست **غزل**

از سر نتوان کردن سودای محبت را — آسان نتوان گفتن غوغای محبت را
آتش زده در دلها بر گرد سرت گردم — آتشکدهٔ کردی دلهای محبت را
جز عشق نمی خوانم، جز یار نمی دانم، — بی او نزنم بر هم لبهای محبت را
گو شمع شب افروزی گو برق جهانسوزی — تا پاک بسوزاند شیدای محبت را
پر کالهٔ دل را این بر گوشهٔ دستارم — بر سر زده ام اکنون گلهای محبت را

زنهار حریفی را آزرده مکن ای گل
زین بیش مکن خوارش سودای محبت را

ذکر

میر عبد الله مژه

آن عزیز را میر عبد الله مژه بجهت این می گویند که در وقت حرف زدن چشم بسیار بر هم می زند، تخلص او فریبی است، و شعر را هموار می گوید و ابیات متفرقه بسیار دارد ولیکن دیوان ترتیب نداده است،

مسوّد این اوراق را با آن دردمند در دارالعیش کشمیر ملاقات واقع شد مولدش از شهر مذکور است، در انجا بسن رشد و تمیز رسیده و نشوونما (۱۳۰۶)

---

۱ نا: کرده ۲ آ نا: خارش،

خود را بہ شرارِ آتش عشق بسوز تا شعلہ مثال سر بسر نور شوی

ــــہ

تب در تنِ من دوش ز حرمان می سوخت چون شمع مرا ز سوزِ دل جان می سوخت
من بی خبر و محبتِ دوست بہ جان آتش زدہ آشکار و پنہان می سوخت

ذکر

حریفی مصنف[1]

مولدش از دار الموحدین قزوین است، در وطنِ خویش بسن رشد و تمیز رسیدہ و نشو و نما نمودہ است، این ضعیف را با او کمال آشنائی بود، در علم موسیقی مہارت تمام داشت، در فنِ اصول عدیل خود نداشت، چنانچہ اکثر غزلہای خود را بزیورِ نغمہ رنگین گردانیدہ نقش و صوت ساختہ است، الحال اکثر مصنفات او در عراق و خراسان بر زبانِ اکثر بلبل نوایانِ گلشنِ نغمہ سرائی بسیار است،

نامِ حریفی یزدان است، وجہِ معیشت از گیوہ کشی و جورب دوزی بہم می رساند و ہرچہ دران کسب پیدا می نمود صرفِ دردمندان می فرمود،

در سنہ ست عشر و الف بعزمِ سیرِ طہران از قزوین بر آمد، در راہ اول تبہ بسیرِ کوہہ کہ در نواحی شہر مذکور واقع است مقید شد، ہنوز آب آن موضع را سیر (۲۰۵ ب) نیاشامیدہ بود کہ بیمار گردید و در ہمان ضعف در انجا سفرِ آخرت اختیار کردہ، چون کوہہ بہ طہران نزدیک تر از قزوین بود بنابران رفیقانش در انجا

---

[1] در ہ لفظ 'مصنف' ندارد،

شرابی کہ گل بر دماند ز سنگ — کشد آبِ حیوان ز کامِ نهنگ
شرابی کزو شد دلِ غم زده — چو وادی ایمن تجلّی کده
دماغ از شمیمش بهاری شود — بیادش درون لاله زاری شود

~~~~~~ ◆ ~~~~~~

ذکر
ضیائی مُوشّحی

آن عزیز یکی از دردمندانِ این روزگار است، تولّدش در دارالسرور جونپور واقع شده و در انجا بسنِّ رشد و تمیز رسیده و اباً عن جدٍّ موزون بوده، اکثر ابیاتِ خود را هم چو پدرِ خود موشّح می نماید[1]، در اوّل جوانی در ملازمت میرزا شمس الدین (۲۰۰ ب) جهانگیر قلی خان[2]* که خلفِ ارشدِ ارجمند و ولدِ عزیزِ سعادت مندِ خانِ عظیم الشان اعظم خان است، بسر برده و در خدمتِ ایشان پارهٔ در گجرات بوده، درین ایّام در پتنه ساکن است، عددِ ابیاتِ او بچهار هزار وکسری می کشد، این دو سه بیت از ساقی نامه[3] اش مناسب لسیاق این تسوید دانسته بر بیاض برد

مثنوی

بیا ساقی آن زینتِ جام را — می زعفرانِ طبعِ گلفام را

---

[1] آ: سازد [2] آ: جهانگیر قلیج خان (که تصحیف جهانگیر قلی خان است) — شمس الدین را جهانگیر در ۱۰۱۶ھ به جهانگیر قلی خان مخاطب کرد و در همان سال به نیابت پدرِ خود به حکومت گجرات رفت، برای تذکرهٔ احوالش رک به بلاکمین صـ۴۵۰ نمره ۱۶۳، [3] آ رک به ح ۴ صـ۵۷۲،
~~~~~~

نموده است و هرگز از برای سیر محنتِ سفر اختیار نفرموده، این بیت از ابیات برجستۀ اوست بیت

تاری از زلفِ تو با شانه نیاید[1] بیرون
که بآن صد دلِ دیوانه نیاید بیرون

ذکر
ذهنی[2] کشمیری

مولدِ آن عزیز نیز از دار العیش کشمیر است، هرگز از وطن نیامده و مسافرت نکرده است، نشو و نمای او در وطن واقع شد تا لغایۀ ملاقات این ضعیف دیوان ترتیب نداده بود[3]، ولیکن عددِ ابیاتش به چهار هزار بیت می کشید، این چند بیت از ساقی نامۀ او مناسب لسیاق این تسوید دانسته ثبت نمود

مثنوی

شرابی که مست است از و جزو و کل چه اصل و چه فرع و چه خار و چه گل

---

[1] آ، ا: نیامد [2] محمد اعظم در واقعات کشمیر ترجمۀ او نوشته است که از منتخبانه مفصل تر است می گوید: ملا ذهنی شاعر از شعرای برجستۀ کشمیر است، با وصفِ کمال این فن از علوم دینی بهره ور بود و راهِ بتقوی هم داشت و در عهد خود در فن سخندانی در کشمیر بی نظیر بود، هر وقت بزم آرائی و محفل پیرائی با ارباب سخن می نمود و منقبت حضرات خلفای اربعه بسیار بمحبت گفته است، چهار قصیدۀ طولانی برای هر چهار خلیفه موزون کرده، (بعدش بیست و یک بیت انتخابی ذهنی را درج کرده است) [3] صاحب مخزن الغرایب می گوید: دیوانِ او را

است ازین بهتر* بیتی که مناسبت بسیاق این مجموعه دارد* از [واردات او] بنظر درنیامد بیت

یک حرف ازان دو لب خردم را زبون کند
آری می دو آتشه مستی فزون کند]

ذکر

درویش جاوید

آن فرید زمان و وحید دوران مرد درویش دوست درویش نهاد و صوفی صافی طویت پاکیزه اعتقادیست، و بمرتبهٔ درکورهٔ فقر سوز و گداز دارد که همیشه آتش عشق در کانون سینه اش فروزان و اشک ندامت از بحر دیدهٔ او در جریان است، مولد آن عندلیب گلستان اهل عرفان از دار الموحدین قزوین است و در صغر سن به وادی موزونیت و تصوف افتاده و اکثر اوقات با صوفیان با صفا و عارفان معنی آرا صحبت های مشتوفی داشته تا طبیعت را از صیقل (۱۲۷ا) صحبت آن طایفه به عشق آشنا گردانیده است و همیشه همه جا در سفر و حضر هرجا که بوده دم از تصوف زده و اشعار صوفیانه گفته،

مسوّد این اوراق پریشان را در سنه ثمان عشر و الف وقتی که تازه از

سلہ آ : بهتر ازین سلہ آ: اوراق داشت سلہ از حاشیه ا ساقط شده، از آ نقل شد
سلہ در آ عنوان ندارد سلہ آ آ :مستوفا +

بمن ده که عیشم جوانی کند | غم در عدم زندگانی کند
بده می کزین دورِ نامعتدل | رسد روزگاری که در زیرِ گل
در انگشتِ مردم کند زیوری | دهنهای ماران چو انگشتری

[ذکر

مولانا[1] رامی

یکی از شیخ[2] زادهای دارالامان هندوستان است] ، نام او شیخ خضر است[3] در ایامی که[4]....... در[5] قبضهٔ اقتدارِ* افاغنه بوده بیلده پتنه آمده سا[کن شد[6]]
گویند که در تمام عمرِ خویش تاهل اختیار نمنوده و درین جهان* فانی هفتاد و نه سال زندگانی کرده در سنه سبع *عشرین والف وقتی که مسوّد این اوراق پریشان عبدالنبی خان فخرالزمانی بشهر* مذکور داخل شد مولانا[7] [.....[8]] حیات بود و هم دران سال ازین دار ملال* بعالمِ مثال انتقال کرد ،

دیوانش بنظر این محقر درآمد ، از قصیده و غزل مجموع شش هزار بیت

---

1 ترجمهٔ رامی را در آ بر حاشیه افزوده است ، در تا عنوانش این است : ذکر شیخ خضر رامی ست ، 2 تا : آدمی زادهای 3 در تا بعدش افزوده : وتخلصش رامی ست 4 یک دو لفظ درین موضع از حاشیهٔ آ و تا ساقط شده ، بظاهر 'صوبه بهار' باید خواند 5 از حاشیهٔ آ ساقط شده ، از تا نقل شده 6 تا : شده است 7 در تا ندارد ، 8 در آ و تا ندارد ، غالباً 'رامی بقید' باید خواند ،

دار الضرب احمد آباد مقرر فرمود ، الحال آن درویش خیر اندیش دران شهر متوطن است و بدولت این بادشاه عالمیان پناه در همان بلده ساکن ،
الٰهی بقبولِ مستانِ کوی نیاز و به عزّت آب روی محرمانِ نهان خانهٔ رازکه تا رشحاتِ سحاب فیض حضرتِ تو از آسمان ریزان و قطراتِ[1] غمامِ فضلِ رحمتِ تو از چرخ باران است همیشه ابوابِ فیوضات وفتوحاتِ غیبی بر روی دولت این بادشاهِ درویش دوست مسکین نواز کشاده گردانی ! وذاتِ ملکی صفات این خسروِ عادلِ ظلم سوز ظالم گداز را همواره از جمیع آفات و بلیّات در حفظ و امان خویشتن داری !

لمولفه

خداوندا ! به نور اهلِ ایمان | بسیّاحانِ کوه و دشتِ عرفان
که این شه را چو گل فرخندگی ده ! | چو خضرش تا قیامت زندگی ده !

خاتمهٔ کتاب

منّت خدای را عزّ شانه، وشکر ایزد را عظم[2] سبحانه، (کذا) که زمانهٔ ناسازگار یاری و عمر بیوفا وفاداری بمولّف تالیف عبدالنبی فخرالزمانی نمود تا این می خانهٔ رندانه واین کتاب دردمندانه را بنام نامی و القاب گرامی خانِ والاشان فریدون فر جمشید شان سکندر شکوه دارا نشان

---

[1] ازینجا تا شعر آخر کتاب در "سا" ندارد ظاهراً بقدر یک ورق ازان نسخه ضایع شده

[2] سا : عظّم ،

ایران بدارالامان هندوستان آمده بود با او ملاقات واقع شد، دران ایام سالِ عمرِ[1] جاوید به سی می کشید* و دران سن قریب به پانزده هزار بیت در برابر مثنوی مولوی معنوی[2] به رشتهٔ نظم در آورده بود، این بیت از اوّلِ مثنوی آن عزیز است بیت

مشنو از نی بشنو از صاحب نفس ... کز جدای ناله نشنیداست کس

این مقطع نیز که مناسبتی به سیاقِ این تسوید دارد از وست مقطع

در محفلی که نوش کنند اهلِ دل شراب ... از ساغر امید به جاوید خون دهند

آن صوفی صافی نهاد طوفِ مکّهٔ معظّمه نموده و اکثر بلادِ ربعِ مسکون را گشت کرده است، چون در سنه سبع عشرین و الف که رایاتِ جلالِ جهانگیری در بلدهٔ[3] گجرات به عزّو اقبال نزولِ اجلال فرموده بود عرصهٔ آن سرزمین مخیّمِ عسکرِ فیروزی اثر این پادشاهِ رعیّت پرور مرحمت گستر گردیده دران ایّامِ خجسته فرجام درویش جاوید در احمد آباد بود، به وسیلهٔ نوّاب مستطاب جملة الملکی مختار الدولة (۳۰۷ ب) العلیة العالیه اعتماد الدوله که طبعِ وقّادش صیرفی جواهرِ معانی وضمیرِ منیرش ممیّزِ گوهرهای کانی ست به سعادت کورنش وتسلیم بادشاهِ آسمان جاه، خورشید کلاه، فلک بارگاه، دارا درایت، سکندر شوکت، آفتاب جبهت، یوسف طلعت، خدیوِ جهانگیرِ کشورکشا، شاه نور الدین محمد جهانگیر بادشاه مستعد گردید، آن جم جاه انجم سپاه درویش دوست جزوی نقد به جهت وجه معیشت جاوید از

---

[1] آ: عمرش به سی رسیده [2] در آ بعدش افزوده: جلال الدین محمد رومی،
[3] ۲۵ دی ماه ۱۰۲۵ھ (جنوری ۱۶۱۹ء) جهانگیر داخل احمد آباد شد و بعد قیام یک ماه و شش روز به یکم اسفندارمذ جانب مالوه روانه شد (ترجمه توزک ص ۴۲۳ و ص ۴۳۵)،

پیوسته از رشحاتِ سحابِ رحمتِ بی نهایت خویشتن همیشه با طراوت و شاداب داری!

بیت

یارب این آفتابِ تابان را | ابرِ جود و سحابِ احسان را
برسرِ اهلِ فضل تابان دار! | دستِ جودش چو خور زرافشان دار!

تاریخِ اتمامِ کتاب

درجهان از جمعِ ساقی نامه‌ها | ساختم میخانهٔ رندانهٔ
کز سوادِ خطِّ آن آید بچشم | بی تکلّف معنیِ مستانهٔ
بس که جوشِ بادهٔ معنی دروست | بیت بیتِ او بود میخانهٔ
شیرگیری گر ازو آید برون | بشکند بتهای هر بت خانهٔ

عقل آورد از پی تاریخِ آن
بادهٔ[1] در میخانهٔ رندانهٔ

۱۰۲۸ = ۱ ۰ ۱ ۶ + ۱۲

تمام شد

---

[1] در آ بعدش افزوده:

میخانهٔ من که حاصلِ عمرِ منست | مجموعهٔ اخبار و بیاضِ سخنست
نثرش بمزه چو نوعروسِ بکریست | نظمش همه بانشّهٔ آبِ کهن است

بتاریخ هفدهم محرم سنه ۱۰۳۰ تحریر یافت تم

بیت

معدنِ حلم و مروّت، آبروی بحرِ جود　　یادگارِ خواجهٔ هر دو سرا سردارخان

باتمام رسانید، خانِ نکته دانی که بانواع حلیهٔ ادب متحلّی و اصنافِ زیورِ دانش متجلّی است، دولتمندی که همگی همّتِ والا نهمتش رعایتِ خاطرِ اربابِ فضیلت واجب می داند، سعادتمندی که دستِ سخاوتِ طبیعی او زبان . . . [1] . . . طبیعت به مدح و ثنای خود گویا می گرداند، آفتاب مکرمتی که لمعاتِ شوارقِ عنایتِ بی غایتش عرصهٔ عالم را منوّر ساخته و نفحاتِ نسیمِ عاطفت و مرحمتش دماغِ جهانیان را معطّر گردانیده، سحاب مکرمتی که رشحات جویبارِ جود و احسانش نزهت بخشِ آمالِ انام است و قطراتِ غمامِ انعامش محضرِ ریاضِ امیدِ خاص و عام،

ذرّه پرورا! از پردهٔ خیالِ این ضعیف چه بر روی کار آید که آن مدح و ثنای تو خورشید منزلت را شاید؟ همان بهتر که به عجز (۳۰۸ ب) و انکسار اقرار نموده زبانِ دل به دعای ازدیادِ عمر و دولت حضرتت کشاید مصراع

شد وقت آن که ختم کنم بر دعای تو

بیت

دعاهای که برلب نارسیده　　نویدِ فاستجبنا ها شنیده

الٰهی! ابمستانِ شرابِ شوقِ ازلی و باده پیمایانِ صهبای بی خمارِ لم یزلی که همواره گلشنِ دلگشای اقبالِ این نهالِ برومندِ بوستانِ سیادت را از فیضانِ زلالِ فیوضاتِ غیبی سیراب داری! و روضهٔ خوش هوای جاه و جلالش را

---

[1] در اصل لفظی ازین جا محو شده،

فهارس

فهرست اوّل

اسمای رجال و قبایل و امم وغیرها

(حواله صفحه شامل است حواشی را که بذیل آن صفحه مرقوم است، و از حرف (ح) حاشیه مراد است لفظ ابو آل ملا وغیره را بوقت ترتیب عموماً از نظر انداخته شد)

ب

ت

ث

پ

چ

ح

آذربایجان ۹۶
خواجه حسین ثنائی ← به ثنائی
حسین خان چک ۴۹۱ ح ،
حسین خان شاملو بیگلربیگی خراسان
۳۹۲، فصیحی را رسوا کرده محبوس کند
و بعد ایامی تلافی این بی اعتدالی کند
۳۹۲ ببعد، ترکیب بند فصیحی بنامش
۳۹۵، ۴۰۲ ح، ۵۶۴ ح ،
حسین خان قاچار (؟) — و حموبیگ
ترکمان ۵۶۳،
حسین مرزا بایقرا — و جامی ۹۴ تا ۹۶، ۱۰۱،
سلطان حسین مرزا بن بهرام مرزا مخدوم
هلاکی ۲۴ ح،
میرحسینی پدر عسکری کاشی
امیر حمزه بن عبدالمطلب صاحب قصه
۵۰۱، ۵۰۳، ۵۰۷،
حیاتی گیلانی ۸، ترجمه اش ۵۳۵-
۵۳۷: مولد او و سیاحت او
۵۳۵، و پرورشش به هند و تربیت حکیم
ابوالفتح گیلانی او را ایضاً، — و
خانخانان ایضاً، — و اکبر و جهانگیر

۵۳۶، مثنوی او و صله که از جهانگیر
یافت ایضاً، وفات و مدفن او ایضاً
ابو حیان طبیب معاصر محمد صوفی ۲۴۶ ح
حیدر خصالی ← به خصالی
میر حیدر ذهنی صفاهانی = میر حیدر ذهنی
کاشی ۲۶۰ ح
میر حیدر ذهنی کاشی — و عادلشاه ۲۶۰،
۲۶۱ ح، معاصر ملک قمی و ظهوری
۲۶۷، — و عسکری کاشانی ۲۷۷،
میر حیدر معمائی = میر رفیع الدین حیدر
طباطبائی

خ

خاتم پیغمبران = محمد
خادم = احمد علی بن محمد حاجی ہاشمی سندیلوی
خاقان کبیر = (شاه) منوچهر
خاقانی ۱۱، ۵۹،
خان آرزو ۲۶۰ ح
خان جهان افغان بر سر عنبر ۲۶۲،
میرملکی از کوکبیان او ایضاً، بی لطفی او
با میر ایضاً

د

ز

س

ش

صاحب داد بن الهداد خان آمدنش به کابل و از انجا سوی جهانگیر و انعام یافتن ۵۶۴ بعد

صاحب قران = تیمور

صادق بیگ نقاش اصفهانی معاصر ابو تراب بیگ فرقتی ۲۲۲ ح،

میرزا صالح تبریزی تفنگ ساز که ملازم شهزاده پرویز بود ۲۳۵، تاریخ فوت فغفور که او گفته ایضاً،

صحیفی ۸، ۲۴۲ ح، ترجمه اش ۲۴۴ - ۲۴۵ : مولد و نسب او ۲۴۵، کلامش ایضاً، خوش نویسی او ایضاً، مدفنش و تاریخ فوت او که شفائی گفته ایضاً، ساقی نامهٔ او ایضاً، ۲۴۶، ۲۴۸، ۲۴۹،

صدر الدین (بن شیخ بهاء الدین) ۳۳ ح،

صدر الدین قونیوی - و عراقی ۳۶،

صدر الشریعه گیلانی ۱۳۱ ح،

صفائی ۸، ترجمه اش ۵۶۸ - ۵۷۰ : مولد او و فرارش به قزوین ۵۶۸، ملاقاتش با مؤلف ۵۶۹، دسترس او در علوم و فنون و کسب او ایضاً، تاریخ فوتش و مدفن او ایضاً انتخاب کلامش ایضاً

صفدر خان (ولد میرزا یوسف خان ۴۷۸) صاحب صوبه کشمیر فزونی را در خدمت خود نگاه دارد ۴۷۴، فزونی در لاهور از و جدا میشود ایضاً، احمد بیگ کابلی در صوبه داری کشمیر جانشین او بود ایضاً، عسکری به ملازمت او رسد ۴۷۸ ببعد، و بلاهور آمده از و جدا شود ۴۷۹،

صف شکن خان مرزا لشکری = صفدر خان

آقا صفی صفاهانی (آقا صفی قلندر ۵۶۲) ۸، ترجمه اش ۵۴۸ - ۵۵۰ : اصلش و سفرش به هند و نوکری آصف خان ۵۴۸، در لباس قلندران سیاحت هند کند ایضاً، نوکری مهابت خان ایضاً، ملاقاتش با مولف و عمرش در ان وقت ۵۴۹، مثنوی او و عدد ابیاتش ایضاً، ساقی نامهٔ او در خانهٔ مؤلف تلف شده ایضاً، نمونهٔ کلامش ۵۵۰، — و مولانا انور ۵۶۲، ۵۶۷ ح،

مرزا امان اللہ شعر گوئی کنند ۵۰۵
ببعد، مولفات او ۵۰۷، بہ کشمیر رسیده
با میرزا نظامی بسر برد ۵۰۹ (=۳)،
تالیف دستور الفصحا ایضاً، تمام
میخانہ در پتنہ ۴۶۳، تالیف میخانہ
و فرار او بلاہور در لباس فقر ۵۰۸،
(نیز بہ ببینید ص۳)، در ۱۰۲۶ بہ مندو
و ازانجا بہ بہار رسد ۵۰۹ (=۳)،
ملازمت نواب سردار خان و لعنون
میخانہ بنامش ۵۱۰ (=۴)، ۵۷۷ (=۵)،
صحیفہ سوم کتاب میخانہ بوقت تحریر ترجمہ
خودش ناکمل است ۵۱۰، ۵۱۴ ح،
۵۱۸، فصحا کہ مولف بایشان برخورده
۵۲۴ ببعد، تاریخ تالیف میخانہ ۵۵۲،
تاریخ اتمام کتاب ۵۷۹، خانہ اش
در پتنہ سوختہ ۵۴۹، و کلام محمود
بیگ درین حادثہ ضایع شده ۵۶۷،
غزل گوئی او با محمود بیگ و وصلی
۵۶۶، وداعش از اینہا و رفتن او
بہ کشمیر ایضاً، تاریخ داخل شدن
او در پتنہ ۵۷۴، وصفش سردار خان

را ۵۷۸ (=۴) آشنائی او با رونقی
ہمدانی ۵۴۱، و با حریفی ۵۷۰ مجالست
او با شکیبی ۲۳۴، بزمان کتابداری
میرزا امان اللہ ہم صحبتی او بہ حکیم رکنا
۳۶۷ ببعد، مقابلۂ دیوان رکنا برای
کتاب خانہ میرزا ۳۶۸، مصاحبت او
با عسکری کاشانی و غزل گوئی با وی
۴۷۹، تحقیق احوال وصلی و عسکری از
ایشان ۴۳۹، ۴۷۹، مصاحبت او
با مولانا انور ۵۶۲، ملاقاتش بہ ملا محمد صوفی
۳۴۵، و شاپور رازی ۳۸۱، و طالب
آملی ۳۸۶، و مرشد خان ۴۱۳، و
عارف ایگی ۴۲۱، و کامل جہرمی ۴۶۸،
و اوجی کشمیری ۴۹۲، و حیاتی گیلانی
۵۳۶، و موزون الملک ۵۳۸،
و نادم گیلانی ۵۴۶، و صفی صفاہانی
۵۴۹، و عطائی جونپوری ۵۵۳،
و محوی اردبیلی ۵۵۷، و باقیا (در
اجمیر و پتنہ) ۵۵۹، و کیفی ۵۶۱،
و محمود بیگ (کہ احسانہا بر مولف
کرد) ۵۶۶ (=۵۰۸) وصفائی

ترخان) ۸، ترجمه اش ۲۲۵-۲۲۹:
اوصاف حسنهٔ او و حکایتی بدین معنی ۲۲۵،
رتبهٔ شعرش و اقتباسات از کلامش
۲۲۷، نغمه شناسی و طنبور نوازی او
و رباعیات مرشد درین باب ۲۲۸،
دیوان او ۲۲۸، قصه خرید تخلص ۲۲۹،
اسمای بعضی از ارباب هنر که در خدمت
او بودند ایضاً، وفات او ایضاً، ساقی
نامهٔ او ۲۳۰، ممدوح سنجر ۲۵۲ ح،
— و فغفور و مرشد و اسد ۳۲۳
ببعد، ۳۸۵ ح، — و طالب آملی
۳۸۶، به تحریک اسد مرشد را از
شیراز طلبد ۴۱۱، قصیده که
آورد مرشد در مدح او ایضاً، عطای خطاب
خانی به مرشد ۴۱۲، ۴۱۴، ۴۱۳ ح، قصیدهٔ وصلی در مدح او ۴۱۴
ببعد، ۴۴۴، بر مسند قندهار ایضاً ۵۵۹ ح ببعد،

غروری شیرازی ۴۵۰ ح،

میر غروری کاشانی

۸، ترجمهٔ او ۴۵۰
— ۴۵۱: مولد او و توطن او به
شیراز ۴۵۰، در لار قصیدهٔ انوری
بنام خود کرده صله گیرد ۴۵۱، سیاحت
او به هند و ساقی نامهٔ او ایضاً،

غنی کشمیری ۵۴۰ ح

غیاث بیگ اعتماد الدوله

— و
طالب آملی ۳۸۸، — و عارف ایگی
۴۲۶، — و باقیا مصنف ۵۵۹،
و درویش جاوید ۵۷۶،

غیاث الدین علی

(۱) = والد خواجه حسین
ثنائی ۱۶۲،
(۲) = ۲۱۶ م ک به غیاثای
منصف
(۳) = پدر عارف ایگی ۴۲۱،
اندوز او به پسرش ۴۲۲،

غیاث الدین محمد بلبن

۶۱

مولانا غیاثای منصف

۸، ترجمه اش
۲۱۶ - ۲۱۸: اوصاف او ۲۱۶،
تخلص و نام و مولد و موطن او
ایضاً، — به ملازمت میرزا جعفر
و میرزا رستم قندهاری رسد ایضاً
— و محمد قلی قطب شاه ۲۱۷، بار
ثانی ملازم میرزا رستم شود ایضاً،

غ

ق

محوی ازو ۵۵۸، ترجمه اش ۴۰۸
- ۴۱۳ : طرز شعر او ۴۰۸، نام
و تخلّص او ۴۰۹، عاشق پیشگی او و
رباعیات او درین باب ایضاً قصاید
او در نعت و منقبت و ابیات او در
وصف بروجرد ایضاً سیاحت او
و قیامش به شیراز ۴۱۰، ساقی نامه
را بنام محمد قلی خان تمام کرده ایضاً -
و میرزا غازی ۴۱۱، اقتباس از
قصیدهٔ که در مدح میرزا گفته ۴۱۱
ببعد، خطاب مرشد خانی ایضاً ۴۴۰،
در قندهار ایضاً ملازمت او مهابت
خان را و مصاحبت با مولّف ۴۱۳،
در دکن ایضاً بوسیلهٔ آصف خان
ملازم شاهجهان شود ایضاً، ساقی نامه
۴۱۰ ح، ۴۱۴، ۴۱۶، ۴۱۸ -
استاد وصلی ۴۳۹، وصلی را به سند
طلبد ۴۴۰،

مریم ۱۸۷، ۴۴۶،
مسعود ملاک به امیدی رازی
مسیح (۱) عیسیٰ

(۲) یا مسیح ثانی یا مسیحا
یا مسیحی ۳۶۱ ح = حکیم رکنا
مسیح بیگ هم شهری مولف که مدار المهام
سرکار میرزا امان الله بود ۵۰۳، مولف
را به میرزا رساند ایضاً
میرزا ملک مشرقی ۸، ترجمه اش ۴۰۱
- ۴۰۳ : ناظم و ناثر ۴۰۱، مولد و
نام و تخلّص او ۴۰۲، قصیده اش در
مدح حاتم بیگ اعتماد الدوله و صله یافتن
ازو ایضاً، به وسیلهٔ حاتم بیگ بدرگاه
شاه عبّاس رسد و تربیت یابد ایضاً،
تعداد ابیاتش ایضاً، منشی رکاب شاه
ایضاً، ساقی نامهٔ او ۴۰۳، ۴۰۳ ح،
مشفقی قزوینی والد شرفی ۵۶۸،
مصلح الدین سعدی ۶۲ ملاک به سعدی
مظفر حسین مرزا ۱۰۴، نسب او ۵۵۱،
- و حیدر خصالی ایضاً،
میر معز الدین کاشی ۲۵۲ ح،
معزّ الملک (باخنرحی یا باخرزی) التین
او بر سر دلپت پسر رای سنگه بهتیه
۴۶۰، - و میر ملکی ایضاً، ۴۶۱،

محمد هاشم = سنجر بن حیدر معمّائی
شیخ محمود پدر نوعی مع پسر خود به گجرات
رود، ۲۰۱ — و ابوالقاسم سیری
ایضاً
امیر محمود (سیف الدین والد خسرو)
۶۰ ببعد،
محمود [غزنوی] ۴۸۴
محمود بیگ ترکمان [محمود] ۵۰۸ ح، ترجمه
اش ۵۶۳ - ۵۶۷ : اصل او
۵۶۳، ملازمت حسین خان قاچار
را ترک کرده به قندهار رسد ایضاً،
بملازمت خان دوران در قندهار و
کابل ۵۶۴، مهام سرکار خان بوقوف
او سرانجام یابد ایضاً، — و
پسر جلاله ایضاً، صاحب داد را با
عریضهٔ خان دوران به جهانگیر بر دو
کامیاب باز آید ۵۶۵، منصب
یافتن او ایضاً، ملاقاتش با مؤلف
در سامبر واحسانش به مؤلف ۵۶۶،
غزلگوئی او با وصلی و مولف ایضاً،
به بنگش رود ایضاً، تخلص او ۵۶۷،

نمونهٔ کلامش ایضاً ابیاتش تلف
شود ایضاً،
محوی اردبیلی ۸، ترجمه اش ۵۵۶ -
۵۵۸ : اصل و مولد و منشای او
و ورودش بهند ۵۵۶، بملازمت
میرزا رستم صفوی ایضاً، ورودش
باجمیر و ملاقاتش با مولف و عمرش
در آن وقت ۵۵۷، وفات او به
برهانپور ایضاً، نمونهٔ کلامش ایضاً،
تاریخ فوت او از مرشد ۵۵۸،
شیخ محی الدین عربی ۲۷، ۲۶ ح، قبر او
۴۷، ۹۵،
میر مختار مولف مخزن الاخبار ۱۱۲،
خواجه مراد والد اسد بیگ قزوینی ۵۵۴،
مرتضی نظام شاه = نظام شاه دیوانه
ملا مرشد (بروجردی) ۸، ۲۱۹ ح،
رباعیات او در مدح میرزا غازی
۲۲۸، معاصران او در خدمت میرزا
غازی ۲۲۹ — و وصلی ایضاً، قصه
او با اسد و فغفور و میرزا ۲۳۲
ببعد، یاری او با محوی و تاریخ فوت

جهانگیر رساند ۲۳۷، مرحمت کردن
جهانگیر رکنا را بدو و مروتش به
رکنا ۳۶۷، بازگرفتن جهانگیر رکنا
را ازو ۳۶۹، به دکن رود ایضاً،
۴۱۴ ح، — و مرشد خان ۴۱۳،
رشید خان از کومکیان او مقرر شود —
و میر ملکی ایضاً ۴۶۱، مسیح بیگ
قزوینی را مدار المهام سرکار پسرش
امان الله ساخته ۵۰۳، جمعی از عرابان
را نوکر داشت ایضاً، — وصفی صفاهانی
۵۴۸، ۵۶۲، ۵۵۰ ح، — و خصالی
۵۵۱، — و اسد بیگ قزوینی ۵۵۵،
۵۶۲،

میر = فغفور گیلانی ۳۳۲ ح

میر پنبه زن والد وصلی ۴۳۹،

مولانا میرجان جد فصیحی ۳۹، ترجمهٔ او
ایضاً

میرزا خان = خانخانان ۲۴۱ ح

میرزای ترخان = میرزا غازی ترخان

خواجه میرک دبیر اصفهانی ۴۶۲ ح،
مرگ به چنگز خان

ن

نادم گیلانی (= شهسوار بیگ) ۸،
ترجمه ۵۴۶ - ۵۴۸، نام و مولد
او و سیاحت او در هند ۵۴۶،
ملاقاتش با مولف و عمر او دران ایام
۵۴۷ ببعد، نژادی او و وصف شعر
او ایضاً، رباعی او در مدح رکنا ۵۴۸،

ناصر خسرو ۶۴

ناظم تبریزی ۳۸۲ ح، ۳۸۷ ح،

نامی = افضل

مولانا نامی کشمیری والد اوجی کشمیری ۴۹۱،

ناهید ۲۱۳، ۲۱۵، ۲۴۷، ۳۱۲،
۳۱۳، ۴۴۶،

نبی = عبد النبی خان مولف میخانه

نجم ثانی دوست امیدی ۱۲۷،

نخلبند شعرا = خواجوی کرمانی

راجه نرندر ناته لاهوری ۴۰۹ ح،

حکیم نظام الدین (نظام الدین علی ۳۶۱ ح،
۳۸۴ ح) پدر حکیم رکنا ۳۶۱، اشعار
رکنا در مدح او ایضاً، قرابت او به طالب

فهرست دوم

اسمای مواضع

ی

فهرست سوم

اسماء کتب

(۱) اسماء کتب را که بواسطهٔ فهارس مخطوطات بر مضامین ایشان اطلاعی بهم رسید بذیل آن فهارس درج کرده شد نه بذیل اسماء آن کتب ۔

(۲) گاهی در حواشی این کتاب اسم مصنف مذکور است و کتابش مقصود، آن مواضع را بذیل اسمِ کتاب نشان داده شد نه بذیلِ اسمِ مصنّف،

حواشی

صفحہ ۳ س ۱۱: یحیی معاذ' معاذ انکے والد کا نام ہے۔ ہفت اقلیم میں یحیی کا ترجمہ بذیل ری دیا ہے۔ یہ حدیث میں یگانۂ روزگار تھے۔ چنانچہ رؤسا ری و ہمدان و خراسان نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ۲۵۸ھ میں فوت ہوئے۔ صاحب کشف المحجوب نے کہا ہے: من کلام او راسخت دوست میدارم کہ اندر طبع رقیق و اندر اصل دقیق و اندر سمع لذیذ و اندر عبارت مفید است'

صفحہ ۴ س ۶: ۱۳ ک بہ ص۵۷۷ س ۱۶' —— س ۱۷: کلیات نظم انوری (لکھنو ۱۸۸۰ء) ص۲۰۱: گفتنش (مثل متن)؛ —— س ۱۷: کلیات: لبجہ (بجای لبجہ) —— بین ساغری کن (بجای ہان ساغری ہان)؛

صفحہ ۹

۱- نظامی

س ۱۵: **فراہان**' ہفت اقلیم میں ہے: فراہان ولایتی آبادانست و در زمان سابق از منسوبات قم بود —— س ۱۸: ہفت اقلیم میں (بذیل شیخ نظامی ہے): والد وی از قم بودہ چنانچہ در اقبال نامہ اظہاری بدان کردہ می آورد قطعہ

نظامی ز گنجینہ بگشای بند　　گرفتاری گنجہ تا چند چند

چو در گرچہ در بحر گنجہ گمم　　ولی از قہستان شہر قمم

(نیز دیکھو آتشکدہ ص۲۲۷)' پہلا شعر خردنامۂ اسکندری (کلکتہ ۱۸۶۹ء) ص۱۵ پر ہے۔ مگر دوسرا شعر مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملا۔ گو دونو حصے سکندر نامہ کے دیکھے گئے۔ نیز دیکھو ہفت آسمان حاشیہ ص۲۶۔

صفحہ ۱۰

س ۱: در ایام سلطنت آل بویہ . . . در آمد' مؤلف نے نظامی کے بارے میں

خـتـم شـد

کے نام لکھی گئی۔ گو ان دونو کی تعریف (مع تعریف سلطان طغرل حاکمِ وقت) کتاب کے شروع میں ہے اور خاتمہ میں اتابک محمد کے فوت ہونے اور قزل ارسلان کے دربار میں جانے کا ذکر نظامی نے کیا ہے ـــــــ ہفت پیکر' ریو (ص ۵۶۷) نے اس خیال کی تردید کی ہے کہ ہفت پیکر (جو ۵۹۳ھ) کی تصنیف ہے۔ قزل ارسلان کے نام پر لکھی گئی جو ۵۸۷ میں فوت ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ کتاب علاء الدین کرب ارسلان کے نام لکھی گئی جو آقسنقر کی اولاد سے تھا اور جس کی مدح شروع کتاب میں کی گئی ہے۔ گو اس نام کے بادشاہ کا کہیں پتہ نہیں چلتا ـــــــ سکندر نامہ را باسم شاہ طغرل الخ یہ نسبت بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ مفصل بحث کیلئے دیکھو ریو ص ۵۶۸

بعید ـــــــ س ۱۹: آنقدر لطایف الخ ظاہراً مؤلف نے یہ عبارت نفایس المآثر سے نقل کی ہے' وہاں امیر خسرو کے ترجمہ میں ہے: نزد عقل چنین می نماید کہ لطایف و دقایقی کہ در پنج گنج نظامی مندرج است کسی را میسر نیست بلکہ مقدور نوع بشر نیست ـــــــ س ۲۰: و ہر کہ بعد ازان بزرگ دین ...... بخوردہ' ملا وحشی خلد برین میں کہتا ہے:

بانی مخزن کہ نہاد این اساس	مایہ او بود برون از قیاس....
ہر کہ بہ ہمسایگی او شتافت	غیرت شاہی جگرش را شگافت
شرطِ ادب نیست کہ پہلوی شاہ	غیر شہان را بود آرام گاہ
من کہ درِ گنج طلب می زنم	گام درین رہ بادب می زنم (آتشکدہ ص ۱۰۰)

صفحہ ۱۱

س ۵: چوں سن شریفش..... خرامیدہ' خردنامہ کے آخر میں کسی شخص کے شعر ہیں جو بظاہر نظامی کا معاصر تھا' ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ نظامی ۶۳ ½ برس کی عمر میں فوت ہوا۔ یعنی اگر حسب تصریح بالا شیخ کی پیدایش ۵۳۵ھ میں تھی تو وفات

غیر معمولی غلطیاں کی ہیں۔ ریو نے نظامی کی لیلیٰ و مجنون کے ایک شعر سے استدلال کرتے ہوئے نظامی کی تاریخ پیدائش ۵۳۵ھ قرار دی ہے۔ (دیکھو فہرست ریو ص ۵۶۴) اس حساب سے ناممکن ہے کہ شیخ کا والد ۴۰ھ میں گنجہ میں آبسا ہو کیونکہ وہ اسوقت تک ابھی وجود میں بھی نہ آیا ہوگا۔ اسی طرح غالباً یہ بھی درست نہیں کہ شیخ کا والد آل بویہ کے زمانے میں گنجہ میں منتقل ہوا اسلئے کہ اس خاندان کی حکومت ۴۴۸ھ کے بعد ایران میں نہ رہی۔ (دیکھو لین پول ص ۱۴۱)۔ —— س ۴: اسم شیخ یوسف الخ شیخ کا لقب اکثر اصحاب تذکرہ نے نظام الدین اور کنیت ابو محمد دی ہے۔ مگر میرے علم میں صرف حاجی خلیفہ نے لقب جمال الدین اور صرف ابو طالب تبریزی نے کنیت ابو احمد دی ہے (فہرست بادلی عمود ۳۱۱ نمرہ ۲۷۶)۔ شیخ کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ حاجی خلیفہ نے میخانہ کی طرح انکا نام یوسف بن مؤید بتایا ہے (ہفت آسمان ص ۲۵) آذر (آتشکدہ ص ۲۲۲) نے الیاس یوسف بن مؤید صاحب خلاصۃ الکلام (فہرست بادلی عمود ۳۰۱) نے احمد بن یوسف بن مؤید، ریو نے لیلیٰ مجنوں کے ایک شعر کی بنا پر ان کا نام الیاس اختیار کیا ہے —— س ۶: باستعداد صحبت حضرت شیخ جمال موصلی الخ مگر ہفت آسمان میں بحوالہ دولت شاہی و آتشکدہ لکھا ہے: و شیخ از مریدان اخی فرج زنجانی ... بودہ، —— س ۱۵: بہرام شاہ فخر الدین بہرام شاہ بن داؤد شاہ جسے بادشاہ ارمن و روم کہا گیا ہے۔ مشہور سلجوقی امیر منگوچک غازی کا پوتا تھا۔ ارزنجان کی حکومت اباً عن جدٍّ ان کے سپرد تھی۔ قلیج ارسلان ثانی روم کے سلجوقی سلطان کا یہ داماد اور محکوم تھا (دیکھو ریو ص ۵۶۵ اور لین پول ص ۱۵۵)۔ ——

س ۱۶: لیلیٰ۔ مجنوں جس شروانشاہ کے نام لکھی گئی اسکا پورا نام ریو (ص ۵۶۷) نے یوں دیا ہے:۔ جلال دولت و دین ابو المظفر اختستان بن منوچہر۔ اور کہا ہے کہ بظاہر اسکا اصلی نام اختستان تھا —— س ۱۷: خسرو شیرین ریو (ص ۵۶۶) کہتا ہے کہ یہ مثنوی قزل ارسلان کے بڑے بھائی جہان پہلوان اتابک شمس الدین ابو جعفر محمد بن اتابک ایلدگز

(ص۵۹۳) نے اختیار کیا ہے ـــــــ س ۵: شیخ محی الدین عربی خلاصۃ الاشعار تقی کاشی کا جو نسخہ میرے سامنے ہے اسمیں بھی (ص۲۴۱ پر) شیخ محی الدین اعرابی لکھا ہے وکذا ایضاً در مجالس العشاق نسخہ موزۂ برطانیہ (ریو ص۲۵۲)۔ س ۶: لمعات یہ رسالہ بظاہر ابتک طبع نہیں ہوا۔ جامی نے ۸۸۶ھ میں 'اشعۃ اللمعات' کے نام سے اسکی شرح لکھی ہے۔

ص ۲۸ - س ۱۹: شہاب الدین زکریا آ ہیں اسی طرح لکھا ہے مگر یہ غلط ہے۔ "بہاء الدین زکریا" پڑھو۔

ص ۳۰ - س ۱۴: ریو (ص۵۹۴) نے لکھا ہے کہ عراقی نے ۱۸ برس کی عمر میں ہمدان چھوڑا یہ بیان میخانہ سے فی الجملہ مطابقت رکھتا ہے۔

ص ۳۳ - س ۱۶: وچون شیخ را وقت الخ شیخ بہاء الدین کا سن وفات ۶۶۶ یا ۶۶۱ ہے (ریو ص۵۹۴)

ص ۳۶ - س ۳: شیخ صدر الدین قونیوی ۶۷۲ھ میں فوت ہوئے (ریو ص۵۹۴)

ص۴۰

س ۱۵: برفت و باز نیامد معین الدین پروانہ کی تاریخ وفات ریو نے ۶۷۶ھ / ۱۲۷۸ء دی ہے ـــــــ س ۱۷: خواجہ شمس الدین' ہلاکو [۶۵۴ تا ۶۶۳] کے زمانہ سے ارغون کی تخت نشینی (یعنی ۶۸۳ھ) تک ایلخانیوں کے دیوانی معاملات خواجہ کے سپرد تھے ـــــــ س ۱۹: شمس الدین عبیدی غالباً انہی کو تاریخ گزیدہ (ص۸۰۶) پر شمس الدین عَبدی تبریزی لکھا ہے۔ اور کہا ہے: "تا عہد غزان خان [از ۶۹۴ تا ۷۰۳] در حیوۃ بود' شرح مطالع و متن اقلیدس و رسالۃ الحساب از تصانیف اوست' مگر حبیب السیر ج ۳ جزو ۱ ص۱۰۹ پر انکا نام شمس الدین عبیدی ہی لکھا ہے ـــــــ مولانا ہمام الدین سے بظاہر ہمام الدین تبریزی المتوفی ۷۱۳ء مراد ہے۔ دیکھو دولت شاہ ص۲۱۸ ـــــــ س ۲۰ - امین الدین حاجی ملہ کا حال

کی تاریخ ۵۹۸ھ یا ۵۹۹ھ ہوگی ۔ تذکرہ نویسوں میں شیخ کی تاریخ وفات کے متعلق بہت اختلاف ہے اور ۵۷۶ھ سے ۶۰۶ھ تک مختلف تاریخیں تجویز ہوئی ہیں ۔ لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ ۵۰۲ھ جو میخانہ میں دیا ہے قطعاً غلط ہے ۔ البتہ ۶۰۲ھ ہوتا تو بعض اقوال کے مطابق تہا ۔ (اس بارے میں مفصل بحث کے لئے دیکھو مقالات آسمان ص۲۸ ببعد اور ریو ص۵۶۴ ببعد) ——— س ۶ : مدفن ایشان الخ آتشکدہ ص۲۲۷ پر ہے: وشیخ در گنجہ مدفون است و مزار کثیر الانوارش حال نیز محل زیارت اکابر و اعاظم می باشد ——— خاقانی وظہیری الخ خاقانی غالباً ۵۹۵ میں فوت ہوا (ریو ص۵۵۹) ظہیر ۵۹۸ میں (ریو ص۵۶۳)، اثیر بقول تقی کاشی ۶۰۸ میں (ریو ص۵۶۳) اور جمال الدین عبد الرزاق بقول تقی کاشی ۵۸۸ھ میں (سپرنگر ص۴۶) ، ان وفیات سے ظاہر ہے کہ صاحب میخانہ کا قول صحیح ہے کہ یہ سب نظامی کے معاصر تھے ——— س ۹ : میرزا دولت شاہ الخ ویس و رامین کے متعلق دولت شاہ کے تتبع میں (!) آذر کو بھی مغالطہ ہوا (دیکھو آتشکدہ ص۲۲۷)

صفحہ ۱۲

س ۱۴ : یہ شعر باوجود تلاش کے سکندرنامہ میں نہیں ملا ۔

صفحہ ۱۴

س ۳ : بنفز اندر دوستی شد پدیدار ماخوذ ہے مشہور عربی شعر سے :

لی سکرتان و للندمان واحدۃ　　　شئٌ خصصت بہ من بینہم وحدی

(رسالہ قشیریہ طبع مصر ۱۳۱۹ھ ص۱۷۱)

صفحہ ۲۷

۲ ۔ عراقی

س ۲ : بتخانہ میں عراقی کا نام فخر الدین بن شہریار ہے (فہرست بادلی عمود ۱۹۹) اور یہی نام ریو

کا نام دیا جاتا تھا - اب یہ قبر ایک مسجد میں ہے جسے محی الدین کہتے ہیں - قبر پر قبہ بھی ہے

صلا۵۳ س ۱۳ : کی خانۂ من الخ گویا اسی بیت کا مطلب اسیری نے یوں واضح کیا ہے :-

گرچہ این خور بر ہمہ یکسان بتافت — لیک ہر یک در خورِ خود نور یافت

در درونِ خانہ نورِ آفتاب — ہم بقدر روزنہ افگند تاب

روزن از ہر سو کشا این خانہ را — تا شود این خانہ پُر نور و ضیا

سقف و دیوارش اگر سازی خراب — پُر شود خانہ ز نورِ آفتاب

چون حجاب نورِ حق دیوار ماست — نیست کن خود را کہ این ہستی خطاست

گر تو ذوقِ نیستی دریافتی — در فنا دو اسپہ خوش بشتافتی

(اسرار الشہود طبع لاہور ۱۸۹۴ء)

۳- خسرو

صلا۵۹ س ۸ : وخمسہ حضرت شیخ را الخ میرزا علاء الدولہ نے حضرت ملا جامی کی یہ عبارت نقل کر کے لکھا ہے : نزد عقل چنین می نماید الخ (دیکھو حاشیہ صلا س ۱۹ پر)

س ۱۰ : صرافان کانی : جواہر کے پرکھنے والا بھی صراف یا صیرفی کہلاتا ہے - لیلی مجنون فضولی (ترکی) میں ہے : دہقان حدیقۂ حکایت صراف جواہر روایت (ضمیمۂ فہرست ریو صلا۱) نیز دیکھو میخانہ صلا۵۶ س ۱۰

س ۱۲ : چنانچہ در یکی از رسائل الخ نفائس میں ہے : در بعض مصنّفات خود نوشتہ کہ اشعار من از پانصد ہزار کمتر است و از چہار صد ہزار زیادہ است ' یہی مضمون ہفت اقلیم میں ہے : آذر نے لکھا ہے کہ اُسنے قریباً ایک لاکھ شعر انکا دیکھا ہے (آتشکدہ صلا۳۳۶)

صلا۶۰ س ۱۴ : از مردم ہزارۂ لاچین الخ اسی طرح صاحب نفحات اور صاحب نفائس المآثر نے لاچین کو قبیلہ کا نام بتایا ہے - مگر ہفت اقلیم میں امیر لاچین خسرو کے والد کا نام بتایا ہے - اور اسی کا تتبع ریو نے کیا ہے (دیکھو صلا۲۴۰) ——— س ۲۰ : تولد خسرو الخ یہ قول اصحاب تذکرہ کے عام قول کے مخالف ہے - مثلاً نفائس المآثر

معلوم نہیں ہو سکا۔ ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہوں جنکا نام حاجی خلیفہ نے (صلـ۳۵۲ و صلـ۵۲۱ پر) مولانا امین عیسی بن اسمٰعیل اقسرائی بن خسرو شاہ (المتوفی ۷۲۷) دیا ہے۔ اور جو نحو کی ایک کتاب اور منار کے شارح ہیں۔

ص ۴۱ س ۱۲: مولانا معین الدین بجائے اسکے مولانا امین الدین پڑھو۔

ص ۴۶ س ۲۰: ماشرا یہ سریانی لفظ ہے اور اس سے مراد وہ ورم دموی ہے جسکو انگریزی میں (Facial Erysipelas) کہتے ہیں۔ تفصیل اس کی مخزن الجواہر صلـ۴۷۹ پر دیکھو۔

صفحہ ۴۷

س ۱: وششصد وہشتاد وہشت سال الخ یہی سال نفحات میں دیا ہے اور اکثر تذکرہ نویسوں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ البتہ تاریخ گزیدہ میں جو ۷۳۰ھ (۱۳۳۰ء) کی تصنیف ہے۔ عراقی کا سن وفات ۶۸۶ دیا ہے۔ دولت شاہ نے اگرچہ ان کا سن وفات ۷۰۹ دیا ہے۔ مگر پرش نے لکھا ہے کہ دولت شاہ کی کتاب پر جو ترکی تذکرہ مبنی ہے۔ اس میں وہی سن دیا ہے جو نفحات میں ہے۔ (دیکھو فہرست پرش بذیل سفینہ)

س ۹: در جبل صالحیۂ دمشق پروفیسر براؤن نے گزیدہ کے جس حصے کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے۔ اسمیں (صلـ۲۰ پر) جبل صالحین لکھا ہے۔ لیکن بظاہر صحیح جبل صالحیہ ہی ہے۔ صالحیہ نواح دمشق کی ایک بستی کا نام ہے جو جبل قاسیون کے دامن میں ۶۰۰ھ سے پہلے آباد ہو چکی تھی۔ یاقوت نے معجم البلدان (ج ۳ صلـ۳۶۳) میں لکھا ہے:

والصالحیۃ ایضاً قریۃ کبیرۃ ذات اسواق وجامع فی لحف جبل قاسیون من غوطۃ دمشق وفیہا قبور جماعۃ من الصالحین ویسکنہا ایضاً جماعۃ من الصلحین لا تکاد تخلو منہم و اکثر اہلہا ناقلۃ البیت المقدس علی مذہب احمد بن حنبل' ڈاکٹر نکلسن نے تاریخ آداب عربیہ میں (صلـ۳۹۹ پر) بحوالہ فان کریمر لکھا ہے کہ شیخ ابن عربی کی قبر کو قطعہ من ریاض الجنۃ سمجھا اور اسے الکبریت الاحمر

سے ۶۸۳ تک حاکم ملتان رہا اور ۶۸۳ میں مغلوں کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہوا خسرو پانچ برس تک اس کے دربار میں رہا[1] بقول سپرنگر (صہ ۴۶) وہ سلطان محمدؒ کا مصحف دار اور خواجہ حسن دہلوی اسکا دوات دار تھا۔ خان کی شہادت کے بعد خسرو مغلوں کی قید میں رہا اور بقول امین رازی دو برس کے بعد خلاصی پاکر خراسان سے سلطان بلبن کی خدمت میں حاضر ہوا۔

صفحہ ۶۲

س ۱۵ : و درانجا اظہار این معنی نمود الخ یہ بیان مطابق ہے ضیاء برنی کے قول کے ۔ دیکھو تاریخ فیروز شاہی صہ ۶۸ ——— س ۱۶ : شیخ آذری[2] انکا حال تقی کاشی نے خلاصتہ الاشعار میں مفصل دیا ہے اسکا خلاصہ درج ذیل ہے :

شیخ برہان الدین حمزہ بن علی [بن] ملک الطوسی البیہقی مشاہیر عرفا و اجلہ محققین سے ہیں ۔ اور انواع سخنوری میں ماہر ، قناعت اور شیوۂ مجرّدی کے ساتھ مخصوص تھے اور علوم ظاہر و باطن کے حاصل کرنے میں بہت محنت کش ، اکثر اکابر و مشائخ کی خدمت میں پہنچے اور اپنے زمانہ میں علم اور زہد و ورع اور ہمت میں بے نظیر تھے ۔ محققین انکو شیخ سعدی ثانی کہتے ہیں ۔ انکا والد سرداران سبزوار سے تھا اور نسب انکا صاحب الدعوۃ احمد بن محمد الزمجی الہاشمی المروزی تک پہنچتا ہے ۔ انکے آبا و اجداد اسفراین میں بزرگ اور صاحب اختیار تھے[2] ۔ اوایل جوانی میں شیخ آذری کی رسائی سلطان شاہرخ کی مجلس میں ہوئی ۔ اور اسکی مدح میں کئی پسندیدہ قصیدے انہوں نے کہے ۔ پادشاہزادہ نے انکو ملک الشعرائی کا منصب دیا[3] ۔ اسکی وفات کے بعد انہوں نے شیوۂ فقر و فنا

---

[1] دیکھو ریو صہ ۲۴۱ مگر نفایس میں ہے: در اوایل حال در ملتان سہ سال در ملازمت سلطان محمد بود۔

[2] ریو (صہ ۴۳) نے لکھا ہے کہ آذری مرو میں پیدا ہوئے تھے اور انکا والد حاکم اسفراین تھا

[3] مگر بقول ریو منصب دینے کا وعدہ کیا ۔

میں ہے: وتولدش در ہند بودہ است' ہفت اقلیم میں ہے: و پدرش ..... بہند وارد شدہ و در پٹیالی متاہل گردیدہ' امیر خسرو با دو پسر دیگر در انجا بوجود آمدہ (خزانہ ۲۰۹) پر بھی پٹیالی کو امیر کا مولد بتایا ہے- اور سپرنگر نے ص ۴۶۴ پر اسی قول کو اختیار کیا ہے)' امیر خسرو ۶۵۱ھ میں پیدا ہوئے (ریو ص ۲۴۱)

صفحہ ۱۶۱

س ۵: **بشرف خدمت سلطان محمد تغلق شاہ الخ** یہ وہ غلطی ہے جسمیں دولت شاہ نے اپنے متبعین کو ڈالا ہے (مثلاً دیکھو آتشکدہ ص ۳۳۶) میرزا علاء الدولہ نے خسرو کے متعلق اسکے متعدد غلط بیانات نقل کرکے کہا ہے: مجموع تحقیق ناکردہ قلمی فرمودہ مطابق واقع نمی نماید بنا بر آنکہ در سالیکہ میر خسرو از عالم رفتہ سلطان محمد بادشاہ شدہ است بعد از بیست سال در سنہ خمس و اربعین و سبعمائہ رحلت نمودہ پس اعتبار پدرش ..... در ایام سلطنت او خلاف باشد چنانچہ از تاریخ فیروز شاہی کہ مصنف آن مصاحب میر خسرو بودہ و احوال میر را در تاریخ مذکور نوشتہ معلوم می شود' (لیکن میرزا کو سلطان محمد تغلق کا سن وفات ۷۵۲ دینا چاہیئے تھا نہ کہ ۷۴۵' دیکھو لین پول ص ۲۹۹) —— س ۸: **بعد از مدتی الخ** سپرنگر (ص ۴۶۵) نے لکھا ہے کہ خسرو کی عمر ۹ برس کی تھی جب امیر سیف الدین فوت ہوا —— س ۱۲: **در اول جوانی الخ** تحفۃ الصغر کے دیباچہ میں خسرو نے خود بیان کیا ہے کہ خواجہ عز الدین نے بچپن میں اسکو سلطانی تخلص عنایت کیا —— س ۱۴: **اعز الدین**' سپرنگر نے (ص ۴۶۵ پر) انکا نام عز الدین علی شاہ دیا ہے - —— س ۲۰: **محمد جون** نصرت الدین سلطان محمد قاآن جسے عموماً خان شہید کہتے ہیں مراد ہے جو سلطان غیاث الدین بلبن کا بڑا بیٹا تھا مگر مؤلف نے بظاہر اس کے نام کو ملک فخر الدین محمد جونہ الغ خان کے نام کے ساتھ ملتبس کر دیا- جو بعد میں سلطان محمد بن تغلق شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا (دیکھو حاشیہ س ۵ پر) سلطان محمد بن بلبن ۶۷۰

س ۹ : در اوّل جوانی الخ یہ بظاہر تقریباً محال معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ بوستان میں جو ۶۵۵ھ میں تصنیف ہوئی ۔ سعدیؒ نے اپنی نسبت کہا ہے ؎

بیا اے کہ عمرت بہ ہفتاد رفت مگر خفتہ بودی کہ بر باد رفت

اور خسرو ۶۵۱ میں پیدا ہوئے ——— س ۱۰ : فوت مبارک شاہ الخ مبارک شاہ ۷۲۰ھ میں فوت ہوا ۔ (لین پول صـ ۲۹۹) جن سلاطین کی خدمت میں امیر خسرو کو رہنے کا اتفاق ہوا ان کی فہرست دیکھو خزانہ صـ ۲۱۰ اور ریو صـ ۲۴۱ پر ہفت اقلیم میں ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق لکھنوتی کی طرف گیا تو امیر خسرو کو ساتھ لے گیا ۔ واپسی پر امیر نے سنا کہ شیخ نے عالم بقا کی راہ لی ۔ اور منہ سیاہ اور پیراہن چاک کر کے مزار شیخ پر نوحہ اور زاری کی اور ۶ ماہ بعد وفات پائی ——— س ۲۰ : کہ در روز حشر . . . . نر نجم ' بظاہر یہ تمام مضمون نفائس سے خفیف تغیرات کے ساتھ لیا گیا ہے ' امین رازی لکھتا ہے : و ہر شفقتی کہ شیخ با امیر خسرو نمودہ میر آن را جمع کردہ کتابی ساختہ و این عبارت دران نسخہ درج گردانیدہ کہ : روزی بمن عنایت نمودہ فرمودند کہ از ہمہ تنگ آمدہ ام و از تو تنگ نیستم ' و ہم دران کتاب آوردہ کہ : روزی آنجناب بر زبان گذرانید کہ امشب از عالم غیب ندا آمد کہ خسرو نام درویشان نیست کہ محمد کاسہ لیس او را خوانند می باید کہ ازین نام امیدی داری کہ درضمن این خطاب نعمت ہاست ' و نیز آوردہ کہ : آنحضرت بندہ را ترک اللہ خطاب دادہ اند ' و این رباعی شیخ راست درحق میر خسرو رُباعی خسرو کہ بنظم الخ (مثل منی میخانہ) ——— نیست حاجت الخ کی بجائے ہفت آسمان میں (صـ ۶۷ پر) ہے : شیخ من بس مہربان و خالقم آمرزگار

صفحہ ۶۴

س ۱۳ : و او بچند واسطہ الخ میرزا علاء الدولہ کے نظم کردہ شجرے سے جو اسنے امیر خسرو کے ترجمہ میں دیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ فرید اور خواجہ معین الدین

اختیار کیا اور شیخ محی الدین حسین رافعی کے مرید ہوئے اور پانچ سال تک کتب احادیث وتفسیر ان کے سامنے پڑھیں اور ان کے ساتھ حج کیا۔ جب ان کے مرشد نے حلب میں وفات پائی تو ان کے اشارے سے شیخ آذری سید نعمت اللہ کی خدمت میں پہنچکر مشغول مجاہدہ ہوئے اور ان سے اجازت ارشاد اور سند خرقہ لی، اور دوبارہ حجاز کو پیادہ پا متوجہ ہوئے اور کہتے ہیں کہ رجال اللہ سے ملے اور دو سال بیت الحرام میں مجاور رہے اور وہیں کتاب سعی الصفا مناسک حج میں لکھی۔ پھر ہندوستان گئے اور مدتوں وہاں کی سیر کی اور بہت سے مشائخ سے ملے۔ بہت سے سلاطین ہند ان کے معتقد ہوئے۔ ہندوستان سے واپس ہوئے تو اسفراین میں گوشہ نشین ہوکر تیتیس برس تک مشغول طاعت رہے اور قناعت سے وقت گذارا۔

کلیات آذری کہ حقایق و معارف سے لبریز ہے۔ قریباً تیس ہزار بیت پر مشتمل ہے اور غزلیات عاشقانہ عارفانہ اور قصاید توحید و نعت و منقبت و مدح سلاطین سے پُر ہے۔ ایک مثنوی عجائب[1] الدنیا بھی انہوں نے لکھی ہے اور چند رسالے نظم و نثر کے مثلاً جواہر الاسرار۔ طغرای ہمایون وغیرہ۔ آخر[2] ۸۸ سال کی عمر پاکر ۸۶۶ میں اسفراین میں فوت ہوئے۔ انکی قبر جس بقعہ میں ہے وہ انہوں نے اپنی زندگی میں بنایا اور بہت سا مال و اسباب اسپر وقف کیا۔ تقی کاشی لکھتا ہے:-

قبل ازین بر سر روضہ شیخ رونق درس و افادہ و فرش و روشنائی مرتب بودہ و سلاطین و حکام را بر قدوی التجا و اعتقادی عظیم بودہ و حکام شفقت و احسان دربارۂ مجاوران بقعہ بتقدیم می رسانیدہ اند والیوم چندان رونقی ندارد، خواجہ افضل الدین اوحد مستوفی نے ان کی تاریخ وفات لفظ خسرو سے نکالی

---

[1] پطرسبرگ کی فہرست میں اسکا نام غرایب الدنیا دیا ہے (ریو) [2] ریو کہتا ہے کہ انہوں نے ۸۲ سال کی عمر پائی ؞

از برای جستن تاریخ او | چون نهادم سر بزانوی خیال
شد عدیم المثل یک تاریخ او | دیگری شد طوطی شکر مقال

مگر نفائس المآثر میں ہے: "در وقتی کہ مہدی خواجہ کہ از معتبران زمان حضرت فردوس مکانی [بابر] بود و تعمیر مقبرۂ میر خسرو می نمود ملا شہابؔ معمائی تاریخ مذکور را گفتہ بر لوحِ مزارِ میر نوشتہ اند"

صفحہ ۱۷

۴ ـ خواجوی کرمانی

س ۱۴: نخلبند شعرا "در تزیین الفاظ و تحسین عبارات جہد بلیغ وارد لہذا وی را نخلبند شعرا می گویند" (بہارستان جامی) "او در اشعار خود ہمہ جا تلاش الفاظ غیر متعارف کردہ چنانچہ اورا نخلبند شعرا گفتہ اند" (ہفت اقلیم) ——— س ۱۵: پدرِ او الخ ہفت اقلیم میں ہے: خواجو از اکابر آن دیار بود' ——— س ۱۶: و نام فرزند خود الخ مگر تقی کاشی (سپرنگر ص۱۸) نے اسکو کمال الدین ابو العطا محمد بن علی بن محمود مرشدی لکھا ہے۔ اور اسی طرح ہفت اقلیم میں ہے[۱]۔ سپرنگر نے (ص۴۷) محمود بجائے محمد لکھا ہے (نیز ریو نے ص۶۲۲ پر) ——— خواجو' مصغر خواجہ (ہفت آسمان ص۴۶)

صفحہ ۷۲

س ۴: و سخنوری صاحب رتبہ شد حیدر شیرازی خواجو کا معاصر تھا اسکے

---

[۱] یہی قول بداؤنی کا ہے (ہفت آسمان ص۶۵) ص۵۲ و کذا ایضاً در خلاصۃ الکلام (فہرست بادلی عمود ۲۹۷ نمرہ ۲۴)' میخانہ کے سوا اور کہیں خواجو کا نام (یا لقب) افضل الدین نہیں دیکھا۔ البتہ ہفت اقلیم میں ایک اور افضل الدین کرمانی شاعر مشہور کا ذکر ہے' شاید مولف میخانہ نے اسکے ساتھ خواجو کو ملتبس کر دیا ہے ☆

کے درمیان فقط ایک واسطہ ہے یعنی قطب عالم بختیار کاکی رح کا —— س ۱۵: **افضل الفضلا . . . ظاہر است**، بظاہر یہ قصہ نہ سپہر کے ایک شعر پر مبنی ہے یعنی ؎

من از وی لعاب دہان یافتم — کزین گونہ آب دہان یافتم (ہفت اقلیم)

صفحہ ۶۵

س ۴: **تحفۃ الصغر . . . . . . داوہ است**، ریو (ص ۶۰۹ بعد) نے ان دیوانوں کے دیباچوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ تحفۃ الصغر میں خسرو کا وہ کلام ہے جو ۱۵ سے ۱۹ سال کی عمر تک انہوں نے لکھا، وسط الحیوٰۃ میں ۲۰ سے ۲۴ سال (یا ایک اور نسخہ کے بموجب ۲۴ سے ۳۲ سال) تک کا اور غرۃ الکمال میں ۳۴ سے ۴۳ سال (یعنی ۶۸۵ سے ۶۹۳) تک کا کلام ہے۔ بقیہ نقیہ (نہ کہ بقیۃ النقیہ جیسا کہ میخانہ میں ہے) میں تاریخ تصنیف درج نہیں ہے مگر ۷۱۵ کے ایک مرثیہ سے ظاہر ہے کہ خسرو کی وفات سے چند سال پہلے کا کلام اسمیں ہے۔ برٹش میوزیم میں انکا ایک اور دیوان نہایت الکمال ہے جو انکے آخری سالوں کا کلام ہے۔ مشہور ہے کہ امیر خسرو نے ۹۹ کتابیں تصنیف کیں۔ اسکے متعلق دیکھو اقتباس سفینۂ خوشگو کا سپرنگر ص ۴۶۷ پر، —— س ۸: **خسرو را روزی الخ** دیکھو حاشیہ ص ۶۳ س ۲۰، —— س ۱۷: **تحت اقدام . . . . . . یافتہ اند**، ہفت اقلیم میں ہے: و تاریخ او را خواجہ حسن چنین یافتہ نظم

میر خسرو خسرو ملک سخن — آن محیط فضل و دریای کمال

نظم او دلکش تر از ماء معین — نثر او صافی تر از آب زلال

؎ کذا ایضاً در ہفت اقلیم سپرنگر ص ۴۶۷ میں اس دیوان کا نام فرح وسط الحیوٰۃ دیا ہے

تعداد ابیات دیوان مؤلف میخانہ نے دولت شاہ کی تقلید میں ۲۰ ہزار بتائی ہے۔ اور آزاد بلگرامی نے اس قول کی تائید کی ہے مگر ہفت اقلیم میں دیوان قصاید و غزل و رباعی کو قریباً دس ہزار بیت پر مشتمل بتایا ہے (نیز دیکھو قول خوشگو سپرنگر صـ۴۷۲ پر)' اور تقی کاشی نے تو مثنویات اور دیوان دونو میں ۲۰ ہزار بیت سے زیادہ نہ پائے —— س ۶ : شیخ علاء الدولہ رکن الدین یعنی احمد بن محمد بیابانگی عبد الرزاق کاشی کے معاصر تھے۔ ان کا انتقال ۷۳۶ھ میں ہوا۔ (سپرنگر صـ۸۱) —— س ۸ : و واردات شیخ خود را الخ مخزن الغرایب میں ہے : اشعار و ملفوظ حضرت شیخ را جمع نمودہ' دیوان علاء الدولہ کے لئے دیکھو فہرست بادلی عمود نمبر ۴۸۷ —— س ۷ : مدتی در بندگی الخ سپرنگر کہتا ہے کہ خواجو ۶ سال تک صوفی آباد سمنان میں رہا' خزانہ میں ہے : مدتی بصوفی آباد شیخ پا بدامن اعتکاف کشیدہ' —— س ۹ : رباعی ہفت اقلیم اور مخزن الغرایب میں بھی یہ رباعی منقول ہے۔ ہفت اقلیم میں دوسرے شعر کا متن ت کے مطابق ہے۔ مخزن الغرایب میں' برہ علم چو عمرانی' شعر اول میں اور' وسوسہ وغارت' اور علاء الدولہ' شعر ثانی میں' —— س ۱۴ : بقیہ عمر الخ بقول سپرنگر خواجو سمنان سے کرمان واپس آیا تو تنگی معاش کی وجہ سے دوبارہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ پہلے اصفہان گیا پھر شاہ ابو اسحق والی شیراز (۷۴۲ھ تا ۷۵۴ھ) کے پاس جا کر مشمول عواطف ہوا۔ خزانہ (صـ۲۱۵) میں ہے کہ خواجو مادح محمد مظفر تھا۔ آخر اس سے ناراض ہو کر شاہ ابو اسحق کے پاس چلا گیا —— س ۲۰ : و در کرمان در سنہ الخ خواجو کے شادی مرگ ہونے کا حال دیکھو خزانہ صـ۲۱۵ پر' آزاد نے اس کی تاریخ وفات ۷۵۳ھ دی ہے اور لکھا ہے کہ : مضجع او در تل اللہ اکبر شیراز است' مؤلف میخانہ نے الٰہی اور والہ اور آذر کی طرح دولت شاہ کی تقلید میں ۷۴۲ھ تاریخ دی ہے۔ مگر خواجو نے کمال نامہ کی تاریخ تالیف خود ۷۴۴ھ بتائی ہے اور ایک اور شعر میں

دیوان (مونس الارواح) کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے (دیکھو ریو ص۶۲۳) اسمیں خواجو کی دو ہجویں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ خواجو نے سعدی کی شان میں کوئی نامناسب کلمات کہے اسپر حیدر نے کہا ؎

مبر در پیش شاعر نام خواجو کہ او دزد یست از دیوان سعدی
چو نتواند کہ با من شعر گوید چرا گوید سخن در شان سعدی

دوسری ہجو کا مطلع ہے ؎

خواجو ر دزد کابلی از شہر کرمان می رسد مور یست او در شاعری نزد سلیمان میرسد

س ۶ : در انجا منظوم ساخت ہمای و ہمایون ۷۳۲ھ میں مکمل ہوئی جیسا کہ خود خواجو نے اس مثنوی میں کہا ہے (ریو ص۶۲) —— س ۹ : خمسہ.......
... کردہ، دیکھو خزانہ عامرہ ص۲۱۵، موتی محل میں سپرنگر نے مثنویات خواجو کا ایک نسخہ دیکھا جسمیں یہ مثنویاں شامل تھیں (۱) روضۃ الانوار (۲) ہما و ہمایون (۳) کمال نامہ (۴) گوہر نامہ بہائی (۵) مفاتیح القلوب و مصابیح الغیوب (۶) گل و نوروز، برٹش میوزیم میں خمسہ خواجو کا ایک نسخہ ہے جو دسویں صدی میں لکھا گیا اسمیں مفاتیح القلوب کے سوائے باقی مثنویاں ہیں۔ لیکن اس سے نفیس تر ایک اور نسخہ وہیں ہے جسکو ۷۹۸ھ میں میر علی تبریزی نے لکھا اسمیں فہرست بالا کی صرف پہلی تین مثنویاں ہیں،

صفحہ ۳۷

س ۳ : دیوانش الخ سپرنگر نے کلیات خواجو کا ایک نہایت نفیس نسخہ موتی محل میں دیکھا جو بقول اسکے غالباً ۹۴۵ کی تحریر تھا اور اسمیں قصاید اور غزلیات شامل تھے۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۱) ۳ھ خلاصۃ الافکار (فہرست بادلی عمود ۲۰۵ نمبر ۹۰) میں بھی اسکو کمال الدین محمود لکھا ہے ۔

مہارت تمام بکار می برد ——— س ۱۵: دیوان ایشان الخ تقی کاشی نے لکھا ہے:
بعد از وفات خواجہ مستعدان و معتقدان اشعار او را جمع ساختہ قریب بہ شش ہزار
بیت ترتیب دادہ اند' محمد گل اندام نے جو خود کو خواجہ کا پرانا دوست بتاتا ہے۔ دیباچۂ
دیوان حافظ میں لکھا ہے کہ خواجہ کو دیوان کے جمع کرنے کی فرصت نہ ملی۔ انکی وفات کے
بعد میں نے ان کا دیوان ترتیب دیا۔ ایک ایڈیشن دیوان کا شہزادہ ابوالفتح بن سلطان حسین
بایقرا نے مرتب کیا جسکا دیباچہ خواجہ عبد اللہ مروارید نے لکھا (آغاز مأۃ دہم) دیکھو
ضمیمہ فہرست فارسی موزۂ برطانیہ ص۱۷۱' علی ایناقی نے مخمسات غزلہائے حافظ کے
دیباچہ میں ذکر کیا ہے کہ اسکے کسی بزرگ نے دیوان حافظ کی جمع و ترتیب کی (مخمسات
کے لئے دیکھو سپرنگر ۱۵۴' دیباچہ اسوقت میرے سامنے نہیں)' دیوان کے دو برس میں
تیار ہونے کے متعلق دکھیو شعر العجم ج ۲ ص۲۲۳ ' ——— س ۷: اوّل شاہ ابواسحٰق
. . . . . . برادر زادۂ او' ان بادشاہوں کے سنین حکومت حسب ذیل ہیں:-
شاہ ابو اسحٰق انجو ۷۴۲ھ تا ۷۵۴ھ' شاہ شجاع مظفری ۷۵۹ھ تا ۷۸۶ھ' اور
شاہ منصور ۷۹۰ھ تا ۷۹۵ھ۔ شاہ منصور پر آل مظفر کا خاتمہ ہوا (دیکھو لین پول ص۲۴۵
و ص۲۴۹ و ریو ص۶۲۷ ببعد)'

صفحہ ۸

س ۴: چون حافظ را الخ مرآۃ آفتاب نما میں بحوالہ لب التواریخ لکھا ہے کہ: آن
جناب مرید شیخ محمود عطار و خلیفہ شیخ روزبہان است' مگر ہفت اقلیم میں ہے: اگرچہ
صوفی مشرب بود امّا در ہیچ کتب مشاہدہ نیفتادہ کہ دست ارادت بہ پیری داشتہ (کذا)

---

[۱] اس بیان کی صحت میں تامل ہے۔ ابو محمد روزبہان بن ابی نصر کا انتقال بقول صاحب اثنا
۶۰۶ھ میں ہوا (ریو ص۲۰۸) اسلئے محال ہے کہ خواجہ انکا خلیفہ ہو۔ بلکہ یہ بھی بعید ہے
کہ خواجہ کا معاصر انکا خلیفہ ہو۔ افسوس ہے کہ لب التواریخ اسوقت میری دسترس سے باہر ہے ؛

۷۴۶ھ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے (ریو ص۶۲۱) خواجو نے گل و نوروز میں کہا ہے
کہ اسکی تاریخ پیدایش ۵ شوال ۶۷۹ھ ہے - مؤلفِ میخانہ نے ۷۴۲ کو تاریخ وفات
مان کر اسکی عمر ۶۲ لکھی ہے - مگر اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ خواجو ۶۲ سے زیادہ
عمر پا کر مرا'

صفحہ ۷۴

س ۱: بعد ازان کہ الخ پیر اور مرید کی وفات میں کئی سالوں کا فرق تھا۔ دیکھو حاشیہ
ص۷۳ سطر ۶ کا'

۵ - حافظ شیرازی

ص ۸۰ س ۱: و او را لسان الغیب خوانده اند مولانا جامی کہتے ہیں چون
در سخن او تکلّف ظاہر نیست او را لسان الغیب لقب کرده اند (خزانہ ص۱۸۰) لیکن تقی کاشی
نے لکھا ہے: و دیوان خواجہ را واردات غیبی و لسان الغیب و ترجمان الاسرار می گویند
(خلاصۃ الاشعار - ترجمۂ حافظ) اور آتشکده (ص۲۵۵) میں ہے: و ہمانا واردات
غیبی است باین جہت از بزرگان لسان الغیب لقب یافتہ' ——— س ۳:
ایّام سلطنت اتابکیہ اتابکان فارس کی حکومت ۵۴۳ھ سے ۶۸۶ھ تک رہی۔
دیکھو لین پول ص۱۷۲

صفحہ ۸۱

س ۱۳: بابا کوہی شیخ علی بابا متخلص بہ کوہی شیخ ابو عبداللہ محمد خفیف شیرازی الملقب
بہ شیخ کبیر المتوفی ۳۷۱ھ) کے مرید تھے اور ۴۴۲ھ میں فوت اور شیراز میں دفن ہوئے
انکا دیوان برٹش میوزیم میں ہے - (دیکھو ریو ضمیمہ فہرست فارسی ص۱۷۹)'

صفحہ ۸۲: س ۴: قرآن خوانی ہفت اقلیم میں ہے: در علم قرأت کلام ملک علام

ص۹۱ س ۱۲ تا ۱۴، ع یکی تیغ داند زدن روزگار، (ص۹۱س ع مکرر ؟) ، ع روانِ بزرگان زخود شاد کن ، ع مغنی ازان پردہ نقشی بیار ع چنان برکش آہنگ این داوری، ع مغنّی دف وچنگ را ساز دہ ، ع رہی زن کہ صوفی بحالت رود ، ع مغنّی ملولم دو تائی بزن ، ع بمیدان نوید سرودی فرست ، ع مغنّی ب ازاین نو آئین سرود، ع کہ بار غمم در زمین دوخت پای، ع چہ خوش گفت جمشید با تاج و گنج ،

صفحہ ۹۳

۶ - جامی

س ۱۲ : در ایّام سلطنت خوارزمشاہیہ الخ اس بیان کی صحت میں تامّل ہے۔ اسلئے کہ خوارزمشاہیہ کی سلطنت ۶۲۸ھ میں ختم ہوگئی تھی (دیکھو لین پول ص۱۷۶) ،

س ۱۳ : خرجردِ جام ، یکی از قصبات جام (آتشکدہ ص۶۶) ، ———

س ۱۴ : قاضی اسحاق....بوجود آمد ملّا عبد الغفور لاری شاگرد مولانا جامی نے لکھا ہے: والد حضرت ایشان احمد بن محمد الدشتی ست کہ از دشتِ اصفہانست (محلّہ ایست از وی) و خدمت مولانا محمد یکی از فرزندان امام محمد شیبانی را رحمۃ اللہ علیہ در عقد نکاح خود در آوردہ بودند و مولانا احمد کہ والد حضرت ایشان است از ولیست[۱]، نفائس میں بھی ان کے باپ کا نام ونسب اسی طرح احمد[۲] بن محمد الدشتی الاصفہانی لکھا ہے .... اور ہفت[۳] اقلیم میں رشحات کے حوالہ سے ان کے جدّ کا نام مولانا شمس الدین دشتی

---

۱ ہفت آسمان ص۸۴ ۲ مرآۃ الخیال میں ان کو نظام الدین احمد لکھا ہے

باشد' ـــــــ س ۷ : **از شیراز کم بر آمده اند**' تاریخ فرشتہ میں خواجہ کے ہرمز تک آنے، کشتی میں بیٹھنے اور پھر گھبرا کر واپس شیراز چلے جانے کا قصہ دیا ہے (ریوصفہ ۶۲۸)

ـــــــ س ۱۰ : **خاک مصلی الخ** خواجہ کی تاریخ وفات دیباچۂ محمد گل اندام میں ۷۹۱ دی ہے ۔ اور بعض نسخوں میں 'خاک مصلی' کا مادۂ تاریخ بھی ہے[1] ۔ مگر اسی دیباچہ میں ایک اور قطعہ ۷۹۲ کا بھی دیا ہے ! چنانچہ آزاد نے بھی خزانہ (ص۱۸۱) میں لکھا ہے : خاک مصلی' بکمی یک عدد تاریخ است' نفحات' حبیب السیر' مجالس المومنین اور حاجی خلیفہ نے بھی ۷۹۲ کو اختیار کیا ہے ۔ مگر لب التواریخ اور خلاصۃ الاشعار[2] میں ۷۹۱ ہے اور ریو نے ۷۹۱ ہی کو ترجیح دی ہے ۔

صفحہ ۸۵

س ۱ : خواجہ کے ساقی نامہ کے اشعار کی ترتیب نواب عبد السلام خاں کے نسخے میں بہ شرح ذیل ہے (جو شعر میخانہ میں نہیں یا متن ان کا بہت مختلف ہے انکے پہلے پہلے مصرعے درج کرتا ہوں) :—

ص۸۸ س ۱۸ و ۱۹' ص۸۹ س ۶' ص۹۰ س ۱۸' ص۸۹ س ۵' ص۹۰ س ۱۰'
ع بیا ساقی آن می کہ از جام جم' ص۹۱ س ۱' ص۹۰ س ۹' ۸' ص۹۱ س ۲' ۳'
ع نہ تنہا شد ایوان قصرش بباد' ص۹۰ س ۷' ۲' میم دہ مکر کردم از عیب پاک'
ص۹۰ س ۱' ص۸۹ س ۱۴' ۱۰' ۹' ۱۲' ص۹۰ س ۱۴' ص۸۹ س ۱۱' ۱۳'
ع بمن دہ مکر کردم از عیب پاک' ص۹۰ س ۱۷' ۱۴ (مکرر ؟)' ۱۵' ۱۶'
ص۹۳ س ۲' ع مغنی کجائی بگلبانگ رود (ص۹۱ س ۷؟)' ص۹۳ س ۱' ع
بستی توان دُرّ اسرار سُفت' ص۸۵ س ۸ تا ۱۰' ۱' ۱۲' ص۸۶ س ۸' ۱۴'

---

[1] یہی مادہ خواجہ کے لوح مزار پر کندہ ہے (ریو ص۶۲۷) [2] دیکھو سپرنگر ص۱۹' مگر خلاصۃ الاشعار کا جو نسخہ میں نے دیکھا ہے ۔ اسمیں خواجہ کی تاریخ وفات ۷۹۴ دی ہے ۔ یعنی مطابق قول دولت شاہ'

محققان عصر سے ملتے رہے، مولانا فتح اللہ تبریزی کہ دانشمند متبحر اور میرزا الغ بیگ کے صدر تھے - بیان کرتے ہیں کہ میرزا الغ بیگ نے سمرقند میں اپنے مدرسہ میں اجلاس کیا اور اکابر و افاضل کی موجودگی میں قاضی روم نے اس مجلس میں دوسرے مستعدوں کی تقریب کرائی " در صفت حضرت ایشان چنین فرمود کہ تا بنای سمرقند ست ہرگز بجودت طبع و قوت تصرف این جوان جامی کسی از آب آمویہ بدین جانب عبور نہ کردہ " غرض مولانا نے علوم کو کما ینبغی تحصیل کر لیا - ابھی کسب علم میں تھے کہ مولانا سعد الدین کاشغری (المتوفی ۸۶۰ھ) سے خواب میں سنا : رو دامن یاری گیر ناگزیر تو بود، اس سے بہت متاثر ہوئے اور خراسان جاکر ان کے مرید ہوئے اور بقول دولت شاہ مدت تک ان کی خدمت میں رہے۔

میرزا الغ بیگ شاہرخ کا سب سے بڑا لڑکا ۷۹۶ھ میں پیدا ہوا اور ۸۱۲ھ سے والی ماوراء النہر کی حیثیت سے سمرقند میں مقیم ہوا - ۸۵۲ھ میں وہ باپ کی جگہ ہرات میں تخت سلطنت پر بیٹھا. لیکن دوسرے ہی سال اسکے بیٹے عبد اللطیف نے اسکو قتل کر دیا ——

س ۱۹ : در ایام سلطنت حسین مرزا بایقرا الخ سلطان حسین ۸۷۳ھ میں ہرات میں تخت نشین ہوا - اور ۹۱۱ھ میں فوت ہوا —— س ۴ : شیخ محی الدین عربی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۸) زادۂ روم) کہ از محققان عصر بود می رفتہ اند و در ملاقات اول مباحثہ واقع شدہ است و بتطویل انجامید بالآخر قاضی بہ سخن ایشان آمدہ حضرت ایشان را در اثنای تفرقہ دل و تعلق بصورت آب و گل انحراف خاطری دست دادہ است و عنان عزیمت از جانب ہرات بصوب سمرقند تافتہ اند، چندی ساکن آنجا بودہ اند و در انجا کسب فضیلت و کمال می کردہ اند تا آنکہ شبی نہ شب بلکہ صبح سعادت الخ (اس کے بعد شیخ سعد الدین کو خواب میں دیکھنے کا ذکر ہے) ۳ے مولانا صلاح الدین موسی مشہور بہ قاضی زادۂ روم جو ۸۲۳ اور ۸۴۱ کے درمیان کسی تاریخ کو فوت ہوئے میرزا الغ بیگ کے استاد تھے - زیچ سلطانی کیلئے کچھ مواد انہوں نے جمع کیا، انکا حال دیکھو فہرست ریو ۴۵۶ پر،

دیا ہے۔ معلوم نہیں مؤلف میخانہ نے کس سند کی بنا پر مولانا جامی کے جد کا نام قوام الدین حسن لکھا ہے۔ ــــــــ س ۱۸: تولد مولوی لاری نے مولانا کی تاریخ پیدائش وقت عشا ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ دی ہے اور مولد خرجرد بتایا ہے[۹]۔ اسم او را نور الدین کردہ الخ یہ درست نہیں۔ مولانا کا نام عبدالرحمٰن، لقب اصلی عماد الدین اور لقب مشہور نور الدین ہے[۱] (لاری)

صفحہ ۹۴

س ۱ تا ۱۶: نفائس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے طفولیت میں باپ سے تحصیل[۲] کی اور پھر بچپن ہی میں باپ کے ہمراہ ہرات میں آئے اور مدرسہ نظامیہ میں اقامت کی اور مولانا جنید اصولی سے کہ ماہر علم عربیت تھے تعلیم پائی اور پھر خواجہ علی سمرقندی کے درس میں گئے۔ جو اعاظم مدققان روزگار سے تھے اور میر سید شریف علامہ کے شاگرد تھے۔ نیز مولانا محمد جاجرمی سے بھی تعلیم پائی پھر سمرقند میں قاضی زادہ[۳] روم کی صحبت میں کہ وہ

---

[۱] ہفت آسمان موضع مذکور[۲] تکملہ نفحات میں یوں ہے: فرمودند کہ بالحقیقت شاگرد پدر خودیم کہ زبان از وی آموختیم۔ چنین معلوم شد کہ صرف و نحو پیش پدر گذرانیدہ بودند و بعد ازان در علوم عقلی و معارف یقینی حضرت ایشان را چندی احتیاج بغیر نمی شدہ و چون بہرات آمدہ اند مولانا جنید نامی مردی بودہ است کہ در علم عربیت ماہر بودہ است و دران شہر شہرتی تمام داشتہ حضرت ایشان را دغدغہ مطالعہ مختصر تلخیص شدہ است چون بدرس وی حاضر گشتہ اند جمعی بقرأت شرح مفتاح و مطول مشغول بودہ اند حضرت ایشان در خود استعداد فہم آن یافتہ اند و بمطالعہ مطول و حاشیہ پرداختہ و بعد ازان بدرس مولانا خواجہ علی سمرقندی کہ از اعاظم مدققان روزگار بودہ در آمدہ اند می فرمودہ اند کہ در طریق مطالعہ بی مثل بودہ اما قریب بچہل روز از وی مستغنی توانستی شد، بعد ازان بدرس مولانا محمد جاجرمی کہ از افاضل مباحثان زمان (؟ بودہ) می رسیدہ اند، می فرمودہ اند کہ مدتی بدرس وی رفتیم از وی دو سخن شنیدیم، و بعد ازان در سمرقند بصحبت (قاضی

مدرسہ اور خانقاہ شہر سے باہر خیابان میں کہ در جوار حضرت ایشان (یعنی جامی) است" اور اکثر املاک اس مدرسۂ خیابان پر وقف کیں، ایک جامع مسجد انہوں نے ولایت جام میں بھی بنوائی تھی۔

صفحہ ۹۶

س ۱ : **قایتبای چرکس** ملک الاشرف سیف الدین قایتبای (۸۷۳ھ - ۹۰۱ھ) برجی مملوکوں میں سے تھا۔ اور مصر و شام پر اسکی حکومت تھی (لین پول ص۸۱) ـــــ

س ۳ : **امیر حسین بیگ ترکمان** کاتب نے حسین کے نقطے چھیل دئے ہیں۔ یعنی حسن بیگ بنایا ہے اور یہی درست ہے۔ اوزون حسن آق قویونلو ترکمانوں میں سے تھا اور ۸۷۱ھ سے ۸۸۳ھ تک آذربایجان وغیرہ پر حکمران رہا (لین پول ص۲۵۴)

ـــــ س ۶ : **مسرور و مبتہج گردیدند** میر علی شیر نے انکے واپس آنے پر یہ رباعی کہی ـ

الصاف بدہ ای فلک مینا فام زین ہر دو کدام خوب تر کرد خرام
خورشید جہانگیر تو از مطلع صبح یا ماہ جہانتاب من از جانب شام

ـــــ **چون سن شریفش الخ** مؤلف نے سال وفات ٹھیک دیا ہے مگر عمر غلط درج کی ہے۔ نفائس[1] میں ہے: وفات ایشان در روز جمعہ ۱۸ محرم الحرام بودہ است در زمانی کہ موذن بانگ سنّت نماز جمعہ داد السنہ ثمان و تسعین و ثمانمائہ۔ مدّت عمر ایشان ہشتاد سال و چہار ماہ و بیست و پنج روز بودہ، لاری نے انکی عمر لفظ کاس (۸۱) سے ظاہر کی ہے۔ اور۔ لکھا ہے کہ سلطان حسین مرزا باوجود مرض و ضعف کے مولانا جامی کے فوت ہونے پر انکے مکان پر آیا۔ شاہزادوں اور امرا و وزرا اور بزرگان روزگار اور صغار و کبار نے جنازے کو کندھا دیا۔" و حضرت بادشاہ را بسبب درد پا آرزوی شرف

---

[1] تکملہ نفحات کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ نفائس میں یہ تفصیل وہاں سے لی گئی ہے۔

دیکھو حاشیہ ص۲۷ س ۵ کا ——— س ۶: تصنیفات انکی فہرست کے لئے دیکھو تکملۂ نفحات جہاں ۴۵ کتابیں شمار ہوئی ہیں - کتاب خانہ بادلی ع۸۹۴ میں اور فہرست بانکی پور ج ۲ نمبر ۱۸۰ میں ۳۷ - ۴۷ کتابیں اور رسالے شامل ہیں ——— س ۹ : نقد فصوص کی جگہ نقد النصوص پڑھنا چاہیئے جیسا کہ لاری نے لکھا ہے - فصوص الحکم کے ایک اقتباس کا نام نقش الفصوص ہے - یہ اسکی شرح ہے (دیکھو فہرست بادلی عمود ۶۱۰ نمبر ۹) ———

س ۱۶ : بنام سلطان بایزید الخ ریو (ص۶۴۴) نے لکھا ہے کہ سلسلۃ الذہب سلطان حسین کے نام پر معنون ہے - نفائس میں ہے کہ مولانا ۸۸۰ھ کے قریب حج کو گئے - خود مؤلف نے س ۱۸ میں کہا ہے کہ مولانا کی عمر اسوقت ۶۴ سال کی تھی - لاری نے انکی تاریخ ولادت ۸۱۷ھ دی ہے اس حساب سے یہ عمر تخمینی طور پر درست ہے - مگر سلسلۃ الذہب کی تاریخ تصنیف خود جامی نے ۸۹۰ بتائی ہے[1] - (سہ چون حروفش بصاد و ضاد رسید ٭ خامہ را حکم ایستاد رسید دفتر دوم) اسلیئے مؤلف میخانہ کا یہ قول بھی کہ یہ مثنوی راہ مکۂ معظمہ میں لکھی گئی قابل تسلیم معلوم نہیں ہوتا ———

س ۲۰ : از راہ شام و مصر الخ نفائس میں ہے : در حدود سنہ ثمانین وثمانمائہ از طریق عراق عرب بمکۂ معظمہ رفتہ اند و از راہ شام بآذربایجان آمدہ وبخراسان مراجعت کردہ اند ——— سلطان بایزید ثانی ۸۸۶ سے ۹۱۸ تک حکمران رہا (لین پول ص۱۹۵) ۸۸۰ھ میں وہ ابھی تخت نشین نہ ہوا تھا ——— س ۲۱ : در مدرسہ میرزا شاہرخ الخ افسوس ہے کہ جو ماخذ اسوقت میرے سامنے ہیں - انمیں اس مدرسہ کا حال نہیں ملا - لاری نے لکھا ہے کہ مولانا نے خود بھی شہر ہرات کے اندر ایک مدرسہ بنایا تھا اور ایک

---

[1] فہرست بانکی پور ج ۲ صد۳۵ و فہرست بادلی ع۸۹۴ نمبر۱ ' سلسلہ کے شروع میں ابو الغازی کی تعریف میں یہ شعر آتے ہیں سہ گوہر افسر سرافرازی قبلۂ مقبلاں ابو الغازی شاہ سلطان حسین آنکہ بہ بست چرخ را عدلش از تعدی دست '

برآوردہ" ــــــ س ۱۰ : **ہر سال مبلغہای کلی الخ** مگر تیمور نامہ میں ہاتفی شکایت کرتا ہے : ز فکر معاشم سراسیمہ وار سراسیمہ وارد مرا روزگار

ــــــ س ۱۵ : **چون سنِ آن الخ** یعنی در ۹۱۷ھ (ریو بحوالہ تحفۂ سامی ص۱۵۹)

فتح خراسان اور قتل شیبانی خان ۹۱۶ھ کے واقعات ہیں - (دیکھو عالم آرا. ص ۲۷ بعد پر) اسکندر منشی نے فتح خراسان کی تاریخ فتح شاہ دین پناہ (= ۹۱۶) دی ہے ــــــ

س ۲۰ : **چون عبور ایشان الخ** آتشکدہ (ص ۲۶) میں ہے : بہ قصبۂ مذکورہ (یعنی خرجرد) بجہت زیارت مزار شاہ قاسم انوار قدس سرہ العزیز وارد شدہ'

صفحہ ۱۰۵

س ۴ : **بعد از دو سہ روز دیگر الخ** شاہ نے ہاتفی کے چار باغ کا دروازہ بند پایا تو دیوار پھاند کر اندر گیا (ریو بحوالہ تحفۂ سامی) - آتشکدہ (ص ۲۶) میں ہے : از شاخ درختی کہ ازان باغ سر برآوردہ بود داخل باغ گردیدہ ــــــ س ۶ : **بُغرا** بقول صاحب آئین ایک کھانے کا نام ہے جسکے اجزا میں گوشت - میدہ - گھی - چنے - سرکہ اور شکر شامل ہیں - (دیکھو بلاکمین ص ۶۰) ــــــ س ۱۳ : **فتوحات شاہی** اس کتاب کا ایک نسخہ پطرسبرگ کے کتاب خانہ میں ہے (ریو ص ۶۵۲) ــــــ س ۱۷ : **مثنوی** ان اشعار میں سے پہلا تیسرا اور چھٹا ہفت اقلیم میں اور پہلے چار شعر آتشکدہ میں بھی ہیں

ــــــ س ۱۸ : آتشکدہ : آیت سروری (بجای منصب سروری) ــــــ

س ۱۹ : آتشکدہ : بہ مردی (بجای زمردی)

صفحہ ۱۰۶

س ۴ : **در سنہ الخ** یہ تاریخ محال ہے - دیکھو حاشیہ س ۱۵ ص ۱۰۴! پر ہفت اقلیم

---

[۱] سپرنگر ص ۴۲۱ پر اسکو ۹۲۰ھ کا واقعہ بتایا ہے - مگر یہ درست نہیں +

پا بہ جنازہ حضرت ایشان در دل ماند و این بر زبان می آوردند و تحسّر و تاسّف می بُردند'

صفحہ ۱۰۳

۷۔ ہاتفی

س ۱۲: **بعد از مولوی الخ** ہفت اقلیم میں ہے: در نظم مثنوی از سایر شعرای عصر گوی تفوّق می ربوده و تمام خمسہ را تتبّع کردہ' ــــــ س ۱۶: **میرہمایون تبریزی** غالباً امیر ہمایوں اسفراینی مراد ہے جو سادات اسفراین میں سے تھا اور اوایل شباب میں تبریز جا کر وہیں زیادہ تر مقیم رہا۔ وہ سلطان یعقوب آق قونیلو ترکمان بادشاہ (۸۸۳-۸۹۶) کے حاضرین مجلس خاص میں سے تھا۔ آخر ۹۰۲ھ میں قُم کے ایک گاؤں میں فوت ہوا۔ اسکے دیوان کا انتخاب برٹش میوزیم اور کتاب خانہ بادلی کے ایک قلمی مجموعہ میں ہے (دیکھو ریو ص۷۳۵ و فہرست بادلی ص۹۷۸ نیز دیکھو ہفت اقلیم (بذیل اسفراین) و آتشکدہ ص۶۶ و سپرنگر ص۴۳۲

صفحہ ۱۰۴

س ۳: **مظفر حسین میرزا و میرزا کیپک** فرزندان سلطان حسین میرزا بایقرا میں سے تھے۔ (عالم آرای ص۲۷) ــــــ **ملا آصفی** (ابن خواجہ نعمت اللہ قہستانی وزیر سلطان ابو سعید) شاگرد ملا جامی۔ سلطان حسین مرزا کے دربار کے مشہور شعرا میں سے تھا باپ کے عہدۂ وزارت کی بنا پر اسنے آصفی تخلّص کیا اور بیشتر میر علی شیر اور مرزا بدیع الزمان ولد سلطان حسین مرزا کے پاس رہا۔ ۹۲۳ھ میں ستّر برس کی عمر میں فوت ہوا (ریو ص۶۵۱ و مراۃ الخیال) ــــــ س ۵: **میرزا بدیع الزمان** بن سلطان حسین میرزا (المتوفی ۹۲۱)۔ مظفر حسین میرزا اور کیپک مرزا کی طرح اسنے بھی باپ کے بعد دعوی استقلال کیا۔ لیکن بھائیوں کی بے اتفاقی سلطنت کی بربادی کا باعث ہوئی اور اوزبکوں نے ۹۱۳ھ میں حملہ کر کے خراسان پر قبضہ کر لیا۔ اور بقول اسکندر منشی "دود از دودمان بایقرائی

س ۲ : شاہ طہماسپ نے ۹۳۰ سے ۹۸۴ تک فرمانروائی کی —— س ۶ : آتشکدہ (ص ۲۵۴) میں فقط اتنا لکھا ہے : ساقی نامۂ دارد خوب گفتہ ' —— س ۱۲ : شہیدی قمی : سلطان یعقوب (۸۸۳ تا ۸۹۶) آق قونیلو خاندان کے بادشاہ کا ملک الشعراء تھا۔ بہت خود پسند تھا اور کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اسلئے سلطان کے مرنے کے بعد فرار کو قرار پر ترجیح دے کر ہندوستان میں آیا اور گجرات میں مقیم ہوا اور وہیں سو سال کی عمر پاکر ۹۳۵ھ میں فوت ہوا۔ امین رازی کے زمانے میں اسکا دیوان جسمیں قریباً ۴ ہزار بیت تھے متداول اور مشہور تھا۔ اسکے دیوان کا انتخاب برٹش میوزیم کے ایک مجموعہ میں ہی (ہفت اقلیم بذیل قم و ریو ص ۷۳۵) —— اہلی شیرازی صاحب سحر حلال ملّا دوانی کا دوست اور شیراز کا رہنے والا تھا۔ ایک مرتبہ تبریز میں دو برس ٹھہرا پھر حج کو گیا۔ باقی تمام مدّت وطن میں مقیم رہا اور بڑھاپے تک پہنچکر ۹۴۲ میں فوت اور مصلّای شیراز میں خواجہ حافظ کے پہلو میں دفن ہوا۔ تاریخ وفات اسکی مشہور ہے یعنی بادشاہ شعرا بود اہلی (سپرنگر ۳۲۰)

—— س ۱۳ : ملّا جلال الدین دوّانی دوان (علاقۂ گازرون) میں ۸۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مگر زندگی کا اکثر حصہ شیراز میں گذارا۔ علاوہ درس تدریس کے قضائے صوبہ فارس بھی انہی سے متعلق تھی۔ ۹۰۸ھ میں گازرون کے قریب فوت اور دوان میں دفن ہوئے۔ معقول و منقول میں تبحّر کی وجہ سے فضلائے معاصر پر ترجیح رکھتے تھے۔ شرح ہیاکل ' رسالہ اثبات واجب ' اخلاق جلالی اور حواشی شمسیہ و مطالع وغیرہ انکی تصنیف سے ہیں۔ (ریو ص ۴۴۲ و ہفت اقلیم بذیل گازرون) آتشکدہ (ص ۲۵۴) میں ہے کہ علامہ دوانی نے پرتوی کے حق میں کہا : ما رایتُ اتمّ فقراً منہ و عندی اللّٰہ من السالکین ——

س ۱۷ : او قاش النح دیکھو آتشکدہ صفحہ مذکورہ بالا —— س ۲۱ : الحال درمیان مردم النح پرتوی کے کلام کا عام طور پر یہی حال ہے۔ اکثر تذکرہ نویسوں نے اسکا ذکر سرسری

میں ہے : تاریخش را عزیزی چنین یافتہ ؎

تاریخ فوت اوطلبیدم زعقل گفت — از شاعر شہان وشہ شاعران طلب ۔

و دیگر جامی ثانی چہ شد یافتہ ، اور یہی تاریخ وفات (۹۲۷) اور تذکرہ نویسوں نے لکھی ہے ۔ البتہ خوشگو نے ۹۲۷ یا ۹۲۸ تاریخ بتائی ہے (فہرست یادلی عمود ۲۱۳ نمبر ۴۵ — س ۵ : مزارش الخ آتشکدہ : درہمان باغ (یعنی چہارباغی کہ خودش ساختہ بود) مدفون است — س ۸ : ہفت منظر ہفت پیکر کی طرح بہرام گور کے حالات میں ہے ۔ اسکے نسخے یورپ اور ہندوستان کے بڑے بڑے کتابخانوں میں موجود ہیں — س ۹ : تمر نامہ ۔ بقول ریو (ص ۶۵۴) ہاتفی نے چالیس سال اس کتاب کی تصنیف وتہذیب پر صرف کئے ۔ کتاب کے آخر میں وہ لکھتا ہے کہ اگرچہ اسکی عمر مدح آل تیمور میں صرف ہوئی مگر بجز شہرت عام کے اسے اور کچھ حاصل نہ ہوا ۔

— س ۱۰ : خسرو شیریں ۔ ہفت منظر میں ہاتفی نے لکھا ہے کہ اس نے اولاً لیلی مجنوں نظم کی پھر شیرین خسرو پھر ہفت منظر ، یہ تینوں کتابیں ۸۹۸ھ (یعنی سال وفات جامی) سے پہلے لکھی گئیں ، تیمور نامہ کی تکمیل بظاہر انکے بعد ہوئی ۔ آتشکدہ میں ہے : وچہار کتاب[1] در جواب خمسۂ نظامی برشتۂ نظم کشیدہ ، لیکن ظاہر ہے کہ پانچویں مثنوی فتوحات شاہی تھی جو ناتمام رہی ۔ کتاب خانہ موتی محل میں سپرنگر نے لیلی مجنون ، تیمورنامہ اور شیرین خسرو کے نسخے دیکھے جو ۹۰۸ھ میں مصنف کے نسخہ سے نقل ہوئے تھے ۔

۸ ۔ حکیم پرتوی

ص ۱۱ س ۱۶ : پرتوی ، کسی تذکرہ میں اس شاعر کا نام نظر سے نہیں گزرا ۔

---

[1] ریو نے بحوالہ حبیب السیر یہی تاریخ دی ہے [2] نیز دیکھو سپرنگر ص ۴۲۱ ۔

تا در فنون فضایل و کمالات منتہی گردید' آتشکدہ میں ہے کہ علامہ دوانی کا شاگرد تھا'

س ۱۶ : نام او مسعود نہاد ' دیوان امیدی کے دیباچہ نگار مسعود الحسنی نے امیدی کا لقب اور نام رکن الدین مسعود لکھا ہے - (ضمیمہ فہرست ریو ص۲۶۹) ——— س ۱۸ : وہمیشہ فصحا الخ' ہفت اقلیم میں بھی ہے کہ وہ مرجع شعرا ر زمان تھا'

صفحہ ۱۲۷

س ۳ : اتحاد تمامی . . . . . . داشتہ' امیر نجم ثانی اصفہانی شاہ اسمٰعیل صفوی کا وکیل دیوان اعلےٰ تھا' درگاہ معلےٰ میں اسکو بہت اعتبار و اقتدار حاصل تہا - بادشاہ نے اسکو اوزبکوں کے خلاف خراسان میں بھیجا - اسنے آمو کو عبور کرکے ماوراءالنہر کو فتح کرنا شروع کیا - مگر سنہ ۹۱۸ھ میں جنگ غجدوان میں مارا گیا - اس لڑائی میں بابر بھی شامل تھا - اور در اصل قزلباش اسی کی کمک کے لیئے آئے تھے - (عالم آرای ص۳۰ و ص۲۹۵) '

ابن رازی نے (بذیل امیدی) لکھا ہے : بسبب وفور میلان خاطر . . . . امیر نجم الثانی پایۂ قدر و منزلتش (یعنی امیدی) از اقران در گذشتہ صاحب مکنت و ثروت گردید' اسی ترجمہ میں امین نے امیدی کا قصیدہ امیر موصوف کی تعریف میں نقل کیا ہے جو سلمان ساوجی کے جواب میں لکھا گیا تھا - اور جسکا مطلع ہے ؎

زہی طلعتت بر فراز رکاییب ۔۔۔ فروزان چو بر آسمان نجم ثاقب

میر عبد الباقی یزدی یعنی امیر نظام الدین عبد الباقی بن شاہ صفی الدین بن امیر غیاث الدین بن شاہ نعمت اللہ ولی شاہ اسمٰعیل ماضی کا صدر تہا - امیر نجم الدین کو چونکہ میر عبد الباقی کے گھرانے کے ساتھ بہت عقیدت تھی ماوراءالنہر کیطرف جاتے وقت اسنے میر کو اپنا نایب مقرر کیا اور واقعہ غجدوان کے بعد میر عبد الباقی وکیل مستقل ہوگیا اور روز بروز جاہ و جلال میں ترقی کی حتی کہ جنگ چالدران (۹۲۰ھ) میں مارا گیا' (امیر کا بیٹا سید نعیم الدین شاہ طہماسپ کا بہنوئی جب فوت ہوا تو اسکے متروکات کی قیمت ہندوستان کے سکہ میں چالیس لاکھ روپیہ تھی - امیر غیاث الدین میر میران جو امین رازی کے زمانے میں ایران کے صنادید بلند پایہ میں سے تھا

طور پر کیا ہے مثلاً ہفت اقلیم میں (بذیل شیراز) ہے: اشعار دلفریب بسیار دارد این بیت ازان ابیات است ؎

آتشی افگند عشقم در دل از ہر آرزو آرزو سوزست عشق و من سراسر آرزو

(صرف یہی ایک شعر تحفۂ سامی اور نفایس المآثر اور مخزن الغرایب میں بھی دیا ہے)' تحفۂ سامی میں ہے: پرتوِ انوار کلام بلاغت انجامش ہمہ جا تافتہ وقبول سخنان مقبول او در دل ارباب وفا راہ یافتہ از جملہ این مطلع از وست ؎ آتشی افگند الخ نفایس میں: شاعری خوش گوی است و راست ؎ آتشی افگند الخ مخزن الغرایب اور سفینۂ خوشگو میں بھی اسکا برائے نام ذکر ہے'

صفحہ ۱۱۲

س ۳: در شنہ . . . . ہمانجا سنہ' بخلاف اسکے آتشکدہ میں ہے کہ پرتو سنہ ۹۲۸ میں فوت ہوا۔ (فہرست بادلی عمود ۲۸۴ نمرہ ۶۴۷) یہی تاریخ تقی کاشی نے دی (اسپرنگر صفحہ ۲) آتشکدہ میں یہ بھی ہے کہ پرتوی شیخ سعدی کے جوار میں مدفون ہے۔

صفحہ ۱۲۶

۹- امیدی رازی

س ۹: خواجہ ارجاسپ کذا در منتخب الاشعار مبتلا و آتشکدہ صفحہ ۲ ———

س ۱۰: در بہار عمر . . . . گردید ہفت اقلیم (بذیل طہران) میں ہے: بتلاش خ و رضای والدین متوجہ دار الاعزاز شیراز گشتہ فنون فضایل از فحول افاضل اخذ نمود . . . . .

---

[1] آتشکدہ کے ایک دوسرے نسخہ میں ۹۲۷ دیا ہے [2] صحف ابراہیم میں پرتوی مذکور (دیکھو فہرست پرتش) مگر یہ کتاب راقم کی دسترس سے باہر ہے ❊

حکم سے اسنے امیدی کی پراگندہ نظموں کو جمع کیں (ضمیمہ فہرست ریو ص۲۶۹)، ایک قصیدہ اسکا کتاب خانہ بادلی میں بھی ہے (فہرست بادلی عـ۱۰۱۱) آتشکدہ میں ہے: بیشتر اوقات صرف قصیدہ گوئی کردہ .... بہ غزل سرائی چندان مایل نہ بود ـــــ س ۱۰: شاہ قوام الدین کا نسب یہ ہے: شاہ قوام الدین محمد بن شاہ شمس الدین ہے شاہ قاسم بن سید محمد نوربخش (ہفت اقلیم و خوشگو فہرست بادلی عمود ۲۱۳ نمر ۴۷) ـــــ س ۱۵: اسی قصیدے کے نو شعر آتشکدہ میں ہیں۔ جن میں سے تین میخانہ میں نقل ہوئے ہیں ـــــ

س ۱۶: آتشکدہ: ویرانۂ کہ (بجای ویرانہ ایست) ـــــ س ۱۷: آتشکدہ نکرد (بجای نکردہ) اور نکردہ (بجای نساخت) ـــــ س ۲۰: دفع صایل عالم آرای عباسی (ص۱۲۴ س ۲۷) میں ہے: مردم شہر را بہ .... دفع صایل ترغیب نمودہ

صفحہ ۱۲۸

س ۲: باغ امید کذا در ہفت اقلیم ـــــ س ۳: شاہ قوام الدین .... رسانید ند ہفت اقلیم میں شاہ قوام الدین کے حال میں[۱] اس واقعہ کی تفصیل دی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ قوام الدین نے یہ باغ امیدی سے مانگا، اسنے انکار کیا اسپر شاہ صاحب نے چند درخت وہاں کے اپنے آدمیوں سے کٹوا دئے۔ امیدی کو خبر لگی تو کہا: این نوع اعمال از خر و گاو صادر می شود عجب کہ خدام شاہ بدین شیوہ عمل نمودہ باشند، شاہ نے یہ بات دل میں رکھی اور کچھ عرصہ کے بعد چند آدمیوں کو آمادہ کیا جنھوں نے ایک رات امیدی کو قتل کر دیا، چونکہ شاہ اسمعیل[۲] انہی دنوں میں فوت ہوا تھا کسی نے شاہ صاحب سے باز پرس نہ کی۔ طہماسب تخت نشین ہوا۔ تو یہ سنکر کہ قوام الدین نے بہت لوگوں کو مرید کر لیا ہے اور ایک قلعہ نہایت مضبوط

---

[۱] بذیل طہران [۲] شاہ اسمعیل ۹۳۰ میں فوت ہوا

اسی سید نعیم الدین کا بیٹا تھا) میر عبد الباقی نثر میں بھی ممتاز زمانہ تھا اور گاہی گاہی شعر بھی کہتا تھا - باقی اسکا تخلص تھا (ہفت اقلیم بذیل یزد، عالم آرای ص۱۳۱ و آتشکدہ ص۱۰۹) مگر شاہ عباس کے عہد ہی میں یہ گھرانا برباد ہوگیا اور میر میران کا لڑکا خلیل اللہ خستہ حال ہوکر ۱۰۱۵ھ میں جہانگیر کے پاس آیا (عالم آرای ص۱۰۱ و ترجمہ توزک ۱: ۳۲۱)

خواجہ حبیب اللہ ساوجی (یعنی کریم الدین) درمش خان کا وزیر تھا - شاہ اسمعیل نے ۹۲۷ میں سام مرزا کو (جو اسوقت ۴ سال کا تھا) باتالیقی درمش خان اسماً والی خراسان مقرر کیا تو خان نے خواجہ حبیب اللہ کو اسی سال اپنا وزیر بناکر دیوانی امور اسکے سپرد کیے خواجہ صاحب علم و فضل اور مرجع فضلا تھا - حبیب السیر کو خواندمیر نے اسی کی تحریک سے ختم کیا اور کتاب کا نام اسی کے نام پر رکھا - فخری نے بھی تحفۃ الحبیب کو اسی کے نام پر معنون کیا اور مجالس النفایس کا ترجمۂ فارسی اسی کی خدمت میں پیش کیا - اسی طرح عبد العلی بن محمد برجندی نے ہیئت کا ایک رسالہ اسکے نام پر لکھا وغیرہ وغیرہ (دیکھو فہرست ریو بذریعہ فہرست اعلام اور عالم آرای ص۳۳) نیز دیکھو میخانہ ص۱۴۴ س ۱۲ جہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ ۹۵۰ میں ابھی زندہ تھا،

امین رازی لکھتا ہے کہ امیدی ۹۲۸ میں درمش خان کے ساتھ دار الملک خراسان میں گیا اور اصحاب علم و کمال کا مصاحب رہا - دو سال کے بعد بحصول رخصت ری کو واپس آیا ——— س ۸: **و ازان زبدۃ المتاخرین الخ** ہفت اقلیم میں ہے کہ اسکا کلام جو اب متداول ہے یہ ہے: ۷[1] قصیدے - ۳ غزلیں، ساقی نامہ، چند قطعے اور رباعیاں، مبتلا نے لکھا ہے: اشعارش بعد از وفات او از میان رفتہ سوای ہفدہ قصیدہ و چند رباعی و ہفت غزل چیزی یافت نمی شود، برٹش میوزیم میں اسکے دیوان کا نسخہ ہے اسمیں صرف ۴۳ صفحہ ہیں اور بجز قصاید کے اور کچھ نہیں - نثر میں ایک دیباچہ اسکے ساتھ ملحق ہے اور دیباچہ نگار (مسعود الحسنی) نے لکھا ہے کہ شاہ صفی (۱۰۳۸ تا ۱۰۵۲) کے

---

[1] میرے سامنے جو نسخہ ہے اسمیں ہفتصد لکھا ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ ہفدہ کی تصحیف ہے *

کچھ پہلے فوت ہوا -

صفحہ ۱۳۲

۱۰-شرف جہان قزوینی

س ۴ : و این قاضی جہان الخ میرزا علاءالدولہ نے نفائس المآثر میں جو ۹۷۳ اور ۹۷۶ کے درمیان تصنیف ہوئی قاضی جہان کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ۹۳۰ھ میں شاہ طہماسپ کا (جو اسی سال ۱۱ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا) وکیل مقرر ہوا اور ڈیڑھ سال تک سارے ملک ایران پر کامل اختیارات سے حکومت کرنے کے بعد (بقول اسکندر منشی منازعۂ تکلو و استاجلو سے کنارہ کش ہونے کے خیال سے) مستعفی ہوگیا۔ ۹۴۲ھ میں دوبارہ وکیل بنا اور ۱۴ سال تک وکیل مطلق العنان رہا، ۹۵۰ھ میں ہمایوں عراق گیا تو یہ خدمات پسندیدہ بجا لایا، ۹۶۰ھ میں فوت ہوا۔ صاحب نفائس نے تاریخ کہی : ع خرد گفتا کہ قاضی بیگ بودہ نیز دیکھو عالم آرای ص۱۱۱ جہاں بعض اور تفصیلات بھی دی ہیں ——— س ۱۵ : اما چون قرۃ العیون .... سپرد، صاحب میخانہ نے حالات کچھ بھی نہیں دئے۔ نفائس میں جو کچھ لکھا ہے اسکا ماحصل یہ ہے کہ میرزا شرف جہان شروع میں مولانا نظام الدین احمد قزوینی کے پاس پڑھتا رہا۔ پھر شیراز جاکر میر غیاث الدین منصور (۹۰۰ - ۹۴۸) سے علوم معقولہ پڑھے یہانتک کہ استاد سے مستغنی ہوا۔ بعد ازان قوت طبع اور مطالعہ سے حواشی تجرید میں میر و ملا کے اقوال اسطرح یاد کئے، کہ اسکی مجلس میں کوئی بول نہ سکتا تھا۔ خط، شعر، انشا، بلاغت و

---

[۵] میرزا علاء الدولہ نے عربی لفظوں میں لکھا ہے کہ قاضی جہان ۹۷۱ میں فوت ہوا مگر تاریخ فوت جو درج کی ہے اس سے ۹۶۰ نکلتا ہے اور یہی ۹۶۰ عالم آرا میں دیا ہے ،

بنایا ہے۔ اسکی بیخ کنی کی فکر میں ہوا اور خراسان سے واپسی ہوتے وقت قوام الدین کو
گرفتار کرواکر اسکو خویشانِ مولانا امیدی کے ساتھ قزوین میں حاضر کرایا۔ اور خون
مولانا کے بدلے اسکے ڈاڑھی اور سر کے بال مشعل سے جلوا دئے۔ ("فرمود تا مشعل بر سر
و روی او داشتند") اسکے بعد اسکو ایک قلعہ میں قید کر دیا اور وہیں وہ مرا شاہ
قوام الدین کی تاریخ گرفتاری کسی نے "درشتم" نکالی یعنی ۹۴۴ھ[1] ــــــ س ۶ :
افضل تامی : ہفت اقلیم میں ہے : از عنفوان جوانی تا ہنگام پیری در خدمت مولانا امیدی
بسر بردہ ــــــ س ۱۲ : سال تاریخ الخ افضل نے امیدی کی تاریخ وفات ۹۲۵
بتائی ہے۔ اور تحفۂ سامی[2] میں بھی یہی ہے۔ مگر حبیب السیر[3] اور لب التواریخ[4] میں ۹۳۰ ہے (دیکھو
ریو صفحہ ۱۰۱۹)' لب التواریخ میں لکھا ہے کہ امیدی ربیع الاول ۹۳۰ھ میں قتل ہوا اور یہ
بیان صاحب ہفت اقلیم کے اس قول[5] کے مطابق ہے کہ شاہ اسمٰعیل کی وفات کے باعث محرک قتل سے
باز پرس نہ ہوسکی۔ کیونکہ شاہ اسمٰعیل ۱۹ رجب ۹۳۰ھ سے (جو اسکے جانشین کی تاریخ جلوس ہے[6])

---

[1] عالم آرای صفحہ ۴۹ پر ہے کہ ۹۴۴ھ میں طہماسپ خراسان سے عراق کو روانہ ہوا ــــ خلاصۃ الاشعار
(فہرست بادلی عمود ۳۰۳ نمبر ۳۱) میں محرک قتل امیدی کا نام شاہ نعمت اللہ والد شاہ قاسم نوربخش
دیا ہے مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتا [2] سام مرزا نے تحفۂ سامی حدود ۹۵۷ میں لکھی [3] یہ کتاب ۹۳۰
میں ختم ہوئی۔ اسمیں لکھا ہے کہ امیدی ۹۲۷ میں درمش خان کے ساتھ ہرات گیا اور دو سال کے بعد
وطن لوٹا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد قتل ہوا۔ (امین رازی نے لکھا کہ امیدی ۹۲۸ میں ہرات گیا الی
آخر القصہ) خوشگو (فہرست بادلی عمود ۲۱۳ نمبر ۴۷) کہتا ہے کہ وہ ۹۲۳ میں ہرات گیا اور ۹۲۵
میں واپس آیا اور مارا گیا [4] ۹۴۸ھ میں لکھی گئی' [5] حیرانی یہ ہے کہ امین احمد نے تامی
کا مصرعہ (= ۹۲۵) بھی دیا ہے کہ یہ اس واقع کی تاریخ ہے اور یہ بھی لکھا کہ شاہ اسمٰعیل انہی
دنوں میں فوت ہو چکا تھا (جو ۹۳۰ کا واقعہ ہے)! [6] عالم آرای صفحہ ۳۴ '

مستقیم و ذہنی قویم دارد ، در موسیقی صاحب وقوف است و کارہا و صوتہا بستہ ،
ابن رازی نے لکھا ہے کہ حسابی اعیان نطنز سے تہا ، اور ہر ہنر اور علم میں دخل
رکھتا تھا مگر کسی کو کمال تک نہیں پہنچایا اسلئے ظرفا اسے دکان پس کوچہ کہتے تھے ۔
البتہ موسیقی و ادوار میں ماہر کامل تہا ، نقی کاشی نے خلاصۃ الاشعار میں مفصل
ترجمہ اس کا دیا ہے ۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ آقا سلمان معروف بہ مرزا حسابی
خواجہ قاسم متوقی کا بھتیجا اصلاً نطنزی ہے مگر نشو و نما اسنے کاشان میں پایا ۔
جوان خوش مشرب ۔ نیک خلق ، اور لطیف طبع ہے ۔ جامعیت جو اس کو
حاصل ہے دنیا (!) میں کسی کو نہ ہوگی خصوصاً طب ، تصوف اور موسیقی میں
باکمال ہے ۔ موسیقی میں اسکے عمل ہائے خوب شہرہ آفاق ہیں ۔ دیباچہ گلستاں
کی شرح اسنے تین ہزار بیت اسطر میں لکھی ہے ۔ بقول بعض ثقات ملا علی قوشچی کے
رسالہ ہیئت پر اسنے عربی میں شرح لکھی ۔ ایک جغرافیائی کتاب اوصاف البلاد کی
تالیف میں عرصہ سے مصروف ہے ۔ شاعری میں طبع شگفتہ رکھتا ہے[1] ـــــــ

ضمیری اصفہانی : نفایس المآثر میں اسکی نسبت لکھا ہے : قوت طبع و زور شعر
دارد ، دیوانی زیادہ از دہ ہزار بیت ترتیب کردہ از قصاید و غزلیات وغیرہ ، در علوم
ریاضی شاگرد استاد البشر میر غیاث الدین منصور است و در احکام رمل ماہر است
و سلیقہ اش بآن موافقت دارد و در علم فلاحت و رعایت باغات و بساتین و مساحت
بی نظیر است ، نقی کاشی نے اسکا نام کمال الدین حسین بتایا ہے اور لکھا ہے کہ دم
تحریر تک اسنے لاکھ شعر کہے ہیں (تقی نے اسکی ۶ مثنویاں اور دو دیوان گنے ہیں)
آذر کہتا ہے کہ اسکا کلام سب ضایع ہوگیا مگر صاحب مخزن الغرایب نے لکھا ہے :

---

[1] نیز دیکھو عالم آرای ص۱۳۳ و آتشکدہ ص۱۶۵ (بذیل اصفہان)

فصاحت اور حسن ادا میں ضرب المثل اور پابند شریعت، متابع سنّت تھا - چارشنبہ کے دن صبح کے وقت ۱۸ ربیع الآخر ۹۱۲ھ[1] کو پیدا ہوا اور اتوار کے دن ضحوۂ صغریٰ کے وقت ۷ ذیقعدہ ۹۶۸ھ کو قزوین کے ایک گاؤں میں فوت ہوا - مولانا مجازی نے تاریخ کہی : آہ آہ شرف از جہان شدہ (ہفت اقلیم میں اسکی ولادت ۹۰۲ میں اور وفات ۹۶۲ میں دی ہے مگر مادۂ تاریخ وفات وہی دیا ہے جو نفایس میں ہے اور جس سے ۹۶۸ حاصل ہوتا ہے - اسپرنگر (ص۵۰) نے نفایس کے ایک نسخہ سے تاریخ وفات شرف کی ۹۷۱ دی ہے - مگر جو نسخہ میرے سامنے ہے اسمیں صاف طور پر عربی الفاظ میں ۹۶۸ دئے ہیں[2] - اور یہی تاریخ درست معلوم ہوتی ہے[3] - س ۱۹ : و از نظر الخ عالم آرای (ص ۱۲۹) میں ہے کہ ایک زمانہ میں شرف طہماسپ کا ہم صحبت تھا مگر آخر میں مذہبی خیال سے شاہ نے شعر اسے توجہ ہٹالی (ص ۱۳۲) س ۵ : دیوان[4] :- اسکے نسخوں کے لئے دیکھو فہرست بانکی پور . . . ج ۲ ص ۱۶۰ ———— س ۹ : عدد آن الخ مگر تقی کاشی نے تعداد ابیات شرف ۳ ہزار بتائی ہے (فہرست بانکی پور ۲ : ۱۵۷) ———— س ۱۳ : میرزا حسابی نفایس میں اسکے ترجمہ میں لکھا ہے :- جوانی ست در نہایت حسن و محبوبی و با عشاق در مقام لطف و خوبی، طبعی

---

[1] نفایس میں الفاظ میں اثنا عشر و تسعمائۃ' لکھا ہے [2] اسپرنگر نے بظاہر قاضی جہان کی تاریخ وفات کو غلطی سے شرف کی تاریخ وفات سمجھ لیا ہے [3] تقی کاشی (اسپرنگر ص۲۲) اور صحف ابراہیم (فہرست بانکی پور ۲ : ۱۵۸) وغیرہما نے اسی کو اختیار کیا ہے - میرزا علاء الدولہ قزوینی نے جس تفصیل سے اپنے ہموطن اور معاصر شرف جہان کی تاریخ پیدایش و وفات بیان کی ہے - اسی سے اور اس امر سے کہ اسنے شرف کے ماتم میں اشعار بھی کہے ہیں جو اسکے ترجمہ میں درج کئے ہیں یہ ظاہر ہے کہ وہ اسکو بخوبی جانتا تہا - میری رائے میں تاریخ پیدایش و وفات شرف جو اسنے دی ہے قابل اعتماد ہیں [4] شرف کی شاعری کی ایک بڑی خصوصیت معاملہ بندی ہے مثلاً اسکی نسبت کہنا ہی ‌وا ابتداست' نیز دیکھو شعر العجم ۳ : ۲۰ ؛ و خزانہ بذریعہ فہرست مطالب

خود است، استفادہ علوم در خدمت علاّمۂ دہر استاد البشر میر غیاث الدین منصور شیرازی[1] نمودہ، ریاض الشعرا میں ہے: در ریاضی ریاضت نام کشیدہ، و درین علم سر آمد سروران گردیدہ، در مجلس میرزا الغ بیگ با مولانا علی قوشچی مباحثات نمودہ است (ہفت آسمان ۱۳۶)

صفحہ ۱۴۲

س ۳: برادر میرزا الخ تحفۂ سامی کے اقتباس مندرجہ حاشیہ ۲ کی تائید ہفت اقلیم سے بھی ہوتی ہے، امین رازی لکھتا ہے: میرزا قاسم از معارف سادات آن دیار بودہ اگرچہ ہموارہ کلانتری آن ولایت بدان سلسلہ تعلق می داشت اما میرزای مذبور ازان شغل استعفا خواستہ آن شغل را بہ برادر حوالت فرمود ازین سبب اختلاط فضلا و شعرا بخدمت او اتفاق بسیار افتادی و حضرتش مجمع فصحا و ظرفا بودی ——

س ۷: و ہر قسم شعر گفتہ الخ سام مرزا نے تحفۂ سامی میں یہی چار کتابیں قاسمی کی شمار کی ہیں جو میخانہ میں درج ہیں یعنی (۱) شاہنامہ "کہ فتوحات زمان حضرت صاحب قران مغفوز [شاہ اسمٰعیل اوّل صفوی] را نظم کردہ" (۲) لیلی و مجنون (۳) کارنامہ (۴) خسرو و شیرین۔ مگر میرزا علاء الدولہ نے نفائس میں جو (۹۷۳ سے ۹۷۹ تک زیر تصنیف تھی) قاسمی کا ایک عریضہ جو اسنے اکبر کو لکھا تھا درج کیا ہے[2] جسمیں کچھ اور کتابیں بھی مذکور ہیں۔ اس عریضہ میں اپنی تصنیفات کا شمار قاسمی نے یوں کیا ہے:

"کتاب [۱] شاہ نامۂ ماضی کہ چہار ہزار و پانصد بیت است

---

[1] ان کی تاریخ پیدائش ۹۰۰ اور تاریخ وفات ۹۴۸ ہے سنہ ۹۵۷ کے قریب تصنیف ہوئی

[2] میرزا علاء الدولہ ہندوستان کو جاتا ہوا کاشان سے گذرا تو قاسمی نے ایک نظم صفت معراج حضرت نبوی ایک عریضہ کے ساتھ اکبر کو بھیجی اور عریضہ میں اپنی تصنیفات کی تفصیل دی (دیکھو ہفت آسمان ۱۳۶ بعد)

کلیات مولانا را فقیر در جہان آباد دیدہ' آذر نے یہ بھی کہا ہے کہ اسکے خیال میں[1] تمامی عمر مولانا لیلا و نہارا سرّا و جہرا وفا بخواندن کتب مرقومہ (یعنی مصنفاتش) نمی کند تا بگفتن چہ رسد' خلاصہ چون غرابت داشت نوشتم" ہفت اقلیم میں اسکا ترجمہ دیا ہے ماحصل اسکا یہ ہے کہ ضمیری کا باپ باغ نقش جہاں کا معمار تھا اسلئے ابتدا میں باغبان تخلص کرتا تہا۔ وہ میرزا شرف کا معاصر تہا۔ رمل دانی کی وجہ سے طہماسپ صفوی نے اسکو ضمیری تخلص بخشا۔ اکثر متاخرین کے دیوانوں کے جواب اسنے لکھے ہیں (ان دیوانوں کی تفصیل بھی دی ہے)۔ ضمیری سلطان محمد صفوی (۹۸۵-۹۹۴) کے عہد کے شروع میں فوت ہوا[1] (ریو بحوالہ واله)

صفحہ ۱۳۴

س ۱: ہفت اقلیم میں یہ شعر دیا ہے ——— س ۲: جعفر بیگ یعنی مرزا قوام الدین بن میرزا بدیع الزمان قزوینی عنفوان شباب میں ہندوستان آیا اور ۹۸۵ھ میں پہلی دفعہ اکبر کے سامنے پیش ہوا۔ ۹۹۲ھ میں اسکو آصف خان کا خطاب ملا۔ ۱۰۲۱ھ میں فوت ہوا (دیکھو بلاکمین ص۴۱۲) جعفر اور جعفری تخلص کرتا تہا[2]۔ اس کی مثنوی خسرو شیرین ہمیشہ بہار (سپرنگر ص۴۳۰) میں مذکور ہے۔ اسکے نسخوں کیلئے دیکھو فہرست بادلی ۳۸۲-۱۶۳ بعد' جہانگیر نے لکھا ہے کہ یہ مثنوی اسکے نام پر لکھی گئی (ترجمہ تزک ۱: ۲۲۲)

صفحہ ۱۴۱

۱۱ - قاسم گونابادی

س ۱۵: بمزید علم و ادب الخ نفائس المآثر میں ہے: در ریاضیات[3] بی بدل زمان

---

[1] عالم آرای (ص۱۳۹) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۹۸۴ھ میں زندہ تہا [2] خلاصۃ الکلام (فہرست بادلی عمود ۲۹۶ نمبر ۱۷) [3] منقول عنہ میں ریاضات ہے۔

سپرنگر نے ایک نسخہ ۹۸۲ کا تحریر شدہ دیکھا جسمیں ۲۷۴۰ بیت تھے - (دیکھو فہرست اودھ صفحہ ۵۳۴) ——— س ۱۲ : کارنامہ اسکو گوی وچوگان بھی کہتے ہیں (دیکھو ریو صفحہ ۶۶)
تعداد ابیات کے لئے دیکھو اقتباس عریضۂ قاسمی ——— قاسمی کی مثنویوں کو مجموعی طور پر خمسۂ قاسمی کہتے ہیں -

صفحہ ۱۴۴

س ۱۰ : دو ساقی نامہ نفائس میں ۳۰ بیت ساقی نامۂ گونا بادی کے دئے ہیں - جو معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ نامہ کے دفتر دوم سے لئے گئے ہیں ——— س ۱۲ : خواجہ حبیب اللہ دیکھو حاشیہ صفحہ ۱۲۷ س ۳ پر ——— س ۱۴ : مولف میخانہ نے قاسمی کی تاریخ وفات نہیں دی - ریو (صفحہ ۶۶) نے لکھا ہے کہ صحیح تاریخ وفات اسکی معلوم نہیں - نفائس کا جو نسخہ میرے سامنے ہے اسمیں قاسمی کے ترجمہ کے حاشیے پر لکھا ہے :- وفات میرزا قاسم گونا بادی در افضل التواریخ در سنہ اثنین و ثمانین و تسعمائۂ منبط نمود ' مرنے سے پہلے قاسمی نے اپنی جایداد امام علی رضاؑ کے روضہ پر وقف کردی ' یہ جایداد بقول ابین احمد قریباً دس ہزار تومان کی مالیت کی تھی -

۱۲ - وحشی یزدی

ص ۱۵۲ س ۱۳ : شاعری متین الخ ہفت اقلیم میں ہے : لآلی آبدار مثنویش زینت قلادۂ فصاحت است و فرائد شاہوار غزلش خاتم بازوی بلاغت " عالم آرای

۱؎ یہ حکومت صفویہ کی ایک تاریخ ہی جو عباس اول (۹۸۵ - ۱۰۳۸) کے زمانہ میں لکھی گئی برٹش میوزیم میں صرف جلد اول کا دفتر اول ہے - جسمیں شاہ طہماسپ (۹۳۰ - ۹۸۴) کے عہد کے واقعات درج ہیں (دیکھو ضمیمہ فہرست ریو صفحہ ۳۷)

و [۲] شاہ نامہ نواب اعلی کہ آن نیز این قدر است

و [۳] شاہرخ نامہ کہ پنجہزار بیت است

و [۴] لیلی مجنون کہ سہ ہزار بیت است

و [۵] خسرو شیرین کہ آن نیز سہ ہزار بیت است

و [۶] زبدۃ الاشعار کہ چہار ہزار و پانصد بیت است

و [۷] مخزن اسرار و گوی چوگان کہ دو ہزار و پانصد بیت است "

ہفت آسمان میں نمبر ۶ و نمبر ۷ کی عبارت کو یوں بدلا ہے : زبدۃ الاشعار کہ چہار ہزار و پانصد بیت است ببحر مخزن الاسرار و گوی و چوگان' اس تبدیلی کی تائید تقی کاشی (اسپرنگر ص۴۲) کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ کہ قاسمی نے مخزن کے بحر میں ایک مثنوی لکھی ہے۔ گو زبدۃ کے کسی نسخہ کا پتہ مجھے کہیں نہیں چلا۔ قاسمی کی ایک مثنوی عاشق و معشوق بھی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتاب خانہ میں ہے[۱]۔ س ۹ : شہنشاہ نامہ' قاسمی کے عریضہ سے ظاہر ہے کہ اس کتاب کے تین حصے ہیں مگر میخانہ میں دو مذکور ہیں۔ میخانہ کے اقتباسات کا مقابلہ ریو (ص۶۶۱) کے اقتباسات سے کرنے پر معلوم ہوا کہ شاہ نامہ نواب اعلے میخانہ میں (ظاہراً بہ تقلید تحفہ سامی) مذکور نہیں ہوا[۲]

ص ۳۴۳ س ۶ : عدد ابیات الخ یہ تعداد عریضۂ قاسمی سے مختلف ہے۔

---

[۱] ہفت آسمان ص۱۳۸ [۲] یہی نام خلاصۃ الاشعار اور خزینۂ گنج الٰہی میں ہے (اسپرنگر ص۴۲ و ص۸۳) — اس کتاب کے تینوں حصوں کا تفصیلی حال دیکھو ریو ص۶۶۱ پر' مختصر یہ کہ شاہ نامۂ ماضی میں سلطان حیدر صفوی سے لیکر ۹۱۶ھ تک کے واقعات منظوم ہیں۔ شاہنامۂ نواب اعلے عہد شاہ طہماسپ کی تاریخ ہے اور ۹۶۰ھ کے قریب تک کے واقعات اسمیں درج ہیں اور شاہرخ نامہ میں شاہرخ کے حالات ہیں۔ کتابخانۂ بادلی میں اس کتاب کے پانچ نسخے ہیں (فہرست ص۵۱۳ ببعد) اسمیں سے نمبر ۵۱۴ (تحریر ۱۰۱۵ھ) میں کتاب کا نام شہنشاہ نامہ دیا ہے۔

صفحہ ۱۵۳ س ۱۰ : قاآما برادرم الخ فہرست بانکی پور میں (ج ۲ ص۱۶۷ پر) ہے کہ بعض تذکرہ نویسوں نے وحشی اور اسکے چھوٹے بھائی مرادی بافقی کو مولانا شرف الدین علی بافقی کا شاگرد بتایا ہے جو ظفر نامہ کا مشہور مصنف ہے۔ پھر صاحب فہرست نے اس بیان کی تغلیط کی ہے۔ اس بنا پر کہ مولانا شرف الدین ۸۵۸ میں فوت ہوئے یعنی وحشی کی پیدایش سے پہلے۔ مرآت آفتاب نما اسوقت میرے سامنے ہے اس میں بھی لکھا ہے کہ وحشی شرف الدین علی یزدی کا شاگرد تھا۔ لیکن ان تذکرہ نویسوں کو دھوکا ہوا ہے۔ کیونکہ تقی کاشی نے (فہرست سپرنگر ص۳۵) وحشی کو جس "شرف الدین بافقی" کا شاگرد بتایا ہے۔ اور صاحب ہفت اقلیم اور صاحب خزینۂ گنج الٰہی نے (فہرست سپرنگر ص۹۷) اسی کا نام شرف الدین علی بافقی لکھا ہے وہ علی یزدی صاحب ظفر نامہ سے الگ شخص ہے۔ وحشی کا استاد طہماسپ صفوی کے زمانہ کا ایک قاضی تھا۔ اسکے ترجمہ کے لئے دیکھو ہفت اقلیم بہ ذیل یزد۔

س ۸ : اسمم من شمس الدین محمد الخ فہرست بانکی پور (ج ۲ ص۱۶۷) میں وحشی کا نام کمال الدین دیا ہے۔ مگر معلوم نہیں یہ نام صاحب فہرست نے کس ماخذ سے لیا ہے۔

صفحہ ۱۵۴

س ۱ : کلیات وحشی الخ صاحب میخانہ کے حساب سے کلیات میں قریباً ۶½ ہزار بیت تھے۔ مگر تقی اوحدی نے اسکا ایک کلیات جمع کیا تھا۔ جس میں ۹ ہزار بیت تھے۔ (فہرست بانکی پور صفحہ مذکورہ بالا) اس میں تین مثنویاں تھیں ناظر و منظور، خلد برین اور فرہاد و شیرین (اس ناتمام مثنوی میں ۱۰۵۰ بیت تھے)۔ خلد برین ۱۸۶۱ء میں کلکتہ میں طبع ہوئی۔ اور فرہاد و شیرین کلکتہ۔ بمبئی اور طہران میں۔ "ناظر و منظور (در بحر خسرو شیرین نظامی) کی نسبت سندیلوی[1] کہتا ہے: خیلی متانت دارد" مگر آذر کہتا ہے:

---

[1] سندیلوی نے مخزن الغرایب میں ناظر و منظور سے ۸۰ شعر انتخاب کر کے لکھے ہیں۔

میں (صلا۳۳ پر) ہے کہ (مولانا وحشی) در غزل و مثنوی یگانہ دہر است' مخزن الغرایب میں ہے: وی طرز بابا فغانی شیرازی اختیار نمودہ و شوخی و طراحی و ادا بندی بران افزودہ' بر انواع سخن قادر است' پیروی او بسیار مشکل ..... از زبان عشق آگاہ است' لہذا کلام او مقبول خاص و عام است' ——— س ۱۴: مولدش از بافق الخ ساک بہ آتشکدہ (صلا۱۱): اصل آنجناب از بافق من اعمال کرمان است امّا چون اکثر اوقات مولانای مذبور در دارالعباد یزد بسر می بردہ مشہور بہ یزدی شدہ' ———
س ۱۷: بہ کاشان آمدہ الخ تقی کاشی نے لکھا ہے کہ جن دنوں نواب خان میرزا ولد اعتماد الدولہ العلیہ امیر معصوم بیگ صفوی حاکم کاشان تھا۔ غضنفر اور وحشی میں جھگڑا ہوا کہ دونوں میں سے اشعر کون ہے۔ نواب کے سامنے انہیں مشاعرہ ہوا تو اسنے غضنفر کو ترجیح دی اور خلعت بھی عنایت کی (یہ قریباً ۹۶۰ھ کا واقعہ ہوگا) یہی غضنفر کہتا ہے رُباعی

وحشی و برادرش کہ خلوت کردند
در ملک سخن رفع خصومت کردند
ہر شعر کہ در کہنہ کتابی دیدند
بردند و برادرانہ قسمت کردند

(خلاصۃ الاشعار - ترجمہ میر ضیاء الدین غضنفر کاشی)

تقی نے ملّا فہمی کاشی کا ترکیب بند بھی دیا ہے جو وحشی کی ہجو میں ہے اور جسمیں اسکو (اور اسکے مرحوم بھائی کو) چوری کا الزام دیتا ہے اور وحشی کو ملحد اور شافعی بتاتا ہے۔

(خلاصۃ الاشعار ترجمہ ملا فہمی)

مخزن الاشعار میں ہے: او را با ملا محتشم کاشی مشاعرہ واقع شدہ ہمدگر را ہجوہای رکیک کردہ اند' [سفینۂ خوشگو میں ہے کہ مولانا وحشی ابتدای عہد اکبری میں سندھ آیا - یہ بات اور کسی تذکرہ میں نظر نہیں آئی - معلوم نہیں کہانتک صحیح ہے دیکھو فہرست بادلی ممود ۲۱۷ نمبر ۱۹۸]

پھر لکھتا ہے: دیوان او مشہور است و مثنوی خوب دارد اگرچہ عامی بیمایہ است و عبارتش وفا بآن قصیدہ ہائی بلند او نمی کند اما بہر حال شاعر طبیعت است و در ہمہ اقسام سخن غیر از توحید و موعظت و نصایح و حِکَم دستگاہی طرفہ دارد' اور ص۲۸۵ پر ہے: او (یعنی عرفی) و حسین ثنائی از شعر عجب طالعی دارند کہ ہیچ کوچہ و بازاری نیست کہ کتاب فروشان دیوان این دو کس را گرفتہ در سر راہ نہ ایستند و عراقیان و ہندوستانیان نیز بہ تبرک می خرند' عالم آرائی (ص۱۳۱) میں ہے: شاعر قصیدہ گوی است' معانی بلند دارد اما در شعر قصید ہا پیچیدہ می کند (کذا) کہ طبع اکثر سخن سنجان روزگار از ادراک معنی آن قاصر است' آتشکدہ (ص۴۵) میں ہے: بزعم فقیر یا کسی فہم معنی کلام ایشان ندارد یا کلام ایشان معنی ندارد' مخزن الغرائب میں ہے: معانی بلند و دقیق دارد کہ طبع اکثر سخن سنجان از ادراک معنی آن قاصر است' در عہد..... اکبر بادشاہ بہند آمدہ دران زمان قریب صد نفر شاعر کمل و محکم گو مثل عرفی و نظیری بپایہ سریر..... مجتمع بودند ہیچکدام دعوی مقاومت و ہمسری با او نداشتند

س ۱۰: **غیاث الدین علی** آتشکدہ میں ثنائی کے باپ کا نام عنایت مرزا دیا مگر وہ درست نہیں۔ بقول بلاکمین (ص۵۶۳ حاشیہ ۲) _ کہتے ہیں کہ اسنے دیوان میں اپنے والد کا نام غیاث الدین محمد مشہدی بتایا ہے **صفحہ ۱۶۳ س ۱۴: سلطان** ابراہیم (جاہی تخلص) مرزا بہرام کا دوسرا لڑکا اور شاہ اسمٰعیل اول صفوی کا پوتا تھا۔ شاہ طہماسپ نے اسکو اپنا داماد بنایا۔ شاہ کے فوت ہونے کے وقت وہ درگاہ معلیٰ میں ایشیک آقاسی کے عہدے پر فایز تہا۔ اور بسبب اپنی قابلیت اور استعداد اور عقلمندی کے شاہ طہماسپ کے نزدیک معزز و محترم اور صاحب رای و مشورت تھا۔ یہ شہزادہ انواع فضل و کمال سے آراستہ تھا۔ خط نستعلیق خوب لکھتا تھا۔ مصوری میں نازک قلم' علم موسیقی اور علم ادوار میں سرآمد روزگار اور درودگری۔ سازتراشی اور خاتم بندی میں ماہر کامل تھا۔ خراسان میں وہ اکثر شعرا کے

بسیار بد گفتہ' فرہاد و شیرین کی سب نے تعریف کی ہے - اس ناتمام مثنوی کو وصال شیرازی نے تمام کیا (مجمع الفصحا ۲ : ۵۲۸) ' کلیات کے قلمی نسخوں کی تفصیل کے لئے دیکھو فہرست بانکی پور' ــــــ س ۷ : مخزن الغرایب میں اس غزل کا پہلا اور آخری شعر دیا ہے اور تین شعر اور دئے ہیں جو میخانہ میں نہیں یعنی

یک وعدہ خواہم از تو کہ باشم در انتظار	حاکم توئی در آمدن دیر و زود خویش
از چشم من بہ خود نگر و منع کن مرا	بی اختیار اگر نشوی در سجود خویش
بزم نشاط یار کجا وین فغان زار	وحشی نوای مجلس غم کن سرود خویش

س ۱۲ : حیات را بمو کلان قضا الخ آتشکدہ میں ہے : گویند در مجلس بادہ پا بہ عالم بقا نہادہ' ــــــ س ۱۹ : تقی کاشی نے جو وحشی کا معاصر تھا - اس کا سن وفات ۹۹۱ یا ۹۹۲ بتایا ہے (سپرنگر ص۳۵)

صفحہ ۱۶۲

۱۴ - حسین ثنائی

س ۷ : فصیحی نادرہ گوی ، ، ، ، ، یافتہ' ہفت اقلیم میں (ذیل نیشاپور) ہے : در فراہم آوردن الفاظ غریب و معانی دقیق نظیر و عدیل نداشت ..... بقصیدہ کہ شگرف ترین انواع سخن است او زیادہ رغبت فرمودہ و بنائی آن را نوعی نہادہ کہ از رگ اندیشہ خون چکانیدہ بدایونی (۳ : ۲۰۸) کہتا ہے کہ ہندوستان آنے سے پہلے سب اسکو استاد مانتے تھے مگر یہاں آیا تو وہ شوق بسبب حسد افسردگی سے مبدل ہوگیا اور اسپر اعتراضوں کی بوچھاڑ ہونے لگی

۵ل جنتا کہتا ہے : مرزا مغز الیہ یعنی جاہی نہایت احسان در باب آن یگانہ دوران مرعی می داشت بالآخر بہندوستان آمدہ با مولانا ولی دشت بیاضی و غزالی و شیخ فیضی و مولانا عرفی علیہم الرحمۃ مشاعرات و مباحثات نمودہ (مگر وہ ہند میں نہیں آیا دیکھو سرو آزاد ص۵۱ ' اس سے ایران میں مباحثات ہوئی تھی)

صفحہ ۱۶۴

س ۴ : معصوم بیگ صفوی شاہ طہماسپ کے عہد میں پہلے امیر دیوان تھا - پھر وکیل السلطنت ہوا اور اس عہدے کو ایالت اور سپہداری کے ساتھ جمع کرکے چند سال تک انتظام دولت میں مشغول رہا - طہماسپ اسے "عمو اغلی" یعنی عم زادہ کہا کرتا تھا جس زمانے میں مہم قزاق خان اسکو سپرد ہوئی - وہ وکیل السلطنت (وزیر اعظم) تھا- ۹۷۶ میں وہ اپنے لڑکے کے ساتھ حج کو گیا مگر راستہ میں بدوؤں نے دونوں کو مار ڈالا- (اسکندر منشی کہتا ہے کہ رومیوں نے بد عہدی کرکے اعراب بادیہ کے لباس میں اسکو قتل کیا[۵]) —— س ۱۶ : شربت مرگ چشیدہ دیکھو ص ۱۶۳ حاشیہ س ۱۴'

صفحہ ۱۶۶

س ۱ : دیوان کے قلمی نسخے عام طور پر ملتے ہیں (دیکھو فہرست بانکی پور ۲ : ۱۸۵) ——

س ۲ : سکندر نامہ اس مثنوی کا حال فہرست بادلی نمبر ۱۰۴۸ میں دیکھو- جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے - یہ مثنوی سکندر کے حالات میں ہے اور اکبر کے نام پر لکھی گئی ہے - اسکو سد سکندر اور باغ ارم بھی کہتے ہیں -

صفحہ ۱۶۹

س ۱۶ : بدایونی[۶] نے ساقی نامہ کا اقتباس اس شعر پر ختم کرکے لکھا ہے : مخفی نماند کہ علامت عامی گری ہا درین ساقی نامہ ظاہر است چہ ہمہ جا 'بیا' را ' بمعنی 'بیار' داشتہ وعبارات اساتذہ رانیز خیال کردہ کہ بر ہمیں معنی بودہ باشد و ازین غافل کہ عبارت ایشان قطعہ قطعہ واقع است و بیت اول موقوف بر ثانی ست

---

[۵] دیکھو عالم آرای ص ۱۱۱ و ص ۸۹ نیز دیکھو ص ۸۸ و ص ۱۰۱ و ص ۹۶' ۹۶۱ھ میں معصوم بیگ ابھی امیر دیوان تھا - مگر ۹۶۵ھ میں وہ وکیل السلطنت بن چکا تھا [۶] ۳ : ۲۱۰'

ساتھ ہم صحبت رہتا اور خود بھی شعر کہتا تھا۔ کتب خانہ اسکا نہایت عمدہ تھا۔ پرانے استادوں کے خطوط اور بیمثل مصوروں کی تصویریں اور اسی قسم کے اور نوادر اس کی سرکار میں بہت تھے۔ اسی طرح اسکا چینی خانہ رشک نگارخانۂ چین تھا۔ ۱۵ صفر ۹۸۴ھ کو شاہ طہماسپ فوت ہوا[1] تو اسکے جانشین شاہ اسمٰعیل ثانی نے اسکا عہدہ بدل کر اسکو مہردار مقرر کیا اور چند ماہ بعد اس سے مکدر ہو کر اسکو قتل کرا دیا (دیکھو عالم آرای عباسی ص۱۰۳ و ص۱۴۸ ببعد) اسکندر منشی نے صاف طور پر تاریخ اس واقعہ کی بیان نہیں کی۔ مگر چونکہ شاہ اسمٰعیل ثانی کی تاریخ جلوس ۲۷ جمادی الاولیٰ ۹۸۴ھ ہے اور تاریخ وفات ۱۳ رمضان ۹۸۵ھ ہے[2]۔ یہ واقعہ انہی حدود کے درمیان ہوا۔ باقی تاریخیں جو صفحہ ۱۹۴ کے حاشیہ ۴ میں دی ہیں محال ہیں ——— س ۲۰:

در سنہ: غالباً ۹۷۲ ہونا چاہیئے۔ عالم آرای ص۹۶ پر مجملاً ہے کہ: بعد از واقعہ قزاق تکلو کہ معصوم بیگ صفوی با فوجی از امرا و عساکر بدفع شر او مامور گشتہ بود چنانچہ در طی تحریر آن احوال سمت گذارش یافتہ تفصیل پذیر گردید (کذا) نواب شاہزادگی حسب الامر۔۔۔۔۔ بپایہ سریر اعلی آمدہ، لیکن باوجود تلاش کے عالم آرای کے پہلے صفحوں میں یہ تفصیل نہیں ملی۔ بلاکمین (ص۴۲۶) نے لکھا ہے کہ قزاق خان محمد خان شرف الدین اغلی حاکم ہرات کا لڑکا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد اسکا جانشین ہوا مگر شاہ طہماسپ نے اسکے بغی و عناد کی وجہ سے ۹۷۲ھ میں معصوم بیگ صفوی کو اسکی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ قزاق ان دنوں میں بیمار پڑا اور شاہی فوج کے ہرات پہنچنے پر مرگیا۔ معصوم نے اسکی تمام جائداد ضبط کر لی۔ اسکا بیٹا جعفر ہندوستان کو بھاگ آیا۔ اور اکبر نے اسکے ساتھ اچھا سلوک کیا جعفر کی جاگیر پنجاب میں تھی۔

---

[1] عالم آرای ص۹۴ [2] ایضاً ص۱۴۸ و ص۱۵۶

میں ترتیب دیا ان اشعار کی تعداد ۱۴ ہزار بتائی جاتی ہے (شعر العجم ج ۳ صـ ۹۵ ببعد، بلاکین صـ ۵۶۹)
۶ ہزار بیت جو غرق ہوئے ان کے متعلق دیکھو شعر العجم صـ ۹۸

صفحہ ۱۷۶

س ۴ : نام پدر عرفی .... محمد حسین بود مرآت آفتاب نما میں ہے :
نامش جمال الدین بن زین الدین بلوی بن جمال الدین سیدی المشہور بہ خواجہ چادر باف،
ہمیشہ بہار (سپرنگر صـ ۱۲۶[۱]) میں ہے کہ اسکا نام خواجہ صیدی تھا - لیکن میخانہ سے ظاہر ہوتا ہے
کہ صیدی تخلص اول تھا نہ کہ نام ' ـــــ **س ۸ : یاران اہل النخ** ! ماثر رحیمی میں ہے
کہ باپ کے عہدے کی مناسبت سے عرفی تخلص رکھا (شعر العجم ۳ : ۸۲) ـــــ **س ۱۵ :**
از وطن خروج کردہ النخ تقی کاشی (سپرنگر صـ ۳۷) نے لکھا ہے کہ عرفی ۹۹۴ میں براہ
دریا ہندوستان میں آیا - اور پہلے احمد نگر میں ٹھہرا[لہ] ' ہفت اقلیم میں (ذیل عرفی) ہے : و او
ابتدا از بندر جرون بدکن وارد شد دران ولایت اورا چنانکہ باید دست نداد (کذا) لاجرم متوجہ
ہند گردید ' ـــــ **س ۱۶ : بسعادت خدمت النخ** ۹۹۷ھ میں جب ابوالفتح کا
انتقال ہو گیا تو عرفی نے خانخاناں کی ملازمت اختیار کی '

صفحہ ۱۷۷

س ۱۵ : قبول شاہد نظم کمال النخ بظاہر کمال الدین اسمعیل اصفہانی خلاق المعانی مراد
ہے - جو ۶۳۵ میں فوت ہوا[۲] - کمال خجندی (المتوفی ۷۹۳ھ) غزل میں اور کمال اصفہانی قصیدہ
میں نامور تھا - کمال خجندی کا قطعہ ہے ؎

دو کمال اند در جہان مشہور ۔۔۔ یکی از اصفہان دگر ز خجند
این یکی در غزل عدیم المثل ۔۔۔ وان یکی در قصیدہ بی مانند

---

۱ کذا ایضاً در ہمیشہ بہار (سپرنگر صـ ۱۲۶) ۲ مگر بعض اصحاب تذکرہ نے اسکی وفات ۶۳۹ بعض نے ۶۲۸ میں بتائی ہے '

۱۴- عرفی

س ۴ : اشعار او . . . . . . نمی تواند زد دیکھو شعرالعجم ج ۳ صف ۹۸ بعد جہاں عرفی کے کلام کی خصوصیات نہایت تفصیل سے دی گئی ہیں ' ہفت اقلیم میں ہے : نظمش عذوبت سلسبیل وارد و نثرش خاصیت فرات و نیل ' جزالت با سلاست آمیختہ ولطافت با متانت جمع آمدہ ' مبتلا : شاعریش در مغرب و مشرق و بر شیرین زبانیش دانشوران جہان متفق ' داغستانی : عرفی شیرازی پختگی و شستگی الفاظ و عذوبت کلام و ناز کی مضمون را باہم جمع نمودہ است ' الحق از شعرا کم کسی باین جلالت شان گذشتہ[1] خزانۂ عامرہ میں ہے : در قصیدہ گوئی صاحب ید طولی ست با وصف آن مخالص او چندان خوب واقع نشدہ . . . . غزل و مثنوی او مرتبۂ مساوی دارد ' امّا باعتقاد حکیم حاذق پسر حکیم ہمام برادر حکیم ابوالفتح پایۂ مثنوی او کم است ' آتشکدہ میں ہے : الحق در مراتب کمالات گوی سبقت از معاصرین ربودہ . . . . . در قصیدہ ہر چند طریقۂ تازہ کہ خارج از طریق شعرای سابق بود ' اختیار کردہ امّا واقعاً بسیار خیالات خوب و عبارات مطلوب وارد ' در باب استعارہ اصرار بسیار دارد بحدیکہ مستمع از معنی مقصود غافل می شود ' اسکے بعد مثنوی مخزن آسرار عرفی کی مذمت ہے کہ "بسیار بد گفتہ" اور خسرو شیرین کی نسبت کہا ہے : اگر عیب استعارہ خنک را بسیار نداشت بد نہ گفتہ بود " مجمع الفصحا (۲: ۲۲) میں ہے : سیاق اشعارش پسندیدہ اہالی این عہد نیست ——— س ۱۰ : در ایّام حیات . . . . افتادہ ۹۶۶ میں ایک دیوان عرفی نے خود ترتیب دیا تھا ' پھر مرتے وقت اسنے اپنے دیوان کا مسودہ خانخانان کو بھجوایا اور سراج اصفہانی نے اسکے حکم سے یہ دیوان ۱۰۲۶ سنہ

---

[1] ہفت آسمان صف ۱۱۱ ج ۵ صف ۳۱۹ اگر مرآۃ آفتاب نما میں ہے : تمہید و گریز قصیدہ را طرز نوی ایجاد کردہ ج ۵ صف ۲۷۶

پھر کل دکن کا واقعہ نویس ہوا۔ میر نے عمر بھر تاہل اختیار نہ کیا اور تجرد میں نیک نامی سے زندگی بسر کی ۱۱۱۲ھ تک وہ واقعہ نویس دکن تھا۔ معلوم نہیں اسکے بعد کبتک جیا۔

صفحہ ۱۸۵

۱۵- اقدسی مشہدی

س ۱۵: مبتلا اور سندیلوی نے اسکا نام محمد اقدس دیا ہے ——— س ۱۶: شاعری رنگین الخ ہفت اقلیم میں ہے: بلطف طبع و دقت سخن ممتاز از ہمگنان است و در طیبت و ہجو مستثنیٰ از اقران' مبتلا کہتا ہے: ذات قدسی آیاتش مستجمع فنون کمالات بودہ مفصلاً در تذکرۂ کعبہ عرفان تحریر یافتہ ——— مخزن الغرایب میں ہے: نہایت خوش طبع و ہزال بودہ' اقدسی حکیم شفائی کا معاصر تھا' شفائی کے دیوان میں اسکی ہجو میں یہ قطعہ موجود ہے:

اقدسی آن کلاغ شوم آواز ... کہ بود خانہ زاد قوم یزید

.... خورد ... بغض من' چہ عجب؟ ... نیست .... خوردن از کلاغ بعید

نشتر عشق میں ہے کہ وہ شاہ عباس کے منشیوں میں داخل تھا'

۱۶- فیضی

ص ۱۹۵ س ۱: تفسیر بی نقط الخ یعنی سواطع الالہام جو ۱۰۰۲ھ میں تمام ہوئی۔ ایک اور بی نقط کتاب موارد الکلم کے نام سے فیضی نے لکھی۔ یہ دونوں کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ——— س ۴: ابیات بی شمار دارد' ابوالفضل نے ان کی تعداد پچاس ہزار بتائی ہے۔ مگر بدایونی نے لکھا ہے" دیوان و مثنوی او از بیست ہزار بیت زیادہ است[1]" اور ہفت اقلیم

---

[1] ہفت آسمان صفحہ ۱۲۱ بدایونی (۳: ۳۰۱) فہرست بانکی پور ۲: ۲۰۵ شعر العجم ۳: ۶۹' مخزن الغرایب میں ہے: دیوان و مثنوی او قریب بہ بیست و پنجہزار بیت رسیدہ'

فی المثل درمیان این دو کمال نیست فرقی مگر بوئی چند

(خلاصۃ الاشعار کاشی)

صفحہ ۱۷۸

س ۵ : مولانا عرفی ہیچ عیبی الخ آئین میں مجملاً ہے : از کوتاہ بینی در خود نگریست و در پاستانیان زبان طعن کشود، غنچۂ استعداد او ناشگفتہ پژمرد[1] بداؤنی نے لکھا ہے : از بس عجب و نخوت کہ پیدا کرد از دلہا افتاد و بہ پیری نرسید[2] ـــ س ۱۱ : در سنہ اثنی و الف الخ' یہ تاریخ تقی کاشی (سپہر نگر ص ۳۲) نے دی ہے مگر درست نہیں۔ ابوالفضل نے اکبرنامہ میں ۹۹۹ھ کے واقعات میں اسکی وفات درج کی ہے[3] ہفت اقلیم میں ہے کہ مرض اسہال سے مرا مگر مبتلا کہتا ہے : با شاہزادہ سلیم۔۔۔ خصوصیت و محبت منوط داشت حساد ش در عین جوانی مسموم کردند[4] خزانہ میں ہے کہ عمر اسکی ۳۶ برس کی تھی ہمیشہ بہار[5] میں ۳۵ یا ۳۶ ـــ س ۱۴ : مرزا نظام قزوینی الخ یہ صاحب طبقات اکبری نہیں ہے جیسا کہ بعض نے گمان کیا ہے

صفحہ ۱۸۰ س ۱۱ : در سنہ ہزار و بیست و ہفت الخ خزانہ میں رونقی ہمدانی کا ایک قطعہ تاریخ دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈیوں کے نجف پہنچنے کی تاریخ ۱۰۲۷ ہے۔

صفحہ ۱۸۱

س ۲ : میر صابر صفاہانی خزانہ (ص ۳۱۹) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہانگیر اور شاہجہان کے عہد میں ہندوستان میں تھا۔ پہلے صوبہ گجرات میں واقعہ نویس دیوانی تھا۔

---

[1] ہفت آسمان ص ۱۱۲ [2] منتخب التواریخ ج ۳ ص ۲۸۵ [3] شعر العجم ۳ : ۹۱' بداؤنی (۲ : ۲۸۵) نے "عرفی جوانہ مرگ شدی" تاریخ دی ہے کہ اس سے بھی ۹۹۹ برآمد ہوتا ہے' [4] خزانہ ص ۳۸ و سپہر نگر ص ۱۲۶ ، مرآت آفتاب نما میں ہے : حسادش بعشق شاہزادہ متہم کردہ در سن ۳۵ سالگی مسموم نمودند

فیضی ۴ صدی امرا میں سے تھا، ملک الشعرائی اسکو ۳۳ سنہ جلوس اکبری میں ملی۔

صفحہ ۱۹۷

س ۱۴: و در آخر فیاضی تخلص کردہ، فیضی نے قریباً چالیس برس فیضی تخلص کیا مرنے سے چند ماہ پہلے فیاضی تخلص اختیار کیا۔ ملّا عبدالقادر نے لکھا ہے: در اواخر بہ تقریب خطاب برادر خرد کہ اورا علّامی می نویسند بجہت علوّ شان وران وزن تخلص فیاضی اختیار نمود و سازگار نیامد و بعد از یک دو ماہ رخت حیات از عالم بربست[۵۱] سنہ ۲۲ سے جو اشعار حاشیہ میں نقل ہوئے ہیں وہ نلدمن کے ہیں جو فیضی نے ۱۰۰۳ سنہ میں ختم کی۔ تھوڑی ہی مدت بعد یعنی ۱۰ صفر ۱۰۰۴ سنہ کو اسکا انتقال ہوگیا۔

صفحہ ۱۹۸: س ۲: مولد آن عندلیب الخ یہ مقام جمنا کے بائیں کنارے آگرہ کے مقابل میں بابر کے چار باغ کے متصل تھا[۵۲] ــــــ س ۱۳: پُرس کی بجائے 'بُرس' پڑھو'

۱۷۔ نوعی خبوشانی

صفحہ ۲۰۰

س ۱۲: شاعری مرغوب الخ ہفت اقلیم میں ہے: بلطف طبع و حدت فہم اتصاف داشتہ، ہموارہ چہرۂ معانی را بہ گلگونۂ عبارات تازہ سرخ روئی دست دادہ اشعار دلآویز بمنصۂ ظہور می رساند' آئین (بلاکمین صـ ۶۰۶) میں بھی اسکی شاعرانہ قابلیت کی تعریف موجود ہے۔ سرخوش کہتا ہے: شاعر غزای اکبر شاہی بود، مثنوی سوز و گداز بسیار لبسوز

---

۵۱ بلاکمین صـ ۴۹۱ بحوالہ اکبرنامہ ۵۲ بلاکمین صـ ۵۴۸، بدایونی ۳: ۲۹۹،

۵۳ فہرست بانکی پور ۲: ۲۰۲،

میں ہے " دیوان شعرش پانزدہ ہزار بیت است کہ امروز متداول است" دیوان میں ایک قطعہ تاریخ شیخ مبارک کی وفات پر ہے۔ جو ۱۰۰۱ھ میں واقع ہوئی - اسلئے ظاہر ہے کہ فیضی نے دیوان مرنے سے دو تین سال پہلے مرتب کیا - فیضی کی تصنیفات اور اسکے کلام پر رائے شعرالعجم ج ۳ ص ۶۲ بیعد پر دیکھو، نیز فہرست بانکی پور ۲ : ۲۰۷ (خصوصاً دیوان کے لئے) ——— س ۱۰: **ولی نعمت من الخ** فیضی نے تعلیم باپ ہی سے تعلیم پائی - (فیضی کے والد اور اس کے خاندان کا حال دیکھو بلاکمین ص ۴۹ اور فہرست بانکی پور ۳ : ۲۰۲ پر) امین رازی نے لکھا ہے:

باوجود آنکہ از ہمہ علوم بخشی دارد اما عربیت و حکمت را بیشتر تتبع نمودہ و در انشا و مکارم اخلاق و انبساط طبع خود بی ہمتاست' نیز دیکھو بداؤنی ۲ : ۲۹۹ ——— س ۱۴ : **ناگاہ منشور التفات الخ** یہ جلوس اکبری کے بارھویں سال (۹۷۵) کا واقعہ بتایا جاتا ہے - جب کہ اکبر چتوڑ کی مہم پر گیا ہوا تھا - اسکی تفصیل کے لئے دیکھو وہی ماخذ جو اوپر مذکور ہوئے اور جنہیں حالات ابوالفضل کے بیانات پر مبنی کر کے لکھے گئے ہیں -

صفحہ ۱۹۶

س ۱۱ : **نقش سعادت استادی الخ** یہ واقعات بہت اختصار سے بیان ہوئے ہیں - اکبر کے دونو توام لڑکے جو ۹۷۲ھ میں پیدا ہوئے ایک مہینے کے بعد مرگئے تھے انکے بعد سلیم ربیع الاول ۹۷۷ھ میں پیدا ہوا - باقی لڑکے لڑکیاں اسکے بعد پیدا ہوئے پس ظاہر ہے کہ اگر دربار میں آنے کے متصل بعد کا ذکر فیضی نے کیا ہے تو جن بچوں کی تعلیم اسکو سپرد ہوئی وہ اکبر کے اپنے نہ تھے - مگر ممکن ہے کہ وہ چند سال بعد کا ذکر کر رہا ہو - چنانچہ شعرالعجم میں ہے - کہ ۲۴ھ جلوس میں دانیال کی تعلیم . . . . اسکے سپرد ہوئی[۱] ——— س ۱۷ : ہم در حساب امرا . . . گرہ فتم

---

[۱] بلاکمین ص ۳۸ بیعد، شعرالعجم ۳ : ۴۲، دانیال جمادی الاولی ۹۷۹ھ میں پیدا ہوا'

میں شامل تھا ۳۲ سنہ جلوس اکبری (۹۹۵ھ) میں حاکمِ کشمیر ہو کر گیا ۳۶ سنہ اکبری میں اسنے بعض
وجوہات سے استعفا دے دیا ۔ مگر کچھ عرصہ بعد دوبارہ اپنے عہدے پر بحال کر دیا گیا ۔ ۳۸ سنہ
اکبری (۱۰۰۲ھ) میں اسکو داروغۂ توپخانہ مقرر کیا گیا ۔ اس تفصیل کے مطابق نوعی کو کشمیر
میں بمشکل چند ماہ کا قیام میسر آسکتا ہے ۔ نہ صرف یہ بلکہ یوسف خان کے پاس اسکا تمام عرصہ
قیام بہت مختصر رہ جاتا ہے ۔ (دیکھو ذیل میں حاشیہ ص ۲۰ پر) بداؤنی (۳ : ۳۶۱) نے لکھا ہے :-
نوعی خود را از نبایرِ حضرت شیخ حاجی محمد خبوشانی ...... می گوید امّا عملش تکذیب آن دعوی
می نماید" یہ شیخ بقول امین احمد" از نیکان زمان خود بوده و نسبت ارادتش بہ چہار واسطہ
بمیر سید علی ہمدانی می پیوندد و سی و ہفت خلیفہ صاحب اثر داشت" (ہفت اقلیم بذیل
خبوشان) ـــــــ س ۲۰ : **داخل بساط بوسان الخ** ہفت اقلیم میں جو ۱۰۰۲ھ
میں ختم ہوئی لکھا ہے : امروز در سلک ملازمان خاص شاہزادہ دانیال انتظام دارد ۔

صفحہ ۲۰۲

س ۶ : **دیوانش ...... باشد** ۔ کلیات نوعی کا نسخہ جو برٹش میوزیم میں ہے
اسمیں تعداد ابیات تقریباً اسی قدر معلوم ہوتی ہے جتنی کہ میخانہ میں درج ہے ۔ دیوان کے
نسخوں کے لئے دیکھو فہرست بانکی پور (۳ : ۱۱) ساقی نامہ نوعی نے خانخانان کے نام اور
مثنوی سوز و گداز شہزادہ دانیال کی فرمایش سے لکھی ـــــــ س ۱۱ : **بعد از
حیات شاہزادہ الخ** دانیال ۱۰۱۳ھ میں فوت ہوا ۔ سرخوش نے خانخانان کے حال میں
لکھا ہے کہ خان نے نوعی کو مکرر صلات و انعامات دئے ۔ ایک مرتبہ ۱۴ ہزار روپیہ نقد
اور جنس اور خلعت خاصہ اور ایک ہاتھی اور عراقی گھوڑا دیا ۔ مگر دیکھو خزانہ ص ۴۳۵ اور
فہرست بانکی پور ج ۳ ص ۱) ـــــــ س ۱۲ : **در سنہ ثمان عشر و الف**

[1] خزانہ ص ۴۳۵ و ریو ص ۶۷۴ و سروِ آزاد ص ۲۳ ؛

گفتہ' مبتلا لکھتا ہے: از فصحای زمان بود' مثنوی سوز و گداز و ساقی نامۂ او مشہور است' مخزن الغرائب میں ہے: سوز و گداز نہایت بلطافت گفتہ...... اشعارش خوش قماش و نازک واقع شدہ خالی از لطافت و شیرینی نیست' ——— س ۱۲: خبوشان مشہد کے قریب ایک شہر ہے۔ ہفت اقلیم میں ہے: از جاہای نیک خراسان است'

صفحہ ۲۰۱

س ۱ تا ۱۵: ہمراہ پدر خود الخ اس سفر کا ذکر اور کہیں نہیں ملا۔ البتہ فہرست بانکی پور (۳: ۱۰۰) میں اس سے مختلف حال نوعی کی سیاحت کا ہے جو بظاہر تقی اوحدی سے لیا گیا ہے ماحصل اسکا یہ ہے کہ نوعی ابتدای زندگی میں باپ کے ہمراہ کاشان گیا اور محتشم کی شاگردی میں ذوق شعر پیدا کیا اور عروض سیکھا۔ پھر خراسان کا سفر کیا اور نیشاپور اور ابیورد میں چندے ٹھہرا۔ بعد ازاں مرو پہنچا اور نور محمد خان کی رفاقت میں رہا (دونو کی عمر اس وقت قریباً ۲۰ برس کی تھی) تا آنکہ عبداللہ خان والی توران نے مرو پر حملہ کیا اور نور محمد بھاگ کر شاہ عباس کے پاس پناہ گزین ہوا۔ اور نوعی خراسان سے ہندوستان آ گیا۔ ان بیانات کو میخانہ کے بیانات کے ساتھ بہت ہی مشکل سے تطابق دے سکتے ہیں۔ کیونکہ نور محمد خان بن ابوالمحمد خان بن دین محمد خان شیبانی والی درگنج و مرو و نسا و ابیورد وغیرہ نے عبداللہ خان ثانی اوزبک کو ۱۰۰۰ھ میں مرو اس شرط پر حوالہ کر دیا کہ حاجی محمد خان شیبانی پادشاہ خوارزم سے نسا اور درون وغیرہ کا علاقہ واپس لے دے۔ جو نام بردہ نے اس سے ۱۰۰۰ھ میں چھین لیا تھا۔ مگر ۱۰۰۲ھ میں نور محمد خان مایوس ہو کر ایران کو بھاگ گیا اور شاہ عباس کے پاس پناہ لی[1]۔ پس بیان بالا کے مطابق نوعی ۱۰۰۲ھ میں ہندوستان آیا۔ ادہر یوسف خان[2] بن میر احمد رضوی جو سادات مشہد سے تھا اور امرای اکبری

---

[1] عالم آرای ص ۳۰۱ و ص ۳۰۴ و ص ۳۰۷ [2] اسکا مفصل حال بلاکمین ص ۳۴۶ بعد پر دیکھو اسکے لئے صفدر خان کا جو جہانگیر کے چھٹے سال میں صوبہ دار کشمیر مقرر ہوا تھا۔ میخانہ میں جابجا ذکر آیا ہے۔

صفحہ ۲۱۷

س ۹ : دیوان' بظاہر ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی فہرست میں صفحہ ۱۲۲ پر اسی شاعر کا کلیات مذکور ہے ـــــــ س ۶: تیمورنی ' ظاہرا یہ وہی جگہ ہے جسکو اورنگ آباد کے گزٹیٹیر (ص۸۴۸) میں (Temburni) لکھا ہے اور جو تیمورنی جاگیر کی ایک بڑی بستی ہے ۔جعفر آباد سے وہ پانچ میل جنوب کی طرف واقع اور ایک مضبوط فصیل سے محیط ہے ـــــــ س ۱۷: آقا جعفر ظاہرا آصف خان مراد ہے ـــــــ

س ۱۸ : نظر بیگ دیکھو ص۵۱۳

۱۹-میرزا غازی ترخان

صفحہ ۲۲۶ س ۵ : باد فروش یا باد خوان بھاٹ کو کہتے ہیں' ـــــــ

س ۱۲ : باباحسن ابدال میرزا شاہرخ بن تیمور کے زمانہ میں ایک ولی[۲] تھے غالبًا انہی کے نام پر پنجاب کا ایک شہر بھی موسوم ہے - میر معصوم بھکری متخلّص بہ نامی (بن سیّد صفائی ترمذی) شاعر و مورّخ مشہور (مصنّف تاریخ سندھ) ایک کتبے میں لکھتا ہے کہ وہ باباحسن ابدال کے لڑکے سید شیر قلندر کی اولاد سے ہے (بلاکمین ص۵۱۵ ' (باباحسن سبزوار میں پیدا ہوئے مگر قندہار میں آبسے (بلاکمین ص۵۱۵ ' نیز دیکھو بیلؔ کی ڈکشنری اور جیرٹؔ کا ترجمہ آئین ج ۲ حاشیہ ص۳۲۴) اور وہیں دفن ہوئے (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

صفحہ ۲۲۸ س ۱۷ : دیوان' وقاری کے دیوان کا پتہ ان فہرستوں میں جو میرے سامنے ہیں - نہیں ملا'

صفحہ ۲۲۹ س ۱ : وقاری خوشگو نے لکھا ہے کہ میرزا کے دو تخلص تھے - غزالی

---

[۱] طبع بمبئی ۱۸۸۴ء ' [۲] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ہے کہ باباحسن شاہ رخ کے ساتھ ہندوستان آیا'

خوشگو اور والہ داغستانی[1] نے نوعی کا سن وفات ۱۰۱۹ھ دیا ہے اور صاحب خزانہ (ص۴۳۶) و صاحب مخزن الغرایب نے بظاہر انہی کی تقلید کی ہے مگر صاحب میخانہ نوعی سے قریب العہد ہے لہذا اسکا قول قابل ترجیح ہے'

صفحہ ۲۱۰ س ۳ و ۹ : آزاد نے اشعار کو اولاً سرو آزاد (ص۲۳) میں نقل کیا ہے۔ پھر خزانہ میں درج کر کے کہا ہے کہ یہ بہت خوب ہیں۔

۱۸- غیاثای منصف

صفحہ ۲۱۶ س ۶ : خردمندی منصف الخ منصف کا حال بہت کم تذکروں میں ہے۔ ہفت اقلیم (بذیل اصفہان) میں فقط یہ ہے : پارۂ از متدا ولات رامطالعہ کردہ بدقت سخن و قماش شعر نیک می رسد و منصف تخلص می کند (اسکے بعد اسکے ۶ شعر دئے ہیں) خوشگو (فہرست بادلی عمود ۲۲۲ نمبر ۳۳۶) نے اس کا ذکر کیا ہے مگر کوئی حال نہیں دیا' مخزن الغرایب میں ہفت اقلیم کے حوالہ سے اسکا ذکر کیا گیا ہے۔

—— س ۱۴ : میرزا جعفر الخ دیکھو ص۱۳۳ ببعد مع حواشی متعلقہ ——

س ۱۷ : میرزا رستم قندہاری میرزا رستم بن سلطان حسین مرزا بن شاہ اسمٰعیل صفوی ۱۰۰۱ھ میں بھاگ کر ہندوستان آیا[2] - اکبر نے اسے پنجہزاری بنایا' ۱۰۵۱ھ میں ۷۲ برس کی عمر میں فوت ہوا (اس کے تفصیلی حال کے لئے دیکھو بلاکمین ص۳۱۴ و ترجمہ توزک جلد ۱ ص۲۶۲)' ۱۰۰۶ھ کے قریب اکبر نے اسے خانخانان کے ساتھ دکن بھیجا - جہانگیر نے اسے دکن سے بلوایا جہاں سے وہ ۱۰۲۱ھ میں آیا - اسلئے واقعہ مذکورۂ متن ۱۰۲۱ھ سے پہلے کا ہی

---

[1] فہرست بادلی عمود ۲۲۴ نمبر ۳۹۱ اور سپرنگر ص۱۱۶' سپرنگر اور ریو نے یہی تاریخ اختیار کی ہے۔

[2] اس واقعہ کی تفصیل دیکھو عالم آرای ص۳۲۶ ببعد پر'

پس وہ قریباً پانچ برس وہاں کا حاکم رہا ——— س ۱۲ : در سنہ الخ میرزا غازی کا یہ سن وفات اور کہیں نہیں ملا - البتہ ریو صفحہ ۶۷۹ پر ہے کہ میرزا ۱۰۱۵ھ سے ۱۰۲۰ھ تک حاکم سندھ رہا - اور یہ معلوم ہے کہ وہ مرنے تک حاکم تتہ وقندہار تھا - مگر صفحہ ۱۰۸۴ پر ریو نے اسکی تاریخ وفات صاف طور پر ۱۰۲۱ لکھی ہے جیساکہ حاشیہ صفحہ ۲۲۹ پر لکھا جاچکا ہے - جہانگیر کو قندہار سے آگرہ میں اسکی وفات کی اطلاع ۱۰ ربیع الاول ۱۰۲۱ھ کے قریب ملی - بیگلارنامہ میں ہے کہ غازی بیگ ۱۱ صفر ۱۰۲۱ھ کو مرا (ریو صفحہ ۹۵) اغلب ہے کہ یہی تاریخ صحیح ہو[ع]

۲۰- شکیبی اصفہانی

صفحہ ۲۲۴ س ۱۵ : شعرا و ہیچ یکی الخ ہفت اقلیم میں ہے: بجودت طبع سلیم وذہن مستقیم قرار داوۂ اعیان و مسلّم ہمگنان است ' طبع پاکش از اقسام کمالات بہرہ ور وذہن درّاکش نقاد بسیاری از فنون علم و ہنر ' سرو آزاد (صفحہ ۳۱) میں ہے کہ شکیبی خوش طبیعت صاف فکر شاعر تھا ' - دیوان اسکا کسی فہرست میں نظر نہیں پڑا -

صفحہ ۲۲۵ س ۱۶ : مولدش الخ مخزن الغرایب میں ہے کہ شکیبی مولانا ضمیری کا بھتیجا (یا بھانجا ؟) تھا - سرو آزاد (صفحہ ۲۹) میں ہے کہ وہ عبداللہ امامی کی اولاد سے ہے جسکا ذکر نفحات الانس میں ہے - حاشیہ ۴ کو اسطرح پڑھو : ولادتش در نہصد الخ '

——— حاشیہ صفحہ ۵ : صفحہ ۲۲۷ کی بجای عمود ۲۲۷ پڑھو '

صفحہ ۲۲۶ س ۱۰ : بہند دکن الخ ہند دکن (بجای دکن) ترکیب جو یہانہ میں جا بجا آتی ہے اس دور میں عام طور پر مستعمل معلوم ہوتی ہے مثلاً دیکھو عالم آرای (صفحہ ۱۵۹ س ۷) : (امیر مومن استر آبادی) ... تاب توقف ایران نیاورده بہند دکن رفت ' ——— س ۱۳ : رکن السلطنۃ الخ تزک جہانگیری میں واقعات ۱۰۳۲ کی ذیل میں مہابت خان کو معتمد الدولۃ القاہرۃ لکھا ہے[۵] '

---

[۵] ایلیٹ ۶ : ۳۸۶ [ع] نشتر عشق میں ہے کہ ۱۰۲۱ھ عبداللطیف نامی غلام نے وفاداری کو زہر سے ہلاک کیا -

اوز وقاری (فہرست بادلی عمود ۲۲۷ نمبر ۴۷۲) توزک جہانگیری میں بھی میرزا کی شعرگوئی اور تخلص (وقاری) کا ذکر ہے (ترجمہ توزک ۱: ۱۳۳)، میرزا کا باپ جانی بیگ ترخان بھی شاعر تھا اور حلیمی اسکا تخلص تھا[۱] ـــــ س ۴: اکثر اعزہ الخ مخزن الغرایب میں ہے: مرد نیکو نہاد و باذل بوده، فضلا و شعرا را مکرم داشتی و او طبع روانی داشت، ـــــ س ۵: ملا اسد اس کا کچھ حال میخانہ ص ۴۱۱ ببعد پر موجود ہے۔ دیوان مرشد بروجردی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسد کو محفوظ خان کا خطاب ملا ہوا تھا[۲] ـ اور وہ ۱۰۲۶ھ میں فوت ہوا۔ جیسا کہ ذیل کے قطعۂ تاریخ سے ظاہر ہے۔

قطعہ

دریغا دریغا کہ محفوظ خان رفت	اسد آن جہان ہنر از جہان رفت
زبان گو؟ سخن چیست؟ کز رفتن او	سخن از زبان و زبان از دہان رفت
بماندیم چندان کہ دیدیم مرگش	ازین سود بر ما زیان بر زیان رفت
اسد رفت و تاریخ فوتش ز مرشد	طلب کرد و دل گفت: اسد رایگان رفت ۱۰۲۶

طالب آملی ۱ک بہ ص ۳۸۶، ـــــ میر نعمت اللہ وصلی: ۱ک بہ صفحات میخانہ باملاد فہرست اول خصوصاً بہ ص ۲۲۹، ـــــ بزمی کوز: متعدد بزمی تذکروں میں مذکور ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ یہاں بزمی کرجی مراد ہو۔ جو کچھ عرصہ تک شیراز میں ٹھہرا رہا اور پھر ہندوستان آکر گجرات میں مقیم ہوا۔ اسنے ۱۰۳۸ھ میں پدماوت نظم کی[۳] جبکہ اسکی عمر ابھی ۲۷ برس کی تھی[۴] البتہ اسکا میرزا غازی کے پاس ہونا کسی کتاب میں نظر نہیں آیا ـــــ س ۷: با وجودیکہ در قندہار الخ میرزا غازی کو رمضان ۱۰۱۶ھ میں حکومت قندہار ملی (ترجمہ توزک ۱: ۱۳۳)

---

[۱] بلاکمین ص ۳۶۳ [۲] بظاہر یہ خطاب میرزا غازی کی طرف سے ملا تھا [۳] سپرنگر ص ۳۷۶ و فہرست بادلی نمبر ۱۱۲۵

خسروا در دیار ہمت تو | شخص امّید توامان زاید ......
صلہ دادی تخلّصم دادی | ہیچ اکنون مرانمی باید
ہان فراغی خمش خمش کاینجا | نطق سحبان بصرفہ بکشاید

س ۱۳ : وسخنان خوب الخ مآثر رحیمی[۱] میں ہے کہ ناقدان شعر میں سنجر کی شاعری کے متعلق بہت اختلاف ہے ' امین احمد کہتا ہے : اگرچہ بسنّت پدر عمل کردہ گاہی ہمّت بر رسوم تاریخ و قواعد معمّائی گمارد امّا در حلاوت گفتار و بلاغت اشعار ترجیح بر والد خود دارد ' صاحب مخزن الغرایب نے بھی اسکو شاعری میں باپ سے کامل تر بتایا ہے اور کہا ہے کہ غزل میں وہ بے بدل ہے اور عاشقانہ شعر صاف اور رواں اُسنے بہت کہے ہیں ' اسی طرح آتشکدہ (صـ۲۳۴) میں ہے کہ : خالی از سلاستی نیست - آزاد نے لکھا ہے کہ غزل اور قصیدہ اسکا ایک پایہ کے ہیں (سروآزاد صـ۲۶) ـــــ س ۱۴ : نام او الخ ہفت اقلیم میں بھی اسکا نام محمد ہاشم دیا ہے - ایک قصیدے کے اشعار سے جو اسنے اکبر کی مدح میں لکھا ہو - اسکے بعض ذاتی حالات معلوم ہوتے ہیں اپنی ماں کا ذکر کرکے کہتا ہے :

ما چار دُر ازان صدف سیم و بمن ولی | نسبت بآن سہ دُرّ دگر بیش مہربان
دہ سال شد کنونکہ ندارد ز من خبر | دہ سال شد کنون کہ نیابد ز من نشان
خواہم بدولت تو میسّر شود مرا | توفیق پای بوس وی امّا درین مکان
ایران طلاق دادۂ دیرینۂ من است | پیوند ہا مراست باین خاک آستان

ـــــ س ۱۵ : درسن بیست وسہ سالگی اس بیان کو صـ۲۵۲ س ۱ کے ساتھ ملائیں تو یہ واقعہ قریباً ۱۰۰۰ھ کا اور کل عرصہ سنجر کے قیام ہندوستان کا قریباً ۱۸ برس ہوا - مگر ظاہرا صاحب میخانہ نے باقر کی تاریخ مندرجہ صـ۲۵۲ سے دو منفی نہیں کئے - اس

---

[۱] بلاکمین صفحہ ۵۹۵ ح ۳ '

صفحہ ۲۳۷ س ۲۰ : بر بیاض خویش الخ ایلیٹ ج ۶ ص۲۷۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ توزک جہانگیری کا ایک نام بیاض جہانگیری بھی ہے ۔ مگر توزک کو دیکھا گیا۔ اس میں کوئی حوالہ شکیبی کا نہیں ملا -

صفحہ ۲۳۸ س ۸ : تاریخ فوت او ست دیکھو حاشیہ ص ۵۳۱ س ۱۶ پر '

۲۱ - صحیفی

صفحہ ۲۴۴ س ۱۵ : مولانا صحیفی ہفت اقلیم اور تذکرہ نصرآبادی میں اسکے بیٹے اسیری کا بھی ذکر ہے - جو شاعر تھا - مخزن الغرایب سے معلوم ہوتا ہے کہ تقی اوحدی نے بھی صحیفی کا ذکر کیا ہے[1] -

صفحہ ۲۴۵ س ۵ : مسجد جامع صفاہان : عالم آرای (ص۵۸۶) میں ہے کہ اصفہان میں ایک عالیشان مسجد میدان نقش جہان کے شمال مشرق میں پہلے سے تھی مگر شاہ عباس نے ۱۰۲۰ھ میں ایک نہایت شاندار جامع کبیر میدان نقش جہان کے جنوب میں بنوائی - بظاہر یہ دوسری مسجد ہی بطور جامع کے ان سالوں میں مستعمل تھی -

۲۲ - سنجر

صفحہ ۲۴۹ س ۱۰ : سنجر : دیوان[2] سنجر میں یہی تخلص عموماً استعمال ہوا ہے مگر دو قصیدوں[3] میں (جو اکبر کی تعریف میں ہیں) اور ایک قطعہ اور ایک غزل میں اسنے قراعی بھی تخلص کیا ہے - اس قطعہ میں وہ کہتا ہے کہ یہ تخلص بادشاہ نے اسکو دیا تھا - مثلاً دیکھو یہ شعر جسمیں بظاہر اکبر کو مخاطب کرکے کہتا ہے :

---

[1] نیز دیکھو فہرست بادلی عمود ۲۲۶ نمرہ ۴۳۵ ' [2] نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال دیکھو حاشیہ ص۲۵۲ [3] نیز دیکھو فہرست بادلی عمود ۲۲۳ نمر ۳۶۶ '

عادلشاہ کے لئے بہت جوش سے لکھا ہے کہتا ہے:

زہند شاہ عزاتم چو زد صلای وطن	درود خار زرا ہم سپہر و کشت سمن
زبان تہنیہ برمن کشود ہر شجری	ہمہ فصیح تر از نخل وادی ایمن......
خرد چو بحر بجوشید کین چہ بوالعجبی ست	شنیدہ بودم دریا نورد را کو دن
ہمی ندانی کز بعد نیم قرن خطاست	زہند و سند با یران شدن بہدیہ دکن....
نسیم وش زسبکروحی خود آمدہ ام	نخواندہ ہمچو بہاران بطرف این گلشن

ــــــ س ۱۸: گونۂ زردم الخ پوری غزل دیوان میں ہے۔ یہ دوسرا شعر ہے۔

ذیل کے چند شعر بھی اسی غزل میں سے ہیں ؎

زین ہمہ عالم بآن ہوس کہ گرفتم	بس بودم گوشۂ قفس کہ گرفتم
دستِ ستم وا نشد ز چاک گریبان	دامنِ بسیار داد رس کہ گرفتم
چاکِ گریبانِ آن گلم ننمودند	دامنِ بسیار خار و خس کہ گرفتم
آئینۂ دل گرفت زنگِ دو سالہ	جا برِ خورشید یک نفس کہ گرفتم
حشمتِ سنجر اگر نباشد سہل است	این ہمہ ملکِ سخن زبسکہ گرفتم

صفحہ ۲۵۲ حاشیہ ۳ - س ۳۔ شاہزادہا و امرای دولت اکبری یعنی دانیال، سلیم، خسرو (خوشگو کہتا ہے کہ سنجر کچھ مدت خسرو کا ملازم رہا) فیروز جنگ، کوکا اعظم، چین قلیچ خاں غیاث الدین وزیر، انکے علاوہ شہنواز خان دکنی کی تعریف میں بھی دو قصیدے ہیں۔

۲۴- ملک قمی

صفحہ ۲۵۹ س ۳: اکثر اشعار او برتبہ است، امین احمد نے لکھا ہے: شعرش عموماً در جودت، بدایونی (۳: ۲۳۲) کہتا ہے۔ کہ فیضی اس کا کلیات دکن سے لایا۔ سر بسر دیکھا گیا۔ "ہمہ اشعار او برنگ شعرای زمانہ، ازین طرز قدم بیرون ننہادہ و از عشق و دردمندی

لئے ۱۰۲۳ کو اسکا سن وفات قرار دیا ہے - غالباً ۱۰۲۱ صحیح تاریخ وفات ہے، پس اگر وہ ۲۳ برس کی عمر میں ہندوستان آیا تو اس حساب سے سنہ ۱۰۰۳ میں آیا - اسکے دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ سنجر نصف قرن ہندوستان میں مقیم رہا چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

ہمی ندانی کز بعد نیم قرن خطاست ‏ ‏ ‏ زہند و سند بایران شدن ندیدہ دکن

مآثر رحیمی اور سفینۂ خوشگو میں ہے[1] کہ وہ سنہ ۱۰۰۰ کے قریب ہندوستان میں آیا، پس غالباً نصف قرن سے سنجر کی مراد بیس سال کی ہے[2] - حاصل یہ کہ ہندوستان آنے کے وقت ۲۳ سے چند سال کم تھی

صفحہ ۲۵۰ س ۱۰ : بمکہ معظمہ اش الخ : ‏ ‏ ‏ عالم آرای (ص ۱۳۱) میں ہے کہ حیدر حج کرنے کے بعد دو سال تک مکہ معظمہ میں ٹھہر کر کاشان آیا'

صفحہ ۲۵۱ س ۲ : شاہ نواز خان دیوان میں دو قصیدے اس دکنی خان کی تعریف میں موجود ہیں - ایک کا مطلع ہے ؎

از دل و دست تا نشان باشد ‏ ‏ ‏ دست از شہنواز خان باشد

اسی قصیدے میں ہے ؎

حارث ملک و وارث دکن است ‏ ‏ ‏ کز بلیّات در امان باشد

دوسرے قصیدے میں ہے ؎

چیزے کہ نشان دہد ز گرمی ‏ ‏ ‏ ہنگامۂ شہنواز خان است

خانی کہ باتّفاق جمہور ‏ ‏ ‏ شایستہ ملاذ انس و جان است

س ۶ ، بتقریبی در مجلس الخ مگر دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ نے سنجر کو دکن جانے سے پہلے طلب کیا تھا - ایک طویل قصیدے میں جو بظاہر سنجر نے بطور رہ آورد

---

[1] دیکھو بلاکمین ص ۵۹۵ ح ۳ ' فہرست بادلی عمود ۲۲۳ نمبر ۳۶۶ ' [2] دیکھو لسان العرب ج ۱۷ ص ۲۱۱ سطر آخر و ص ۲۱۳ س ۵ (و موید الفضلا و منتہی الارب بذیل قرن)

آذر کہتا ہے کہ : مثنوی ..... مشہور بہ ساقی نامہ گفتہ کہ در نظر فقیر حسن زیادہ ندارد امّا الفضاحت مشہور شدہ" (آتشکدہ ص۶۵)' سندیلوی کہتا ہے : امّا در فضل ظہوری شکی نیست طرز تازہ دارد و اغراقات و ضد بندی چہ در نظم و چہ در نثر بکار بردہ کہ ہیچ کس یارای آن ندارد کہ در جوابش جرأت نماید ..... اشعارش بسرحد کمال رسیدہ کلامش تامل طلب است' ــــــ

س ۱۷: **با ملک قمی ..... اعتقاد بودہ** : سنجر نے شاہنواز خان کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا ہے اسمیں کنایۃً ملک ظہوری اور ذہنی کا ذکر یوں کیا ہے[1]

من کجا وین بلند پروازی	سدرہ کی بلبل آشیان باشد
ملکین المقرّبین ترا	مگر انداز آن مکان باشد
آن دوتن آن دوگوشوارۂ عرش	کہ ہم اِلف شان چنان باشد
کہ دو شان نشمرد مگر احول	گرچہ این پیر و آن جوان باشد
چون دو را ثالثی بود ناچار	ثالثِ آن دوم گمان باشد
کہ نباشد مگر سمیّ اثیم	آنکہ کاشان ازو نشان باشد

ص ۲۶۸ س ۱۴: **سیر عراق و فارس کردہ ..... نشو و نما یافتہ**[2]: خوشگو نے لکھا ہے کہ ظہوری پہلے میر میران یزدی کا ملازم تھا پھر شیراز میں درویش حسین والہ کے پاس سات برس ٹھہرا رہا - اسکے بعد ہندوستان گیا اور وہاں سے جاکر حج کیا اور واپسی پر احمد نگر میں مقیم ہوگیا - سرخوش نے لکھا ہے : یک چند از وجہ کتابت قوت بہم می رسید کتاب روضۃ الصفا را الیٰ آخرہ صد کرت نوشتہ (!) فروختہ[3]" - شیر خان نے ظہوری

---

[1] یعنی حیدر [2] فہرست باولی عمود ۲۲۹ نمبر ۵۵۹ [3] ظاہرا اس مبالغہ آمیز بیان کی ابتدا ماثر رحیمی کی کسی عبارت سے ہوئی (دیکھو فہرست بانکی پور ۳ : ۳۳)' سفینہ اور مجمع النفائس کا بیان بھی سرخوش کے مطابق ہے'

و مضمون تازہ بوئی بآنہا نرسیدہ" سرو آزاد (۲۳) میں بھی ہے کہ ملک خوش لفظ شاعر ہے مگر معانی تازہ کم اور تشبیہ بہت ہی کم لاتا ہے۔ فیضی کی رائے کے لئے دیکھو دربار اکبری (ص۱۳) نیز دیکھو عالم آرای ص۱۳۲

صفحہ ۲۶۰ س ۲: دیوانش الخ رامپور کے سرکاری کتابخانے میں بھی دیوان کا ایک نسخہ ہے جو ۹ انچ × ۴½ کے ۱۶۲ صفحوں پر ختم ہوا ہے۔ —— حاشیہ ۴: مخزن الغرایب کے سوا میرے علم میں اور کسی نے ذہنی کو صفاہانی نہیں کہا۔ ظہوری کی جس نثر کا ذکر ہوا ہے۔ وہ دیباچۂ خوان خلیل ہے (خوشگو)، تقی کاشی نے ذہنی کے حال میں لکھا ہے: در سلک اعاظم شعرا و ظرفا و اجلۂ مستعدان و خوش طبعان کاشان منتظم بود و در طرز غزل و ہزلیات خصوصاً بزبان اہل کاشان منفرد می‌نمود": طاہر نصر آبادی نے بھی لکھا ہے کہ ذہنی مصوری میں طاق تھا۔

۲۴۔ ظہوری

صفحہ ۲۶۷ س ۱۶: شاعری رنگین الخ بدایونی (۳: ۲۶۹) نے اسکو صاحب طرز بتایا ہے اور شیر خان لودھی نے کہا ہے کہ آج سب خیال بند اسکے معتقد ہیں۔ چنانچہ ناصر علی سرہندی کہتا ہے کہ "بر روی زمین بہتر از ظہوری نیامده" آزاد نے ساقی نامہ کی صفائی نمکینی اور نازک ادائی کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ نثر میں بھی ظہوری صاحب طرز خاص ہے۔ مگر اسکی غزل کا رتبہ چنداں نہیں (سرو آزاد ص۳۴)۔ عام رائے کے خلاف

---

[۱] دیکھو اورینٹل کالج میگزین ج ۲ نمبر ۲ ص۱۶ [۲] تقی کاشی اور امین رازی خود صاحب میخانہ (ص۲۶۷) اور نصر آبادی (سپرنگر ص۹۴) اور خوشگو (فہرست بادلی عمود ۳ ۲۲۳ نمبر ۲۵۷) نے اسکو کاشانی لکھا ہے اور سنجر نے بھی جو اسکا معاصر ہے۔ یہی کہا ہے۔ دیکھو حواشی ص۶۳ س ۱۲

درۃ التاج خواقین اشرف اشراف دہر   زبدۂ ترکان عالم افتخار ترکمان

سروبستان محمد خان ولی سلطان کہ کند   باد عدلش طایر ظلم وستم را آشیان

ص ۳۲۴ س ۲ : در سنہ الخ کذا در نشتر عشق ،

ص ۳۲۶ س ۹ : بر زبر خویش یعنی بالای خویش ، بہتر از خویشتن (دیکھئے ح ک بہ صفحہ ۳۲۷ س ۷) ، سنجر کاشی اپنے والد کی تعریف میں کہتا ہے ؎

بر زبر ہمگنان بپایۂ معنی ست   آری بالانشین آب بود شیر

عالم آرای (ص ۲۸ سطر آخر) میں ہے : در سیہ آبی بر زبر یکدیگر افتادند

۲۶۔ فغفور

صفحہ ۳۳۱ س ۱۱ : یگانۂ سخن سرایان الخ مخزن الغرایب میں ہے کہ "حکیم در غزل بی بدلست و در دیوانش معنی ہای بکر بسیار است" آتشکدہ (ص ۱۵۳) میں ہے : از سادات موزونان لاہیجان است و خوب می نوشتہ ،

صفحہ ۳۳۲ س ۳ : خان احمد گیلان ہفت اقلیم میں ہے کہ کارکیا خان احمد سلاطین گیلان میں سے تھا۔ جب اکتیس سال اسکی حکومت کو ہوگئے تو شاہ طہماسپ نے جو ہمیشہ ولایت گیلان کی تسخیر کے فکر میں تھا۔ ۹۷۵ھ[1] میں اس پر قابو پاکر اسکو قلعہ

---

[1] خواجگی کاشی نے اس واقعہ کی تاریخ ۹۷۵ دی ہے اسکا قطعہ ہے :

سرخلیفان عالم خان گیلان   کہ از شمشیر و کشتی می زدی دم

ہمیشہ تابع بید ولتان بود   کشیدہ سر ز حکم شاہ عالم

بکشتی مایل و شمشیر بازی   نہ بازی دیدہ و نہ روز محکم

قضا فتحی چنان بر گردنش زد   کہ تاج و تخت و بختش گشت درہم

شبی تاریخ آن جستم خرد گفت   یکی از تابع بی دولتان کم

۹۷۵ = ۱ - ۹۷۶

(خلاصۃ الاشعار تقی کاشی)

کا ایک قصیدہ درج کیا ہے جو حکیم محمد یوسف بیجاپوری کی تعریف میں ہے اور کہا ہے: گویند حکیم محمد یوسف بوسیلہ ہمین قصیدہ ظہوری را بمجلس سلطان ابراہیم رسانیدہ از قید افلاس رہائی بخشید" مرآۃ آفتاب نما میں ہے کہ ظہوری ۹۸۸ "نہصد و ہشتاد و بیست (غالباً تصحیف ہشت)" میں بیجاپور پہنچا

ص ۳۱۲ ح ۷ : سنجر عادلشاہ کو کہتا ہے ؎

بہ مجلست کہ ازان غنچۂ بود گلشن	بہ خفلت کہ از و دم کشی بود بلبل
تمام روز کفیجن تبان بہ تن تن تن	تمام شب بکتی لعبتان بہ تی تی تی

۲۵- فرقتی

ص ۳۲۲ س ۳ : و اکثر آن اشعار الخ سرو آزاد (ص۱۳۱) میں ہے: گوی سخن از ہمداستانان می ربود' مخزن الغرایب میں ہے: از شعرا رمتوسطا است' اشعارش ہموار و نازک است'۔۔۔۔ س ۴ : فلونیا اسکو لاطینی میں *Philonium Romanum* کہتے ہیں (شلمر[1])' ڈوزی نے لکھا ہے کہ اس معجون کا نام اسکے یونانی موجد حکیم فلون طرسوسی کے نام پر ہے جو پہلی صدی قبل مسیح یا اس سے کچھ پہلے گذرا ہے اور جس کا حوالہ جالینوس وغیرہ کی کتابوں میں آیا ہے[2]۔ جہانگیر نے لکھا ہے کہ اسنے شراب کم کی تو فلونیا استعمال کرنا شروع کی۔" وبعد از چندگاہ فلونیا را بافیون مبدل ساختم" (توزک ص۱۵۲ س ۱) ۔۔۔۔ ح ۱ س ۲ : صادقی بیگ برای احوالش نگاہ بہ عالم آرای ص۱۲۷

ص ۳۲۳ س ۴ : ولی جان حسرتی کاشی نے ایک قصیدہ اسکی تعریف میں لکھا ہے[3]۔ جسمیں اسکا نام ولی سلطان دیا ہے ؎

---

[1] *Terminologie etc. (Tehran, 1874)* [2] ترجمہ توزک ج ۱: ص۳۰۸ [3] خلاصۃ الاشعار تقی کاشی

مگر یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہی شخص متن میں مذکور ہے ؛

ص ۳۳۶ ح ۱ : نشتر عشق میں بھی فغفور کا سن وفات ۱۰۲۸ اور تعداد ابیات قریباً ۴ ہزار ہے۔

مرتبۂ ثانی

صفحہ ۳۴۳ س ۹ : بیست و دو ہر دو نسخۂ موجودہ میں مرتبۂ اول میں ۲۶ ترجمہ ہیں - انہیں سے فیضی اور صحیفی کا حال نسخۂ ا کے حاشیہ پر بعد میں درج ہوا ہے - اور نغفور کا حال خود مصنّف کے قول کے مطابق اسنے کتاب ختم ہونے کے بعد ضم کیا ہے - (دیکھو میخانہ ص ۴۶۴) -

معلوم نہیں چوتھا ترجمہ کونسا تھا جو بعد میں بڑھایا گیا -

۱- محمد مازندرانی

صفحہ ۳۴۵ س ۱۱ : درلباس فخر فقر الخ محمد صوفی کے ترجمہ میں امین رازی نے لکھا ہے : اکثر ایّام بہ اکتساب فضایل علمی صرف نمودہ وتتبّع بسیاری از کلمات صوفیہ نیز کردہ الحال قطع تعلق از ہمہ جہتی کردہ بہ زیّ اہل تجرّد روزگار می گذراند و در جمع کردن اشعار وسخنان سلف ولوع تمام دارد و شعر در غایت جودت وہمواری دارد' آئین : (۱ : ۲۵۴) میں ہے : درگلزار تقیّد فرو رفتہ و از نیک سگالی کم آلایش' تجرّد را باسفر پیوند می دہد' مبتلا کہتا ہے : مولانا محمد صوفی مازندرانی ہنرمند زمان و یگانۂ دوران بود' شرح فضایل وکمالاتش چون آفتاب جہانتاب عالم گیر' بہندوستان آمدہ درکشمیر در ایام سلطنت شاہ جہانگیر بسر می برد' صاحب مجمع الفصحا نے بھی اسکو مرد" حکیم مجرّد موحّد" لکھا ہے '

قہقہہ میں قید کر دیا - بارہ برس کے بعد شاہ سلطان محمد کے ایّام حکومت میں اسکو دوبارہ حکومت گیلان عطا کی گئی - شاہ عباس تخت نشین ہوا - تو اسکو طلب کیا مگر اسنے نہ صرف آنے سے انکار کیا بلکہ شاہ روم [مراد ثالث] سے اظہار خلوص و عبودیت شروع کی - شاہ عباس نے غضبناک ہو کر گیلان پر چڑھائی کردی تو خان کشتی میں بیٹھ کر شروان کو بھاگ گیا - شروع میں شاہ روم نے اسکے ساتھ عزّت کا سلوک کیا مگر رفتہ رفتہ اس سے توجہ ہٹا لی - اس لئے خان احمد ایران میں واپس آگیا - ہفت اقلیم کی تصنیف کے وقت (قریب بہ ۱۰۰۲ھ) وہ نجف اور کربلا میں مقیم تھا (نیز دیکھو آتشکدہ ص۱۸) خان شاعر بھی تھا اسکے اشعار ہفت اقلیم، آتشکدہ، منتخب الاشعار وغیرہ میں دئے ہیں - ــــــ **در بہار زندگانی رسمی الخ** مخزن الغرایب میں وجہ دی ہے کہ کیوں اس شاعر نے فغفور تخلص کیا، وہ شاہزادہ پرویز کے ہاں طبیبوں میں ملازم تھا - ایک دن کسی کاسہ نواز نے اپنی تردستی سے مجلس کو تو محظوظ کر رکھا تھا مگر شہزادہ چنداں خوش نہ ہوا کیونکہ وہ شخص دراصل چینی نوازی میں ناقص تھا - اسپر شہزادہ نے حکیم کو کہا : شنیدہ ام در ایران چینی نواز خوب بہم می رسد، گفت : بلی اگر ادب مانع نباشد بندہ درین کار ہم دستی دارد، فرمود : بسم اللہ ازین چہ بہتر، حکیم بطریقی کاسہ نواخت کہ شاہزادہ فتنۂ او گشتہ و او را فغفور خطاب بخشیدند و بدان جہت وی تخلّص فغفور قرار دادہ'

صفحہ ۳۳۴ س ۱۸ : حکیم علی گیلانی حکیم کا مفصل حال بلاکمین ص۴۶۶ پر دیکھو - وہ محرّم ۱۰۱۸ھ میں فوت ہوا -

صفحہ ۳۳۵ س ۱۳ : صالح تبریزی، سفینۂ خوشگو (فہرست بادلی عمود ۲۳۸ نمبر ۸۰۴) میں بھی میرزا صالح تبریزی متخلص بہ صالح مذکور ہے، نیز مبتلا نے لکھا ہے : میرزا صالح تبریزی سخن سنج خوش تقریر بودہ است، او راست ؎

کسی نیست واقف بکن ہرچہ خواہی ۔۔۔ شکست دل است این صدای ندارد

والانسخہ اس سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے، بعض اشعار اس ساقی نامہ کے مراۃ العالم میں نقل ہوئے ہیں۔ مگر جو نسخہ مرآۃ کا میرے سامنے ہے وہ سوءِ اتفاق سے ناقص الآخر ہے اور اسمیں شعرا کا حال نہیں ہے ——— س ۵: دیوانی کہ ازیشان الحال الخ دیوان کا نسخہ جو بانکی پور میں ہے ۵۲ ورق پر ختم ہوا ہے (سطور ۱۳ تا ۱۵) اور قصاید۔ غزلیات۔ رباعیات اور ساقی نامہ پر مشتمل ہے۔ صاحب مجمع الفصحا نے بھی دیوان دیکھا تھا اور تعداد ابیات ظاہراً دو ہزار بتائی ہے۔

۲۔ مسیح کاشی

صفحہ ۳۶۰ س ۱۲: اشعار دلپذیرش الخ سرخوش کہتا ہے: درمعنی یابی یدبیضا داشت، بسیار خوش فکر است، منہ ..... ؎

تمام عمرم باشاہد دوسالہ گذشت حباب وار مرا عمر در پیالہ گذشت

بتلا کہتا ہے: از شعرای معتبر و از فصحای مقرر است،

صفحہ ۳۶۱ س ۲: اسم پدرش حکیم نظام الدین الخ تقی کاشی نے بھی حکیم رکنا کے باپ کا نام نظام الدین علی لکھا ہے اور کہا ہے کہ تحریر ترجمہ کے وقت (یعنی ۹۹۱ میں) وہ قزوین میں مسند معالجہ پر متمکن تھا۔ رکن الدین کا تخلّص اسنے مسیحی دیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ علم معقول و منقول کا ماہر ہے۔ خصوصاً طب کا۔ اس فن میں "باوجود بدایت سن شباب" اسنے عربی میں کتاب ضابطۃ العلاج تصنیف و تالیف کی ہے جو نہایت واضح اور مفصّل ہے اسکے علاوہ نستعلیق ایسا اچھا لکھتا ہے کہ خوشنویسوں میں شامل ہے اور شاعر بھی ہے ۹۹۲ھ میں باپ کے ملنے کے لئے قزوین آیا (تقی نے انتخاب کلام حکیم رکنا جو درج تذکرہ کیا ہے وہ

لہ مرآۃ آفتاب نما میں بھی نظام الدین علی ہے، وہیں یہ بھی لکھا ہے کہ حکیم اصلاً شیرازی تھا اور توطن کے لحاظ سے کاشانی،

صفحہ ۳۴۶ س ۴ : و درین ایّام گجرات الخ گجرات میں ملا محمد اور نظیری میں ملاقات ہوئی اور بالآخر نوبت مہاجرت تک پہنچی، سید جلال بخاری سے بھی جسکو ملا محمد کا شاگرد اور دوست بتاتے ہیں وہ گجرات ہی میں ملا[1] ——— **س ۱۴ : باز بگجرات عود نمود** مولانا محمد کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض اصحاب تذکرہ نے تاریخ وفات ۱۰۳۵ھ اور مادۂ تاریخ **مجردانہ یکی شد بحق محمد صوفی** دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ انکو جہانگیر نے بلوایا تھا۔ مگر راستہ میں سرہند کے مقام پر انکا انتقال ہو گیا[2]۔ مگر صحف ابراہیم میں ہے کہ ۱۰۳۶ھ میں مولانا محمد احمد آباد ہی میں مقیم تھے[3]۔ خوشگو نے انکی وفات ۱۰۳۲ھ میں بتائی ہے۔ اور کہا ہے کہ وہ احمد آباد سے لاہور آتے ہوئے رستہ میں فوت ہوئے[4]

صفحہ ۳۴۷ س ۲ : بتخانہ تذکرۂ نصر آبادی (اسپرنگر ص۹۸) میں اس کتاب کو میخانہ و بتخانہ کہا ہے کہتے ہیں کہ اسمیں پچاس ساٹھ ہزار شعر تھے، فہرست بادلی (عمود ۱۹۶) میں ایتھے نے بیان کیا ہے کہ انتخاب اشعار مولانا محمد صوفی اور مزرا حسن خاکی نے ۱۰۱۰ھ میں کیا اور ۱۰۲۱ھ میں عبداللطیف بن عبداللہ عباسی ساکن گجرات نے دیباچہ اور شعرا کے حالات درج کئے۔ اس کتاب کا قدرے ناقص الآخر نسخہ دو جلد میں کتبخانۂ بادلی میں ہے۔ اور بکیفیت مذکورہ انتخاب و تراجم پر مشتمل ہے۔ دیباچہ میں ہے کہ اسمیں ۴۸ ہزار بیت انتخاب ہوئے ہیں۔ مجمع النفایس میں ہے کہ تقی اوحدی کی عرفات بتخانہ کا انتخاب ہے[5] ——— **س ۳ : ساقی نامہ** میخانہ میں ساقی نامہ صوفی کے ۲۱۸ بیت ہیں۔ مگر موتی محل کا نسخہ جو ۲۸ صفحہ (فی صفحہ ۱۱ بیت) پر ختم ہوتا تھا نیز بانکی پور

---

[1] دیکھو تفصیل کے لئے فہرست بانکی پور ۳ : ۶۱ و بلاکمین ص۵۹۰ ج ۱، [2] دیکھو فہرست بانکی پور صفحہ مذکور [3] جرنل رایل ایشیاٹک سوسائٹی ج ۹ ص۱۶۵ [4] فہرست بادلی عمود ۳۳۰ نمبر ۵۸۳
[5] فہرست بانکی پور صفحہ مذکور،

دونوں متنوں کا مقابلہ کیا گیا ہے ۔ اہم تصحیحات اور اختلافات متن مع دیگر حواشی درج ذیل ہیں ـــــ س ۱۳ : درین خاک (بجای دران خاک) ـــــ س ۱۴ : برف (بجای چو ابر) ـــــ درین خاک پا (بجای زمین خاک پا)

صفحہ ۳۷۰ : س ۱ : چرا یکدم از در (دہر) دون (بجای اگر یکدم از الخ) ـــــ کر (کز ؟) قماط (بجای از قماط) ـــــ س ۲ : آور (بجای آر) ـــــ س ۶ : مطلع آفتاب (بجای پرتو الخ) ' یہ بیت کہیں بہ نقاط شک درج ہوا ہے ـــــ س ۷ : افسرش خشتی (بجای فرش او خشت و) خشتیش گنجد (بجای خشتش نگنجد) ـــ س ۸ : مثل متن ' ـــــ س ۱۰ : خم از در دمی گشتہ آن (بجای خمی اندر گشتہ می) اسکے بعد دو شعر میخانہ سے زاید ہیں ـــــ س ۱۵ : خدا جوی (بجای خدای خوان) ـــــ س ۱۶ : 'کنیم' بجای 'کنم' بہر دو جا ـــــ س ۱۷ : اسکے بعد ایک بیت ہے جو میخانہ میں نہیں ـــــ س ۱۸ : بیا ساقی آن می بدہ (بجای بیا ساقیا الخ) ـــــ صافی از درد و صاف (بجای صاف از درد صاف) ـــــ س ۱۹ : کہ از طبع دانا و (بجای کہ در طبع الخ)

صفحہ ۳۷۱ : س ۱ و ۲ : نشاۂ (بجای نشار) ـــــ س ۴ : پیر کامل (بجای رند کامل) ' ـــــ س ۵ : میخانہ بر (بجای میخانۂ) ـــــ س ۶ : مثل متن ' ـــ س ۷ : اسکے بعد تین شعر ہیں جو میخانہ میں نہیں ہیں ـــــ س ۸ : نہ چون خویشتن بین (بجای نہ چون خویش بین است) ' ـــــ س ۱۰ : مثل متن' ـــــ س ۱۱ : چو شد کو (گو) بما سخت تر (بجای چو شد دور ما بیشتر) ـــــ س ۱۴ : صبح گاہ (بجای جسم گاہ) ' حاشیہ میں نسخہ 'چو شمع' (بجای ہمہ) دیا ہے ' ـــــ س ۱۵ : اسکے بعد تین بیت ہیں جو میخانہ میں نہیں ـــــ س ۱۸ : چو خط (بجای خط) ـــــ س ۲۰ : زو (بجای ازان)

حکیم نے خود کیا تھا)
صفحہ ۳۶۲ س ۲: بابا فغانی کا تتبع اس زمانہ کا عام فیشن تھا، دیکھو اسکے بعض متبعین کا ذکر جو والہ شیرازی نے کیا ہے شعرالعجم (۳: ۲۸) میں،
صفحہ ۳۶۲ س ۱۹: مجموعۂ خیال اسکا نسخہ برٹش میوزیم میں ہے (ریو ص۶۸۸)، ضخامت ۵۵ ورق، تقطیع ½ ۱۸ انچ × ¾ ۴ انچ،
صفحہ ۳۶۶ س ۱۴: از ایران بہندوستان آمد مرآۃ آفتاب نما میں ہے: شاہ عباس ماضی اکثر بخانہ اش می رسید بعد چندی بنابر بعض وجوہ از شاہ آزردہ شد ہنگامی کہ شاہ بمازندران و خراسان رفتہ بسرعت تمام خود را بہندوستان رسانید، عالم آرای سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ۱۰۰۵ھ میں خراسان گیا اور ۱۰۰۷ھ میں واپس آیا۔ مگر مازندران کی طرف وہ ۱۰۰۱ھ میں گیا تھا، بظاہر اسی لئے ریو (ص۶۸۹) نے مسیح کا ایران چھوڑنا ۱۰۰۶ھ کا واقعہ قرار دیا ہے، گو یہ بھی کہا ہے کہ وہ اکبر کے دربار میں ۱۰۱۱ھ میں پہنچا،
صفحہ ۳۶۹ س ۶: در بندگی این بادشاہ الخ، معلوم ہوتا ہے کہ رکنا جہانگیر کے طبیبوں میں داخل تھا۔ توزک (دیکھو ترجمہ ج ۲) میں تین دفعہ اسکا ذکر جہانگیر نے کیا ہے مگر ہر دفعہ اسکی طبی ناکامیوں کی شکایت کی ہے۔ ص۲۱۲ پر (بذیل واقعات ۱۰۳۰ھ) لکھا ہے کہ اس کی بدمزاجی اور کمی علم کی وجہ سے مینے اسکو الگ کر دیا اور کہا کہ جہاں تمہارا جی چاہے جاؤ
——— س ۱۰: برٹش میوزیم میں اس ساقی نامہ کا ایک نسخہ ہے جو ریو (ص۶۸۹) کے قیاس میں سولہویں صدی عیسوی کی تحریر ہے۔ اس کا عکس ابھی پہنچا ہے۔ اس نسخہ میں ساقی نامہ کے ابیات کی تعداد ۲۱۵ ہے۔ صاحب میخانہ نے آخری ۹۵ شعر جن میں زیادہ تر بزم عباس شاہ کی تعریف (بسلسلہ مضمون ص۳۷۵) اور معاصرین کی شکایت ہے درج نہیں کئے باقی ۱۲۰ ابیات میں سے ۱۷ شعر متفرق مقامات سے حذف کر کے ۱۰۳ درج کئے ہیں (مع اس شعر کے جو میخانہ میں سہواً درج ہونے سے رہ گیا ہے۔ دیکھو ذیل میں حاشیہ ص۳۷۷ س ۹ پر

——— تیغ شہ (بجای تیغ او) حاشیہ ۴ میں یہ بھی لکھنا چاہیے تھا کہ اصل میں دونو فقرے نقاط شک کے ساتھ درج ہیں ——— س ۱۷ : و بریشم زیک کرم (بجای با بریشم ز یک ملک) ——— س ۱۹ : همین (بجای همی)

صفحہ ۴۷۳ س ۱ : زحق ولی مبتی زو جدا . . . . . خدا (بجای بحق . . . . هدای) ——— س ۲ : دلت جملہ (بجای دلت حملہ)، ——— شبت جملہ (بجای شب حملہ)، ——— س ۳ : خواندلس (بجای خواندش) ——— توان بر درہ سوی کس (بجای بعالم عنان راندش)، اس نسخہ میں س ۳ پہلے اور س ۲ پیچھے ہے ——— س ۵ : بہ عالم (بجای ز عالم) ——— تار زلفنش (بجای زره و زلفینت)، اس کے بعد ایک شعر ہے جو میخانہ میں نہیں ——— س ۶ : دام و دد (بجای دیو و دد) ——— س ۷ و ۸ : یہ شعر یوں ہے ؎

کند (بود؟) تیغت آن شعلۂ پوست پوش

چو پشمینہ پوشان صوفی خروش (اسکے بعد چار بیت جو میخانہ میں نہیں)

؎ بسوزد غلاف از پی انتقام

کہ آتش نہ خس پوش ماند مدام

——— س ۹ : زخم بغیر اضافت چاہیئے - اسکے بعد آ ہیں ذیل کا شعر ہے - جو درج ہونے سے رہ گیا ہے ؎ مہ و مشتری بر تو دارد حسد

خدایت نگہدار از چشم بد

——— س ۱۱ : یہ شعر یوں ہے ؎

کند چشم بدبخت سبز تو کور چو افعی کہ بیند زمرد ز دور

——— س ۱۲ : شاہ گیتی (بجای شاہ یک رہ) ——— س ۱۳ : صاف آن (بجای صاف او) ——— بود نور چون آب ہر سو روان (بجای بود روز النخ) ——— راز دل نقش

صفحہ ۳۷۲ س ۱ : مثل متن ——— س ۲ : موی خشکت چو ریحان تر (بجای موی زنگی الخ) ——— س ۳ : بکر (بجای نقد) ——— س ۴ : کنیم (بجای کنم بہر دو جا) ، نفس (بجای لبش) ——— س ۵ : کنون در سرم (بجای مگو در لبم بادہ) ——— س ۹ : درد (بجای ہیچو) ——— س ۱۰ : ماند از صدا (بجای ماند جدا) ——— در درا (بجای بر ورا) ——— س ۱۱ : آن ترک مست (بجای آن) ——— آید از (بجای آیدم) ——— س ۱۲ : از سبحہ آرم در (بجای در سبحہ الخ) ——— س ۱۳ : میخانہ میں یہ شعر مسخ ہوگیا ہے ، بجای اسکے یوں پڑھیے :

که آرم بزنّار دستی درست گره بر کشایم ز ہر سبحہ چست

——— س ۱۴ : اسکے بعد ایک بیت ہے جو میخانہ میں نہیں ——— س ۱۵ : شوخ (بجای سوز جو غلط ہے) ——— س ۱۹ : بہ نیروی حشمت کمند (بجای ز نیروی ہمت بلند)

صفحہ ۳۷۳ س ۱ و ۲ : انکی ترتیب منعکس ہے - ہمناسش نارو (بجای عقلش نیارد) ——— س ۵ : اسکے بعد یہ بیت ہے جو میخانہ میں نہیں ؎

سیاه ابرش باد پایش نخست بہ بختم مگر کردہ نسبت درست

——— س ۶ : شام (بجای شاه) ، گویں شام کو کاٹ کر شاہ بنایا ہے ، ——— س ۷ : بہ سر (بجای ز سر) ——— س ۸ : شیرۂ جان (بجای شیرہ از جان) ——— س ۹ : کند مغز اندیشہ سرد (بجای کند ......) ——— س ۱۰ : بیم کی اضافت کاٹ دو ، ——— س ۱۱ : کہ دید است پولاد آہن ربای (بجای بود تیغ او سنگ) ——— س ۱۳ : بران گرز زرین ز بازو و (بجای بر او رو ژوپین ز بازوی) دوسرا مصراع مثل متن ، ——— س ۱۴ : توقیع (بجای توفیق) ، دران (بجای در و بہر ہر دو جا) ، انگشت کی اضافت کاٹ دو ——— س ۱۵ : بدین پایہ (بجای بدی سایہ)

میں لکھی ہیں -

صفحہ ۳۷۶ : س ۹ : بالملک الشعرای خراسان الخ سپرنگر (صفحہ ۳۹) نے لکھا ہے کہ شفائی حسین خان شاملو کو ملنے کے لئے ہرات میں آیا تو فصیحی اور اسکے درمیان مہاجات واقع ہوئی (نیز دیکھو مرآۃ آفتاب نما اور سرو آزاد صفحہ ۵) ' دیوان شفائی میں ایک قطعہ ۱۱ شعر کا ہے جو فصیحی کی ہجو میں ہے - اسکے بعض شعر یہ ہیں ؎

زمہریر کرۂ ارض فصیحی کہ بود — خنک و ہیمزہ چون بوسۂ بعد......

آفتابم دو سہ روزی کہ ہری مشرق بو — طبع خفاش تو جستی بدعا وصل لیال

کرد چون حب وطن شیر مرا بیشۂ طاب — خوش ز سوراخ برون آمدہ ہمچو شغال

مگر سرو آزاد میں ہے کہ فصیحی نے بلند حوصلگی کی اور ملتفت نہ ہوا (حاشیہ - س ۲ میں ممتاز ایران پڑھو اور س ۴ میں 'نزد شاہ عباس'

۵ - شاپور

صفحہ ۳۷۹ س ۱۵ : در فن سخنوری الخ طالب آملی نے ایک غزل میں اسکی تعریف کی ہے - دیکھو شعر العجم ۳ : ۱۷۴

صفحہ ۳۸۰ س ۳ : تخلص خود فریبی الخ آئین میں اسکا ذکر فریبی رازی کے عنوان سے شعرا کی ذیل میں ہوا ہے - ابو الفضل کہتا ہے کہ وہ اچھا آدمی ہے - مگر تنگ دست ہے اگر محنت کرے تو اچھا شاعر ہو جائے' - نشتر سخن میں ہے کہ وہ گاہی ارجاسپ بھی تخلص کرتا تھا -

صفحہ ۳۸۲ س ۲ : روانۂ ایران شد دیوان شفائی میں شاپور کی ہجو میں ایک قطعہ موجود ہے جو معلوم ہوتا ہے کہ شفائی نے اسکی واپسی ایران کے بعد لکھا - اس میں کہتا ہے ؎

شاپور کہ چون لقمہ بحلق سخن افتد — یارب کہ ز شریان بگلویش رسن افتد

بر (بجای راز زلفش شده)' اسکے بعد ایک شعر ہے جو میخانہ میں نہیں'

صفحہ ۳۷۵ س ۱: جان و سر (بجای جان رہبر) —— س ۳: بہر موی (بجای زہر موی) —— س ۴: شب زلف (بجای سر زلف)'

۴۔ شفائی

صفحہ ۳۷۵ س ۱۰: اشعار و ابیات امثال الخ شعرش در غایت عذوبت است (ہفت اقلیم)' اشعار آبدار و معانی بلند حکیم شفائی بسیار است (عالم آرای) طبعی خوشی داشتہ ...... امّا اشعارش بالنسبۃ بہم تفاوت بسیاری دارد (والہ در ہفت آسمان صـ۱۳۴) —— س ۱۰: سوزنی ابوالفضل شمس الدین محمد سمرقندی المتوفی ۵۶۹ھ' دیکھو دولت شاہ ۲: ۱۰ —— س ۱۲: و اکثر شعرہای ہزل آمیز الخ عالم آرای (صـ۷۶) میں ہے کہ شفائی تنگ حوصلگی کی وجہ سے ذرا سی نا ملایم بات سے بُرا مناتا تھا اور ظریفی اور شوخی طبیعت کی وجہ سے ہمیشہ زبان ہجو سے آلودہ کرتا رہتا تھا لیکن اگرچہ ہجا مذموم ہے شفائی "درین طرز بدایع معانی رنگین و ظرایف شیرین را بنازک ترین روشی ادا نمودہ داد سخنوری می داد" بادشاہ گاہی اس روش سے منع فرماتا۔ آخر ایام حیات میں ہجو سے توبہ کی اور قطعہ معذرت میں لکھا اسمیں کہتا ہے ؎

رسم ہجا چو لازم ماہیت منست — چون کہربا کزو نتوان شست جذب کاہ

امّا پسند صاحب ایران نمی شوم — تا با من است این ہنر اعتبار کاہ

بار دگر نہ از لب و بس از صمیم قلب — تجدید توبہ می کنم امّا بدست شاہ

صفحہ ۳۷۶ س ۱: مبتلا کہتا ہے کہ مولانا علی شاہ اروستانی ذوقی تخلص حکیم شفائی کا معاصر تھا۔ اوایل عمر میں گیوہ کشی اسکا پیشہ تھا۔ آخر میں اسکو ترک کیا اور اصفہان میں بزمرۂ شعرا زندگی بسر کرنے لگا۔ حکیم شفائی نے سو سے زیادہ رباعیاں اسکی ناک کی ہجو

نسخہ آ میں ہر جگہ اگرہ بغیر مد لکھا ہے۔ اور یہی اسوقت کا تلفظ معلوم ہوتا ہے چنانچہ طالب کہتا ہے ؎

ز اگرہ تا بخیابان گلشن لاہور　　رفیق بودم با ابرہای بارانی

اور ؎

آمد اینک بہ اگرہ وز شوقش　　دل طپان چون کبوتر است مرا

صفحہ ۳۸۶ ح ۴ : شعرالعجم ۳ : ۱۶۸ پر اس رباعی میں "پریشان" بجای پشیمان ہے اور "نبرد بہ تحفہ کس" بجای "نبرد تحفہ کسی"

۷۔ فصیحی

صفحہ ۳۸۹ : سر آمد مستعدان الخ صاحب مرآۃ العالم نے لکھا ہے کہ میرزا فصیحی در زمان شاہ عباس ماضی خطاب ملک الشعرائی داشتہ[1]، مگر عالم آرای میں اس خطاب کا ذکر کہیں نظر نہیں آیا۔ سرو آزاد (ص۱۵) میں ہے : دیوان فصیحی بنظر در آمد۔ خوش محاورہ است امّا مضمون تازہ بندرت دارد، مخزن الغرایب میں ہے : کلامش نہایت بہ عذوبت و شیرینی و روانی واقع شدہ، سپر نگر (ص۳۹) نے ناظم ہروی، میرزا جلال اسیر اور درویش والہ کو شاگردان فصیحی میں شمار کیا ہے،

آتشکدہ (ص۱۴۰) میں ہے کہ : در خدمت مرتضی قلی خان شاملو بسر می بردہ و خط شکستہ را خوب می نوشتہ، نیز دیکھو حواشی ص۵۷ س ۲

صفحہ ۳۹۰ س ۱۱ : در وقتی کہ خان بن خان الخ عبید خان نے ۹۳۰ھ اور

---

[1] ہفت آسمان ص۱۵۴

ہر جا کہ بافسانہ بجنبد دُم ریشش　　از ہر طرفش صد اخ وتف بر دہن افتد .....

گند بغلت گور کند لالہ وگل را　　ہر جا کہ گذار تو بطرف چمن افتد .....

با آن ہمہ کرپاس کہ آوردہ ز لاہور　　شرطست کہ بر خاکِ فنا بی کفن افتد

۶- طالب آملی

صفحہ ۳۸۴ س ۲ : آن قدر اہلیت الخ جن علوم و فنون میں طالب کو مہارت تھی انکا ذکر اسنے ایک قصیدہ میں کیا ہے - اسکا اقتباس دیکھو شعر العجم ۳ : ۱۶۶ ببعد اسکی شاعری کے متعلق بھی شعر العجم کی اسی جلد کا صـ۱۸۶ ببعد دیکھو - سرخوش نے اسکی نسبت کہا ہے : طالب آملی صاحب طبع و صاحب کمال خوش فکر و خوش خیال بود ، اشعار عالمگیر دارد و مرزا صائب وغیرہ سخن سنجان او را باستادی قبول دارند ، مخزن الغرایب میں ہے : جودت طبع و استقامت سلیقہ اش بکمال و در طرز شاعری زبدۂ امثال و سخنش در سخنوران قدر و قیمتی دارد ، خزانہ عامرہ میں اسکو شاعر خوش تخیل ، اور جویای معانی بلند و غوّاص لآلی دل پسند کہا ہے ، آتشکدہ میں ہے : در شاعری طرز خاص کہ مطلوب شعرای فصیح نیست دارد ، مرأت آفتاب نما میں ہے : از بس خوشگوئی ببلبل آمل اشتہار دارد و در

صفحہ ۳۸۴ ح ۴ ، تاریخ وفات بکتش خان ۱۰۱۷ یا ۱۰۱۸ ہے - عالم آرای میں اسکی وفات بذیل واقعات ۲۳ سنہ جلوس عباسی درج کی ہے - یہ سن ۴ ذی الحجہ ۱۰۱۷ھ کو شروع ہوا - اور ۲۴ ذی الحجہ ۱۰۱۸ھ کو ختم ،

صفحہ ۳۸۶ س ۱ : شعر العجم ۳ : ۳۸۶ پر دوسرا مصرعہ یوں ہے : صدف را بر گہر النح ، ــــ س ۵ : اول بار بقندہار آمد ، دیکھو شعر العجم ۳ : ۶۸ ــــ س ۹ : اگرہ یہاں اور دیگر مقامات میں موجودہ تلفظ کے لحاظ سے آگرہ لکھا گیا مگر

میں تعلیم پائی[1] - تقی کاشی نے لکھا ہے کہ زکی ۱۰۰۵ھ میں کاشان گیا تھا، بہتلا اسکو شیرین کلامان ہمدان میں سے شمار کرتا ہے - اور آزاد نے اسکی تعریف یوں کی ہے : زکی الخلق ذکی الطبع بود و گوی غزل از اقران می ربود، قوت مدرکہ بلند داشت، مخزن الغرایب میں ہے : زکی ہمدانی شاعر شیرین زبان خوش صحبت فصیح البیان بودہ، غزلہای رنگین و اشعار عاشقانہ بسیار دارد، نشتر عشق میں ہے : با دابندی و معنی یابی سخن می گفت اور یہ بھی کہ "در اکثر علوم رسائی داشت"

نصرآبادی کہتا ہے کہ وہ ۱۰۳۰ھ میں فوت ہوا - اور یہی قول صاحب خلاصۃ الافکار کا ہے[2] - مگر سراج نے اسکی تاریخ وفات ۱۰۲۴ھ یا ۱۰۲۱ھ دی ہے (سپرنگر ص ۱۵۰) اور ناظم تبریزی نے ۱۰۲۵ھ (سرو آزاد ص ۳۶) لیکن صاحب میخانہ کا "الحال" بظاہر ۱۰۲۸ھ کے قریب کو ظاہر کرتا ہے - اور سراج اور ناظم کے قول کی اس سے تردید ہوتی ہے غالباً نصرآبادی نے صحیح تاریخ دی ہے - نشتر عشق میں ہے : در ۱۰۳۰ھ و بقول بعضی در ۳۵ فوت شد،

صفحہ ۷۹۳ س ۵ : دیوانی الخ یہ دیوان آذر نے دیکھا تھا، سپرنگر نے موتی محل میں اسکے دیوان کا ایک نفیس نسخہ پایا جو ۱۰۴۴ھ میں تحریر ہوا تھا اور جسمیں قصاید اور غزلیات اور ایک قطعہ تاریخ تھا جس سے ۱۰۱۵ھ مستخرج ہوتے تھے (فہرست اودھ ص ۵۹۲)

(بقیہ حاشیہ ص ۷۸) نمبر ۵۲۹، علامۃ العلماء میرزا ابراہیم ہمدانی (المتوفی ۱۰۲۵ھ یا ۱۰۲۶ھ) سادات طباطبای حسینی میں سے تھے اور ہمدان میں قضا اور درس تدریس کے شغل میں صرف اوقات کرتے تھے - انہوں نے معقولات اور حکمیات میں متعدد کتابوں پر حاشیہ لکھا مثلاً شرح شفای بو علی سینا و حاشیہ شرح اشارات وغیرہ، انکا مفصل حال عالم آرای ص ۱۱۱ و ص ۶۴۴ پر دیکھو -

(حاشیہ صفحہ ۷۹) [1] فہرست بادلی عمود ۲۳۰ نمبر ۵۷۳، سرو آزاد ص ۳۶،

[2] فہرست بادلی عمود ۳۰۶ نمبر ۱۱۹

۹۴۱ھ کے درمیان چھ دفعہ خراسان پر حملہ کیا ۔ مگر یہ معلوم نہ ہوسکا علما کو کس دفعہ ساتھ لے گیا ۔

صفحہ ۳۹۱ س ۱۱ : چون ملک خراسان الخ یعنی ۹۰۷ھ میں (عالم آرای ص۳۸۷)

صفحہ ۳۹۳ س ۷ : درسنہ سبع وعشرین الخ مولف میخانہ نے فصیحی کے حسن خان کی خدمت میں پہنچنے کا ذکر نہیں کیا، مگر خوشگو نے لکھا ہے کہ اوجی نطنزی اور ملک مشرقی اور فصیحی یہ سب حسن بیگ والی خراسان کے ہم صحبت اور ملازم تھے (فہرست بادلی آخر عمود ۳ ۲۳۳)

۸ - ذکی ہمدانی

صفحہ ۳۹۶ س ۱۲ : ذکی ہمدانی یہاں نے نسخہ آ کے تتبع میں اس شاعر کا نام ذکی (بالذال) لکھا ہے مگر تذکرۂ سرخوش - منتخب الاشعار، سرو آزاد (ص۳۱) مخزن الغرایب، خلاصۃ الافکار، نشتر عشق اور فہرست[1] اودھ (ص۵۹۲) میں سب جگہ اسکا نام اور تخلص زکی (بالزا) لکھا ہے - عبدالنبی خان کو اس شاعر کا حال بہت کم ملا ہے اس لئے بعض اور تذکروں میں جو دو چار متفرق باتیں دی ہیں - درج کی جاتی ہیں۔

تقی[2] کاشی کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ "آقا ملا زکی" دربار قزوین کا ملازم تھا مگر آتشکدہ (ص۲۴۶) پر یوں لکھا ہے: "زکی[3] جوانی نامراد و از نعلچی گری مدار می گذرانیده (کذا)...... و اکثر در اردوی شاہ طہماسپ در خدمت اتراک می بوده" - خوشگو اور آزاد نے لکھا ہے کہ ملا شکوہی[4] اور زکی دونو نے میرزا ابراہیم ہمدانی کے درس

[1] فہرست بادلی عمود ۳۰۶ نمبر ۱۱۹ [2] خلاصۃ الاشعار (سپرنگر ص۳۹)
[3] ممکن یہ کوئی اور زکی ہمدانی ہو - [4] دیکھو سپرنگر ص۳۹

اور ان میں سے ایک میں تو شیراز کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے اور دوسرے میں سندھ کا۔ شیراز والے قطعہ میں وہ کہتا ہے کہ شاہ عادل شیراز میں آیا اور مصلّی میں باغ اور محل اور خیابان بنوایا اور تیس میل سے پانی لاکر خیابان کو سیراب کیا تاریخ ہوئی ع دَوَد اندر خیابان آب حیوان اور دوسرے قطعہ میں کہتا ہے کہ غازی نرخان نے گوشۂ قصر میں حجرہ بنوایا۔ اس میں ننگی تصویریں بھی نقش تھیں[1]۔ اسکی تاریخ ہوئی ع شد روزنی از بہشت جاوید۔ اس سے گمان گذرتا ہے کہ پہلے موقعہ پر وہ شیراز میں تھا۔ اور دوسرے موقعہ پر میرزا غازی کے پاس۔ (غالباً سندھ ہی میں اس نے جہانگیر کے جلوس کی تاریخ کہی۔ جو دیوان میں ہے یعنی ع ز نور محمد جہان شد منوّر)
صفحہ ۲۱۴ س ۶: دران ایّام خجستہ فرجام الخ خرّم ۱۱ شوال ۱۰۲۶ھ کو قلعہ ماندو میں داخل ہوا۔ اور انہی ایّام میں اسکو شاہ جہان کا خطاب ملا[2]۔ نیز دیکھو میخانہ صفحہ ۵۰۹ جہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولف ۱۰۲۶ میں ماندو میں تھا ——— س ۱۲: داخل بساط بوستان الخ دیوان مرشد میں بعض غزلیں اور قطعات موجود ہیں جو شاہجہان کے لئے لکھے گئے۔ مثلاً عالمگیر کی تاریخ ولادت یوں دی ہے:

این سرو کہ رست از چمن دولت جاوید	در سایۂ او یافت جوانی فلک پیر
از دیدن او شاہ جہان خرّم و خوشدل	گردید چو از شاہ جہان شاہ جہانگیر.....
بگرفت جہان پرتو رخسارش و تاریخ	این شد کہ جہانگیر شدہ نسل جہانگیر

(تاریخ ولادت عالمگیر کی پوری تفصیل کے۔ دیکھو ترجمہ توزک ۲: ۴۷) ایک اور قطعہ سے ۱۰۲۱ نکلتا ہے

---

[1] شعر یہ ہے ــ تصویرش از لباس صورت عریان شد ہمچو اہل تجرید

[2] ترجمہ توزک ۱: ۳۹۳ بعد

۹۔ میرزا ملک مشرقی

صفحہ ۴۰۱ س ۱ : جوانی است الخ نشتر عشق میں بذیل مشرقی مشہدی لکھا ہے: زبدۂ نکتہ سرایان معنی رس بود بکمال پاکیزگی ونفاست اوقات می کردہ واز اقمشہ لطیفہ پوشش می نمود و جای نشست خود را بزیب و زینت می داشت و غلامان گلرخسار و ندیمان خوش افکار بصحبت خود می گذاشت و از علم موسیقی ماہر و باخبر بود قدری در خراسان برفاقت حسن خان شاملو بود و از انجا باصفہان رفتہ بخدمت دارالانشا مقرر گشت

صفحہ ۴۰۲ س ۱۳ : بجای ارسطوی ثانی مسیح الخ دیکھو حواشی صفحہ ۷۰،

مسیح سنہ ۱۰۱۶ھ میں ہندوستان گیا ۔

صفحہ ۴۰۳ س ۱ : قریب بہ چہار ہزار بیت الخ "کلامش را یازدہ ہزار بیت شمردہ اند" (نشتر عشق) ـــــ س ۵ : منشی رکاب ظفر انتساب الخ عالم آرای (ص ۶۸۸) میں سنہ ۱۰۳۱ھ کے واقعات کی ذیل میں لکھا ہے کہ شہزادہ شاہ جہان کا ایلچی آیا ۔ اور جواب میں جو خط لکھا گیا "در آن صحیفۂ لطیفہ این بیت از واردات طبع میرزا ملک مشرقی نگاشتہ کلک عطوفت سلک گردید بیت

زخمی شد ازان بخت روزگار جوان　　کہ نور دیدۂ خورشید گشت شاہ جہان

ـــــ سطر آخر حاشیہ : ۱۰۵۰ پڑھنا چاہیے ۔

ـــــ ٭ ـــــ

۱۰۔ مرشد بروجردی

صفحہ ۴۱۱ س ۹ : از ہرمز بہ تتہ آمد مرشد غالباً سنہ ۱۰۱۱ھ میں ایران سے ہندوستان آیا ۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ دیوان مرشد میں دو قطعہ ہیں جن سے یہی سن بہ آمد ہوتا ہے

۱۳- فزونی

صفحہ ۴۴۴ س ۱ : فزونی کے باپ کا نام ملّا جلال نقاش تھا (نشتر عشق)،

ـــــ س ۷ : چون در ابتدا الخ (مع حاشیہ ۵) : جہانگیر نے ۵ آذر (= ۲۳ شوال) ۱۰۲۴ھ کو لکھا ہے کہ صفدر خان کی بجای احمد بیگ کو حاکم کشمیر مقرر کیا گیا۔ اسلئے بظاہر میخانہ میں حکم تغیّر کا نہیں بلکہ اس حکم کی تعمیل میں خان کے لاہور جانے کا ذکر ہے جو قیاساً ابتدا (۱۰۲۵ھ) کا واقع ہوگا،

— ⁘ —

۱۴- غروری

صفحہ ۴۵۰ س ۹ : پیش ازانکہ ملک لار۔ لار ۱۰۱۰ھ میں فتح ہوا۔ دیکھو عالم آرای ص۴۲۳ ببعد،

— ⁘ —

۱۵- میر ملکی قزوینی

صفحہ ۴۵۹ س ۸ : نورم خان بجای نور محمد خان ، بظاہر اوزبکوں میں اس طرح کے نام عام تھے۔ عالم آرای (ص۸۴) میں حاجم خان، بجای حاجی محمد خان بھی آیا ہے،

صفحہ ۴۶۱ س ۷ : سرازیر اسکا عکس سراپالا عالم آرای ص۵۷۹ س ۹ پر آیا ہے،

۱۶- کامل جہرمی

صفحہ ۴۶۸ س ۲ : کامل جہرمی مخزن الغرایب میں قوام الدین عبداللہ کامل شیرازی

حضرتِ شاہِ جہان کاقبال او | چرخ پیدا شد بکام خرّمی (کذا)
ساخت شربت خانۂ کز دیدنش | تازہ شد در دہر نام خرّمی
ساقی تصویر در وی می دھد | بادۂ عشرت ز جام خرّمی
این مقام دلنشین چون شد تمام | گفت تاریخش مقامِ خرّمی

صفحہ ۴۱۳ س ۱۲ : الحال در بندگی الخ معلوم ہوتا ہے کہ مرشد ہندوستان ہی میں فوت ہوا - (دیکھو سپرنگر ص۹۲، آتشکدہ ۲۴۸)، اور اوپر کے قطعہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اسکی موت ۱۰۳۱ھ سے پہلے واقع نہیں ہوئی - ایک رباعی میں وہ شیراز نہ پہنچ سکنے کی حسرت کو یوں بیان کرتا ہے - رُباعی

مرشد کہ ز شیراز ہمی کرد سفر | در ہندوستان فتاد زان سان کہ دگر
دستش نہ رسد بہ دامنت گر شیراز | بیرون آرد ز جیب ہندوستان گر

ح ۳، نشتر عشق میں بھی تاریخ وفات مرشد ۱۰۳۰ بتائی ہے '

۱۰ - عارف ایگی

صفحہ ۴۲۴ س ۱۴ : واسمہ من سراج الدین الخ پس صاحب ہمیشہ بہار (سپرنگر ۱۲۶) نے درست نہیں لکھا کہ اسکا نام حکیم محمد حسن تھا -

۱۱ - دوستی

صفحہ ۴۳۲ س ۴ : دیکھو حاشیہ ص۵۴۴ س ۴ پر '

۱۲ - وصلی

صفحہ ۴۴۰ س ۱۵ : بمقتضی وقت الخ دیکھو صفحہ ۵۶۶ '

لوٹا (میخانہ ص۵۰۹)

۱۹- محب علی سندی

صفحہ ۴۹۷ س ۱۲: خوشگو (فہرست بادلی عمود ۲۳۰ نمبر ۵۷۴) نے محب علی کے باپ کا نام حیدر علی لکھا ہے اور کہا ہے کہ محب علی اپنے لڑکے نواب شاہ نواز کے مرجانے کی وجہ سے ۱۰۱۹ میں تارک الدنیا ہو گیا - مخزن الغرایب (فہرست بادلی عمود ۲۷۸ نمبر ۲۴۷۷) میں بھی محب علی کا ذکر ہے مگر سوء اتفاق سے جو نسخہ مخزن کا میرے سامنے ہے وہ اس مقام سے ناقص ہے، مآثر رحیمی میں بھی وہ مذکور ہے'

خزانہ عامرہ (ص۲۶۷) میں شکیبی کے ترجمہ میں سرسری ذکر ملا محب علی کا آیا ہے - کہ وہ آغاز ۱۰۰۰ھ میں مولانا نظیری اور دیگر اہل سخن کے ساتھ مندو سے گذرا -

صفحہ ۴۹۸ س ۸: دیوان آن عزیز الخ: خوشگو نے لکھا ہے کہ محب علی نے ایک دیوان ایک مثنوی اور ساقی نامہ یادگار چھوڑا'

۲۰- عبدالنبی خان

صفحہ ۴۹۸ س ۱۶: تاریخ محمد شاہی عرف نادر الزمانی مولفہ خوشحالچند میں لکھا ہے:

عبدالنبی فخر الزمانی از قزوین است' در آغاز بہار جوانی ہوای گلگشت ہندوستان جنت نشان در سرش افتاد از وطن برآمد' نوادر الحکایات از تالیفات اوست' بسبب قرابتی کہ با نظام الدین احمد مؤلف طبقات اکبری داشت یکجہتی با او بود' در قصہ خوانی و نکتہ دانی عدیل نداشت' ابیات من ساقی نامۂ او[1] (اسکے بعد ص۵۱۱ کا

---

[1] منقول از عکس نسخہ برلین جو فہرست پرش ص۴۷۶ پر مذکور ہے -

کا تقی اوحدی کے حوالہ سے ذکر آیا ہے اور صحف ابراہیم میں بھی قوام الدین عبداللہ کامل مذکور ہے۔ مگر عرفات اور صحف موجود نہیں کہ معلوم ہو کہ صاحب ترجمہ ہی مراد ہے یا کوئی اور، ــــــ س ۷ : **ملک سعید شیرازی** ہفت اقلیم میں بذیل خلخال لکھا ہے : در طالب علمی ہا تمام بوده خصوص در معقولات کہ نصاب کمال حاصل داشت" بڑھاپے میں قناعت اختیار کر کے شیراز کے ایک متنزہ مقام میں مقیم ہوگیا مگر" در آخر خبطی بر مزاجش مستولی شد و حرکات ناخوش از وی سر می زد کہ باعث خفت ونقص او گردید، مخزن الغرایب میں ہے کہ یہ فاضل نحریر اور دانشمند خوش تقریر اہل طریقت میں سے تھا۔ خلخال سے شیراز میں آ کر گوشۂ انزوا میں مقیم ہوا۔ اور مطالعۂ تفاسیر وکتب تصوف میں مصروف رہنے لگا۔ گاہے گاہے رباعیاں کہنے کی طرف متوجہ ہوتا۔ پھر لکھتا ہے " در اکثر کتب ذکر این بزرگوار مفصل مرقوم است، جہت اقتصار بہمین قدر اکتفا کردہ شد،

صفحہ ۲۷۲ س ۱۲ (وصفحہ ۲۷۳ س ۱۰) : گویا ابو تراب بیگ کا ترجیع بند کاتب کے سامنے ہے دیکھو ص۳۲۴ س ۱۶ اور ص۳۲۹ س ۲۰ ،

۱۸- اوجی کشمیری

صفحہ ۱۹۴ س ۱۳ : نامی **کشمیری** نشتر عشق میں ہے : مرد طالب علم بود، **صفحہ ۲۹۴ س ۲ :** خان نکتہ دان میرزا جعفر الخ ۴۲ سنہ جلوس اکبری میں میرزا جعفر آصف خان کو حاکم کشمیر بنایا گیا اور بظاہر وہ ۴۴ سنہ (یعنی آغاز ۱۰۰۸ھ) تک وہاں کا حاکم رہا (بلاکمین ص۴۱۱) ــــــ س ۱۷ : **دران وقت الخ** مولف ۱۰۲۵ھ میں کشمیر گیا اور قریباً دو سال وہاں ٹھہر کر ۱۰۲۶ھ کے آخر میں وہاں سے

نزہت گاہ معنی بروکشادہ، و با ظاہر آبادی عمارت باطن می سگالد،

امینِ رازی لکھتا ہے: بین الاقران از بی نظیران زمان است .... و پس از دریافت آن دولت (یعنی طواف بیت اللہ) ..... احوال خود را از غبار منہیات بزلال طاعات و عبادات فروشستہ از ملازمت استعفا خواست الحال بغیر از ادخار مثوبات اخروی ہوسی درسر و مطلبی درخاطر ندارد ..... و اشعارش بحکم لطافت مدون گشتہ متداول،

مبتلا کہتا ہے: اشعار جواہر عیارش بر زبانہا مذکور و دُرر آبدارش آویزۂ گوش ہوش نکتہ پردازان مسلم جمہور، کلامش مستمعان را بی اختیار از خویش می برد و بر جراحت دل دردمندان نمک اضطراب می ریزد، میرزا صایب با وجود این ہمہ کمالات ظاہر و باطن درستایش او گفتہ و الحق گوہر انصاف سفتہ ؎

صایب چہ مجال است شوی ہمچو نظیری عرفی بہ نظیری نہ رسانید سخن را

(مگر دیکھو خزانہ صد ۴۳۶)

مخزن الغرایب میں ہے: وی طرز بابا فغانی را اختیار نمودہ و آن رویہ را بحدّ کمال رسانیدہ، کلامش نہایت رقیق بہ پختگی و برشتگی واقع شدہ، ہرچہ از عذوبت و نزاکت و لطافت و روانی گوئید دارد،

خوشگو نے اسکو محتشم خوانساری کا شاگرد بتایا ہے[1] سروِ آزاد (صد ۲۴) میں

---

[1] سرخوش اور سندیلوی نے لکھا ہے کہ اسی زمانے میں ایک اور شخص نے نظیری تخلص کیا تو اسنے دس ہزار روپیہ اسکو دیا اور قرار پایا کہ وہ نظیر تخلص کرے۔ سرخوش کے لفظ یہ ہیں: آخر قرار برین افتاد کہ نظیری نیشاپوری صاحب مال است دہ ہزار روپیہ موافق عدد یا باین نظیری مفلس دہد کہ یا را دور کردہ نظیر برای خود نگاہ دارد،

سترھواں شعر اور ص۵۱۲ کا دوسرا شعر دئے ہیں۔
طبقات اکبری کا مؤلف ۲۲ صفر ۱۰۰۳ھ کو فوت ہوگیا تھا[1] - اور عبدالنبی اس تاریخ سے کئی سال بعد ہندوستان میں آیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ خوشحال چند کو میرزا نظامی کے متعلق مغالطہ ہوا۔ اور مؤلف کا رشتہ دار صاحب طبقات اکبری نہیں۔ بلکہ کوئی اور شخص ہے۔

صفحہ ۵۰۵ س ۱۳: آن قدر کہ طبع من الخ میرزا امان اللہ کا دیوان کتابخانہ بادلی میں ہے۔ دیکھو فہرست نمبر ۱۰۹۵، سرخوش لکھتا ہے: امانی خلف مہابت خان خان خانان طبع رسائی داشتہ، دیوانی رنگین گذاشتہ، در علم طبابت نیز وقوف را کار می فرمود،

صفحہ ۵۱۳ س ۲: تاریخ محمد شاہی: بیتی (بجای دیدی)، شمع وچراغ (بجای شمع چراغ)

مرتبہ سیوم

۱۔ نظیری

صفحہ ۵۲۴ س ۱۲: متفرق تذکروں سے بعض باتیں نظیری کے متعلق نظر آئیں جو درج ذیل ہیں:-

آئین (ص۲۵) میں اسکی بابت لکھا ہے: در سخن سرائی دستایہ دارد ودریچۂ از

---

[1] اکبرنامہ فیضی سرہندی (ایلیٹ ۶: ۱۳۰)

صفحہ ۵۳۲ س ۲: علم بکوی ابد الخ عبد النبی خان نے ص۵۳۱ س ۳ پر لکھا ہے
کہ ۱۰۲۲ھ میں نظیری نے شکیبی کو خط لکھا اور وصول خط سے دس ماہ بعد فوت ہوا۔
اسلئے اغلب ہے کہ اس مادۂ تاریخ میں جس سے ۱۰۲۱ھ برآمد ہوتا ہے ایک کی کمی
ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دو کی کمی ہو اور سن وفات اس کا دراصل ۱۰۲۳ھ ہو
جیسا مآثر رحیمی میں ہے[1]۔ اور اسکی دلیل یہ ہے:

مؤلف نے (ص۵۰۳ س ۵ پر) کہا ہے کہ "چون رایات جہانگیری ...... در
۱۰۲۲ھ بجانب اجمیر نہضت فرمود کمترین نیز ..... بدان طرف روانہ شد" اور راستہ
میں میرزا امان اللہ سے ملا اور پھر چند دن میں اجمیر پہنچ کر کچھ عرصہ کے بعد اسکا کتاب دار
مقرر ہوا[2]۔ جہانگیر نے توزک (ص۱۲۲ س ۵) میں لکھا ہے کہ وہ شعبان ۱۰۲۲ھ میں آگرہ
سے چلا۔ اور شوال میں داخل اجمیر ہوا۔ اس حساب سے مولف کی کتاب داری
"ابتدای ۱۰۲۲ھ" کا واقعہ نہیں ہوسکتی جیسا ص۵۳ سطر ۲ میں لکھا ہے۔ بجز اسکے
کہ وہ جہانگیر کے روانہ ہونے سے مہینوں پہلے چلا ہو۔ لیکن اگر وہ شروع محرم
۱۰۲۲ھ میں بھی کتاب دار ہو گیا ہو تب بھی شکیبی کی موت نظیری سے تین ماہ بعد
اسی سن میں واقع نہیں ہوسکتی (دیکھو ص۵۳۱ س ۱۶) جبکہ شکیبی کے خط وصول
ہونے سے دس ماہ بعد نظیری فوت ہوا ہو[3]، پس اگر عبد النبی خان کی ملازمت شعبان
۱۰۲۲ھ کے بعد واقع ہوئی تو نظیری اور شکیبی دونوں ۱۰۲۳ھ میں فوت ہوئے (اس
صورت میں ممکن ہے س ۱۵ کا 'دہ ماہ' 'دو ماہ' کی تصحیف ہو)

---

[1] دیکھو شعر العجم ۳: ۱۴۱، ریو نے تاریخ وفات نظیری ۱۰۲۲ یا ۱۰۲۳ بتائی ہے۔
[2] میخانہ ص۵۰۴ س ۱ و ص۵۰۶ س ۱۸ [3] دیکھو میخانہ ص۲۳۸ جہاں شکیبی کی تاریخ وفات
۱۰۲۲ھ دی ہے گو اور لوگوں نے یہ واقعہ ۱۰۲۳ کا بتایا ہے۔

بحوالہ گلزار ابرار لکھا ہے کہ نظیری حاجی - درویش طبیعت صوفی صورت، مہذب الاخلاق تھا - آخری عمر میں صوفیوں کی طرز میں شعر کہے - مصنف گلزار ابرار (شیخ غوثی منڈوی) سے عربی پڑھی اور عمر کے آخری بارہ سال احمد آباد میں گذارے - علوم دینی تحصیل کئے - اور تفسیر و حدیث کی تصحیح مولانا حسین جوہری وارہ سے کی اور ۱۰۲۳ھ میں فوت ہوا - خزانہ (ص ۴۳۷) اور سرو آزاد میں یہ بھی ہے کہ جہانگیر نے ایک عمارت کا کتبہ اس سے لکھوایا اور تین ہزار بیگہ زمین انعام میں دی - نظیری کا بھائی مولانا شرف نیشاپوری جو موسیقی کا ماہر اور خانخانان کا ملازم تھا۔ نظیری کا بیٹا فیدی بھی باپ کے ساتھ ہندوستان میں آیا - مگر کچھ عرصہ کے بعد وطن کو واپس گیا - اور جب دوبارہ ہندوستان کو آیا تو راستے میں جہاز پر مر گیا - نظیری کے کلام کی خصوصیات شعر العجم ج ۳ ص ۱۴۵ پر دیکھو -

صفحہ ۵۲۵ س ۱۰ : بدار الامان ہندوستان آمدہ الخ پروفیسر براؤن نے لکھا ہے کہ نظیری نے اپنی عمر کے آخری تیس برس ہندوستان میں گذارے - نیز دیکھو شعر العجم ۳ : ۱۳۷ جہاں سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ وہ ۹۹۲ کے قریب ہندوستان میں آیا -

صفحہ ۵۲۷ س ۹ : بعد از سعادت زیارت الخ ماثر رحیمی میں ہے کہ نظیری نے ۱۰۱۲ھ میں حج کیا - مگر دیکھو شعر العجم ۲ : ۱۳۶ جہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اکبر کے بیٹے مراد کی وفات سے پہلے کا واقعہ ہے - (شاہ مراد بقول بلاکمین ص ۳۰۹ ۱۰۰۶ھ میں مرا)

(بقیہ حاشیہ ص ۸۷) ؎۱ فہرست باولی محمود ۲۲۳ نمبر ۳۶۲،

(حاشیہ ص ۸۸) ؎۱ بلاکمین ص ۶۱۳ نوٹ ۳) ؎۲ تاریخ ادبیات ایران ۴ : ۲۵۲، نیز دیکھو شعر العجم ۳ : ۱۳۵، ؎۳ ایلیٹ ج ۶ ص ۹۶ پر ہے کہ مراد ۲۲ اردی بہشت ۴۴ھ اکبری کو فوت ہوا،

ہفت اقلیم میں ہے : بلطف طبع و شگفتگی خاطر و وسعت مشرب و گرمی ہنگامہ موصوف بوده، از نیکو طبعان آن شہر و مکان است، منتخب الاشعار میں ہے : از شعرای صاحب طرز بوده، مخزن الغرایب میں ہے : شاعر شیرین زبان خوش صحبت فصیح البیان بود،

صفحہ ۵۳۶ س ۸ : بازرکشید خزانہ میں ترجمۂ حیاتی گیلانی کے متصل بعد حیاتی کاشی کا ترجمہ دیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ ۱۰۱۹ھ میں حیاتی کاشی نے تغلق نامہ مکمل کیا جو جہانگیر کو پسند آیا۔ حکم ہوا کہ اسکو "زر سرخ و سپید" کے ساتھ تولا جائے۔ سعیدای گیلانی نے تاریخ کہی۔ اسکے بعد لکھا ہے کہ خان آرزو کو حیاتی گیلانی اور حیاتی کاشی میں مغالطہ ہوا ہے۔ مگر صاحب میخانہ چونکہ حیاتی گیلانی کا معاصر ہے اور اس سے ملا ہے اسکا یہ بیان کہ حیاتی گیلانی کو سونے کے ساتھ تولا گیا۔ قابل تسلیم ہے۔ خصوصاً جب کہ صاحب خزانہ نے اپنا ماخذ نہیں بتایا۔

خزانہ کا ملخص فہرست بادلی میں دیا ہے۔ اس سے ممکن تھا کہ مطبوعہ نسخہ کے اندراج سن وفات حیاتی کی تائید یا تردید ہوسکتی، مگر سوء اتفاق سے ایتھے نے ترجمۂ حیاتی گیلانی (عمود ۲۵۷، نمبر ۳۳) میں تاریخ وفات اسکی ۱۰۳۶ درج کی ہے اور لکھا ہے کہ وہ دہلی میں مرا مگر یہ در اصل خانخانان کی تاریخ وفات ہے اور وہ دہلی میں مرا تھا نہ کہ حیاتی۔ خزانہ میں ترجمۂ حیاتی کے آخر میں خانخانان کی نسبت یہ باتیں مذکور ہیں لیکن ایتھے نے غلطی سے ان باتوں کو حیاتی سے متعلق سمجھ کر درج کر دیا ہے۔

جہانگیر نے لکھا ہے کہ ذی قعدہ ۱۰۱۶ھ میں ملا حیاتی خانخانان کو میرا زبانی پیغام دے کر واپس آیا اور کچھ جواہرات لایا (ترجمۂ توزک ج ۱ صفحہ ۱۶۱)، گمان ہوتا ہے کہ شاید حیاتی گیلانی ہی مراد ہو مگر خزانہ نے شک میں ڈال دیا ہے۔

۲- شراری ہمدانی

صفحہ ۵۳۳ س ۱۶ : ہرگز خبث کسی نمی کرد ظاہرا مراد یہ کہ کسی کی غیبت نہ کرتا تھا - مخزن الغرایب میں نظام دست غیب کی ایک رباعی دی ہے ؎

آن خواجہ کہ خبث مردمش پیشہ بود ہجوشش نہ کنم کہ تنگ اندیشہ بود

پیداست ز چشم سبز او عکس سبل مانندۂ عقربی کہ در شیشہ بود

صفحہ ۵۳۴ س ۳ : دکن ثلثہ احوال اسد بیگ میں دکن کے یہ چار صوبہ شمار ہوئے ہیں : بیجاپور ، گولکنڈہ ، بیدر اور کرناٹک (ایلیٹ ۶ : ۱۶۷)

۳- حیاتی گیلانی

صفحہ ۵۳۵ س ۶ : نشتر عشق میں ہے : اکثر کسب تجارت می کرد در اقامت گیلان میلی اصفہانی کہ از شعرای خوش کلام است در مستی شمشیری بدو حوالت کرد و مولانا (کذا) مجروح شد بعد صحت بمواخذہ نہ پرداخت بعد چندی بوطن آمدہ لبیاحت ہند پرداخت '

—— س ۷ : آن منتخب امثال و اقران الخ : ابوالفضل[1] نے حیاتی کو یوں سراہا ہے :- از دریا بار معنی جوئی بہ بنگاہ او گذرد ' درستی و راستی از پیشانی او پیدا و سعادت باحقیقت ہمدوشش وارد ' ولختی از خوی شاعران برکنارہ ' بدایونی (۳ : ۲۱۹) نے بھی اسکی تعریف کی ہے اور لکھا ہے : از یاران دردمند و در اقسام شعر مستثنیٰ . . . . . . اگرچہ از مادۂ علمی عاری ست امّا جد وجہد و فہمی درست دارد و منصف است '

---

[1] آئین ج ۱ ص ۲۴۷ '

در معنی آفرینی ممتاز روزگار خود بود'

تذکرۂ سرخوش میں ہے : سخنور صاحب قدرت بوده در قصیده گوئی و غزل پردازی گوی بلاغت از اقران ربوده' ظفرنامہ شاہجہان با حسن وجوه و طرز دلخواه به فصاحت و بلاغت تمام ادا کرده'

صاحب **مرآۃ آفتاب نما** نے بھی یہی مضمون ذیل کے لفظوں میں ادا کیا ہے : قصیده و مثنوی و غزلیات دلیل قدرت سخن ویست' مگر صاحب خزانۂ عامرہ کو اس سے اتفاق نہیں وہ کہتا ہے : قصیده و مثنوی او بمعراج بلاغت صعود نموده' غزل بآن مرتبہ نیست' پھر لکھتا ہے " قدسی تشبیب قصیده را مثل غزل اکثر پریشان می گوید این خود مضایقہ ندارد لکن گاہی ..... دفعۃً از تشبیب بر سر مدح می آید .... بر طبیعت بسیار ناگوار است'

مبتلا کہتا ہے : در سخنوری یگانۂ آفاق و در معنی گستری در عالم طاق' اور صاحب مخزن الغرائب کہتا ہے: علم خوشخیالی و لوای شیرین مقالی بر افراختہ' از اقران او کسی ہمسری و ہمسنگی با وی نداشتہ'

طاہر نصر آبادی (منقول در ہفت آسمان ص۱۴۳) نے اسکو " قدسی خلقت مردم طینت لکھا ہے اور صاحب آتشکدہ (۸۳) نے بھی کم و بیش انہی الفاظ کو دہرایا ہے

۶۔ رونقی ہمدانی

صفحہ ۱۴۵ س ۷ : رونقی ہمدانی الخ نشتر عشق میں ہے : از عشیرۂ اختری یزدی و ابو طالب کلیم است بہ ہندوستان آمد و در ۱۰۲۶ھ بعراق مراجعت کرد در موسیقی صاحب کمال است ، بار دیگر در ہندوستان آمد و بعد از مدتی ہمانجا در گذشت' اوپر مذکور ہوا ہے کہ عرفی کی ہڈیاں صابر اصفہانی نے ۱۰۲۷ھ میں لاہور سے نجف پہنچائیں'

۴- موزون الملک

صفحہ ۷ ۵۲ س ۹ : ملا لطفی کا حال ہفت اقلیم میں بذیل تبریز دیا ہے - ماحصل اسکا یہ ہے کہ اسکے باپ کا نام مولانا عرفی کمانگر تھا اور لطفی " بالطف طبع ہموار نکات شیرین و حکایت (کذا) رنگین و کلمات ہزل آمیز و سخنان فرح انگیز بر لوح بیان می نگارد، و زنگ کدورت و غبار کلفت از خاطرہا می زداید" - پھر لکھا ہے کہ وہ مدتوں سے ہندوستان میں ہے اور آجکل زین خان کوکلتاش کے پاس ہے -

---

۵- قدسی

صفحہ ۹ ۵۳ س ۵ : نشتر عشق میں ہے کہ قدسی شاہجہان کے عہد میں دہلی آکر" باریاب ملازمت سلطانی گردیدہ بزمرۂ منشیان در آمد" ـــــــ س ۷ : درین جزو زمان کسی از شعرای آن بلدہ الخ مورخوں اور اصحاب تذکرہ نے قدسی کے کلام کے متعلق جو رائے دی ہے اسکا اندازہ ذیل کی عبارتوں سے ہوگا -

شاہجہان نامہ عنایت خان آشنا میں بذیل وقایع ربیع الثانی ۱۰۴۲ھ لکھا ہے : حاجی محمد مشہدی قدسی تخلص کہ در سخنوران عراق و خراسان بجودت فطرت و رسائی طبیعت و سلاست کلام و یافتن مضامین بکر امتیاز تمام دارد از مشہد مقدس روی امید باین آستان دولت نشان آوردہ بملازمت مستسعد گشت و قصیدۂ رہ آوردی کہ گفتہ بود بعرض رسانید و بعنایت خلعت و انعام دو ہزار روپیہ کامیاب گشتہ در سلک مداحان انتظام یافت'

مرآۃ الخیال میں ہے : بدرستی طبع و رسائی فکرت و سخن سرائی بی نظیر وقت و

"چون آن مکان شریف را از جمیع جهات مسمای آمنش سمت ظهور دارد و قابل تربیت بود رفته رفته بتوجهات خاطر اشرف شرافتش افزود و باغات و بساتین جنّت آئین مشتمل بر عمارات و حوضها نها در کمال زیبائی و دلکشائی تربیت یافته آبهای خوشگوار از کوه بلند بحیاض کوثر آئین و ریاض ارم تزئین آورده فوارها بفنون غریبه وصنایع بدیعه از میان هر حوض ..... در فوران است' وچون اکثر اوقات زمان اقامت مازندران آن قصبهٔ لطیفه مسکن شهریار کامگار است مقربان و ملازمان رکاب اقدس نیز منازل مرغوب عمارت نموده اند و اکنون آن قصبه نیز شهری بزرگ و بمیامن تربیت آن حضرت از بلاد مشهوره است'

۱۰- حیدر خصالی

صفحہ ۵۵۰ س ۸ : نشتر عشق میں اس کا نام میرزا حیدر اور کتابخانہ بادلی کے ایک جُنگ (نمبر ۱۲۱۱) میں جہاں اسکے کچھ اشعار بھی ہیں حیدر محمد خصالی (دیکھو عمود ۷۳۹ نمبر ۸۸) اور ہمیشہ بہار میں (سپرنگر صـ۱۲۱ پر) محمد حیدر ہروی خصالی دیا ہے' نشتر عشق میں یہ بھی ہے کہ آخر حال میں وہ شاہجہان کا ملازم ہو کر دیوان کشمیر بن گیا۔

۱۱- عطائی

صفحہ ۵۵۲ س ۱۲ : تذکرۂ نشتر عشق میں بذیل عطائی ہے : عبدالکریم نام برادر شیخ عبدالعزیز عزت است کہ از جونپور بود وی تخلص خود گاہی معنوی ہم می کرد از مشاہیر شعرا است حتیٰ کہ مرزا صایب کلام اورا بہ سفینۂ انتخابی خود داخل نمودہ' دیوان ضخیمی

اسوقت ملا رونقی نے تاریخ کہی :-

رقم زد از پی تاریخ رونقی کلکم   بکاوش مژہ از ہند تا نجف آمد

(خزانہ صـ ۳۰۹)

۷- شاہ نظر بیگ

صفحہ ۵۴۳ س ۸ : تولّد آن مجموعۂ ہنر الخ نشتر عشق میں ہے : از مشایخ قمشہ من اعمال اصفہان بودہ است با ابو طالب کلیم بسیار رابطہ و اتحاد داشت ' در ہنگام سلطنت شاہ جہان پادشاہ بہند افتاد - وضع این دیار ناخوش شدہ پیادہ باصفہان مراجعت کرد '

صفحہ ۵۴۴ س ۳ : میرزا ایرج ' اسکا مفصل حال دیکھو بلاکمین صـ ۴۹۱ و صـ ۳۳۹ پر ' وہ ۱۰۲۸ھ میں فوت ہوا ' ـــــ س ۴: **ملک عنبر** اس حبشی غلام کا جو قابلیت میں بے مثل تھا مفصل حال دیکھو اقبال نامۂ جہانگیری (ایلیٹ ۶ : ۴۲۸) میں ' وہ اپنی عمر کے اسیویں سال میں ۱۰۳۵ھ میں فوت ہوا -

۸- نادم گیلانی

صفحہ ۵۴۶ س ۷ : **سید اشرف** ' عالم آرای صـ ۶۰۵ میں اس قصبہ کا نام اشرف دیا ہے اور اسکا ذکر یوں کیا " قصبۂ شریفۂ اشرف از قصبات مازندران کہ بولایت پنجہزارہ موسوم و بدار المؤمنین استر آباد اقرب و فی الحقیقت بنزاہت و خرّمی اشرف اماکنۂ آن ولایت است " ۱۰۲۱ھ میں شاہ عباس نے اپنے رہنے کے لئے اسمیں عمارات عالی اور " حمام و بیوتات و تالار " بنوانے شروع کئے - پھر کہتا ہے :

۱۶- انور لاہوری

صفحہ ۵۶۲ س ۵: خوشگو نے لکھا ہے: خالی از معنی نبوده از درویشی (و) خوش گذشتگی بہرۂ تمام داشتہ شاہجہان بادشاه را اعتقادی با وی بوده در سنہ ۱۰۴۲ھ در گذشت دیوان مختصری دارد' نشتر عشق میں بذیل انوری ہے: ملا نور محمد از موزونان مستعد دار السلطنت لاہور بود و در شاعری مسلم الثبوت است' از شعرای عہد جہانگیری و شاہجہانی ست' ملا تقی اوحدی در تذکرۂ عرفات مولفہ خود او را بسیار ستوده و بلند پروازی او بیان نموده'

۱۷- محمود بیگ

صفحہ ۵۶۵ س ۱۶: در منزل دوم الخ نقشہ پر اجمیر سے جھیل سامبر کا کنارہ ۴۰ میل معلوم ہوتا ہے اور شہر سامبر ۵۰ میل - سرکار نے انڈیا آف اورنگ زیب میں اجمیر اور شہر سامبر کا فاصلہ ۴۴½ میل دیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱۱ × ۲) غرض متن کے لفظ 'دوم' کی صحت میں تامل ہے -

۱۸- شرمی قزوینی

خوشگو نے لکھا ہے: باوجود این تخلص نہایت شوخی داشتہ و با وصف شوخی در نہایت تقوی بوده ' آورده اند او خیاط پسری بود' در بازار قزوین بحرفہ خیاطی پرداختی بعد ازان در عباس آباد اصفہان نیز بہمین امر اشتغال داشتہ و وی بسیار قصیر القامت بوده ..... صاحب سخن مسلم است' اشعارش بزبان رامندی نمکین دارد' اواخر در شیوۂ غزل ترقی کرد •

۲۰- حریفی مصنّف

صفحہ ۵۷۰ س ۷: در علم موسیقی الخ امین رازی نے بذیل قزوین لکھا ہے: مردمش در روش مصاحبت و گرمی ہنگامہ بی انبازند و اکثر ایشان از علم موسیقی باخبرند و بی تمزج آہنگ و حسن صوت ننشینند چنانچہ شاعر گوید قطعہ

شاه را باید کہ باشد چار صنف از چار شہر
تا بود ممتاز دایم بر سریر سروری

از خراسان مطرب از قزوین انیس ہمزبان
از صفاہان عامل از تبریز مرد لشکری

یادگار خود گذاشت ' پس جس تناقض کا ذکر حاشیہ میں ہے وہ رفع ہوا '

۱۲۔ اسد بیگ

صفحہ ۵۵۴ س ۲: اسد بیگ نشتر عشق میں ہے : تا مدت معرکہ آرای سخنوری بوده آخر به پیشرو خان مخاطب شد '

صفحہ ۵۵۵ س ۱ : به حجابت دکن الخ یعنی سفارت پر بھیجا ' بداؤنی (۲: ۳۴۳) لکھتا ہے : زمانیکه (فیضی) به حجابت دکن رفته بود .... در عریضه که بدرگاه نوشته بود سفارش مرا نوشت '

۱۳۔ محوی اردبیلی

صفحہ ۵۵۶ س ۲: نشتر عشق میں بذیل محوی اردبیلی ہے : عبدالغنی نام تحصیل علوم وکسب فضایل در اصفهان نموده روی توجه بهندوستان آورده بدکن رسید و به همان نزدیکی در سنه یک هزار و بیست و پنج باطراف برهانپور فوت شد '

۱۵۔ کیفی

صفحہ ۵۶۰ س ۱۱: کیفی : نشتر عشق میں بھی اسے سیستانی لکھا ہے اور کہا ہے: اصلش از یهودان سیستان است ' بشیراز رفته سعادت شرف اسلام دریافت '

صفحہ ۶۱ س ۸ : بعد از مدتی الخ اکثر کے نزدیک خسرو کی عمر اسوقت ۲۰ برس کی تھی - اور بقول فرشتہ ۹ برس کی (نشتر عشق) ـــــ **س ۲۰ : محمد جون** دیکھو حواشی صہ۹ س ۴ : نشتر عشق میں غرۃ الکمال کی عبارت ذیل نقل کی ہے : مدان کا نون بلا مرا نیز رشتۂ کفار گلو گیر شد ، امّا چون خدای تعالیٰ رشتۂ عمرم دراز کردہ بود - خلاصی یافتم و از شاہراہ ہرات بدار الاسلام آمدہ زیر قدم مادر بہشتی شدم ... وچندگاہ بدیدار عزیز مادر و عزیزانِ دیگر در قلعہ مومن پور عرف پٹیالی بر لبِ آب گنگ روزگاری خنک می کردم

صفحہ ۶۲ س ۱۶ : آذری دیکھو حواشی صنا س ۱۲ ، آذری کی کتاب کا نام فہرست بادلی (نمبر ۴۰۲) میں بھی غرائب الدنیا ہے - قزوینی کی عجائب المخلوقات اور اسی قسم کے اور مواد کو آذری نے اسمیں نظم کر دیا ہے -

صفحہ ۶۵ س ۱۴ : ودیعت حیات الخ نشتر عشق میں ہے کہ امیر خسرو کا لڑکا ملک احمد فیروز شاہ کے دربار میں مقرب تھا - " طبع موزون داشت و کمتر تلاش نظم ہم می ساخت الّا کلام او شہرت ندارد ، اکثر بر کلام متقدمین ایراد می نمود و دخل بجا (کذا) می کرد ،

صفحہ ۶۷ ح ۱ : آس کی بجای اس پڑھو ،

صفحہ ۸۳ س ۷ : ابوالحق کی بجای ابواسحٰق پڑھو ـــــ **س ۱۲ : شاہ شجاع** کی نسبت لب التواریخ قزوینی میں ہے : بلطف طبع وحسن خلق و وفور فضل و ادب و حلیہ تواضع وکمال مکرمت و فرط جود وشیوۂ شجاعت موصوف بود ، در نہ سالگی (در) حفظ کلام اللہ (د) بعد از ان بکسب دیگر فضایل و کمالات کوشیدہ بر قاضی عضد کہ مصنّف کتاب مواقف است تلمذ کردہ در علم و دانش بدرجۂ رسیدہ بود کہ علمای کبار چون بمجلس او راہ می یافتند از لطایف خاطرش مستفید و بہرہ مند می گشتند قوّت حافظہ اش بشا بہ بود کہ ہفت ہشت بیت عربی بیک شنیدن یاد می گرفت اشعار فارسی و عربی خوب بسیار دارد ،

تتمۂ حواشی

صفحہ ۱۱ س ۵ : دیکھو حواشی ص ۳، خمسہ کے ایک نسخہ میں جو ۹۶۸ کی تحریر ہے۔ اور برٹش میوزیم میں موجود ہے (دیکھو ریو ص ۵۷۱) نظامی کی عمر والا مصراع یوں ہے۔ ع فزون بود شش ماہ زشصت و دو سال یعنی بجای ۶۳½ کے ۶۲½،

صفحہ ۱۴ س ۳ : دیکھو حواشی ص ۴ س ۱۷، یہ شعر ابو نواس کا ہے (دیوان ابی نواس طبع مصر ۱۸۹۸ ص ۲۶۶ س ۲)

صفحہ ۳۲ س ۴ : وچون الخ کذا در ہفت اقلیم — ح ۵، مرآۃ الخیال سے پہلے "و ہفت اقلیم" پڑھو،

صفحہ ۳۳ س ۱۳ : بیست و پنج سال کذا در ہفت اقلیم، — س ۱۹: بحضرت سلطان ہفت اقلیم میں "بحاکم آن شہر" ہے۔

صفحہ ۴۳ س ۱۹ و ص ۴۶ س ۱۲، کذا در ہفت اقلیم

صفحہ ۴۷ س ۱ : ۶۸۸ ہفت اقلیم میں ہے: ۶۸۸ یا ۷۰۷ — ح ۴ : صاحب ہفت اقلیم کا بیان بھی نفحات کے مطابق ہے۔

صفحہ ۴۸ ح ۲ و ۴ و ص ۴۹ ح ۳ : افزوده (بجای ایزاد کرده پڑھو)

صفحہ ۵۹ س ۱۶ : استماع پڑھو۔

صفحہ ۶۰ س ۲۰ : تولد خسرو الخ دیکھو حواشی ص ۷ سطر آخر نشتر عشق میں ہے: بعضی می گویند کہ امیر خسرو در سن طفولیت ہمراہ والد ماجد خویش در ہند آمد و بعضی گویند در سفر ہند بشکم مادر بود و نزد علی قلی خان والہ داغستانی قول اول راجح است، پھر لکھا ہے کہ بقول صاحب اخبار الاخیار خسرو پٹیالی میں کہ توابع آگرہ سے ہے متولد ہوا۔

تتبع او کردند در اقسام شاعری استاد مسلّم الثبوت گفته اند و در وادی غزل گوئی و مثنوی نویسی کسی را با او مجال ہمزبانی نبود'

صفحہ ۱۵۶ س ۱۴: از راہ پڑھو (بجای ز راہ) —— س ۱۶: رہگذر پڑھو (بجای رگذر)

صفحہ ۱۵۸ س ۴: "ہم این را وہم آن را' پڑھو'

صفحہ ۱۶۰ س ۲: تا غیر (بجای با غیر) پڑھو'

صفحہ ۱۶۱ س ۵: 'کوخضر' پڑھو (بجای گوخضر)

صفحہ ۱۶۲ س ۷: فصیحی الخ دیکھو حواشی کا صـ۴۲ ' خوشگو لکھتا ہے: بہ علو شان و رفعت مکان و طلاقت بیان در عراق و خراسان بی نظیر بود و با این ہمہ از اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ نصیبہ وافی داشت ...... اگرچہ اکثر معاصران مثل میرزا قلی میلی و ولی دشت بیاضی با وی می پیچیدند و او را بخامی طبیعت و نقصان فطرت منسوب ساختند...... امّا امیر تقی الدین محمد تذکرہ نویس کاشی در احوال وی و ہر دو بزرگ تمیز و تفرقہ کردہ کہ خواجہ ثنائی در مثنوی و قصیدہ بر ایشان چرب است' بلکہ مناسبت گنجایش ندارد و آنہا در غزل مسابقت وارند' —— س ۱۰: پدرش الخ دیکھو حواشی کا صـ۴۳ خوشگو کہتا ہے:- خود (ثنائی) از آغاز احوال در دیباچۂ دیوان مرقوم ساختہ چنین گوید:- حسین بن غیاث الدین محمد مشہدی المشتہر بہ ثنائی الخ —— س ۱۲: بہ تحقیق پیوستہ ...... تا صـ۱۶۳ س ۱۰ ' سفینہ نے اصل عبارت دیباچۂ دیوان ثنائی سے نقل کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عبد النبی خان نے یہ تمام مضمون باندک تغیّر عبارت اس دیباچہ سے لیا ہے'

صفحہ ۱۶۳ س ۱۵: مسند (بجای سند) پڑھو'

صفحہ ۱۶۵ س ۸: بسعادت بندگی الخ خوشگو نے لکھا ہے کہ ثنائی

ص ۸۴ س ۴ : دیکھو حواشی ص۱۵۱ میر یحییٰ قزوینی کی لب التواریخ کی ورق گردانی کے باوجود کوئی ذکر خواجہ حافظ کے مرشد کا نظر نہیں آیا

صفحہ ۹۰ خ ۱ : بجای ایضاً بروک ہاؤس نمرہ ۶۸۶ پڑھو'

صفحہ ۹۳ س ۴ : العُلما پڑھو

صفحہ ۹۵ س ۱۶ : (و) تحفہ پڑھو

صفحہ ۱۰۴ س ۱۰ : زراعت پڑھو ــــ س ۱۳ : سلسلۂ کبرویہ یعنی وہ سلسلہ جو شیخ نجم الدین کبری (المتوفی ۶۱۸) کی طرف منسوب ہے دیکھو خزینۃ الاصفیا (لاہور ۱۲۸۴ھ) ص ۹۱۳ س ۴'

صفحہ ۱۲۵ س ۹ : بود الخ کیا یہ 'برد ...... آبرو' کی تصحیف ہے ؟

صفحہ ۱۲۸ بقیہ حاشیہ ص۱۲۷ کے بعد ۱ کو ۲ پڑھو اور ۲ کو ۳'

صفحہ ۱۴۱ س ۱۴ : مرآۃ آفتاب نما میں ہے : فاضل و مورخ و ریاضی دان بود' در خدمت مرزا الغ بیگ مختار بود

صفحہ ۱۴۴ س ۱۵ : گونا بادی پڑھو

صفحہ ۱۵۰ س ۱۵ : مصراع ثانی شاید یوں ہے : کہ در ملت شیخ باشد حرام ــــ س ۱۶ : آن سرور الخ شاہ طہماسب صفوی مراد ہے جس کے نام پر یہ ساقی نامہ لکھا گیا۔

صفحہ ۱۵۲ س ۱ : ۲ کی بجای ۱ پڑھو ــــ س ۱۳ : مرآۃ آفتاب نما میں ہے۔ کہ وہ شرف الدین علی یزدی کا شاگرد ہے - (یہ غلط ہے) پھر کہتا ہے : موجد طرز بود ــــ س ۱۷ : لبی کی بجای لبی۲ بناؤ ــــ حاشیہ یوں چاہیے : ۱ در ک ندارد ۲ آ : لب

صفحہ ۱۵۳ س ۸ : نشتر عشق میں وحشی کا نام کمال الدین دیا ہے - اور اسکو غلط طور پر شرف الدین علی یزدی کا شاگرد بتایا ہے - اسکی شاعری کی نسبت کہا ہے : در اقسام شاعری صاحب طرز جدید است' روش سہل ممتنع اختیار کردہ بود' دیگران

بیت بودہ باشد ہمہ بامزہ بود'

صفحہ ۱۷۷ س ۵: صلۂ لائقی الخ نشتر عشق میں ہے کہ خانخانان نے عرفی کے ساتھ نادیدہ اس قدر سلوک کیا کہ دوسرے کا محتاج نہ رہا" و پس ازاں بزمرۂ منشیان سلطانی در آمد'

صفحہ ۱۸۱ س ۲: دیکھو حواشی کا ص۴۸ سفینۂ خوشگو میں ہے کہ عرفی لاہور میں مرا اور میر حبیب اللہ کے مقبرے میں امانت کے طور پر دفن ہوا - میر صابر اصفہانی نے کہ مستعد موزون تھا اور نواب غیاث بیگ طہرانی عرف اعتماد الدولہ کا وزیر تھا - تیس ہلالی سالوں کے بعد ایک قلندر کو عرفی کی ہڈیاں دیں اور کچھ روپیہ عنایت کیا کہ ان ہڈیوں کو نجف پہنچاؤ - اسنے اپنے کندھے پر لاد کر پا پیادہ پہلے مشہد میں لیجا کر دو ماہ کیلئے دفن کر دیں پھر اکھاڑ کر نجف میں پہنچا دیں' رشیدای کاشی جو اسوقت سید حسین نقیب النقبای نجف کی خدمت میں تھا کہتا ہے کہ عرفی کی وفات سے تیس ہلالی سال گذرے تھے - کہ میں نے حصار نجف کے باہر اس زمین میں جسے بحیرہ کہتے ہیں اور اکثر علمائے امامیہ کے قول کے مطابق صحرائے محشر وہیں ہوگا - دیوار حصار نجف اور مقام صاحب الزمان مہدی کے درمیان وہ ہڈیاں دفن کر دیں - سید حسین نے جشن کیا اور خیرات تقسیم کی - اور اسکی قبر پر عمارت بنانے کا ارادہ کیا - ملا رونقی ہمدانی نے اسی موقعہ پر قطعہ کہا خوشگو نے عرفی کی شاعری کے متعلق کہا ہے: ہرچند در قصیدہ گوئی استاد است اما باعتقاد ناقص فقیر مولف غزلش بر قصیدہ چرب است' پھر خان آرزو کی رائے دی ہے کہ: وی شاعر خوش مقطع است در غزل مقطع بقصد خوب تر می گوید تا بر زبانہا آید'

صفحہ ۱۸۳ س ۹: ساقی نامہ دیوان اثر کے ایک قلمی نسخہ[۱] کے آخر میں جو

---

[۱] یہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے

منصبداران اکبرشاہی میں داخل توہوا مگر یہ منصب اسکے حسب دلخواہ نہ تھا آخر حکیم ابوالفتح
گیلانی کی مصاحبت اختیار کی۔ مدح کہی اور صلے اور شہرت پائی۔ پھر خان خانان کی
مدح کہی اور مطلب پایا۔ یہاں تک کہ دوسروں کی صحبت اور مدح سے بے نیاز ہوگیا
۹۹۶ میں فوت ہوا اور لاہور ہی میں دفن ہوا۔ میرزا باقر ولد میر عرب شاہ مشہدی
نے کہ اسکا خانوادہ بھائی تہا۔ اسکی لاش کو لیجا کر مشہد میں دفن کیا ——
حاشیہ کی س ۲ : صاحب نفائس المآثر پڑھو (بجای صاحب فہرست بانکی پور)
صفحہ ۱۷۵ س ۱۰ : بتحقیق پیوستہ الخ دیکھو حواشی کا ۲۶ سطر آخر۔ خوشگو
کہتا ہے کہ دیوان اوّل کو عرفی نے ۹۹۶ میں مرتب کیا پھر" دیوانی دیگر در تتبع خواجہ حافظ
شیرازی می گفت کہ عازم ملک فنا گردید ...... و درہنگام نزع مسودات اشعار خود
را بہ کتابخانہ نواب خانخانان فرستاد کہ مرتب و مدون سازند تا بموجب فرمودہ سپہ سالاری
بحسن سعی سراجا اصفہانی ...... ۱۴ ہزار بیت و بقول صاحب طبقات شاہجہانی ہزار بیت
فراہم شد و کلمہ ترتیب [وادہ] تاریخ ترتیب کلیات او یافتند" مگر نشتر عشق میں ایک
اوٗہی قصہ دیا ہے۔ اور وہ اسکے لفظوں میں اسطرح سے ہے: ناظم تبریزی آوردہ
کہ عرفی وقت مفارقت خود از دنیا کلام نظم خود را کہ "تا آن وقت بی ترتیب بود بہ خان
خانان سپرد و آن مسودات بکتب خانۂ آن امیر تا دیر از نظر مردم مستور بود این دیوان
اول است کہ اشتہار تمام دارد در سنہ یک ہزار و سی و سہ خان خانان آن کان جواہر
را بجتری سپرد کہ دیوانی منتظم سازد و آن کس از نواب مرحوم در آن ایام رنجشے داشت
مسوّدات مذکور را باخود بردہ راہی شد و ہم او گوید کہ فقیر در بندر مخا او را دیدہ
مسوّدات عرفی را بہر قسمی کہ شد از وی گرفتہ ترتیب دادم تمامی ابیاتش پانزدہ ہزار

۱؎ خان خانان ۱۰۳۶ھ میں فوت ہوا ٭

پروانہ الخ)'

صفحہ ۱۸۶ س ۱۷ : بدار المومنین قزوین الخ قزوین کو شاہ طہماسپ صفوی نے اپنی حکومت کے آخری حصّے میں دار الخلافہ بنا کر بیس سال مسلسل وہاں قیام رکھا۔ اور یہی حیثیت اس شہر کو ۱۰۰۶ھ تک حاصل رہی۔ اس سن میں شاہ عباس نے اصفہان کو دار الخلافہ بنا لیا (عالم آرای صـ۸۸ و صـ۳۷۲)

صفحہ ۱۹۴ س ۱۴ : ناگاہ الخ نشترِ عشق میں ہے کہ فیضی [illegible] تھا'

صفحہ ۱۹۵ س ۱ : حملہ پڑھو (بجای حملہ) ـــــ س ۱۰ : دیکھو حواشی کا صفحہ [illegible] خوشگو نے ذیل کا قطعہ فیضی کا دیا ہے قطعہ

دہ سال و پنج پیش پدر (کآفرین برو!) تحصیل کردہ ام [illegible]

دود چراغ خوردہ شب آوردہ ام بروز معذورم ار [illegible]

صفحہ ۱۹۶ س ۸ : نشترِ عشق میں ہے کہ مرتبہ دیوان میں تقریباً ہزار بیت تھا -

صفحہ ۲۰۱ س ۱۲ : بدار العیش کشمیر الخ دیکھو حواشی کا صـ۲۵ ، خوشگو نے صرف یہ لکھا ہے کہ میر حسین کفری کے ساتھ نوعی ہندوستان آکر" در لاہور بخدمت سید عنبار الدین مرزا یوسف خان مشہدی پیوست و مدتی از زحمت و رنج راہ برآسود و با میر حسین کفری در لاہور بعین بی قیدی ولا ابالی گری بسر برد' سفینہ ہی میں صاحب مآثر رحیمی کا قول دیا ہے - جو نوعی کا معاصر اور ہم نشین تھا کہ : وی در تازہ گویان این زمان ممتاز و مستثنی است' اگرچہ بعضی از مستعدان سخنان او را اشتر گربہ می دانند و می گویند کہ خشک و تر در اشعارش بسیار واقع است امّا باعتقاد راقم کہ میر عبد الباقی باشد درین زمان بی نظیر و بی مثال است والحق استاد فن (د) صاحب طرز خاص خود است ہنوز دیوان قصاید و غزل ترتیب نداده بود کہ بتاریخ ۱۰۱۹ھ در برہانپور ودیعت حیات سپرد

اواخر ۱۲۹۳ھ میں نقل ہوا (اور جسکا نام ہم س رکھتے ہیں) ساقی نامۂ عرفی بھی موجود ہے۔ ساقی نامہ کے اشعار کی تعداد وہاں ۱۰۷ ہے بظاہر صاحب میخانہ نے ۱۷ شعر شروع سے اور ۳۶ شعر آخر سے حذف کر دئے ہیں۔ درمیان میں بھی بعض بعض جگہ سے کچھ اشعار چھوڑ دئے ہیں۔ اور اسکے ہاں ترتیب بھی کچھ مختلف ہے۔ یعنی ص ۱۸۴ س ۱۱ کے بعد دو شعر چھوڑے گئے ہیں س میں سطر ۱۲ اور ۱۵ ہے، پھر آ میں دو شعر چھوڑے ہیں۔ اسکے بعد س میں ۱۶ ہے۔ آ میں س ۱۳ و ۱۴ کو آخر میں منتقل کیا گیا ہے اور ص ۱۸۵ س ۸ کے بعد ایک شعر چھوڑ دیا گیا ہے۔ س ۱۱ کے س میں بعد وہ شعر ہے جو آ میں بھی ہے پھر ایک شعر چھوڑ کر ص ۱۸۴ کا شعر ۱۳ و ۱۴ ہے،

اختلافات متن بھی درج ذیل ہیں :-

س ۱۲ ؛ جام سوز (بجای خام سوز) —— **س ۱۳** ؛ برقص از پی (بجای نرفتی ز پی) —— خمیازۂ گیر در (بجای خمیازہ گیرد رہ) —— **س ۱۵** : خوشامن (بجای خوشا می) —— **س ۱۷** : بمن در زن ای پیکر سیم ناب —— **س ۱۸** : مگیر (بجای بگیر) —— **س ۱۹** : کوثر (بجای گوہر)

صفحہ ۱۸۴ س ۲ ؛ بوی (بجای جگر) —— **س ۱۰** : بیخودی (بجای سجدہ) —— **س ۱۳** : بیندیش (بجای میندیش) —— **س ۱۷** : روشن بر آرند (بجای روشن ترش کرد) —— **س ۱۸** : باوی کنم (بجای تا من گہ) —— کعبہ و دیر (بجای کعبۂ دیر)

صفحہ ۱۸۵ س ۳ : بدوش و (بجای بدورت) —— **س ۴** : ہر موی من (بجای ہر توبہ ام) —— **س ۶** : بجوشد (بجای بجوشد) —— **س ۱۱** : حاشیہ ۲ کے شعر کا مصراع ثانی یوں ہے :- کز و سامری گشتہ تلخابہ نوش —— **س ۱۲** : عشق (بجای دل) در ہر دو مصراع —— **س ۱۳** : پروانہ نیم سوزیم مست (بجای

میں ہے کہ عدن سے "خاسر و خایب بہ ہند. مبارک سورت کہ در تیول نواب بود خود را انداخت"

صفحہ ۲۴۸ س ۸ : حواشی کے صـ۵۵ س ۴ میں "دیکھو حاشیہ صـ۵۳۶ س ۲" چھپا ہے (بجای ص ۱۳۵ س ۱۶ پر)

صفحہ ۲۴۵ س ۳ : **در خوش نویسی الخ** خوشگو لکھتا ہے کہ صیفی خط ثلث خوب لکھتا تھا ، اسکا لڑکا میر غازی اسیری اکبر بادشاہ کی فوج میں ملازم تھا ،

صفحہ ۲۴۹ س ۱۰ : دیکھو حواشی کا صـ۵۸ ، خوشگو نے لکھا ہے کہ اکبر نے اس کو فراغی تخلص دیا مگر : چون بر رای جہان آرای ظاہر شد کہ تخلص سنجر را بہتر از فراغی می داند و بنا بر پاس حکم فراغی می آورد او را بہ پرطرف ساختن فراغی و مقرر نمودن سنجر مختار ساختند بمقتضای خواہش خود سنجر اختیار شود

صفحہ ۲۵۰ س ۱۰ : **گویند کہ در راہ الخ** خوشگو کہتا ہے کہ سفر حجاز میں دو لاکھ روپیہ کی اجناس نفیس ہندوستان کی اسکے ساتھ تھیں - کیچ و مکران کے نواح میں کشتی ڈوب گئی اور سب مال قزاقان سواحل کے ہاتھ آیا - اور میر حیدر خود نیم جان ہوکر ہندوستان پہنچا - اور دوبارہ حج کو گیا تو بارہ سال حرمین میں رہا -

حاشیہ ۳ : خوشگو کہتا ہے کہ اکبر نے سنجر کو قید کرکے گجرات میں سورج سنگھ پسر راجہ مالدیو کے سپرد کیا جو ہندوستان کے زمینداران میں ممتاز تھا - غرض تک سنجر اسکے پاس قید رہا - پھر راجہ کی سفارش سے اسکو رہائی ملی - جب سنجر مرگیا - تو اسکے بیٹے اور مال کو اسی سال کاشان میں پہنچا دیا گیا - مگر یہ لڑکا بھی تھوڑے ہی عرصہ میں مرگیا ، اور حیدر کو صدمہ پر صدمہ پہنچا ،

صفحہ ۲۵۱ س ۲ : **شاہ نواز خان** دیکھو حواشی کا صـ۶۱ ، شاہنواز خان شیرازی عادلشاہ کا وکیل السلطنت اور وزیر اعظم تھا - ظہوری نے دیباچہ خوان خلیل میں اسکا

و ہمانجا مدفون گردید، نوعی کے ساقی نامہ کے بہت سے اشعار بھی خوشگو نے نقل کئے ہیں ۔ مقابلہ کرنے سے بعض اختلافات متن معلوم ہوئے جو درج ذیل ہیں ۔

صفحہ ۲۰۲ س ۱۶ : الا (بجای توئی)،

صفحہ ۲۰۳ س ۴ : افشگر ۔۔۔ صفحہ ۲۰۴ س ۶ : برم (بجای سرم)

صفحہ ۲۰۵ س ۱۳ : باوگرد ۔۔۔ صفحہ ۲۰۶ س ۲ : ستانم ۔۔۔

س ۵ : نادیدہ (بجای نابردہ)،

صفحہ ۲۰۶ س ۱۶ : ای جانشین (بجای آن الخ) ۔۔۔ ز راحت خسی (بجای ز رامش بسی) ۔۔۔ س ۱۸ : کف دست چون غنچہ از آستین ۔۔۔

س ۱۹ : بآن دست و ساغر الخ،

صفحہ ۲۰۷ س ۳ : پروانۂ بام اوست، ۔۔۔ س ۱۰ : سینہ (بجای شیشہ)

صفحہ ۲۰۸ س ۹ : در دل فسرد (بجای در گل الخ) ۔۔۔ چو زر زاد از خاک الخ

۔۔۔ س ۱۵ : بشب (بجای شدہ) ۔۔۔ س ۱۷ : بادل (بجای تادل)،

صفحہ ۲۱۰ س ۹ : بگردان زرہ الخ،

صفحہ ۲۱۷ س ۹ : دیکھو حواشی ص۵۵ س ۲ ، ایشیاٹک سوسائٹی کا نسخہ منگوا کر دیکھا گیا، وہ کلیات غیاث کا نہیں بلکہ کسی اور مصنف کا ہے جو بارھویں صدی کا شاعر ہے۔ اور حنفی المذہب ہے اور نواب عبدالصمد خان دلیر جنگ کا مداح ۔ اس نسخہ میں جو ۱۱۳۳ کی تحریر ہے ۔ ایک قطعہ اور ایک قصیدہ ہیں شاعر نے نواب موصوف کے ہاتھوں سکھوں کے ۱۱۲۷ میں شکست کھانے کا ذکر کیا ہے،

صفحہ ۲۳۲ س ۲ : خوشگو کہتا ہے : صدارت سرکار (یعنی خانخانان) نیز باو متعلق بود و عہدۂ مہرداری خاص ضمیمۂ آن قدر و منزلتے کہ او در جناب نواب داشت از مداحان پیشں ممدوح کم کسی یافتہ باشد ۔۔۔ س ۱۰ : بہند دکن الخ گر سفینہ

صفحہ ۳۲۴ س ۳ : داشت پڑھو'
صفحہ ۳۳۲ س ۵ : در خدمت دارای آن ملک الخ سفینۂ خوشگو میں ہے:
بسبب تکلیف حکمای و اطبای بادشاہان گرجستان مدتی در گرجستان ماندہ الکسندر خان
والی آنجا با آنکہ بہرہ از فارسی نداشت مقدم حکیم (را) بالغایت گرامی داشتہ میل تمام بصحبت
وی پیدا کردہ بود، بعضی از مستعدان ایران کہ در آن دیار بودند از صحبتش حظ وافر برداشتند
صفحہ ۳۳۲ حاشیہ ۱: تعلیق کی بجای نسخ تعلیق (یعنی نستعلیق) پڑھو'
صفحہ ۳۴۶ س ۱۴ : دیکھو حواشی کا ص ۶۸ س ۸ 'رستہ' کی بجای سرہند پڑھو -
خوشگو نے یہ بھی لکھا ہے : آوردہ اند کہ او مذہب خلیل (؟) داشتہ و دہری بودہ'
...... بمنزل سرہند در گزشت وہمانجا مدفون شد' استاد است وشعرش در غایت
عذوبت واقع'
صفحہ ۳۶۶ س ۳ : بتقریبی کہ الخ نشتر عشق میں ہے : روزی (مسیح) بحضور
شاہ بر مسئلہ کہ یکی از فضلا مباحثہ می کرد و شاہ جانب داری آن کس می نمود حکیم
ازین ممر سخت رنجیدہ شدہ ترک دربار داری نمودہ منزوی شدہ وقصیدہ مشتمل بر رخصت
سفر انشا کردہ ارسال داشت کہ این مطلع از وست ـــ گر فلک یک صبحدم الخ
و از عدم اجازت وبیم گرفتاری کہ مبادا در راہ گرفتار شود بہزاران تب و تعب در خانۂ
خود گوشہ نشین بود تا رایت ظفر آیت آن شاہ بطرف مازندران بر آمد وغیرہ وغیرہ
صفحہ ۳۷۶ حاشیہ سطر آخر : " درحواشی " پڑھو
صفحہ ۳۷۷ س ۵ : گرصاف کنی پڑھو'
صفحہ ۳۸۴ س ۲ : طالب کے متعلق خوشگو نے خان آرزو کا ایک حاشیہ نقل
کیا ہے - اور وہ یہ ہے : راستی آنکہ طرز ملا ظہوری را..... رنگ دیگر دادہ است'
شادابی کہ در شعر طالب است در کلام استاد ظہوری نیست ومضبوطی کہ در شعر ظہوری است

ذکر کیا ہے (خوشگو بذیل سنجر)'

صفحہ ۲۵۲ س ۷: **منظومات سنجر الخ** دیکھو حواشی کا ص۵۹' خوشگو کہتا ہے کہ اکثر معاصرین سنجر اسکے کلام کو رطب و یابس کا مجموعہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ بے مزہ استعارات اور ناپسندیدہ عبارات استعمال کرتا ہی مگر بعض یہ بھی کہتے تھے کہ تازہ گو اور خوش فکر ہے'

صفحہ ۲۵۹ س ۲: **ملک قمی** خوشگو کہتا ہے: با وصف فضل و کمال از تصوف و توحید چاشنی تمام داشتہ و در علم دینی و مسایل یقینی بغایت کوشیدہ و تامت قابلیتش بطراز زہد و ورع مطرّز بودہ' پھر لکھتا ہے کہ بقول میر عبد الباقی قم و عراق میں محتشم کاشی اور ضمیری اسکو حضوری قمی میر رشکی' میر والہی و غضنفر پر ترجیح دیتے تھے' وہ دکن میں آکر مقیم ہوا پھر جب احمد نگر فتح ہوا۔ تو خانخانان کی خدمت میں پہنچا کچھ عرصہ کے بعد سفر حجاز کی رخصت حاصل کرکے بیجا پور گیا۔ اور ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں پہنچکر ملازم ہوا۔ وہیں ملا ظہوری سے خویشی پیدا کی۔ اور دونو نے ملکر ہزار بیت کی کتاب نظم کی۔ جسکا نام گلزار ابراہیم رکھا اور اسپر ۹۰ ہزار لاری (=۴۰ ہزار روپیہ) انعام پایا۔ شاہنواز خان شیرازی اور عادلشاہ دونو کی طرف سے اسکو وظیفہ ملتا تھا'

صفحہ ۲۶۰ س ۶: نگذاشت پڑھو'

صفحہ ۲۶۰ حاشیہ ۵: ہندت پڑھو'

صفحہ ۳۲۲ س ۲: **فرقتی** نشتر عشق میں ہے کہ وہ پہلے کامی پھر فرقتی تخلص کرتا رہا۔ مگر گاہی گاہی مقطع میں اپنا نام بھی لے آتا تھا۔ اسلئے بعض تذکرہ نویسوں نے اسکو باب الف میں داخل کیا ہے۔ جمال ظاہری سے بھی با نصیب تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملا وحشی کا مصاحب رہا' سفینہ خوشگو میں ہے: دیوانش بقدر سہ ہزار بیت متداول است و ہمہ قسم شعر دارد' بسیار اشعار خوب درو یافتہ می شود'

عراق وخراسان مثلاً ملا شانی تکلو اور میرزا فصیحی انصاری کو حکم طلبی پہنچا اور گو وہ خود نہ آسکے انہوں نے قصاید بھیجے۔ ۱۰۲۱ھ میں میرزا غازی ۲۲ برس کی عمر میں فوت ہوا تو جہانگیر کا حکم طلب مرشد کو ملا جسمیں سہ صدی منصب بھی عنایت ہوا تھا۔ مرشد دربار میں آیا۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد حاسدوں کی سخن سازی سے کورنش سے محروم ہوا۔ اور مہابت خان نے بادشاہ کے پاس درخواست کرکے مرشد کو لے لیا۔ اور میرزا امان اللہ نے اسکی شاگردی کی۔ اور اپنی مشق اسکو دکھانا شروع کی، امانی کا شعر ہے:

اے امانی سوختی تا پختہ کردی فکر خود مرشد ما این غزل را خام می گیرد ہنوز

غرض ۱۰۲۳ سے ۱۰۲۶ تک چار برس مرشد مہابت خان کی صحبت میں رہا۔ اور ۱۰۲۶ میں اسکے ہمراہ برہانپور گیا مگر برہانپور سے واپس ہونے کے وقت خفا ہوکر الگ ہوگیا اور خانخانان کو استدعای صحبت کا خط بھیجا۔ خانخانان نے اپنے قلم سے رقعہ کا جواب لکھا مگر اس سے پہلے مرشد شاہجہان کے پاس نوکر ہوکر دو سو ذات ستر سوار کا منصب پا چکا تھا۔ اسلئے خانخانان کو عذر میں قصیدہ بھیجا جو ۱۰۲۷ میں میر عبدالباقی صاحب آثر کے ذریعہ رنتھنبور میں خان کی خدمت میں پیش ہوا۔

صفحہ ۵۱۴ س ۹ تا س ۱۴: یہ شعر سفینۂ خوشگو میں بھی نقل ہوئے ہیں نقل کرنے سے پہلے خوشگو لکھتا ہے: ساقی نامہ موافق مسرت حقہ یابان صوفیہ بسیار خوب گفتہ درانجا لطیفہ آوردہ کہ بے اختیار دل از دست می رود،

صفحہ ۲۰۴ حاشیہ ۵ س ۴. میں خوشگو کے بعد پڑھو: فہرست بادلی عمود ۲۲۹ نمبرہ ۵۶۷؛

صفحہ ۲۰۴ س ۱۰: حکیم سخنور سفینۂ خوشگو میں ہے: محمد حسن عارف تخلص

در ابیات طالب نیست'

صفحہ ۳۸۸ حاشیہ س ۲: حشر شن الخ کے نیچے ۱۰۳۵ پڑھو

صفحہ ۴۰۱ س ۱: دیکھو حواشی صفحہ ۸ نشتر عشق میں یہ مضمون بہ تغیر الفاظ سفینۂ خوشگو سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے'

صفحہ ۴۰۸ س ۱۵: مرشد بروجردی خوشگو نے مرشد خان کے ترجمہ میں بعض مفید باتیں لکھی ہیں جو درج ذیل ہیں:- تتبع اشعار متقدمین و متاخرین نیکو کردہ و کتب سیر و تواریخ بسیار مطالعہ آوردہ و بمذاق تصوف آشنائی عام داشتہ' اوّل در صحبت میر انیسی بروجردی کہ دران وقت بفصاحت و بلاغت اتّصاف و اشتہار داشت مشق سخن گذرانید باتّفاق مستعدّان بر اکثر موزونان مثل میر شاہ کرم مجازی و کرمی و گرامی و حمدی ترجیح یافت بعدہ از ...... میرزا ابراہیم ہمدانی فیض ہا اندوخت مدتی بعیش و کامرانی و سخن سنجی و غزل خوانی بسر برد و بفضل و قدرت خود بر جمیع قافیہ پیمایان ہمدان کہ رشکی و ہلاکی و بزمی و فضالی و زکی و شکوہی و ہوشی و اوجی و محوی و حزینی و مدرکی و نصیرا باشند ظاہر ساخت و ازین جملہ بزرگان سند اعتبار گرفت" پھر لکھتا ہے کہ وہ ہمدان سے گاہی بروجرد میں اور گاہی خرم آباد میں آتا جاتا تھا - آخر شیراز میں جا کر مقیم ہوا اور شعر میں شہرت پائی - محمد قلی خان قزلباش اندنوں حاکم فارس تھا - اسنے اپنی وکالت اسکے سپرد کی - اور یہ رزم و بزم میں اسکا رفیق رہا - خان مذکور کے واقعہ کے بعد مرشد مصیبت زدگی میں فارس میں مقیم رہا - حتی کہ میرزا غازی نے اسے شیراز سے بلوایا اور مرشد خانی کا خطاب دے کر اسکو راتق و فاتق مہمات بنایا" و امر فرمود کہ مہر وکالت خود بر پشت فرامین می کردہ باشد" قندھار میں بھی مرشد اسکے ہمراہ رہا - اکثر شعرائے ایران مثلاً طالب آملی - محوی اردبیلی - سروری - شمسای زرّین قلم' ملا اسد میر الٰہی اسد آبادی نے مرشد کے وسیلہ سے خان سے انعامات پائے اور مستعدّان

مرگیا - تو یہ بھی برہانپور میں گوشہ گیر ہوگیا - اور انہی دنوں میں مرگیا (ساقی نامہ کے سولہ شعر سفینہ میں ہیں - ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ساقی نامہ خانخانان کے نام اسنے لکھا)

صفحہ ۵۰۳ س ۱۷ : جمعی از عربان الخ سفینہ خوشگو میں ہے کہ : از ہر قسم مردم در سرکار او نوکر بودند و باہرکی از انہا با مخبط (مختلط ؟) بود نیم شبان صحبت خاص او با... ملنگان .... بوده وخود ہم دران وقت بہمان لباس برمی آمد '

صفحہ ۵۲۴ س ۱۲ : نظیری خوشگو نے بحوالہ مآثر رحیمی لکھا ہے کہ نظیری پہلا ایرانی شاعر ہے جو خانخانان کے پاس پہنچا -

صفحہ ۵۲۶ س ۱۳ : بہ شکیبی الخ مگر سفینہ میں بحوالہ مآثر رحیمی ہے کہ خانخانان نے انیسی کو خط لکھا الی آخر القصّہ

صفحہ ۵۳۲ س ۴ : ہشت ہزار الخ مگر سفینہ میں ہے : دیوان وی قریب دہ ہزار بیت است '

صفحہ ۵۳۵ س ۶ : حیاتی گیلانی خوشگو نے لکھا ہے کہ خانخانان تسخیر دکن کے لئے گیا تو حیاتی کومکیوں میں داخل ہو کر اسکے ہمراہ گیا ' اور نواب کی سفارش سے منصب ہزاری پر سرافراز ہوا - نواب اسکے ساتھ دوستانہ پیش آتا تھا اور حیاتی کے گھر میں بارہا دن گذارتا تھا - پھر حیاتی نے برہانپور میں رہائش اختیار کرلی اور ایک دلکشا مسجد اور عمدہ مکان بنوایا کہ بقول خوشگو " الیوم قائم است " اور شہر کے باہر ہندوستان کی سڑک پر باغ بھی بنوایا - غرض چند سال وہاں رہ کر ۱۰۲۵ھ میں جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں پہنچا - اسکے بعد خوشگو نے تغلق نامہ کی تکمیل اور حیاتی کے سونے میں تلنے کا قصہ دیا ہے ' ۱۰۲۸ میں جب خانخانان احمد آباد سے آگرہ آیا تو جہانگیر عازم کشمیر تھا ' حیاتی نے بادشاہ سے رخصت لی اور ارادہ کیا کہ خانخانان کی خدمت میں باقی عمر گذار دے - مگر انہی دنوں میں مرگیا - حیات باقی یافتہ ۱۰۲۸ تاریخ اس واقعہ کی صاحب ماثر رحیمی

شیرازی است در عہد جہانگیری از اطبای پای تخت بود، سوریدگی در مزاج داشت، طبعی سلیم بہم رسانیدہ بود، صاحب دیوان مختصر است،

صفحہ ۴۹۱ حاشیہ س ۲: این قدر پڑھو،

صفحہ ۴۹۱ س ۱۲: اوجی کشمیری خوشگو کہتا ہے: از سخنوران مسلم است و صاحب دیوان مختصر، اوجی کے باپ نامی کی نسبت لکھتا ہے: مردی گمنام و فقیر بودہ صرف و نحو نیک دانستہ از شعرای عہد ہمایون و اکبری ست باوجود پیری بشرب دوام اشتغال داشتہ وشعر نیکو می گفتہ،

صفحہ ۴۹۷ س ۱۲: محب علی سندی دیکھو حواشی ص۵۱۸ س ۴، سفینۂ خوشگو کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اسے نواب شاہ نواز خان ولد مرزا عبدالرحیم خان خانان کا ذکر کیا ہے۔ جسکو آپنے نے غلطی سے محب علی کا لڑکا سمجھ لیا ہے۔ سفینہ سے بعض مفید باتیں نقل کی جاتی ہیں:۔

محب علی کے آبا و اجداد سمرقند سے تھے۔ اسکا باپ حیدر علی ۱۰۰۱ھ میں سیستان میں آکر مقیم ہوا۔ اور محب علی سند میں پیدا ہوا۔ اسلئے سندی کہلانے لگا۔ تتہ میں اسنے کسب کمال کیا۔ حتی کہ ماثر رحیمی میں ہے: درین زمانہ مثل او کسی نیست و نواب خانخانان سپہ سالار بصحبتش مباہات می نماید و از مغتنمات می شمارد۔ تتہ کے فتح ہونے کے بعد ملا شکیبی کے وسیلہ سے وہ خانخانان کا ملازم ہوا اور ۹۹۹ سے آخر تک اسی کا ملازم رہا۔ ۱۰۲۵ میں جب خان اپنے لڑکے نواب شاہنواز خان کو ہمراہ لیکر دکن گیا تو محب علی کو اس لڑکے کا اتالیق مقرر کیا، شکیبی سفر حجاز کو گیا تو یہ بھی ہمراہ ہوا۔ واپسی پر پھر ملازمت اختیار کی۔ دایم الصوم اور قایم اللیل تھا۔ لوگ اسے انسان کامل میں سے شمار کرتے تھے۔ ۱۰۲۹[1] میں جب شاہنواز خان

---

[1] ۱۰۲۸ چاہیے دیکھو ترجمہ توزک ۲: ۸۷ جہاں لکھا ہے کہ شاہنواز خان کثرت می نوشی کی وجہ سے اس سال میں مرگیا،

الخ لکھا ہے پھر حاشیہ پر خمس لکھکر تصحیح کی ہے۔ ص۵۰۹ پر بھی مؤلف نے کہا ہے کہ وہ ۱۰۲۵ھ میں لاہور پہنچا۔ مگر لاہور پہنچنے کے بعد وہ جلدی ہی کشمیر کو روانہ ہوگیا اور دو سال وہاں رہکر آخر ۱۰۲۶ھ میں واپس آگیا۔ اسلئے آخر سنہ خمس الخ کی بجای ابتدای سنہ الخ چاہیئے۔ ورنہ دو سال پورے نہیں ہوتے اسکی تائید تزوک (ترجمہ ۱: ص۲۹۵) سے بھی ہوتی ہے محمود بیگ تحائف لیکر جمادی الاولی ۱۰۲۴ھ میں اجمیر سے چلا ہے۔ قرین قیاس یہی ہے کہ آخر ۱۰۲۴ یا شروع ۱۰۲۵ میں وہ لاہور پہنچ گیا ہو۔ چنانچہ خود مؤلف نے اس سفر کی میعاد چھ مہینے لکھی ہے (دیکھو ص۴۳۹ س ۳)

فہارس و حواشی میں بعض غلطیاں کتابت کی رہ گئی ہیں۔ انہیں بہ تفصیل ذیل درست کر لیا جائے۔

فہارس۔ صفحہ ۶۱۳ عمود ۲ بذیل حکیم فغفور س ۴ 'نام پدرش' پڑھو

صفحہ ۶۴۰ عمود ۳ س ۱۳ 'شرح کافیہ' پڑھو (بجای شرح قافیہ)

حواشی۔ صفحہ ۴ س ۱۶: ماخوذ پڑھو (بجای ماخوذہ)

صفحہ ۵ س ۴: 'اشعہ' پڑھو (بجای الشعہ)

صفحہ ۸ س ۲: 'بوجود آمد' پڑھو (بجای بوجوہ آمد)

صفحہ ۲۱ س ۱۳: 'صفحہ ۹۵ س ۴' پڑھو (بجای 'س ۴')

صفحہ ۴۸ س ۱۱: 'قزوینی' پڑھو (بجای قزوین)

صفحہ ۵۵ س آخر: غزلی پڑھو (بجای غزالی)

صفحہ ۵۷ حاشیہ ع۵: '۱۰۲۱ھ میں' پڑھو (بجای ۱۰۲۱ھ) نیز دیکھو مآثر الامرا ۳: ۳۴۷'

صفحہ ۵۸ س ۴: (ص ۵۳۲ س ۲' پڑھو (بجای 'ص ۵۳۱ س ۱۶') ـــــ حاشیہ

نے پائی۔ میر عبدالباقی نے لکھا ہے کہ حیاتی بہت خوش صحبت عالی ہمت اور پاکیزہ روزگار تھا، لوگ اسکی مصاحبت کی طرف بہت مایل تھے۔ ساری عمر اسکو شراب کی لت رہی مگر خوش معاشی اور پرہیزگاری(!!) سے اسنے زندگی بسر کی۔

صفحہ ۵۳۷ س ۹ : نشتر عشق میں بذیل لطفی ولد عرفی کمانگر لکھا ہے: تبریزی است مرد تاریخدان و خوش تقریر بود و بہ شیوۂ مصاحبت بی نظیر، و در شاعری چون پدر خود بی عدیل از وطن خود بہندوستان آمدہ بملازمت جہانگیری کامگار گشتہ بخطاب موزون الملکی افتخار اندوخت'

صفحہ ۵۳۹ حاشیہ ۵ مرآۃ الخیال پڑھو'

صفحہ ۵۴۰ حاشیہ ۱ مرآۃ پڑھو'

صفحہ ۵۴۲ حاشیہ ۵ س ۴ : عہد پڑھو (بجای عمر)

صفحہ ۵۵۰ س ۸ : حیدر خصالی خوشگو کہتا ہے : پدرش بعہد اکبری بہند آمدہ بود و وی در عہد جہانگیری ظہور یافتہ، حمیدہ خصال بودہ طبعی سلیم و ذہنی مستقیم داشتہ ...... و دیوان کلانی دارد'

صفحہ ۵۵۲ س ۱: از اکابر الخ مگر خوشگو کہتا ہے: از اواسط الناس آنجاست اما عطای الٰہی اورا بمعنی آشنا کرد'

صفحہ ۵۵۴ حاشیہ ۱ (از آل تیمور الخ) ایتھے کو مغالطہ ہوا ہے' اصل کی عبارت یہ ہے : تورانی الاصل و از قدیمان سلسلۂ علیہ تیموریہ بودہ —— حاشیہ سطر آخر: سفینۂ خوشگو میں ہے: در اوایل عہد شاہجہانی درگذشت'

صفحہ ۵۶۲ س ۷ : باغ حافظ رخنہ دیکھو ترجمہ آئین از جیرٹ ج ۲ ص ۲۸۱'

صفحہ ۵۶۶ س ۱۶: آخر سنہ خمس و عشرین و الف' آ ہیں پہلے سنہ اربع

سلہ میں 'بلاکمین' سے پہلے 'مآثر الامرا ج ۲ صنہ۲۵' پڑھو'

صفحہ ۶۸ س ۸ : سرہند پڑھو (بجای رستہ)'

صفحہ ۷۶ س ۱۳ : مرآة پڑھو (بجای مرآة)'